فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لما فرغ من حقوق اللہ العبادات والعقوبات شرع فی حقوق العباد
جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا
میں سے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ١ حقوق اللہ خالصہ ٢ حقوق العباد خالصہ ٣ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن
۴ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں مگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنی صلوۃ اور زکوۃ اور صیام اور حج
انس کی خلقت سی یہی مقصود ہی اوسکی بعد معاملات شروع ہوئی اور نہیں ابتدا نکاح سی ہوئی اسواسطی کہ اوسمیں معنی عبادت کا شمول ہے
معلوم ہوا کہ اصل معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سی ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ
ہے کہ ابتداء معاملات بیع سی نہیں بلکہ اقالہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات میں داخل ہونا غیر مخفی ہی ومناسبتہ للوقف
الملک لکن لا الی مالک وھنا الیہ فکانا کبسیط ومرکب اور مناسبت بیع کی وقف سی ازالہ ملک ہی لیکن وقف میں
کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہیں اور یہاں یعنی بیع میں مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سی مشتری کی
تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی ہم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود میں مرکب پر لہذا تعالی
بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطی کہ بیع سے فی الحقیقت مرکب نہیں ہو اسطی کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سی ترکیب متحقق نہیں ہو
باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواع اربعۃ نافذ موقوف فاسد باطل ومقایضۃ صرف سلم بیعہ
قضیعۃ مساومۃ ومثلا اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم
نافذ باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ ہم کہتا ہے معنی لفظ بیع کا

یہان ہی وہ بیع مطلق ہے مراد ہی جو لہذا اور

وہ صرف ہی اور مراد دین سی یہان نقدین ہین یعنے سونا چاندی یا بیع الدین بالعین سے وہ سَلَم ہی یا بیع العین بالعین
اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اوسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سی وہ
نسیہ دونونکو شامل ہے اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے
وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے
اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو بیع کی مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا ھو لغۃ مقابلۃ شیٔ بشیٔ
مالًا او لا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھہ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو
بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف ؑ کے بہائیون نے یوسف ؑ کو بیچا ناقص ثمن سے هم کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تہے اطلاق مال کا انپر
نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے
اور اصطلاح شرع مین بھی اسیطرح ہی اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سی عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت
لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو
مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تہا اور جسنے خرید کیا تہا اوسنے عزیز مصر کے ہاتھہ ۲۰ دینار کو بیچا
تہا کذا فی الطحطاوی وھو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی معنی خریدا اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا ہی شرا کے لفظ کی
مانند ویستعمل متعدیا وبمن للتاکید او باللام یقال بعتک الشیٔ وبعت لک فھو مبیع قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی
مستعمل ہوتا ہی دو مفعول ہونیکے ساتھہ اور من کے ساتھہ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتھہ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشیٔ و بعت لک تو لام
زائد ہے ایسا کچھہ کہا ہی ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اوسکی
رضامندی کے بیچ لیا هم کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بہی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ
مفید عدم اختیار ہے وشرعًا مبادلۃ شیٔ مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع مین بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی
چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون هم کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ اونمین بہی مبادلہ ہی مرغوب
کا مرغوب سے اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے
کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضاء عاقدین یہہ حقیقت شرعی بیع کی اور رغبت کا مفہوم
خود مال مین داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور ذخیرہ رکہا جا سکے حاجت کیوقت کیونکہ ممکن ہو
اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیون کے تمول سے یا بعض آدمیون کے تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعًا اوسکی اباحت
انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے
فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنے تمول اور اباحت نہوئین تو دونون مین سے ایک بہی ثابت نہوگا چنانچہ
خون کہ نہ اوسکو مال کہتی ہین نہ متقوم بولتے ہین علی وجہ مفید مخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر
ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے
تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہو جاوی اسواسطے کہ فقط ایجاب اوسمین بہی ہوتا ہی فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین
یعنے باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا هم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

مین المجانین مبادلہ مین داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ شرع مین ہبہ ابتدائی ہے ہر جانب سے تو اگر
شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والہبۃ
بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہون ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن بلحاظ
انتہا کے بیع ہے وخرج بمفیدٍ ما لایفیدہ فلا یصح بیع درہمٍ بدرہمٍ استویا وزناً وصفۃً اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین
بیع درم کی درم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہون هم کہتا ہے اور اگر ایک درم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہے بسبب
ربا کے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہرا بیع جائز
ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر فیہا اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک
شریک کا گھر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنے ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو انکا
مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھ فائدہ نہین ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے
سکنی سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقولٍ وفعلٍ اما القول فالایجاب والقبول وھما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب
اور قبول ہے اور یہہ دونون بیع کے رکن ہین هم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے
ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قول ہو یا فعل
وشرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی هم کہتا ہے شرط بیع کی عاقد مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو
ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اسکی اثر کو سمجھتا ہو تو
اسکی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونونکا وکیل ہو اوسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور
قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے با وجودیکہ وہ بہرا
نہین اور تمام اہل مجلس نے اوسکو سنا تو اوسکی تصدیق نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتیس شمار کی ہین جسکا
جی چاہے اوسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے هم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہے کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال
یا فی المآل تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور متقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام
گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا
علی المباح سے اور ہبہ وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا
مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہو گی هم کہتا ہے ثبوت ملک بیع کا حکم
اصلی ہے اور اوسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر
مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء
معاش انسان اور عالم کا هم کہتا ہے انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کہیت کا جوتنا پھر آوزن
بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کہیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات
خود بالاستقلال کرتا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان ہے اور اوسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ

[illegible]

ہو کہ بازار جیسی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال کرتا یا صبر کرکے مرجاتا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع
ہونے میں فقہا مختلف نہیں محتاجین ہے اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح وصفته مباح ومکروہ وحرام وواجب اور بیع کی
صفت یہ ہے کہ یعنی بیع ہیں مباح ہے اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان
جمعہ کے بعد ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اوسکا فسخ کرنا برعایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہوسکنے
کا خوف ہو بوجہ عدم نفقہ کے سبب سے یا اوسکی خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوته بالکتاب والسنة والاجماع والقیاس
اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا واحل الله البيع وحرم الربوا یعنی الله نے بیع کو
حلال کیا اور ربا یعنی سود کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے
بیان سے اور قیاس سے بھی یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع
اسواسطے مشروع ہوئی ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہوسکتے فالایجاب هو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین فالقبول
ما یذکر ثانیا من الاخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اوسکا
نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر
مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر
بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقا اور یہاں
اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضای آدمی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو
اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جائے الدال علی التراضی قید به اقتداء بالایة وبیانا للبیع الشرعي ولذا لم یلزم
بیع المکره وانما انعقد ولم ینعقد مع الهزل لعدم الرضاء بحکمه معه هذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی
پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولہذا اگر مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی
اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت
کرکے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل
نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے جو مبادلة المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی الا ان تكون
تجارة عن تراض منكم شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کی مانند حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح
ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے
کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی
غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ويرد علی التعریفین ما فی التاتارخانية لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونوں کی
تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت
اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہیں لکن فی القهستانی فوکانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لکن
قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہوگی چنانچہ فقہا نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھ ہی
نکلیں تو جواب ادا نہوگا اعادہ اوسکا لازم ہے یہہ شارح نے استدراک کرکے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ
کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول ما فی الاشباه لا یکون الایجاب مبطلا للاول الا فی عتق وطلاق علی مال

وَيُسَمَّى في الصُّلحِ اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر
عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ہم تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہے کہ بائع نے
کہا کہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولا کہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف
راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولے نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر
سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور
اسیطرح نظم ایندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی
اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہے کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہو کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی
گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ وَکُلُّ عقدٍ بعدَ عقدٍ جُدِّدا ٭ فَابْطُلِ الثانی لانہ سُدیٰ ٭ فالصلحُ بعدَ الصّلحِ
اَضحی باطلا ٭ کذا النکاحُ ماعدای مسائلا ٭ منہا الشراءُ بعدَ الشراءِ صَحّحوا ٭ کذا الکفالۃُ علی المصرّحِ ٭ واذِ المرادُ منہا فی المحقق
منہا اذا زیادۃُ التوثّقِ ٭ اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفایدہ
ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل
نہین ہوتا ازانجملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہے اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علمائے کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین
اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہے یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور پہلی نسبت پر دوبارہ عقد بیع سے
زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وَهُمَا عبارۃٌ عن کلِّ لفظینِ یُنْبِئانِ عن معنی التملیکِ والتملّکِ ماضِیَینِ کبِعتُ اشتریتُ
اوحالَینِ کمضارعینِ لم یُقرنا بِسوفَ والسینِ کابیعُکَ فیقولُ اشتریہ اواحدہما ماضٍ والآخرُ حالٌ ٭ اور ایجاب اور قبول عبارت ہے
اُن دو لفظون سے جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعت واشتریت یعنی مین
بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حالی کی ہون جیسے لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعک یعنے
مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے
کذا فی المنح ہم شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اوس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا
یا مین راضی ہوا یا اسکو لیا بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہا کہ کہا اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کھایا
تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے یہہ گھر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع
صحیح ہے اور حاشیہ بزازیہ میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دے تو مین نے اوسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا
کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان جیسے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند
آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے چاہتی کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور
تملک حاصل ہون گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونمین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے
صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے اول کہا کہ مین نے اسکو
تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نکہا کہ مین نے تجھہ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَ لٰکن لا بُدّ فی
الاول الی نیّۃٍ بخلافِ الثانی فان نوی بہ الایجابَ للحالِ صحّ علی الاصحِّ والّا لا الّا اذا استعملوہ للحالِ کاھلِ خوارزمَ فکالماضی
بخلافِ سابیعکَ الآنَ لتمحّضہ للحالِ ٭ لیکن اولیہا یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کیواسطے نیت کی حاجت نہین بخلاف

ثانی ہے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہی سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنابر قول
اصح کے اور اگر حال کی نیت نکی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نکی تو بیع صحیح نہیں مگر جبکہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کیواسطے استعمال کرتے ہوں
چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کی مانند ہی عدم اشتراط نیت میں اور ایسے ہی ابیعک الآن کی مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اسواسطے کہ یہ محض
حال کیواسطے ہے هم قول اصح کے مخالف وہ قول ہے جو محیط اور شرح قدوری اور تحفہ میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ
لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اسکے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوتی بخلاف لغت ہند کے
کہ اسمیں حال کا صیغہ جدا ہی چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ
حاجت نہیں وَاَمَّا المتمحض للاستقبال فکالامر لا یصح اصلا الا الامر اذا دل علی الحال کخذہ بکذا فقال اخذت او رضیت هھ بطریق
الاقتضاء فلیحفظ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کیواسطے ہو یعنی جسپر سوف اور سین ہے تو وہ امر کی مانند ہوا وس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر
صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے
بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے هم شرنبلالیہ میں ہے کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اسطرح کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس
کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید
لیا تو بیع منعقد نہوگی جیسے بلفظ استقبال منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے
مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا مستدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی
ہے سابقیت بیع کا ماضی کی مانند لیکن مستدعی ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور مستدعی خذہ کا بطریق اقتضا کے انتہی اور تقدیر کلام یوں ہے
بعتک فخذہ یعنی اسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے
مثلا مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تا وقتیکہ مشتری اسکو
یوں نکہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا اور مشتری بائع کو
قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی وتصح اضافته الی عضو یصح اضافة
العتق الیہ کوجہہ وفرجہ والا لا کظہرہ وبطنہ اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اوس عضو کیطرف کہ جسکی طرف اضافت عتق کی
صحیح ہے چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کیطرف اضافت عتق صحیح نہیں اوسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ
اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اوسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وکل ما دل علی معنی بعت واشتریت
کخذتہ فعلت ونعم وهات الثمن وهو لک او عبدک او فداک او خذہ فهو قبول اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت
کی مانند اس قول کے کہ میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی یا اسکو لے تو یہ سب الفاظ قبول میں هم
فتاوی عالمگیری میں جو نصر اخلاطی سے منقول ہی کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی
میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور وجیز کردری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام
اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہی یا تیرا غلام ہی یا تجھپر فدا ہی تو بیع تمام ہوگئی لکن فی الولوالجیة ان بدأ البائع فقبل المشتری
ینبغی ان لم ینعقد لانه لیس بتحقیق وبعکسه صح لانه جواب لیکن ولوالجیہ میں ہی کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول
کی ان لفظوں سے تو بیع منعقد نہوگی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اسکی یعنی اگر مشتری نے ابتدا کلام کی اور بائع نے بیع قبول
کی ان لفظوں سے تو صحیح ہی اسواسطے کہ وہ جواب ہی وفی القنیة نعم بعد الاستفهام کهل بعت منی بکذا بیع ان نقد الثمن لان النقد

دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلّغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اور تنبیہ مین ہی کہ ان کو کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کی کہ کیا تو نے
مجھ سے بیچا بعوض اسقدر درم کے بیع ہی اگرچہ ثمن نقد دی اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا سو اے فلانی اسکو
خبر کر دی سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف الصحۃ نہین ہوتی بیع
کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہی تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی
خبر پہنچی بلا کتابت و رسالت اور اوسنے بیع قبول کی تو منعقد نہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اوسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر
ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس مین ہم کذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی فلہ الرجوع
لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین من جانبہ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح مین در صورت
قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنیوالیکو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے
بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنیوالیکو خلع اور عتق مین رجوع کرنا جائز نہین اسواسطے
کہ یہہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہی کذا فی النہایۃ ھم طحطاوی نے کہا یہہ مطلب نہین کہ ایجاب کرنیوالیکو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہی اسواسطے
کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہہ ہی کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہی واما الفعل فی التعاطی ویسمی التعاطی
قاموس فی خسیس و نفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہی وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہی تناول ہی کذا فی القاموس
یعنے باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز مین ہو خواہ عمدہ مین بخلاف کرخی کے
یعنے انکے نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی مین نہ عمدہ کی ھم نفیس عبارت ہی بیش قیمت سی اور خسیس کم قیمت سی اور بعضون نے کہا
کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہی اور اس سی کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہان اطلاق ہی معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ہدایہ مین ہے کہ بیع
کا منعقد ہونا تعاطی سے یہہ صحیح ہے فتح القدیر مین کہا وجہ صحت یہہ ہی کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا اسکو شامل ہی یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس
ناطفی مین ہی کہ مشتری نے بائع سی کہا کہ اتنے گیہون کتنے کو بیچتا ہی اوسنے کہا ایکدرم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اوسنے جدا کر دئے تو یہہ
بیع ہو گئی اور اسیطرح اگر مثلا قصاب کو کہا اور اوسنے گوشت تول لیا اور حالانکہ وہ ساکت ہی تو وہ بیع ہو گئی یہان تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سے
یا قصاب گوشت دینے سے انکار کریگا تو قاضی دونون سے زبردستی دلا دیگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ
یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سی ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الفیض ھم فتح القدیر
مین ہی کہ اسمین خلاف ہی کہ بیع التعاطی مین قبض بدلین مشروط ہی یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہی صحیح قول ثانی ہی اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہی کہ بیع تعاطی
قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہے اور یہہ ثمن اور مبیع کو شامل ہی انتہی طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہون پہر مشتری بائع
کی رضامندی سے مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دیکر بلا تسلیم مبیع چلا جائے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی القول الصحیح اھ
لم یصرح معہ بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطیخ والبائع یقول لا اعطیہما لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی جبکہ
تعاطی کے ساتھ عدم رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دئے اور خربوزے لے لئے اور حالانکہ بائع کہتا ہی کہ مین اونکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع
منعقد نہوگی کما لو کان بعد عقد فاسد خلاصۃ و بزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ
الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہین ہوتی اگر بعد عقد فاسد کے ہو کذا
فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق مین تصریح کی ہی کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہین ہوتی قبل متارکہ کے تو بیع التعاطی

میں بطریق ادہنے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنابر تصریح بحرالرائق کے جو خلاصہ وغیرہا میں ہے وہ اسی پر محمول ہے هم یعنی خلاصہ
کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی میں یہہ بھی ضرور ہے
کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ
خود خلاصہ میں موجود ہے تو بحرالرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کیطرح نہرالفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے و تمامہ فی
الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن و المبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد
میں اس قاعدہ کے تحت میں مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت میں کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ
خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا و قیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین
و علیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال
وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بیع التعاطی میں اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول
پر اکثر علما ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھہ تو
اسمیں منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتے بہ کو هم قول اول یہہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول
ثانی یہہ ہے کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھہ کافی ہے اور منشا اس اختلاف
کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضی مقام میں اعطاء احد
الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضی مکان میں تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں بالجملہ اعطاء احد الجانبین
کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہے شرح
ملتقے میں صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں هم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد
الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت عادیہ سے اور صرف کی نہرالفائق سے منقول ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما یاخذہ
الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزیں آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ
بائع اوس سے اون چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہہ جائز ہے هم بحرالرائق میں ہے کہ معقود
علیہ کی شرائط سے یہہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہے جو قنیہ میں ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون
بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور اخراجات کے جیسے مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہان
معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف
قائم ثمۃ ولا کذلک ہنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ
فی النہر بیچنا تنخواہ کی اون چٹھیونکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھدیتے ہیں صحیح نہیں بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وقف
کا مال وہان قائم اور موجود ہے اور ایسا نہیں ہے یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے
کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری
سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہرالفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے هم نہرالفائق میں کہا کہ ظاہرا قنیہ کی روایت ضعیف ہے اسواسطے کہ فقہا کا اسپر
اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور یاد رکھنا چاہیے
وہبان نے کتاب الشرب میں لکھا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے التفات کے لائق نہیں جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اوس کی تائید نہو انتہی ملخصا

وَافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیة لما فی الاشباہ بیعُ الدَّین انما یجوز من المدیون اور فتوی دیا ہی مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ
بیچنا باطل ہے اسواسطی کہ اشباہ مین ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہین مگر مدیون سے جائز ہی ہم جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہین جو سلطان یا امیر
سے اوسکو واسطے عوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہے تو اگر سپاہی چاہی کہ دو چار مہینے کی چڑھی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو
جائز نہین اسواسطی کہ تنخواہ تو امیر پر بمنزلہ دین کے ہی اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہین اور مدیون سے بیچے کیصورت یہہ ہی کہ کپڑا بیچا بعوض
غلام کے سوا ایک نے غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اوسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کی عوض تو بیع صحیح ہے اور
اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہین اسواسطی کہ یہہ بیع ہی منقول کی اوسکی مقبوض ہونے سی پہلے اور یہہ جائز نہین کذا فی حاشیۃ الدر فیہما و
فی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف
اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہین جیسا کہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ کے جائز نہین عوض
لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سی مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اشباہ مین ہے کہ حقوق مجردہ سی عوض
لینا جائز نہین حق مجرد کی قید اسواسطی لگائی ہی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع
اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کی تعارض
عرف اور لغت کی آخر بحث مین ہی کہ ظاہر مذہب یہہ ہی کہ عرف خاص کا اعتبار نہین لیکن بہت علمانے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہی تو بموجب
اسکی فتوی دیا جاتا ہی وظائف اوقاف سی کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہہ قول مخالف نہین قول سابق سی کہ اعتیاض حقوق مجردہ سی جائز
نہین اسواسطی کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہین ظاہر الروایۃ مین اور یہہ قول متفرع ہی قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہی بنا ی
احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سی مراد شعار علم ہی جو سب لوگون مین رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سی مراد وہ ہی جو
چند لوگون مین رائج ہو چنانچہ فقہا مین خلاصہ یہہ ہی کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہی لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم
اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنی فتاوی مین کہا کہ جواز نزول کیواسطی کوئی اصل معتمد نہین لیکن حکام اور علما سب دست
کے اسپر چلتے ہین اور بعضی علمانے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہی کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اوسقدر مال پر جو
اونکو کافی ہوا در حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وبلزوم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا
لغیرہ ولو وقفا منح اور بنابر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہی خلو دکانین کے لزوم پر تو دکانون کے مالک کو صاحب خلو کا خارج کردینا جائز
نہین اور نہ دوسرے کو دکان کا اجارہ دینا اوسکے سوا کو اگرچہ دوکانین وقف ہون انتہے تا فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہہ ہی کہ واقف دراہم اوس منفعت کا
مالک ہو جسکے مقابلہ مین اوسنے دراہم دئے خواہ یہہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہہ ہے کہ وقف مین مکانات قریب الانہدام ہون تو واقف
یا ناظر وقف اوس شخص کو بکرایہ دے کہ مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھہ صرف کریگا سو اوس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت
عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر مہینہ ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاے تو صاحب خلو دو تہائی مین واقف کا شریک ہوگا
بعد اسکے اگر ان مکانات مین پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ مین واقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم
کرنا چاہیے کہ جواز خلو مین اختلاف ہی متقدمین حنفی اور اجمہوری مالکی اوسکو باطل کہتے ہین اور صاحب اشباہ وغیرہ اوسکی جواز اور لزوم کے قائل
ہین اسواسطی کہ اوقاف تاصحی مین بعضے دکانین بازار کی اراضی جبکہ ان لوگون کے پاس اجارہ ہو جنہون نے دکانون کو بنایا ہی تو وقف جائز ہے
اسواسطی کہ ہمنے ان دکانون کو اونکے تصرف مین دیکھا کہ اونکو بیچ ڈالتے ہین اور اونکو میراث لیتے ہین سلاطین اوس سے تعرض نہین کرتا ان
لوگون نے تو فقط غلہ اور محصول ہی چھوڑ دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہای دراز سی انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دکان کو

اوسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اوسکا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہوا تھے اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ
لکہا ہی اور صحت خلو کی شرط یہہ ہے کہ دراہم مسبند ولہ جہت وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اوراپنی ذات پر صرف
کرتے ہین اور واقع دراہم انہو اسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اوسپر ملک کے احکام جاری
ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور ادای دین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہون تو اوسمین حق شفعہ بہی جاری
ہوگا علامہ حموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہوگیا ہے تمام ممالک مین خصوصاً دیار مصر مین تو اسکی صحت پر اعتماد
کرنا چاہئے بار تکاب اہون الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان مین تضییع اموال خلق اور کثرت خصام بین الانام لازم آتا ہی علے الخصوص جبکہ وہ وقف ہو
خیرات اور حسنات پر تو اوسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیہ الدر نے مختصرا و فی معین المفتی للمصنف بیعا لو الوالجیۃ
عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءا و اشجارا جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے والوالجیہ کیطرف نسبت کر کے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی
سو اگر عمارت بنای مکان ہے یا درخت ہین تو بیع جائز ہے هم یعنے فقط عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسیکی عمارت وقف کی زمین
مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھہ اسطرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر
لازم ہی کذا فی حاشیۃ الدر فی وان کرابا او کری انھار ونحوہ مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتھی اور اگر عمارت کہودی
جوتی نہین ہے یا نہر و نکا کہودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہوا اور مانند اسکی اوس قسم سے کہ جو چیز نہ خود مال ہے نہ بمعنی مال تو
بیع اوسکی جائز نہین انتھے ما فی الوالوالجیہ هم جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی اونچ نیچ سے اور لابمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ
کا سکنی ہے بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رھنھا ولذا جعلوھا الان فراغا کالوظائف فلیحرر
انتھی وسنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مقتضا یہہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اسکا رہن جائز نہین اور اسیواسطے
اب علماء اسکو فراغ قرار دیتے ہین یعنی مسکہ کو بمعنی بفراغ کیا ہی مثل او رمتعلقات وقف کے تو اسکی تحریر و تنقیح کرنی چاہئے انتھی ما فی معین المفتی - اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے
هم در المختار کے محشی کا کلام اس مقام مین مختلف ہی لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح ماوسکی یون کی ہی کہ بیع سکہ یعنی کوچہ
غیر نافذ دیکے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندی مدنی نے مسکہ باضافہ میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ در المختار کے اسیکے
موافق ہین پہر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر امسکہ بالضم سے کنوئین کا کہودنا سخت مکان مین مراد ہی کما فی القاموس تو بیع اس مکان
کی نہر کہودنے کی بیع کی مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ سکہ اور مسلہ حضر ہی کی فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اوسکو
کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کیواسطے سلطان کیطرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پہر وہ اپنا حق دوسرے کیواسطے چہوڑ دے کچہہ
عوض لیکر تو کنوئین کہودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجکو نہ معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہہ ہے کہ مسکہ سے یہی صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر گہر موقوف ہو
اور وہ دوسرے شخص کو دیدے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین منجملہ معانی مسکہ یہہ بہی مذکور ہے کہ المسکۃ ما یتمسک بہ
اور مفتی ابو مسعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی متعلق بحکم برا انتہے واللہ اعلم وینعقد ایضا بلفظ واحد کما فی بیع
القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ بوفور شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارتین وتمامہ فی الدر اور بیع منعقد ہوتی ہی
ایک لفظ سے بہی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپکے بیچنے مین اپنے طفل سے اور اوسکی مول لینے مین طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت
باپ کے اوسکی عبارت دو عبارتون کی برابر ٹہہرائی گئی اور پورا بیان اسکا در مین ہی هم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا
خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہو اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خریدکرے یا بیع کرے اپنی
ذات کیواسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کہ اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجہی مول لیدے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی اوسکی چیز آپ خریدے

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والیکو پندرہ درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت مین جسمین
طفل سے منفعت طفل شرط نہین وہ بوجہ شفقت کے سبب سے ہے فاذا اوجب واحد قبل الاخر بائعا کان او مشتریا فی المجلس لان
خیار القبول مقید بہ پس جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا خواہ بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس
ہے ھ یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب
باطل ہوگا کذا فی البحر ط طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول او فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور دوسری مشغولی نہ درپیش ہو
جو ایجاب کو فوت کردے اگرچہ اعراض کیواسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور
مشتری کا یکمکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترکہ لئلا یلزم تفریق الصفقۃ مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل
ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے ھ صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ مین
صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنے غیر کیلی اور وزنی چیز مین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے یہ نہین بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہین تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھ
بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمونکو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود
یا لیمون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہوگی کیونکہ قبول مخالف ہوگیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب والقبول ھ تفریق ایجاب جائز نہین
مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے او رضی الاخر وکان الثمن
منقسما علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہوجاوے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ
کیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہوسکتا ہے ھ مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ
آنے کو خرید کئے اور بائع اسپر راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہوگئی اور ایجاب اول
باطل ہوگیا والا لا وان رضی الاخر لعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداء کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع
جائز نہین اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہین کذا حررہ الوانی المحشی للدرر ھ مگر
انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمۃ ہو یعنے مبیع کے اجزا متفاوت القیمۃ ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑونکو
بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
مین جائز نہین اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اوسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف
باقی کی خرید پر راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت مین ہے کہ
بائع نے ہر غلام و دوسرے کپڑے کی قیمت علحدہ علحدہ مذکور نکی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقولہ بعتہما کل واحد بمائۃ وان لم یکرر
لفظ بعت عند ابی یوسف ومحمد وہو المختار کما فی الشرنبلالیۃ عن البرہان یا ہر ایک کا ثمن علحدہ علحدہ بیان ہوگیا ہو چنانچہ بائع کا
یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑونکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبارہ نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم
تکرار لفظ البیع قول مختار ہے ھ چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ھ صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے مین کافی ہے بلا شرط تکرار
لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بیع شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین
بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ یعنے ان دو غلامونکو تیرے ہاتھ مین نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور اس غلام کو پانسو
کی عوض مین نے بیچا اور فتح القدیر مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہراً بائع کی غرض

یہہ ہی کہ دونوں میں سے کوئی یک جا ہی اور اگر دونونکو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تہا وما لم یقبل بطل
الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدهما وان لم یذهب عن مجلسه علی الراجح فرو ابن الکمال فانه کمجلس خیار
المخیرة وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے نے رجوع کیا اپنی قول سے قبول
کرنیوالے سے پہلے یعنے یوں بولا کہ میں نہیں بیچتا یا نہیں خرید کرتا یا دونوں میں سے کوئی کہڑا ہوگیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے
کما فی النہر وبہذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام سے باطل ہو جاتی ہے اور اسیطرح باقی
تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح هم نہر الفائق میں ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہی جو اعراض پر دلالت کری چنانچہ کہانا اور سونا اور
نماز پڑہنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتھ میں تہا ایجاب کیوقت اور سو جانا در صورت نشست
عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑہتا تہا سو اوس نے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر
نفل نماز میں دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بہی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑہکر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت
میں اختلاف مجلس کا سبب ہی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہو گی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونو سوار ہوں
اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر نے الفور متصل قبول کیا چلنے کیحالت میں تو جائز ہے اور محیط میں اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو
قدم چلنے میں جائز ہے مجمع التفاریق میں کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور مجتبی میں ہے کہ مجلس متحد وہ ہی کہ جسمیں احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب
اور قبول کے اور کام میں مشغول نہوں یا وہ اشتغال نکریں جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہی تو مجلس منقطع نہو گی اوسکے چلنے سے اسواسطے
کہ بائع اور مشتری اوسکے ٹہرانے پر قادر نہیں انتہی اور فتح القدیر میں سوای خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی واذا وجدا
لزم البیع بلا اختیار الا لعیب او رؤیة خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین
سوای خیار العیب اور خیار الرؤیة کی بخلاف مذہب شافعی کے هم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو
نقض بیع میں اختیار نہ ہوگا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کی اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہہ مذہب ہی کہ
بائع اور مشتری دونوں کو بقای مجلس تک اختیار ہی امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر سے مروی ہی کہ المتبایعان
بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہیں جب تک جدا نہیں ہوئی شارح نے اسکا جواب قول آیندہ میں مذکور کیا وحدیثه محمول علی تفرق
الاقوال اذ الاحوال ثلث قبل قولهما وبعده وبعد احدهما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز لا اول وفی الثانی مجاز
الکون وفی الثالث حقیقة فیحمل علیه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہاں تین حالتیں
محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہی باعتبار انجام کار
کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہی تو اوسی پر محمول ہوگا هم حدیث مذکور میں تفرق کو
اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجالس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسری عاقد کا یوں کہنا
کہ میں نہیں مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا
اور بعد تمام ہو جانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بہی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا یہی حقیقت ٹہرا اور متشاغل
اوسوقت ہوتا ہی جبکہ ایک ایجاب کر ہی اور دوسرا ہنوز قبول نکری لہذا یہی بالیقین مراد ٹہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہی ابراہیم
نخعی تابعی رحمة اللہ علیہ کی تو مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید و فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہیں دوسرا
شخص چاہی قبول کرے یا نکرے اور موجب چاہی ایجاب کو ثابت رکہے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہی کہ تمہاری تقریر بہی مجاز سے خالی نہیں اسواسطے کہ

کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہو نہ متبایعین اوسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول مواضع سی ہی یہاں حقیقت بعض لفظ کہ معنی پر صادق آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہیں مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہیں بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کی بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہوسکیگا تو اسکا جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسنادسی تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہی قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنے متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہی کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں افتراق رجال سی صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنے اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بینکم بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہی کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک ان میں سے عقد معاوضہ ہی کہ بلا خیار مجلس مجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہی علے ہذا القیاس بیع بہی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر بتصرف

وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ہم مصنف نے لفظ معرفت سی اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہیں سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھ خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر میں ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اوسمین کیا ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر یون کہیگا کہ میں نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی میں ہی تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت مافی البیت کمتر ہے جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکین دوانہ کو پانی کی مثلا خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشکین معین ہے تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا ہو سنجہان ہی اور قیاس میں جائز نہیں اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہوا اور یہہ قول امام کا نشیہا اور ظاہر طحینہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت میں شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہیں چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پہر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص یا بقدر اپنی راس المال کے یا بیچا مثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہوگئے اور اگر اوسی مجلس میں علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خرید کی سونے سی بوزن اوس پتہر کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ پتہر کا وزن معلوم نہیں اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہی [illegible] بزازیہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے بیچے اس گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور [illegible] درہم اور دنانیر اور فلوس جسے خرید کرنیکا رواج ہو اور مشتری نے اشیاء ثلاثہ میں سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کا [illegible] دنانیر پر اور کپڑے کا [illegible]

کی ہمیون ہو منعقد ہوگی اور اگر اسکے سوا کوئی اور چیز ہے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہو کہ جب عقد کی تصریح ہوتی تو عقد و دو متعین ہو جائیگا مبیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت میں شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لفساد (یعنی ثمن کمصری او دمشقی) اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہو چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہو مصنف اور صاحب کنز وغیرہ اکثر نے بیان معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ادا کریگا ناقص اور بائع چاہیگا کہ عمدہ دے تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے اسکی بیع جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی اور وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی مین تو موجب ہوا وس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعۃ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا (غیر مشار الیہ لا یشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ) معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین شرط ہی اور اوسمین کیہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہو اسبب دور ہونے نا دانستگی کے اشارہ سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم لینے دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی نا واقفی نزاع باہمی کا باعث ہی تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین ہو اگر بائع نے کہے کہ مین نے اس گیہون کے ڈھیر کو ان درمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ جہالت وصف یعنے مقدار کی نا دانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر (ما لم یکن ربویا قوبل بجنسہ او مسلما اتفاقا او راس مال سلم کو مکیلا او موزونا خلافا لہما کما سیجی) نا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ مکیل یا موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم یہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت مقدار شرط نہین یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کے ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہیں دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ مزروع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او مسلما اتفاقا کی کچھ حاجت نہی اور اسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اوسوقت موجود نہین کیونکہ وہ موجل ہے (فرع) مسئلہ ملحقہ شارح کا (لو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خادم غیرہا ویسمی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود فتح) اگر ثمن تھیلی مین ہوا اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہو سکتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہی کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائے جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہی اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکے اگر اوسنے کہا کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکے جو اس خم مین ہی پھر اون درمون کو دیکھا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین ہے اوسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہین (وصح بثمن حال وہو الاصل) اور بیع صحیح ہی ثمن بلا مدت سے اور

یہی افضل ہے ہم حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہہ ہے
کہ حلول مقتضای عقد ہے اور اجل یعنے مدت ثمن ثابت نہین ہوتی مگر شرط تاجیل سے ومؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح
ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہنچے ہم یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث
نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہے کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف
لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پہیری جاویگی اسیکا فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول
لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبت مدت کا
قول معتبر ہوگا ہم اختلاف مدت کی یہہ صورت ہے کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت
کے صحیح نہین ولو فی قدرہ فلمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین
مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون مختلف
ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہوچکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل
بموت المدیون لا الدائن اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کر کے ثمن ادا کرے منفعت میسر ہو جب مدت
مقرر کرنیوالا مرگیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع بحال ثم اجلہ
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز وحصاد صار مؤجلا بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پہر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم یا مجہول جیسا کہ جشن
نوروز یا کہیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی العینیہ اور ایک نسخہ مین غیرہ کی جگہ تعینہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل
بزازیہ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کر تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہے کذا فی البزازیہ
یعنے فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع
مشتری پر ہزار درم ثمن بیع کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا
ہو تو دونوکی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع سے ہے ہم حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے
قلت ومما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع اشجۃ فکسد بضم سین بعد بلا یجب قیمتہا یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم
بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا یلزم قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما المغلوب غشہا فجیدہا وردیہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ
ففیہ الخلاف کما سیجیئ فی فصل القرض فتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیون
سے خرید کیا پہر اونکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا سے
اسکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکو رواج سے اور اونکی قیمت فضہ جدیدہ
سے بھی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبکہ چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے
اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے جیسا کہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا
اس مسئلہ کا سعدی افندی نے ہم طحطاوی نے کہا غلبہ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید غلبہ غش

وهذا اذا بيع بثمن دين فيلو بعين فسد فتح اور یہ یعنے صحت بیع ثمن موجل اوسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین
موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح ہم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور
اوسکے دینے کا مثلا دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اوسکا اوس مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے
وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربا النساء كما سيجيء في بابه اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل یا وزن شامل
نہو اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہی چنانچہ اسکی تفصیل باب الربا مین آویگی ہم خلاصہ یہہ ہی کہ بیع ثمن موجل درست ہی دو شرط سے ایک یہہ کہ ثمن منجملہ نقود
کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت
مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع بہر کی بہر سے یا من بہر گیہون کی من بہر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ بیاج ہے والاجل ابتداؤه
من وقت التسليم ولو فيه خيار فمذ سقوطه [illegible] خانية اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کیوقت سے ہی اور اگر بیع بشرط الخیار ہوگی تو
جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اوسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیة یعنی مدت کا شمار تسلیم کے [illegible] سے ہے نہ ابعد ایجاب اور قبول
کے وللمشتري ثمن موجل الى سنة منكرة لاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنة الاجل المنكر
تحصيلا لفائدة التأجيل اور اوس مشتری کو جسنے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خرید کیا دوسرے سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کیوقت سی بسبب روک
رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تا کہ مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہہ ہے کہ مشتری نے اداے ثمن کیواسطے سال بہر کی مدت
بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بہر تسلیم مبیع نکی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اوسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری
مبیع مین تصرف کرکے اداے ثمن پر قادر ہو یہہ قول ہے امام کا خلافا للصاحبين فلو معينة او لم يمنعه البائع من التسليم لا اتفاقا لان التقصير
منه تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نکیا ہو تو دوسرے سال کی مدت بالاتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور
ہے ہم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بہر
یا رجب تک تسلیم مبیع نکی تو مشتری کیواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہی کہ محل اختلاف
امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتداے مدت عقد کیوقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمى قدرا لا وصفا
ينصرف مطلقه الى غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوى لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوتی نہ اوسکا وصف تو اوس
ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے
کہ جسکا رواج غالب ہی وہی متعارف ہی ہم یعنے مشتری نے دس درم کو چیز خریدی کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو بوجہ اطلاق اوس شہر کے نقد
غالب کیطرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوتی نہ عاقدین کی شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہی تو مطلق اوسیطرف پہریگا اگرچہ اوس شہر
مین اور دراہم بہی موجود ہون جنمین معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہے کذا فی النہر وطحطاوی نے مجمع الفتاوی سے نقل
کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایکمرتبہ اصفہان مین بعوض [illegible] دانیر کے سواے قیمت ندی یہان تک کہ مشتری بخارا مین ملا تو اوسکو بہر عیار
اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود مالية كذهب شريفي وبندقي فسد العقد مع
الاستواء في رواجها الا اذا بين في المجلس لزوال الجهالة اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی
اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہی اونکی رواج برابر ہونے کے ساتھہ مگر اوسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اوسی مجلس مین بسبب
دور ہوجانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہی بسبب جہالت کی جو باعث نزاع ہی اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہین باعتبار رواج کے اور
اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اوسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقد د

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہی ادا کرے اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر و صح بیع الطعام ھو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة و دقیقھا کیلا و جزافا مثلث الجیم معرب گزاف کذا فی المحیط زادہ ۱۲ اور صحیح ہی بیع طعام کی پیمانے سے ناپکر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت ہم کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ مجازفت بیع ہی تخمین و گمان ۱۲ سے اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع مین عبارت ہی تخمینا پس حاصل یہ ہے کہ مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہہ ہی کہ ممیز او مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ و لم یکن رأس مال سلم لشرطیة معرفتہ کما سیجی او کان بجنسہ وھو دون نصف صاع اذ لا ربوا فیہ کما سیجی یہ بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اوسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہے اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربوا مین آویگا و من المجازفة البیع باناء و حجر لا یعرف قدرہ قیل فیھما و للمشتری الخیار فیھما ظھر اور مجملہ تخمین کے یہ بیچنا اوس برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق مین کہا اسیلیے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہوا اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمیع النوازل مین ثبوت خیار پر نص صحیح ہی اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے لیتے آور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی اختیار ثابت ہونا چاہیے وھذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان و الحجر التفتت فان احتملھما لم یجز کبیعہ بقدر ما یملأ ھذا البیت و لو قدر ما یملأ ھذا الطست جاز بحر اور یہہ جب ہی کہ برتن کی پڑی اور پتھر کے ٹوٹنے سے نہو اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹھری بھر جاتی اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہی کذا فی السراج و صح فی صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیہ و یسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر سیر کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈھیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈھیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے تمکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنی ہی صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ مقدار مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہی اور مبیع شی نفسہ متفاوت چیز نہین اور اسمین بھی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم و صح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقررہ ۱۲ و سمی جملة قدرھا بلا خیار لو عند العقد و بہ لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عندھما و بہ یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر کی اگر اوسکا پیمانہ ہو گیا مقدار کی مجلس مین بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اوس ڈھیر کے قفیز بیان کردیے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری

بیان ۱۲

ہو گی یا بعد مجلس کے تشبیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہو گی اور اسیکا فتوی ہی هم کہتا ہی شیخ ابن ہمام نے شرح ملتقی مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوے
اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہی بلکہ اس نظر سے ہی کہ خلق اسپر آسانی ہو فَاِنْ رَضِيَ هَل يلزم البيع بلا رضى من البائع الظاهر
نعم یعنی پہر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہوجاوے تو کیا بیع لازم ہو گی بلا رضامندی بائع کے ظاہرا جواب یہہ ہی کہ ہان بیع لازم ہو گی کذا فی النہر بیان کی
کہ اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اوسکا فسخ معتبر نہو گا اور مشتری سب ڈہیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلة بقیع فتفسد فی
قطيع الغنم وثوب كل شاة وذراع لف ونشر بكذا اور تمام مین بیع فاسد ہی بہیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری
عوض اتنے کے ہی اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلة بفتح ثاء مثلثه وتشدید لام عبارت ہی گلۂ غنم سے اور شاة اور ذراع مین لف نشر
مرتب ہی هم کہتا ہی یعنی بائع نے بہیڑ بکریون کے طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمین سے ہر بہیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہی یا کپڑے کے تہان کی طرف اشارہ
کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد دیہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہو گی
تو نزاع واقع ہو گا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چہوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈہیر کے
کہ وہان ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوا سواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑے مین
ضرر کی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر مین مضرت تبعیض کی قید لگائی ہی یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت
کم ہوتی ہو اسمین بیع مذکور صحیح نہین تو اگر جس تہان سے گز دو گز اترنا موجب نقصان نہو تو چاہیے کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہون کے ڈہیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی کذا فی النہر عن غاية البيان وَاِنْ عَلِمَ عَدَدُ الغنم في المجلس لم ينقلب صحيحا عندنا على الاصح اور
اگر بہیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہو جاوے تو بیع منقلب بصحت نہو گی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے هم کہتا ہی یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم
ہونے سے صحیح نہو گی ولو رضيا بالعقد بالتعاطي هو نظير البيع بالرقم سابقا اور اگر بائع اور مشتری راضی ہوجاوین بیع مذکور سے تو بیع
منعقد ہو گی بسبب تعاطی کے اور نہہ اوسکی بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہوجاتی ہی کذا فی السراج هم رقم کے معنی نقش کے ہین جسکو ہندی مین
آنک کہتے ہین اور سراجیہ مین ہی بیع بالرقم یہہ کہ بائع کہے کہ مین نے یہہ کپڑا اپنا موافق اوسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکہا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین ہوا اگر
بعد حصول عقد مشتری دیکہیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکہیگا اور بیع کو پسند رکہے گا تو بیع صحیح ہو گی اور اگر قبل رقم تفرق ہوا تو فساد
موکد ہو جائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہو گا انتہی کذا فی حاشية المدني فتح القدیر مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت صلب
عقد مین متمکن ہو گئی ہی یعنی قدر ثمن کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہو جاوے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی
تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور
اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہو گی مگر یہہ کہ سہل انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے وكذا الحكم في كل معدود متفاوت كالابل والعبيد والبطيخ
وكذا كل ما في تبعيضه ضرر كمصوغ او اواني بدائع اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود متفاوت مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون
مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈہلے برتن کذا فی البدائع ولو سمّى عدد الغنم والذراع او جملة الثمن صح اتفاقا اور اگر
بائع نے بہیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مین بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے
هم کہتا ہی یہہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا متصل عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی
بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچہہ تناقض نہ ہوا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والضابطة الكلية بكل انه للافراد ان لم تعلم
نهايتها فان لم تعلم نهايتها فلا استغراق كيمين تعليق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو ہوا گر عدم علم جہالت
کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق هم کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت

مرادہی جو موجب نزاع نہو شاید کو یون کہنا مناسب تہا کہ بجای یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کلما تزوجت امرأۃ فہی طالق یعنی جس عورت سی مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلی درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمرنے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایکدرم دیا کر سو اوسنے ایک مہینے سے زیادہ دیے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارہ اور ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہو اجارہ کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنی کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہپر کل درم ہین تو ایکدرم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت کالاقراد کالغنم لم یصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی بیع غنم اور حبوب ڈہیر مین کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ بیع معلوم ہو چکی اشارہ کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہو وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان و القہستانی عن المحیط وغیرہا وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو سوا اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہی یعنی مثلا اگر ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہی بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادتی ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرور واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ ذرع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سو سے لے یا ترک کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین خیار نہ ہوگا بسبب منتفی ہوجانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین ہی ہم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اسی گز نکلی یا ایکسو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین خیار ہی چاہی ساٹہہ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اوسمین کم بقیمت کم مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروعین ذراع وصف ہی اور کیل
اور وزن موزونات مین کیل اور وزن وصف نہین نہر الفائق مین ہی کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہی جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہو اوس سے جب
اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کردی چنانچہ ذراع وصف ہی کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑی کی دس درم مثلا قیمت ہو اگر ایک گز اوسمین
سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا رہیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہین اور دس گز کافی ہی لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہی کہ وصف
وہ ہی جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا نہو وہ اصل ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کی مانند
ہی جسکی مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہی الا اذا کان مقصودًا بالتناول کما افادہ
بقوله وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرهم اخذ الاقل بحصته لصیرورته اصلًا بافراده بذکر الثمن او ترکه لتفریق الصفقة
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز
بعوض ایک درم کے ہی تو مشتری کم کو اوسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہی مگر یہان اصل ہو گیا بسبب اوسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کو ذکر
کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے مترجم کہتا ہی یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایک درم ثمن مقرر کیا
اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہی ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چلے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہی لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع
ہو گیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرهم او فسخ لئلا یلزم ضرر التزام الزائد اور اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا
چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو مترجم کہتا ہی چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خرید کرنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام ما لا یلزم لازم نہ آوی
وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار او حمام وصححاه وان لم یسم جملتها علی الصحیح لان الجهالة بیدهما اور فاسد ہی بیع
دس گز کی گھر یا حمام کی سو گزون مین سے اور صاحبین نے اوسکو صحیح کہا ہی اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا
عاقدین کے ہاتھ مین ہی مترجم کہتا ہی فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہہ ہی کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہی جس سے ماپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے
کا سو وہ حقیقی معنی یہان مقصود نہین بلکہ مجازا یہان ذراع سے زمین مراد ہی جو ذراع سے ماپی جاتی ہی اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہو سکتا مگر
معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ یہ فعل محسوس ہی کہ محل محسوس کا مقتضی ہی تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھیری کہ گھر یا حمام کے کس حصے سے مراد
ہین تو یہہ جہالت باعث منازعت ہی بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہے گا نہین مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر
عقلی ہی محل محسوس کا مقتضی نہین تو اوسکا شائع ہونا جائز ہی کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہین اس واسطے کہ وہ ان حصے کا مالک ہوگا حصے وار ایکا شریک
ہی تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہہ ہی کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہی
ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہی خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع کو ذکر کیا تا قول اسید صحیح ہو
اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لا یفسد بیع عشرة اسهم من مائة سهم
اتفاقا لشیوع السهم لا الذراع فاسد نہین بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے
کیونکہ سہم امر عقلی ہی تو محل کا مقتضی نہین اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہی چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان بعینه هل
ینبغی انقلابه صحیحا لو فی المجلس ولو بعده فبیع بالتعاطی نظر باقی رہی یہہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان
خاص مین تو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہین دیکھا اور لائق یہہ ہی کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی
ہوگی کذا فی النہر اشتری عدلا علی انه عشرة اثواب او غنما او جوهرا علی انه کذا فنقص او زاد فسد البیع للجهالة خرید کیے چند عدد قیمت والی چیز خواہ
کپڑے ہون یا بھیڑ بکری کذا فی الجوهره اس شرط پر خرید ہوئی کہ اتنے ہین پھر کم نکلے یا زیادہ ہوے تو بیع فاسد ہی بسبب جہالت کے مترجم کہتا ہی مثلا دس

دس تہان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تہان یا گیارہ تہان نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہی اسواسطے کہ نقصان کی صورت
مین ثمن مجہول ہی کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہین ہوسکتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تہان کی قیمت معلوم نہین جسکو بیس روپیون سے
کم کر دیجیے پھر جب کم تہان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے سبب بیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تہان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمین نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تہان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تہان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضًا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدة فیہا لا تثمر فسد البیع اور اگر ایک زمین خریدی کہ اس شرط پر کہ اسمین اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہین سوا ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہی کذا فی البحر یعنی فاسد ہی ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلا من الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع کذا فی الکافی چنانچہ کپڑون کی گٹھری یا چند بکریان بیچین اور ان مین سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلا تعیین مستثنی کی تو بیع فاسد ہی اور اگر ایک معین تہان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد
ہی جہالت کے سبب سے مشتری ادنے کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہہ جہالت نہین ولو بین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالة وخیر لتفرق الصفقة اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری مین سے ہر تہان کی یہہ قیمت ہی اور ایک تہان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید او عدم
خرید مین مختار رہیگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہی مسئلہ سابقہ مین مجموع بیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی مین جہالت طاری ہوئی اور یہان ہر تہان کا
جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی مین جہالت نہوئی مثلاً دس تہان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تہان کے دو دو روپیے ثمن ٹہیرے پھر اگر نو تہان نکلینگے تو انکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تہان کے دو روپیے کم ہو جائینگے وان زاد ثوب فسد لجہالة المزید اور اگر ایک تہان زیادہ نکلا مثلاً دس تہان کی
شرط مین گیارہ تہان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہی درصورت زیادتی جہالت ثمن نہین بلکہ جہالت مبیع ہی یعنی دس تہان مبیع کی تعیین
مین نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تہان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تہان کو گذشتہ مبیعہ مین مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
ھل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا کر رکھدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہین اسمین اختلاف ہی ہم کہتا ہی بزازیہ مین ہی کہ
گٹھری خریدی کی اس شرط پر کہ اسمین اتنے کپڑے ہین پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہی تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال مین لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہہ استحسان ہی۔ الا ان البیع فاسد ہی جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ مین مصرح ہی کہ محمد کا یہہ استحسان ہی کہ اسمین سے ایک کپڑا جدا کرکے
باقی استعمال مین لاوے اور اسمین قبل اسکے یہہ ہی کہ ایک شی خریدی کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدی تو باقی حلال ہی مثلیات مین اور قیمت والی چیزین حلال نہین
تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمین بخل جاری نہو تو اسوقت مین اسکو جدا کر رکھنا انتہی کذا فی البحر اور نہر الفائق مین ہی کہ یہہ جو
بزازیہ نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہی اور خانیہ مین ہی کہ گٹھری خریدی کی جسمین بیس تہان ہین ہر تہان عوض اتنے کے پھر اسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہین پس اگر بائع غائب ہو تو علماء نے کہا ہی کہ مشتری اسمین سے ایک تہان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے ہی انتہی کذا فی النہر اور ظاہر یہہ ترجیح ہی کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کی وقت بائع کے غائب ہونے مین اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت ما بقی ظاہر امر ہی کذا فی النہر ولو اشتری ثوبا متفاوت الجوانب فلو لم یتفاوت لکوابیس لم یحل لہ الزیادة ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ فقط خریدا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہین تو اگر جوانب اسکے متفاوت نہون بلکہ برابر ہون چنانچہ تہان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہین اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی دو سمین سے جائز ہی کذا فی النہر ہم کہتا ہی زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح مین کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادتی کم از ذراع ان کپڑون مین ہی جو قطع سے معیوب ہوجاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور رومال کے اور اگر کرباس یعنی
تہان ہو جسکو قطع مضر نہین اور مشتری نے خریدا یعنی دس گز ہونیکی شرط سے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہین بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ تکیلات

اور معدود ناپ میں پھیر دینا لازم ہی انتہے شلبی نے بعض مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کپڑا میں سے بیچے تو جائز ہی مانند بیع قفیز کے ڈہیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باٹی کو مضر نہیں کذا فی الطحاوی **على أنه عشرة اذرع كل ذراع بدرهم أخذه بعشرة في عشرة وزيادة نصف بلا خيار لانه نفع واخذه بتسعة في تسعة ونصف بخيار لتفرق الصفقة وقال محمد يأخذ في الاول بعشرة ونصف ان شاء وفي الثاني بتسعة ونصف به وهو اعدل الاقوال بحر واقره المصنف وغيره قلت لكن صحح القهستاني وغيره قول الامام وعليه المتون فعليه الفتوى** یعنی مختلف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض درم کے تو مشتری اوسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اوسکو نافع تر ہی اور اوسکو نو درم ہوے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہے نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اوسکو مبارک ہی دس درم ہوے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہی کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہی اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے ھ امام کی دلیل یہ ہی کہ ذراع وصف ہی اصل میں اور حکم اصل کا ثبوت لیتا ہی جب شرط پائی جاوے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر وصف بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہی کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور ذخیرہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول اصح ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہی فتوے قول صحیح پر ہوتا ہی نہ اصح پر یا گاہی غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہی آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کرچکا ہی اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فيما يدخل في البيع تبعا وما لا يدخل یہہ فصل ہی بیچ میں جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہی اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا **ان مسائل هذا الفصل مبنية على قاعدتين احدهما ما افاده بقوله كل ما كان في الدار من البناء يعني كل ما هو متناول اسم المبيع عرفا يدخل بلا ذكر** اصل یہہ ہی کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہی ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہی عرف میں وہ بیع میں داخل ہی بدون ذکر کیے ھ شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کے طرف اشارہ کریگا یعنی ہر چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہی جیسے گھر کو عمارت شامل ہی وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہی زمین اور عمارت سے **وذكر الثانية بقوله او متصلا به تبعا له دخل في بيعها يعني او كل ما كان متصلا بالمبيع اتصال قرار وهو ما وضع لا لان يفصله البشر دخل تبعا وما لا فلا** اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا یا جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہی گھر کے تابع ہوکر یعنی جو متصل ہو بیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اوسکو اوکھاڑ ڈالے چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑہی وہ بیع میں داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑہی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو **وما لم يكن من القسمين فان من حقوقه ومرافقه دخل بذكرهما والا لا** اور جو دونوں قسموں میں نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہوگی ھ شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کیے اور بہتر یہہ تہا کہ صاحب درر کی مانند تین قاعدے مذکور کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع میں بلا ذکر صریح داخل ہی دوسرا قاعدہ یہہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور بیع میں بلا ذکر داخل ہی تیسرا قاعدہ یہہ کہ جو دونوں قسموں میں نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع میں ہی تو بذکر حقوق یا مرافق داخل ہوگا ورنہ نہیں کذا فی البحر الرائق

فيدخل البناء والمفاتيح المتصلة اغلاقها كضبة وكيلون ولو جعل فيها [illegible] لادخل لعدم اتصاله والسلم المتصل والسرير والدرج المتصلة والرحى لو اسفلها مبنيا والبكرة لا الدلو والحبل ما لم يقل بمرافقها او بحقوقها ای الدار تو گھر کی بیعمین عمارت داخل ہی اور وہ کنجیان جو اپنے اغلاق سے متصل ہین گا ہے جیسے انہین ہوتین چنانچہ ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور گھر کی بیع مین داخل ہی نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین مین گڑا اور جما ہی اور چکی اگر اوسکا نیچے کا پاٹ زمین مین گڑا ہوا اور کنوئین کی گھرنی داخل دار ہی اور ڈول اور رسی داخل نہین جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نکہے ۔ ف اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی مین کلیدانہ اور بند درکہتی ہین یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون مین کیلون سی جڑا ہوتا ہے دروازہ کہولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کنڈا کہتی ہین اور بعضی بلین اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتی ہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین مین گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیعمین داخل ہی اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہی آور تاتارخانیہ مین ہی کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہون وہ گھر کی بیع مین داخل مین اور فتح القدیر مین ہی کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین مین گڑا ہی بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع مین داخل ہے لیکن دیار مصر مین نیچے کا پتھر زمین مین نہین جماتے بلکہ دونون پتھر منتقل اور متحول رہتے ہین تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہی نہ وہ ڈول اور رسی جو اوسپر معلق ہی انتہے اور فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین رانگا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملہ عمارت مین استحکام کیواسطے چنانچہ لکڑی کی مجوسی تو اونکا مالک مشتری ہی اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اوسکا مالک ہی آور ذخیرہ مین ہی کہ اگر دوکان کے آگے چھتا ہو جیسا بازار دن مین ہوتا ہی تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہے وكذا البستان ف اور بائع گھر کی بیع مین خانہ باغ داخل ہی ف فتح القدیر مین ہی کہ خانہ باغ مراد ہی جو گھر کے اندر ہی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہی تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اوسکا دروازہ گھر مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازہ سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی کنجی گھر کی جانب ہو تو داخل ہی اور اگر اوسکا دروازہ گھر کے دروازہ سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہی واما البئر الكائنة في الدار فتدخل فتح كما سيجيء في باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر مین ہی سو گھر کی بیعمین داخل ہی کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ويدخل في بيع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کلاسے ف دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے تغار اور تیلیون کی مٹہور اور مٹکے اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹا کرتے کرتے ہین وہ سب [illegible] کی بیعمین داخل نہین اگرچہ بیع بحقوق و مرافق ہوئی ہو مین کہتا ہون کہ لائق یون ہی کہا اگر بیع بمرافق ہوئی ہو تو یہ اشیاء مذکورہ داخل ہون کذا فی فتح القدير وفي الحمار اكافه ان شراه من المزارعين واهل القرى لا لو من الحمارين اور گدھے کی بیعمین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور اگر گدھے والون سے یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہون اون سے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہی کہ سوداگرون کی عادت یہ ہی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہین وتدخل [illegible] عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈہ داخل بیع ہی باعتبار رواج کے ف جو رسی کہ گدھے کے گلے مین بندھی ہی وہ حمار کی بیع مین داخل ہی عرف مین لیکن جہان اسکا رواج نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہی اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہین کذا فی العالمگیریہ اور گھوڑے کی بیعمین لگام اور اونٹ کی بیعمین فقط نکیل داخل ہی اور کسی کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین کہ گھوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہین بلا تنصیص یا تحکیم عرف کذا فی فتح القدير ويدخل ولد البقرة الرضيع وفي الاتان لا رضيعا او لا ف اور گائی کا دودھ پیتا بچہ گائی کی بیع مین داخل ہی اور گدھی کی بیعمین اوسکا بچہ داخل نہین خواہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتوی ہے ف وجہ اسکی یہ ہی کہ گائی کا دودھ بخوبی حاصل نہین ہو سکتا بدون اوسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہین جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہی اور ان ہونو کا مدار عرف پر ہی ويدخل ثياب عبد وجارية اي كسوة مثلها يعطيهما اهلها او غيرها اور غلام اور لونڈی کے کپڑے [illegible]

ہین داخل ہین یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار ہے کہ اونکو وہی لباس دے جو اونکے بدن پر ہے یا سوا اُسکے ہو اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے
ہوں تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریۃ لا حلیہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت و تمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع
نہین مگر اسطرح کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اوسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ مین ہے و
یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر و قید فی المسئلتین فبالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علے
شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کی بیعین بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع
نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہوتا ہے کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر
دونوں مسئلوں مین قید ہے یعنی گہر کی بیعین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیعین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا
ذکر کیا تو بطریق اولے داخل ہونگے اذا کانت متصلۃ بہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیعین اوسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین
سے متصل ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کے فلو فیہا حطبا تقطع من الی ہیہ ان من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض
لا الا بالشرط و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اوکھاڑے جاتے ہون تو اگر جڑ سے
اکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیعین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح
وہبانیہ مین ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کہ بجای زراعت کے ہے
اور گلاب اور یاسمن اور چنبیلی کے پہول بلا ذکر داخل نہین کہ بجای اثمار کے ہین اور انکے اصول داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم
بجای اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ قول صحیح یہہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین
اور ... نے کہا کہ بینگن کی جڑ داخل نہین اور گنا وغیرہ جو چیز کہ وجہ الارض ہے وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ
ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور لیکن اسکے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور چوب اور ریحان اور جوار کو
کہیتی کی مانند سمجہنا چاہئے کذا فی الطحطاوی و فی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض و کذا
الاخیۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل جر کائز الکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور
کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندہی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تہونیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین
جن پر انگور کی شاخین پہیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل ہے جر کائز الکرم ہے ... وثائل جمع ہے وثیل کی بتحقیق کی یعنی رسی جرما کی رسی اور بعضے نسخون مین بجای الد
اتار ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گہر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے لٹکانے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر
انگور کی شاخین پہیلتی ہین و فی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف و ذکر المصنف فی باب الاستحقاق
قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز بیع مین بالتبع داخل ہو اوسکے مقابل کچہہ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہے اور مصنف نے اسکو
باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ھ نہر الفائق مین کہا و لہذا قنیہ مین ہے کہ ایک گہر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچہہ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی
اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر مین ہے جیسی بیعین اشیا داخل ہوتی ہین بلا تسمیہ بالتبع اسیطرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ
کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہے قریہ بیچا جسمین مسجد ہے اور اسکو مستثنا کر دیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہین اسمین
اختلاف مشائخ ہے اور اسیطرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہے مگر یہہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی ما فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبتت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیعین بدون نام لینے
زراعت کے مگر جبکہ کہیت جما ہو اور اوسکی کچہہ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع ھ زراعت اسواسطے بیع ارض مین

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اُسکو بہ نیت قطع لویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مالک نے زمین مین بیج ڈالا پہر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع مین داخل نہین اسواسطے کہ جبتک بیج نہین جما تو اوسپر تابع ہونا ثابت
نہین اور اگر جما ہی اور بیچے قیمت ہی تو صواب یہہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ مین ہے انتہے اور دریافت قیمت کا یہہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت
کے اور پہر قیمت کی جاوے مع زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فے فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
بہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی ولا الثمر فی بیع الشجر بیلا ون الشرط عبّرھنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان
لا فرق وان ھذا الشرط غیر مفسد وخصّہ بالثمر اتباعًا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترطہ
المبتاع اور نہ پہل داخل ہی درخت کی بیع مین بدون شرط کر لینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر مین شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچہہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتہہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اسکو شرط کر لے مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر
مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کہجور کی غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کہجور کا شگوفہ اسمین ڈالا جاوے کہ اس
طریق سے خوب پہل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضًا فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو شخص ہی زمین خرید کرے جسمین کہجور کے درخت ہین تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کر لے یہہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک کہجور کے پہل مین تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پہل کا بائع مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ من باع نخلا مؤبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کہجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی
ہی تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہین لیکن حدیث سے صریحًا یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پہل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فے الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس
حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالٰی اعلم ویؤمر البائع بقطعہما ای الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب تسلیمہ فلو لم ینقد
الثمن لم یؤمر بہ خانیہ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پہل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری نے ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فے الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کہود لینے اور اوکہاڑ لینے کیواسطے
تو مشتری کو اوسکے کہود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہی کہ جڑون سمیت کہود لے کیونکہ جڑ بہی بیع مین داخل ہی لیکن کہودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشون تک کہودتا چلا جائے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی اونکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہی کہ درخت
خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کہود لیگا تو اوسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہی کہ
درخت خرید کر ہو اور کچہہ شرط نکری ہو تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بہی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اس پر ہے
کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور یہہ بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جہان مین ما تحت الشجر داخل ہی

تو اسمین داخل ہوجیگا اور درخت موٹا ہوا ہو بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اُسقدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اوتنا چھیل
ڈالے اور جہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط مین کذا فی العالمگیریہ وَاِنْ لَم یَظْهَرْ صَلَاحُهَا
لِاَنَّ مِلْكَ الْمُشْتَرِی مَشغولٌ بِمِلْكِ الْبَائِعِ فَیُجْبَرُ عَلٰی تَسْلِیْمِہٖ فارغًا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اُسکی صلاحیت لائق انتفاع
ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جیسا کہ اگر کسی کو وصیت کی ہو تو اسی طرح اسپر واجب ہے ثُمَّ حَیْثُ یُجْبَرُ الْوَرَثَۃُ عَلٰی قَطْعِ الْبُسْرِ هُوَ الْمُخْتَارُ مِنَ الرِّوَایَۃِ وَ لَوَالْجِیَّۃ وَمَا فِی الْفُصُوْلَیْنِ بَاعَ اَرْضًا بِدُوْنِ الزَّرْعِ فَهُوَ لِلْبَائِعِ
بِاَجْرِ مِثْلِهَا مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا اِذَا رَضِیَ الْمُشْتَرِی ط چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختون کی ایکا مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہین
تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پھل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین مین یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے
تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیکر اسپر محمول ہے جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے ھکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب ہے
وَمَنْ بَاعَ ثَمَرَۃً بَارِزَۃً اَمَّا قَبْلَ الظُّهُوْرِ فَلَا یَصِحُّ اتِّفَاقًا ظَهَرَ صَلَاحُهَا اَوْ لَا صَحَّ فِی الْاَصَحِّ اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اُسکی صلاحیت ظاہر ہوئی
ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے اصح قول مین اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین ہم بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہے اور باقی میں
اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کرلینے اوس پھل کے جو لائق انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار
ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی
بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اوسمین شیخین اور
محمد مین اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز
نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور تمامہ کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اُنمین پختگی
اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو
صلاحہا و عن بیع النخل حتی تزہو قیل ما تزہو قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلون کی بیع سے یہان تک کہ اونکی
صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے
کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اُسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ مین انس سے
حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوگی
یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اُسکی شرط کر لے تو حدیث مین پھل کو مشتری کا ٹھیرایا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا
ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین اشتراط مشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک
الظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط
ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس معنے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی وغیرہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہونے دے کسطرح لیتے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے
تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اسمین احتمال مذکور کی گنجائش نہین تو حدیث نہی اسکو
شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے
ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف وَلَوْ بَرَزَ
بَعْضُهَا دُوْنَ بَعْضٍ لَا یَصِحُّ فِی ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَصَحَّحَہُ السَّرَخْسِیُّ وَاَفْتَی الْحَلْوَانِیُّ بِالْجَوَازِ لَوِ الْخَارِجُ اَکْثَرَ زَیْلَعِیْ اور اگر کچھ پھل نمودار ہین اور

کچھ نہین تو ظاہر مذہب مین بیع صحیح نہین اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پھل برآمد ہوئے ہون کذا فی شرح الزیلعی ہم
قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوی ہے کل ثمار مین منقول ہے اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہوا اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحاوی
ویقطعها المشتری فی الحال جبرًا علیه اور پھلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع
بعد البیع اس واسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط ترکها علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی
البائع حاوی اور اگر مشتری نے پھلون کا قائم رکہنا درختون پر شرط کرلیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائله محمد لا یفسد اذا تناهت الثمرة للتعارف فکان شرطا یقتضیه العقد وبه یفتی بحر عن الاسرار
لکن فی القهستانی عن المضمرات ان علی قولهما الفتوی فتنبه اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہین جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سی منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دو
قول مفتی بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی نے شیخین کے قول کا فتوی
نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانه لو شراها مطلقا وترکها باذن البائع طاب له الزیادة
وان بغیر اذنه تصدق بما زاد فی ذاتها مصنف نے فساد بیع مین اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پہلون کو مشتری نے مول لیا مطلقا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلون کو درختون پر قائم رکہا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلون مین زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پہلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہون پہل تب قیمت کرے تو جسقدر متفاوت ہوگا بابین مین وہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلا
تیس روپیئے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپیے زیادہ پہیرے اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اسکی اذن کے مشتری کی ملک سی مخلوط ہوگئی وان بعد ما تناهت لم یتصدق بشیء اور اگر پہلون کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلون کو درختون پر رکہا تو کچہہ خیرات نکرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچہہ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سی اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استأجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارة وطابت الزیادة لبقاء
الاذن ولو استأجر الارض لترک الزرع فسدت لجهالة المدة ولم تطب الزیادة ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارة
بخلاف الباطل کما حررناه فی شرحه اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارہ لے پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سی بخلاف اجارۂ باطلہ کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہی ملتقی کی شرح مین ہم وجہ فرق اجارۂ
باطلہ اور فاسدہ مین یہہ ہی کہ اجارۂ باطلہ مین اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہین اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہین
رکہتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہوگا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہوگا والحیلة ان یأخذ الشجرة معاملة علی ان له جزءا من الف جزء اور پہلون کے خرید کرنے اور درختون پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہی ہزار حصون مین سے ہم معاملہ اور مساقاة ایک ہی ہو
ہم اشجار کو سینچنے کے واسطے کچہہ پہل مقرر کرکے شرح ملتقی مین ہی کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ اپنے بیچے ہوئے درخت بطریق معاملہ لے اس

شرط پر کہ پہلوں میں تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے حصے ہیں انتہیٰ لیکن اسمین یہ خلل ہے کہ مشتری نے پہل قیمت دیکر لئے سو اوسکو بطور معاملہ
بیع نکرے گا ہان مگر یون کہیے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یَشْتَرِیَ اُصُوْلَ الرَّطْبَةِ کَالْبَاذِنْجَانِ وَ اَشْجَارَ الْبِطِّیْخِ
وَالْخِیَارِ لِیَکُوْنَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِیْ اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خرید کرے جیسے بینگن کے اور خربوزے
اور کہیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پہل بعد بیع کے پیدا ہون وہ مشتری کے مملوک ہون ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پہل مول لے اور چاہے
کہ درختوں میں لگے رہین تاکہ بڑہین یا جو پہل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہون تو اوسکا یہہ طریقہ ہے کہ پہلون کو اونکے درختون سمیت مول لے
بشرطیکہ زمین کا مالک بقای اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی و فی الزموع و الحشیش
یَشْتَرِی الْمَوْجُوْدَ بِبَعْضِ الثَّمَنِ وَ یَسْتَاْجِرُ الْاَرْضَ مُدَّةً مَعْلُوْمَةً یَعْلَمُ فِیْهَا الْاِدْرَاکَ بِبَاقِی الثَّمَنِ اور زراعت اور گہاس مول لینے
اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اوسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اوس مدت معین تک جسمین کہیت کی پختگی معلوم کرے
ہم مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کہیت بکتا ہو تو تیس روپیہ کو کہیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کرکے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک
وَفِی الْاَشْجَارِ الْمَوْجُوْدَةِ وَ یُحِلُّ لَهُ الْبَائِعُ مَا یُوْجَدُ اور ثمار اشجار کے مول لینے مین یہہ حیلہ ہی کہ موجود پہلون کو مول لے اور بائع مباح کر دے
ان پہلون کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئی یعنی اباحت کے بعد اسکا بہی بائع اذن دے کہ پہل درختون پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یَرْجِعَ
یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِی الْاِذْنِ تَکُوْنُ مَاْذُوْنًا فِی التَّرْکِ پہر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر
پلٹ جاوے اور کہے کہ اب بقای ثمار وغیرہا کا اذن نہین دیتا تو اوسکا یہہ طریقہ ہی کہ بائع یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کرون تو تو ماذون ہے ترک
مین یعنی در صورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہی کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِیْرَادُ الْعَقْدِ عَلَیْهِ بِانْفِرَادِهٖ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُهٗ مِنْهُ
اِلَّا الْوَصِیَّةَ بِالْخِدْمَةِ یَصِحُّ اِفْرَادُهَا دُوْنَ اسْتِثْنَائِهَا شرح یہ جو چیز بلا انضمام تنہا بک سکتی ہی مثلاً اوسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہی مگر خدمت
کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ نہ اوسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد
بیع تنہا نہین ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اوسکا استثنا کر لینا مبیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ مین نے اس لونڈی کو
بیچا سوا اوسکے حمل کے یا یہہ گوشہ بیچا سوا اوسکی چکتی کے یا ہاتہہ پانون کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمۃ کے استثنا کرنیکے قاعدہ مذکورہ سے کچہہ
حاجت نہ تہی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے ہی جائز ہی اور عقد بعد موت کے
صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن الفتح و النہایہ ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ بِقَوْلِهٖ لِصِحَّةِ اسْتِثْنَاءِ قَفِیْزٍ مِّنْ صُبْرَةٍ وَ شَاةٍ مُّعَیَّنَةٍ مِّنْ قَطِیْعٍ وَ
اَرْطَالٍ مَعْلُوْمَةٍ مِّنْ ثَمَرِ نَخْلَةٍ لِصِحَّةِ اِیْرَادِ الْعَقْدِ عَلَیْهَا وَ لَوِ الثَّمَرَةُ عَلٰی رُءُوْسِ النَّخْلِ عَلَی الظَّاهِرِ پہر مصنف نے اس قاعدہ پر بقول خود
تفریع کی کہ صحیح ہی استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈہیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کہجور کے پہلون کی بیع
سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پہل درختون پر لگے ہون بنا بر ظاہر مذہب کے کَصِحَّةِ بَیْعِ بُرٍّ فِیْ سُنْبُلِهٖ بِغَیْرِ سُنْبُلِهٖ لِاحْتِمَالِ
الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہی بیع گیہون کی اوسکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہون بالی کے اندر ہوا ور معوض غیر جنس اوسکی بیع ہو تو
صحیح ہی اور اگر گیہون کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین بسبب احتمال سے کہ شاید ایک کم تہوا ور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاویگا اور گیہون
کی مانند جوا ور جوار کی بیع اونکی بالیون مین صحیح ہے وَ بَاقِلَّاءَ وَ اَرُزٍّ وَ سِمْسِمٍ فِیْ قِشْرِهَا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع اونکے چہلکون مین
صحیح ہی وَ جَوْزٍ وَ لَوْزٍ وَ فُسْتُقٍ فِیْ قِشْرِهَا الْاَوَّلِ وَ هُوَ الْاَعْلٰی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے پہلے چہلکون مین یعنی اوپر والے پوست
مین درست ہی خلافاً للشافعی وَ عَلَی الْبَائِعِ اِخْرَاجُهٗ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْهِ اور بائع پر لازم ہی اوسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے
بالی اور چہلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اوسپر نہین وَ هَلْ لَهٗ خِیَارُ الرُّؤْیَةِ لِوَجْهِهٖ نَعَمْ فَتْحٌ اور ایسی بیع مین مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہین دلیل

ہوکہ منتقض ہوکہ۔ ہان ہم کو دیکھنے کے بعد اختیار ہو لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر
وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانہ معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے
دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح
ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہین باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ
عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور یون نہین بولتے کہ یہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہی روئی کے
اندر اور یون بولتے ہین کہ یہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے بلکہ ایسے
طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور
گز سے ناپنے کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہی یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین
ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمرۃ اخراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور
اوسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر
الروایۃ ہو کذا فی الخانیۃ خلاصہ یہ ہی کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہی جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن
ثم جاء المشتری بعیب الزیافۃ مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہی اسواسطے کہ
اب پرکھنا اسواسطے ہی کہ بائع کا حق پورا ہو کذا فی المنح فرع مسئلہ باجرۃ شارح کا ظہر بعد نقد الصراف ان الدراھم زیوف ورد الاجرۃ
وان وجد البعض فبقدرہ عن اجارۃ البزازیۃ دراہم کے پرکھنے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھائی کی مزدوری
پھیرے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اوسکے بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارۃ البزازیۃ واما الدلال فان باع العین بنفسہ باذن ربھا
فاجرتہ علی البائع وان سعی بینھما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہی کہ
اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے
بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور
پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ مین ہے ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعۃ بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعۃ اور ادا کیا جائے ثمن
متاع کی بیع مین دینار یا درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے اور
بائع نے ان اشیاء مبیعہ کو حاضر کر دیا تو اول مشتری پر ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین
ہو گیا کیونکہ مبیع اسکی ملک مین داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ
ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعین مشروط نہین یہانتک کہ اگر ایک روپیہ اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے
تو مشتری کو اختیار ہو جاتا ہے دوسری اشرفی دیوے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم
نہین اور اگر مشتری کچھ ثمن دیوے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو
بیع فاسد ہو گی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہی اور نقض
تصرف مشتری صحیح ہی الا اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہین ذکرہ ہاہنا عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی
چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جانی ہی اور اوسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری
ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہی اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بازارون مین اکثر ہوا کرتا ہے اور

بائع کو حبس مبیع تا استیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایکدرم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہی لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہو تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہوا اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوسکا حق ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو پھیر واپس نہیں کرسکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اوسکی غیبت میں تو یہہ قبضہ ہوگیا اور اسیطرح ہر مکیل اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہاں تک کہ اوسکو دوسرے آدمی نے لیلیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہی اور مال منقول میں الیسہ دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہی جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرحپر ہوتی ہے کذا فے الطحطاوی وفی الہندیۃ بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معًا ما لم یکن احدہما دینا کسلم وثمن مؤجل اور متاع کی بیع میں اوسکی جنس دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اوسکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساتھ ہی تسلیم کریں جبتک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہے یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھی بلا توقف تسلیم کریں اسواسطے کہ دونوں متاع متعین میں یکساں اور دونوں ثمن غیر متعین میں برابر تقدیم ایک کی دوسری پر ترجیح بلا مرجح ہے ہاں مگر بیع سلم میں مسلم فیہ کی تسلیم ساتھی نہیں اسواسطے کہ اسمیں تاجیل شرط ہی اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہی اور اگر مشتری نے بعد تسلیم ثمن کی کچھہ مدت مقرر کرلی ہو تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہیں قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کرسکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اوسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق میں ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہیں کرسکتا تو شارح کو مناسب تہا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد اسکے دریافت کرنا چاہئے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرحپر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہہ ہے کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وھو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ نہایۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہی وہ یہہ ہو کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کردیا تیرے مابین اور مبیع کے مابین میں تو اگر یوں نکہے گا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نٹھیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلاً گانوں کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہی اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہیں ہوتا بنابر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی النہایہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقے میں کیا ہی ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہاں مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقے بحر الرائق میں ہے کہ اگر گیہوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے اوسکو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم تمام شہجا فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹھری کے گیہوں خرید کیے

اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہے
اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجھکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا تو
یہہ درحقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہے کہ مشتری اوسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب
کہین گے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے فتح کذا فی الطحاوی ووجد ای البائع الثمن زیوفا لیس له استرداد السلعة وحبسها به لسقوط
حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلك كما لو وجدها رصاصا او ستوقة او مستحقا وکالمرتهن منیه بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جسکا
لینا دینا سوداگرون مین رائج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پھیرلینی اور اوسکے حبس کر رکہنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب
ساقط ہو جانے حق بائع کے تسلیم کردینے سے اور زفر نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہی چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر
ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہی اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ ہم یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا
کئے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیردے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل
دراهمه الجیاد التی کانت له علی زید زیوفا علی ظن انها جیاد ثم علم بانها زیوف یردها ویسترد الجیاد ان کانت قائمة و
فلا یرد ولا یسترد خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم
ہوا کہ وہ کھوٹے ہین تو انکو پھیردے اور کھرے پھیرلے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پھیردے اور نہ پھیرلے کما
لو علم بذلك عند القبض چنانچہ اوس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جب کہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو قال
قال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او ستوقة اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے روپیے صرف ہوگئے
ہون تو ویسے ہی کھوٹے پھیردے اور کھرے پھیرلے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا
وقبضه ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوة للغرماء وقال الشافعی هو احق به كما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق
به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه بعینه فهو اسوة للغرماء شرح مجمع للعینی
خرید کی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہوکر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہی باقی قرضخواہون کے یعنی وا ماساہ اور
قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہی اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا
ہو اور مفلس مرگیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہی کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے
پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہی کہ من ادرک
ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احق به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوی تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے
او حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہی جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داود مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہہ جواب ہی کہ ہماری حدیث مفسر
ہی اور شافعی کی حدیث مطلق ومفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اسمین کی کچھہ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باع نصف
الزرع بلا ارض ان باعه الا کار لرب الارض جاز وبعکسه لا الا اذا کان البذر من الاکار فینبغی ان یجوز خانیة نصف
کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے
ہاتھہ بیچا تو جائز نہین مگر جبکہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہی کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجرا او کرما مثمرا لا یدخل الثمر بحیث یبقیها
فیجبر المشتری الی الاجل فلو ابی المشتری اجاره تخیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی
الفهر ولا فرق بین ان یظهر من المشتری او البائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہوگا اور بہر صورت بین درخت عاریت لیا جائی مشتری

پہل پکنے تک پہلکر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہی چاہی بیع کو باطل کرے یا پہلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین نزد الفائق مین کہا کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی عن قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پہل خرید کرے بدون درخت کے تو اوسپر فی الحال پہل توڑنا واجب ہی درصورت عدم اعارۂ بائع اگرچہ پہل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہہ باب ہی خیار الشرط کے احکام مین خیار بمعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہی چاہین بیع کو قائم رکہین چاہین توڑ دین تقدیمہ مع بیان تقسیمہ مبتنی فی الدر یعنی خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتہہ درر مین مصرح ہے ہم صاحب درر نے کہا کہ بیع گاہی لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہی پہر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجہکو ہمیشہ اختیار ہی یا مجہکو چند روز اختیار ہے یا مجہکو ہمیشہ اختیار رہی اور ایک قسم جائز ہی بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجہکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہی وہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مجہہ کو اختیار ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی المحیط دی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تہا اور اوسکے سر مین زخم لگا تہا تو اوسکے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تہا اوس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر لا خلابۃ یعنی مجہکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گہر والون کے طرف سے سو وہ لوگ کہتی کہ یہہ تو گران قیمت ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر مہر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہے الثلاثۃ المبوب لہا اونمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اشباہ من احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لیے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہی اور اختیار نقد یہہ ہی کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دی تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن مین ہین پہر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکہا تو اوسکو اختیار ہی اور یہہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقود مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹہیرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دہوکہا کہا وے چنانچہ بکری یا گائی کے تہن چند روز بار رکہنا تا بہت دودہ دار نظر آوے ہو مجب ایک روایت کے مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہی کذا فی اسنی البحر اور کشف حال کا اختیار یہہ ہی کہ خرید کی بعوض ہونے کے جو اس پتہر کے ہمو زن ہو اور خیار کشف مین خیار التکشف بہی داخل ہے وہ یہہ ہی کہ اناج کا ڈہیر بیچا ہر صاع عوض درم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق صفقۂ مشتری کو اختیار ہی نہ بائع کو اور خیار تغریر المرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم کہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے نلے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار رہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہی جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے متاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون نکلنے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع کسیکے پاس گرو ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر متاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ
قال ویفسخ باقالة و بتحالف فبلغت تسعة عشر سببًا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سی تو اب شمار خیارات کی اسباب کا
انیس کو پہونچا ہم اقالہ یہہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائین اور تحالف کی صورت یہہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین اختلاف ہوا (باہم قسم کھانا ۱۲)
اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کردیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ واکثرها ذکرها المصنف
یعرفه من مارس الكتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہی صح شرطه للمتبايعين
ولاجنبي ولو وصيًّا ولغيرهما ولو بعد العقد لا قبله تتارخانيه شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونون مین سی ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ مینے تجھکو اختیار دیا اوس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلاشرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کله او بعضه
کثلثه او ربعه ولو فاسدًا شرط خیار صحیح ہے سب بیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی مین اگرچہ وہ عقد جسمین شرط ہوئی ہی فاسد ہو
ولو اختلفا فی اشتراطه فالقول لنافیه علی المذهب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے نہونے مین تو اوسکا قول معتبر ہی جو
اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثة ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس سے
کمتر مین ہم تین دن کا اختیار اوسوقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد
سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہی کہ مشتری پر کچھ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور (جلد بگڑ جانیوالی ۱۲)
تجھپر ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیری پاس فاسد ہو جائے تا کہ بائع کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند
اطلاق او تابيد اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی سے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت مجہول بھی تابید کی مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار صلب عقد مین ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد (ہمیشگی) (کوئی وقت مقرر نکرنا ۱۲)
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر فیفسد فلکل فسخه
خلافا لهما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہی بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبدالرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے اونٹ خرید کیا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ الخیار ثلثة ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہی کذا فی الفصل المفائق ہندوستان کے سودا گر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے
ہین سو شرعًا جائز نہین غیر انه یجوز ان اجاز فی الثلاثة فینقلب صحیحًا علی الظاهر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر

جاکڑ مال تین دن
زیادہ مدت ...
... ۱۲

یہہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اسواسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع مین ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول حنفیۂ عراق کا ہے اور حنفیۂ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تہا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہی فائدہ خلاف کا یہہ ہی کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہین کذا فی الطحطاوی وصح شرطه ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہو شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ مین بہی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت مین اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہی اور موصے لہ کو قبول اور عدم قبول مین اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعة ومعاملة واجارة وقسمة وصلح عن مال ولو بغیر عینه وکتابة وخلع ورهن وعتق علی مال لو شرطا لزوجة وراهن وقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور مملوک کے واسطے عتق مین ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہی بخلاف زوج اور مولے کے کہ اونکے جانب سے عقد لازم ہو لیکن محتمل فسخ نہین اسواسطے کہ یمین ہوا اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب سے عقد لازم نہین مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوها ککفالة وحوالة وابراء وتسلیم شفعة بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباه واقالة بزازیه فهی ستة عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابرا اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہہ سولہ عقود ہین بیع کو ملاکر جنمین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ مین ہی کہ ضامنی مین دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلاف بیع کے اور وقف بہی ضمانت کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبله اشباه ووکالة ووصیة نهر فهی تسعة صحیح نہین شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار مین مگر اوس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار مین شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت مین شرط خیار صحیح نہین کذا فی النہر یہہ نو عقد ہوئے ہم جب اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہین اسی شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہی تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہین ہان اگر یون اقرار کریگا کہ مجہپر ہزار درم ہین اوس بیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہی جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیة الاشباه للبیرعود وقد کنت غیرت ما نظمه فی النهر فقلت سه یاتی خیار الشرط فی الاجارة + والبیع والابراء والکفالة + والرهن والعتق وترك الشفعة + والصلح والخلع کذا والقسمة + والوقف والحوالة والاقالة + لا الصرف والاقرار والوکالة + ولا النکاح والطلاق والسلم + نذر وایمان فهذی ایغتنم اور مین نے بدل دیا الاہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہی اجارہ مین اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح مین اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین مین اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیئے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچہہ بہی تغیر نہین کی سوا اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور انکو نئی عقد اوسپر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہی قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہین اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انه ای المشتری ان لم ینقد ثمنه الی ثلاثة ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثالثة فسد فینفذ عتقه بعد ها لو فی یده فالمحفوظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دے تین دن تک تو بیع نہیں یہہ صحیح ہی بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیگا تو بیع فاسد ہو گی آزاد کرنا مشتری کا
بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے
تین دن تک تو بیع نہیں یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ بیع
مذکورہ فاسدہ ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت
غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھہ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ وَاِن اشتری کذلک الی اربعۃ
ایام لا یصح خلافًا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے ہم یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا
کہ اگر چار دن تک ثمن ندے تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہوا اور خیار الشرط تین
دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی
پہر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی
خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ہم یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری مین فا ر تفریع نہ لاتا تو خوب تہا اسواسطے کہ
یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہی اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اوسکی انواع سے ہو چنانچہ
صاحب کنز اور درر غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیہلک علی
المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان
الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیۃ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہین جاتا فقط
بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بہی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے
بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمۃ ہی جتنی اوسکی
قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمے سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ
ہم در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہو گئی ہو بہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء
مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا
پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہو گیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پہر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی
قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہے اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور
مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی کنز الدقائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اسی
واسطے لازم آتی ہی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہین ہو سکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز
مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اوسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمی مین اور مثل ہے مثلی مین یہہ اوس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاک
ہوا اور اگر ہلاکی ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہے ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالتسلم
اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھہ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو
اوسکا امر کیا ہو کذا فی القنیہ ہم وکیل شرا نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکہایا اوسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پہر وکیل کے
پاس وہ ضایع ہو گیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہی جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات
چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقا

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہوا ہو ہم سوم النظر یہہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہہ کپڑا مجھکو دے تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو
دکھاؤن پہر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچھہ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے گا کہ یہہ کپڑا مجھکو دے اگر (بقصد تامل)
مین راضی ہونگا تو اسکو لونگا پہر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ قبض علے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی
صورت مین اوسنے تامل اور غیر کے دکھانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہین اور دوسری صورت مین (بقصد خرید) اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہہ
بیع ہی کذا فی النہر وعلی سوم الرهن بالاقل من قیمته ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی باتچیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور
دین مین اوسکا ضمان لازم آویگا ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر دین تہا سو اوسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے
اوسپر قبضہ کیا رہن کی باتچیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے
اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو نے حقیقت رہن کی ہوئی کذا فی الطحطاوی
وعلی سوم القرض بقدر ما سماه اور جو چیز قرض لینے کی باتچیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے ہم صورت اوسکی
یہہ ہی کہ زید نے خالد سے دس روپیے قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلا ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھلے پہر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی
تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور
مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مسماه و مقرر علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلی سوم
النکاح لامة بقیمتها اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی باتچیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر ہم یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی
لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وخرج عن ملکه ای البائع
مع خیار المشتری فقط فہلک فی یدہ بالثمن اور مبیع خارج ہوجاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھہ تو ہلاک ہوگی مبیع
مشتری کے ہاتھہ مین بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد
ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے
شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبه فیها بعیب لا یرتفع کقطع ید مانند معیوب ہوجانے
مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتھہ کاٹنا ہم یہہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھہ دونون صورتون مین یعنی در (بنرخ بازار)
صورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت مین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا
کذا فی المنح فیلزمه قیمته فی المسئلة الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبهة الربوا حدادی تو مشتری کو
عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے
شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھہ عیب اسمین لاحق ہوا اور وہ باقی
رہی اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نلے بسبب احتمال سود کے وثمنه فی الثانیة اور درصورت ثانی یعنی درصورت خیار مشتری
عیبدار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفع کمرض فان زال فی المدة فهو علی خیاره والا لزمه العقد لتعذر الرد
ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہے لے چاہے
پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پہیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولا یملکه المشتری خلافا لهما
لئلا یصیر سائبة قلنا السائبة هی التی لا ملک فیها لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود هنا ولزم اجتماع البدلین العوضین
علی موضوعه بالنقض بشراء قریبه اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھہر جاوی ہواسطے کہ جب بائع کی ملک سی خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو توپہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آویگا اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطے منقوض
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم وہ صورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ در صورت عدم خریدکے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوی اور مبیع رفیق قرابتدار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوی بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی
البحر الرائق عن البحر ولا یخرج شئ منہما ای من مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر عن مالکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایہما
فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سی نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور اونمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیعکو جائز رکھے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسریکا ھم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتریکا
ثمن مین بجای فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذرگئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت
ہوا اور دوسری سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح ولہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی
عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ آ عیحق عز شف فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اپنے اس قول آ عیحق عز شف فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا
بخیار وہی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سی یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ بسبب خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولیٰ کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضتہا فی المدۃ لا یعتد بہا استبراء اور سین اشارہ ہی استبراء سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبراء معتبر نہوگا ھم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر والحاء من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتریکا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے والقاف من القربات لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا نقصہا بہ ق اشارہ ہی قربان بالکسر سے
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اوسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سی ھم پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی کیساتھ مخصوص نہ کہا اسواسطے کہ بحر الرائق
اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی ہلاک نہین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری
اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہوا ہو نہر الفائق مین درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اسمین کچھہ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع من الوديعة بمثل ما تعه فيهلك
علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملك اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن سے
پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطے عدم ملک
کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اوسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی حالت
ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اوسکی ودیعت صحیح ہے اوسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھہ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایۃ ومن الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد و لو فی ید
المشتری لزمه العقد لان الولادۃ عیب درر وابن کمال زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خریدا
اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا
اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر وابن کمال ہم اسیطرح شرح وقایہ مین بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اوسکی ام ولد ہوجاویگی
بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت
بطل خیاره وان کان الولد میتا و لم تنقصها الولادۃ لا یبطل خیاره واقره المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی
مشتری کے پاس تو اوسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم
تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے کذا فی المحطاوی ومن الکسب للعبد فی المدۃ فهو للبائع بعد الفسخ ک
اشارہ ہی کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اوسنے کچھہ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی الطحطاوی ومن الفسخ لبيع الامۃ فلا استبراء
علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبرا جب
ہوتا ہی کہ جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اوسکا مالک نہین ہوا بخلاف
صاحبین کے ع من الخمر فلو شراه ذمی من مثله بالخیار فاسلم احدهما فهو للبائع عینی وتبعه المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال
اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خریدا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اوسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا ہم
شرح وقایہ مین بھی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے
یعنی مشتری پر لیکن تابع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اوسکا مالک ہی پھر کر
تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہے اسلیے کہ اگر خیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے
کا مالک رہی اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایۃ ومن الماذون لو ابرأه البائع عن الثمن صح استحسانا و
و بقی خیاره لانه یلی عدم التملک کل ذلک عنده خلافا لهما ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خریدی بشرط
خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہی بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون مالک ہونیکا

اختیار رکھتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی
نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض
کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت
ثابت ہی اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوی تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت وزِید علی ذلک مسائل منہا
التعلیق کان ملکتہ فہو حرٌ فشراہ بخیارٍ لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل مشروحہ مذکورہ پرچند مسائل اور زیادہ کئے گئے ہین ازانجملہ تعلیق
ہی جسکا اشارہ ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پہر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ
آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے دت واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار دت اشارہ ہی استدامت سے یعنی
دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہہ ہی ایک گہر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن پہلے بواسطے اجارہ
یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے
جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء سکنے خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیارٍ فاحرم یبطل البیع ص اشارہ ہی صید سی یعنی شکار خرید کیا
بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی
اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر د والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع د اشارہ ہے
زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی
ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علیحدہ ذکر
کرنے کی کچہ حاجت نہتی اسواسطے کہ یہہ آٹہوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کا ف ہی ز والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ
فسد خلافاً لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تتصدر ویضم الرمز الی الرمز ولما ار لاحدٍ فلیحفظ ز اشارہ ہی عصیر سی یعنی اگر دو
مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو
بلفظ تتصدر رمز سمجہیے اور یہہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکہنا
چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوی ارحق عزک فہم تتصدر یعنی اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی
اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدرنشین ہو واجاز من لہ الخیار ولو اجنبیاً صح ولو مع
جہل صاحبہ اجماعاً الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للاٰخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے
اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اوسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتہی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو
کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کروی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار
کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور
عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الاٰخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے
تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ شخص ثانی ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکے ساتہی
کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے
والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ یعنی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کیلیے
صاحب اختیار اپنے ساتہی سے حاضر ضامن لیکر اوسکے غائب ہوجانیکے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اوس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیجاوے

کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاے
تو مجھکو فسخ کا اختیار نرہے گا تو اوسکی یہہ تدبیر ہے کہ اوس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اوسکے طرف سے مخاصم
قرار دے پھر صاحب اختیار مبیع یا ثمن اوسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر
تقیدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہے کہ عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی ہم نے اسواسطے
صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے اس قول مین مصرح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہہ ہے
کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے مثلا مبیع اگر غلام ہے اوسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیچ ڈالا یا لونڈی
سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی مثلہ
نقود نہو اور مشتری نے ثمن مین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا درصورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور
بیع تمام ہو جاتی ہی اوسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تہا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار
مر گیا تو ثمن اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اوسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن
نہ پایا ہوگا تو اوسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تہا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہی کذا فی
الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث
اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات
مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اوسکی
حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہی ارادہ اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اوسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور اقترانات اوسکے منقطع ہو گئی
مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہہ ہے کہ ارث اونمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اونمین جنمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے
منح الغفار مین ہے کہ خیار تغریر یہہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر
کی ظاہرا بحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تہا کہ انکو بطور بحث ذکر کرتا نہ بطور مذہب ذکر کرنا و اعتمادا
وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لانہ یرث خیارا لا در فلیحفظ اور خیار العیب و تعیین اور وصف مرغوب فیہ
کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنی مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ مین یہہ نہین کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہو کذا فی الدر اسکو یاد
رکھنا چاہیے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیونکر ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہہ ہی کہ وارث
کو یہہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتدا ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اوس مبیع کا مستحق تہا جو عیب سے سالم
ہی اسیطرح اوسکا وارث بہی اسواسطے کہ وہ اوسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ
علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کی کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب
اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشایخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو بعوض
وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ او لا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرجہ داخل بشہوۃ والقول لمنکر
الشہوۃ فیتم اور بیع پوری ہو جاتی ہی مدت خیار گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد
کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اوس تصرف سے جو نافذ
نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو

شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا
تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہیں ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے
اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دھلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہہ سب تصرفات مبطل خیار
اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو تعمراها بالخیار علی انها بکر فوطئها لیعلم اهی بکر ام لا کان اجازة ولو وجدها
ثیبا ولم یلبث فله الرد بهذا العیب ثم وسیجیٔ فی بابه اور قاعدۂ مذکورہ کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر
کہ وہ باکرہ ہے پھر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورًا قربت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہہ مسئلہ خیار العیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز رہیگا تو پھیرنا اوسکا
ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نکر سکیگا ہم جب یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنیسے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور خیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ
قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہہ حلال نہین بدون ملک
ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخًا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا طلب
الشفعة وان لم یاخذها معراج بها ای بدار فیها خیار الشرط بخلاف خیار رؤیة وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ
طلب کرنے سے بواسطے اوس گھر کے جسمین خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اوسکے پڑوس مین دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا
تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گھر بواسطے شفعہ
کے لیا تو اوسکو اختیار ہے کہ رؤیت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرؤیة کے پھیر دے کذا فی الدرر فی المشتری اذا کان الخیار له لانه دلیل الاجازة
یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب
شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہوسکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہو گئی
بیع تمام ہوگئی وعو شرط المشتری او البائع کما یفیده کلام الدرر وبه جزم البهنسی الخیار لغیره عاقدًا کان او غیره بهذا صح
استحسانًا وثبت الخیار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح به البهنسی تو یہہ
صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اسصورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے
کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسیکا یقین کیا بہنسی نے ہم قیاس یہہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے
کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی
اوسکا نائب ٹھیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا
کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا
شرط کرنا صحیح ہے چلپی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا کذا فی
البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہے جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجه الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کیواسطے یا ایک
بائع دوسرے بائع کیواسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدهما من النائب والمستنیب او نقض صح الانق واتفاه الاخر پھر جبکہ نائب اور نیابت
دہندہ سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدهما وعکس الاخر فالاسبق اولی
لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

یا فسخ نافذ ہی اسواسطے کہ بھوقت تعارض نہیں ہوا دو شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح من الملعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ
لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی مالک اور صدین پائے گئے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہی قول اصح مین کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہی اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہین ہوتی
واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع
ابتداءً اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہی اسواسطے کہ مبسوط مین ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر
باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود بیع عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا یعنی اجازت کی حقیقت ہی
اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہین مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہی بلکہ یہہ دوسری بیع ہے سرے سے ہم نہر الفائق مین ہے کہ فسخ
کا اوسطے ہونا یہہ روایت ہی کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہہ روایت ہی کہ تصرف مالک کا اوسطے ہی اور بعضون نے کہا
اول قول ابو یوسف ہی اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی
فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار رہے ایک غلام مین اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا
مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ مین نے تیری ہاتھ بیچے دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص مین اختیار رہی وان لا یعین ولا
یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا
تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی
بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور
در صورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ بیچے دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر
کہ ایک غلام مین مجھکو اختیار رہی تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہی وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ
معلوم نہین اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہی وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز مین ثمن مبیع پر برابر منقسم
نہین ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو
اوسمین بھی چارون صورتین حاصل ہوتی ہین ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خرید کیے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن
وتعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے ف ہم مسئلہ ملحقہ شارح
لو وکلہ ببیعہ بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم
ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار
مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہی وکیل پر نہ موکل پر اور فرق
دونون صورتون مین یہہ ہی کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ آویگا
بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہین ہو سکتی لہذا
اوسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزون مین
نہ مثلیات مین بسبب نہ تفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد مین تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی
سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکی افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزون ہیہہ جب مثلیات مین تفاوت
نہوا تو اونمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہی ولو للبائع فی الاصح کما فی خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی

ہم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیری ہاتھہ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام
خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دیدے قول اصح کی یہہ وجہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بھی جائز
ہوگی فتح القدیر مین امام کوردی کہتے ہیں اسطرح پر کہ جواز خیار التعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو
اپنے موافق اور مناسب تر جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اوسکا حال بہت
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بہذا الشرط فمست الحاجۃ
الیہ یعنی اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہین پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار التعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر
ہم سید حموی نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ
لوجود جید ووسط وردی وسط خیار التعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے ہم یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہی تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہی یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کردی تو بہتر ہی اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو تعیین کرنے کے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھہ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہی فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے تو حکم
خیار التعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار الشرط فی الاصح اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار التعیین کے لیا اور قبضہ کیا پھر ایک کو
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھہ اور دوسرا مبیع امانت ہی اور اگر دونون ساتھہ ہی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا
نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہوا یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الآخر
بل تبطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہی پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃ
یا دلالۃ اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ الآخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر البائع
بعیب الشرکۃ اور اسیطرح خلاف ہی امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے ہم عیب شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہی یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصفا
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تھا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلاشبہہ عیب ہی اسواسطے کہ مشترک مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یاتی فی البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبایعین
فرضی احدہما دون الآخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لہما بجمع چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہی اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک بائع راضی ہوا اور دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع تنہا کی

جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی
تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہو اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای
حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ
لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اوسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی یہ روٹی پکاتا اور لکھنا اوسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اوسکے ظاہر
ہوا اسطرح پر کہ اوسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے پوری ثمن سے لے یا
اوسکو چھوڑ دے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھہ ثمن نہین پڑتا
کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتریکو اوسکے نہونے سے رد
بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط
لکھہ لیتے ہین اسقدر فعل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم
ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اوسپر قبض مبیع
کے واسطے زبردستی نکیجائیگی یہانتک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلا معلوم ہو جاے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو
امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب
اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین ہم مثلا کاتب کی قیمت سو
درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھہ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او
تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون
جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیرون کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے
ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہہ شرط فاسد ہے وصف نہین ہے یہان تو اگر یہہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودہا ہے یا شیردار ہے تو بیع جائز
ہوگی اسواسطے کہ یہہ وصف ہے نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو
یا ریح یا بیماری اسیطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح فتح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا
ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ
جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہین مگر بعضی بروایت
وجوہ اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ ہووے انتہی وکذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا
معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ خیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا
لہذا نفی کرنیوالے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اوسکے گذر جانے اور
اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر
ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول
معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری
بیمینہ وجاز للبائع وطیہا درر وانعقد بیعا بالتعاطی پھر خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون
کہکر کہ یہہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہہ نہین ہے اور بائع کے گواہ نہین تو مشتریکا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب بیعہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا
واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی مین یہہ حکم ہوا تو اوسکے غیر مین بطریق اولے یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج
مین زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے مین تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک
شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اسکا
منکر ہے اور اوسکے گواہ نہین تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع
عند رده كان يحسن ذلك لكنه نسي عندك فالقول للمشتري لان الاصل عدم الخبز والكتابة فكان الظاهر شاهدا له اور اگر غلام کو
بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمین نپایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنیکے وقت کہا کہ اس کام کو
تو یہہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے
ھ صفات عارضہ مین عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ مین وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ ہین لہذا اوسمین مشتری کا
قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غير اشتراط كتابة وخبز وكان يحسن ذلك فنسيه
في يد البائع رده عليه لتغير المبيع قبل قبضه زيلعي قال ولو اختار اخذه اخذه بكل الثمن لما مر ان الاوصاف لايقابلها شئ من الثمن اور اگر
غلام کو خریدا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اوسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دیگا بسبب تغیر ہوجانے
مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھہ ثمن نہین پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فيها من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا ليس فيها
شئ من ذلك لاخيار للمشتري گھر بیچا اون چیزون کے ساتھہ جو اوسمین داخل ہین منجملہ دھنیون [کڑیون ۱۲] اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے
پھر اوسمین یہہ چیزین کچھہ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اوسکو ملیگا کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھہ
ثمن نہین پڑتا اور اوسمین عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری
نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اوسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شرنبلالی اشترى دارا على ان بناءها آجر فاذا هو لبن او ارضا على ان شجرها كلها
مثمر فاذا واحد منها لايثمر او ثوبا على انه مصبوغ بعصفر فاذا هو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی
ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہین سو اونمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا
رنگ ہوا اور اوسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہین اور اختلاف
غرض بمانی اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو على انها بغلة مثلا فاذا هو بغل جاز ومخير وبعكسه جاز بلا خيار لكونه على صفة خير
من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابطہ اور اگر خریدا اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے لینے نہ لینے مین
اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے
بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب نہ ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر
وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اوسکو
پھیر نہین سکتا البيع لايبطل بالشرط في اثنين وثلثين موضعا مذكورة في الاشباه بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور
ہین ھ ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط تو ہمیں کا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کو مناسب ہے یعنی موجب عقد کی موکد ہی اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہی چنانچہ شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اوسکا رواج ہے چنانچہ جوتا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کر دیوے یا پرانا جوتا کپڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دیوے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ شروط مفسدہ معاوضات میں ہوا کرتی ہیں نہ تبرعات میں انتہی اسواسطے کہ اس میں احد المتعاقدین کا نفع ہی بلا عوض کذا فی المحیط وہی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ کے اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دیوے اور ازانجملہ شرط بے عیبی مبیع اور ازانجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جاوے اور ازانجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور ازانجملہ گاے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للتبری لا یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع بیع میں یہہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فی البدائع ہم سرود ازبسکہ شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان المشروط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلاد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہہ شرط مشتری کے طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کیطرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برات کیواسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہہ شرط اوس شہر میں واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیوں کی خرید میں راغب ہیں اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو برات عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہے یا بیماری کذا فی المحیط وہی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاصح قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور اگر یہہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہے بنا بر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہہ ہی کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہی نہ اوس وصف کا جو محتمل الوجود ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بیزاری رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہیں وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی قبض ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا پھر مشتری اوسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اوسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ یہہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدنے کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا فروع اسکی کثیر ہیں اور اہل تقصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہہ باب خیار الرؤیۃ کے احکام میں ہے یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ فغیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الفسخ قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کے طرف اور وہ جو بعضوں نے کہا ہی کہ منجملہ اضافت شئے کے ہی اپنی شرط کے طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ثم یثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ فلیس فی دیون

وَنقودٍ وَعقودٍ لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہے چار مقام مین اعیان کی خریداری اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنی وہ صلح جو شئے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہرایک ان چارون مین سے معاوضہ ہے تو دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتے خیار الرؤیۃ نہین کذا فی الفتح ھ فتح القدیر مین ہے کہ جبکہ دیون مین خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہیگا اور عقود غیر منفسخہ جیسا کہ مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح الشراء والبیع لما لم یرہ یعنی صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہین دیکھا ھ خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک
لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہے جواز کی اور اگر
نہ مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہہ ہے کہ
بلا اشارہ بھی بیع جائز ہے ھ خلاصہ مین ہے کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی صحیح ہے اور منتقی مین ہے کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہے انتہی یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسیطرح اطلاق
متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی تحفۃ الفائق مین بعد ذکر شرط الاشارۃ
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علے الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا
راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اوسکو دیکھے ھ ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہے جب کہ دیکھے اگر چاہے تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پھر اوسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہے جبکہ کوئی مبیع کا حال اوس سے بیان کرے تو اوسکے حق مین بیان شخص غیر کا بجاے رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رؤیت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ مبیع کو بائع اوٹھا لایا مشتری کے گھر تو اوسکو پھیر نہین سکتا جبکہ اوسکو دیکھے مگر اسیطرح لیجاکے پھیر سکتا
ہے جبکہ مبیع کو پہنچا دے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہے اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رؤیت کے ساتھہ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ھ رضائے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جاے اسطرح کہ اوسمین تصرف کرے تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی النہر نقلا الیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہے فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم نہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ بل الی ان یوجد ما یبطلہ هو الاصح عنایۃ لاطلاق النص الی
یعنی حتی یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقًا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار

نہ پایا جاوے ہم اور غیر اصح یہہ قول ہی کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رؤیت کے بعد وَهُوَ مُبْطِلُ خِيَارِ الشَّرْطِ مُطْلَقًا وَمُفِيدُ الرِّضَى يُبْطِلُ
الرُّؤْيَةَ لَا قَبْلَهَا در اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہی ہی جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہو رضا مندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر ہم سفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فَلَهُ الْأَخْذُ بِالشُّفْعَةِ ثُمَّ رَدُّهُ لِأَجْلِ
الرُّؤْيَةِ در بخلاف خِيَارِ الشَّرْطِ فَلْيُحْفَظْ جب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم مشتری نے گھر بیان دیکھے پھر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پھیر سکتا ہی وَتُشْتَرَطُ لِفَسْخِهِ عِلْمُ الْبَائِعِ بِالْفَسْخِ خَوْفَ الْغُرُورِ اور بیع فسخ ہونیکے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دہوکھا نہ پڑے یعنی خرید سے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہین کرتا لہذا
علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دہوکھا نکھا وے وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ وَإِنْ كَانَ فِي الْأَصَحِّ اور اختیار نہین اوس بائع کا جسنے مبیعکو بن دیکھے بیچا قول اصح مین
ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اور اوسنے بدون رؤیت کے بیچڈالی تو بعد رؤیت اسکو فسخ بیع مین اختیار نہین ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی
کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تہا پھر آخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہی ہرگز معتبر نہین
ہوتا تو شارح کو نہکا صحیح کہنا مناسب نہتہا ہم اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وَكَفَى رُؤْيَةُ مَا يُؤْذِنُ بِالْمَقْصُودِ كَوَجْهِ صَبِيٍّ وَرَقِيقٍ اور اوسقدر کا دیکھنا کفایت
کرتا ہی جس سی مقصود معلوم ہوجاوے چنانچہ ڈہیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا موتہہ دیکھنا ہم یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہین بسبب تعذر کے لہذا اوتنا
دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈہیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈہیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈہیر دیکھ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجای کل کے ہے ہان اگر ڈہیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو یہان بعض کا دیکھنا کافی نہین اسواسطے کہ اسکی افراد مین تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جب تک سبکو نہ دیکھیگا
اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق مین ہے لونڈی غلام کی ہتیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہین شرنبلالیہ مین ہے کہ بنی آدم مین
اگر جمیع اعضاء دیکھے سوای چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وَوَجْهِ دَابَّةٍ تُرْكَبُ وَكَفَلِهَا أَيْضًا فِي الْأَصَحِّ اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اوسکا پٹہا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح مین یعنی چہرہ اور پٹہا دونون کا دیکھنا ضرور ہی ہم سواری کی قید سے بکری گای نکل گئی اور سمجہا گیا آگے آویگا وَ
رُؤْيَةُ ظَاهِرِ ثَوْبٍ مَطْوِيٍّ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ نَشْرِهِ كُلِّهِ وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَكْثَرِ الْمُعْتَبَرَاتِ قَالَهُ الْمُصَنِّفُ اور لپیٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا
کافی ہی اور زفر نے کہا اس کپڑے کو تمام کہولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا یہہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم قول زفر اسواسطے
مختار ہوا کہ اس زمانہ مین ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وَدَاخِلِ دَارٍ وَقَالَ زُفَرُ لَا بُدَّ مِنْ رُؤْيَةِ دَاخِلِ
الْبُيُوتِ وَهُوَ الصَّحِيحُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى جَوْهَرَةٌ وَهَذَا اخْتِلَافُ زَمَانٍ لَا بُرْهَانٍ وَمِثْلُهُ الْكَرْمُ وَالْبُسْتَانُ اور داخل دار یعنی گہر کا صحن دیکھنا
کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹہڑیون کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہی اور یہہ بنا بر تفاوت
زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا گنجان درخت ہون تو یفرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سی دیکھنا
کافی ہے اور اصح یہہ ہی کہ یہہ بنا بر انکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گہر مختلف ہوتے تہو مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہونے مین
بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف
ہوتے ہین تو اب ان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق مین تو معلوم ہوگیا کہ یہہ اختلاف یا عتبار اختلاف عصر کے ہے نہ
باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات مین بہی خارج سے دیکھنا کافی نہین کذا فی النہر وَكَفَى جَسُّ شَاةِ لَحْمٍ اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہی یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بہیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتہہ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اسیطرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہو جاتی ہو تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والنظر الی جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودہ اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکہنا تہنون کے ساتھہ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گائی اور اونٹنی شیردار
کے تہن کا دیکہنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کہانے کی چیز کا چکہنا اور سونگہنے کی
چیز کا سونگہنا کافی ہی کالخارج من دار وصحنہا علی المفتی بہ کما مر ادر رؤیۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور دار اوسکے
صحن کا دیکہنا بموجب قول مفتے بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا یا دیکہنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیۃ وکیل قبض او
کافی ہی دیکہنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہی جس سی موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکہی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین و وکیل شراء
اور کافی ہے دیکہنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خرید کر لا رؤیۃ رسول المشتری وبیانہ فی
الدرر کافی نہین رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا کر
قبضہ کر لیگا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے بیع پر قبضہ کیا
ہو دیکہکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وھو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندہی کا اگرچہ اوس نے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندہا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم از انجملہ اوسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ پیلینی والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقا نہین اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکہہ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز مین مکروہ
ہی مگر اوسوقت مکروہ نہین جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارہ مین صحیح نہین اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے
نہین دیکہا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ ویسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور
اندہی کا اختیار ساقط ہو مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگہنے اور چکہنے سی اوس چیز مین جو معلوم ہو جاتی ہو اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگہنے اور چکہنے سی
و وصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہو خیار اندہی کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنیسے اوسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگہنے اور چکہنے سے معلوم نہین ہوتی اوسمین ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہی ہم بیان
اوصاف اشیا مذکورہ بایں وجہ ممکنہ لازم ہی تا اعمی کے نزدیک یہہ ذکر اوصاف بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندہی کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندہی کو سوجہنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا
ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکہے خریدی پہر وہ اندہا ہو گیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہو گا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجد
المذکورات کلہا من الاعمی وکذا لو رؤیۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات
لانہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدل علی الرضی من قول او فعل
او تعیب او ہلاک بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہہ سب کچہہ اوسوقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سونگہنا اندہی کا اور دیکہنا آنکہیارے کا ڈہیر اور
اوسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنیکے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگہہ یا چکہہ لیا اور بصیر نے ڈہیر یا چہرہ غلام کو دیکہہ لیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے ہی تو اوسکو بواسطہ اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہی یہہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط خیار
ہی جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجہا ہی تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاے جو رضامندی
پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہو جاوے یا بعض مبیع ہلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو ہم وہ صورت

عیب اسواسطے پہیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہتا تو اب پہیرنے مین اوسکا نقصان ہوگا اور ہاں اگر بعض مبیع کی یہہ صورت ہو مثلا
دو کپڑے مشتری نے خرید کئے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان
یزرع ہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ یعنی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رؤیت
زمین کے پھر اوسنے اوسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی
ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا
نافہ خرید کیا پھر اوسمین سے مشک نکال لیا تو اوسکو نہ پہیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اوسمین عیب ظاہر داخل کر دیا
کذا فی النہر م طمطا وی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب کو نہین اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہی جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب ثبوت
تک ہی جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الاخر فلہ ردہما
لا ایاہ لان رد الاخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خرید کئے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اوسکو دونون کا
پھیر دینا جائز ہی اگرچہ چاہے پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکمشت لیکر پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیرنا ممنوع ہی ولو اشتری ما لم
یرہ قائلا کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو راہ لا بقصد شرائہ ثم شراہ قیل لہ الخیار ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال
المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ فالمانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ خیر لعدم الرضی درر فلا خیار لہ الا اذا تغیر
فیخیر اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو پہچانا اور بقصد خرید دیکھا تہا خریداری کے وقت یہہ جانکر کہ یہہ مبیع وہی کلی کبھی چیز ہی تو اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو جیسا سابقہ
تو اب اوسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکہا پھر اوسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اوسکو اختیار ہی کذا فی الظہیریۃ اور وجہ اسکی ظاہر ہی اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب غور
تامل نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رؤیت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نجانے کہ اسکو
مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہی اسطرح کہ دیکھی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہہ قید
لگائی کہ وقت خریداری کے مشتری نے یہہ جانا ہو کہ یہہ میری دیکھی چیز ہی اور مصنف نے اپنے اس متن مین رؤیت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل سے جو اعتماد
تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہی اور رہا صورت عدم علم کی یہہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خرید کی اور یہہ معلوم نہوا کہ یہہ وہی لونڈی ہی جسکو مین دیکھ چکا
ہون پھر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر یہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا ولو رای ثیابا فرفع البائع بعضہا
ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الاردی بالا کثر ثمنا اور کبھی چند
کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اوٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور اسیطرح اگر دو کپڑے پیچیدہ
ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہی اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرۃ لا خیار لہ
لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر مجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلا معین ہوگئی تو مشتری کو
اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی
التغیر ان کانت المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاہر فی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی
مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر
ہو جانے مین یہہ اوس وقت ہو کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے
سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایک مہینہ قلیل ہی ہم
عمل بالظاہر دونون معاون کا ظاہر القلیل ہے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا مترجم کہتا ہے کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور جانورون کا تغیر اس سے
کم مدت مین ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی مدت کو نہین کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما
ان القول للمشتری مع یمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے اگر دونون اصل
رؤیت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہی رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات
او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلاخیار مین یا
اوس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ھم یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری کا
قول معتبر ہے اور بیع بلاخیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیۃ یا مرابحۃ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے
ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق
یہ ہی کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنی جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین قسم ثانی مین یعنی خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب
مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنیسے بلا حکم قاضی تو مشتری بھی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی اشتری عدلا من متاع
ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او باعہ بعد القبض او وھب وسلم ردہ لا بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض یوجب
تفریق الصفقۃ وھو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامھا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور
ایک کپڑا اوسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اوسکو پھیر سکتا ہی خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا
یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ ہی اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہی نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام
ہونیکے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وھل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط
صححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہی خیار الرؤیۃ بعد اوسکے ساقط ہونیکے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو
قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھہ بیچی یا ہبہ کی اور اوس موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اوسکی طرف اوس چیز نے
عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اوسکو بائع اول کیطرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور
جب چیز ساقط ہوگئی تو اوسکا عود بلا سبب جدید نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الجمعۃ شارح شتری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید
تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ہی ولو تبایعا عینا بعین فلھما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلا
کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کو واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہی کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن البحر شتری جاریۃ
بعبد والفی درہم فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لاخیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام
اور ہزار درہم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درہم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار
ثابت نہین دین مین یعنی زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب
المقر فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیہ ارادہ کیا زمین کی بیچنیکا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ ہو فسخ کا تو تدبیر اوسکی یہ ہی کہ
کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پھر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھہ بیع کرے پھر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار
زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہین مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیۃ ھم طحطاوی نے کہا یہان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ
اگر مشتری دونو مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہہ ضرر خود بائع کے طرف سے پیدا ہوا اوسکے
اقرار کرنے سے شتری شیئین ووجد باحدھما عیبا ان قبضھما لہ رد المعیب الا لما مر خرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہے اگر دونون کو

تصفیہ کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا ھم مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرنیکے جائز ہے
بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے ہواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہو خیار العیب کے احکام مین ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہے جس سے فطرت
سلیمہ خالی ہوتی ہی جو اصل خلقت مین داخل نہو وشرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین
ذکر کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوھرۃ عند التجار المراد ھم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف
اخذہ بکل الثمن او ردہ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی
الجوھرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دی سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھہ مصنف
کہا ہی اپنی شرح مین ھم تو معلوم ہوا کہ نقد مین عیب اوسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکارون کے نزدیک خواہ عین مبیع مین نقصان ہو
یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھہ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب مین داخل ہی
تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہی مبیع مصنوعات سی ہوتی ہی تو وہان کاریگرونکا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اوسکی لوگ
معتبر ہین اور صنعت مین اوسکے اہل کا اعتبار رہیگا اور یہہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ انکی
تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتری کو در معیب مین اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل
مین کچھہ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب
مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم
نہو ۴ ازالہ عیب بلا مشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہوا ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا اور صورت عدم نقصان تو عیب ثابت
ہوگا ۵ نہ قسم ہوا طرا برائت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سوا اگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھہ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے
یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی ما لم یتعین امساکہ کحلال تحرما او احدھما بصورت عیب اوس وقت تک
اختیار رہے جبتک امساک مبیع متعین نہوگیا ہو چنانچہ دو حلال فرد دون مین سے ایکنے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندہا یا ایکنے
تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ
الاف لم یردہ بعیب بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النھر ینبغی لرجوعہ بالنقصان
کوارث شری من الترکۃ کفنا ووجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی
چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہین تو رد مبیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرویت کے کہ اوسمین رد بیع کر سکتا ہو کذا
فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو
رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہو مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمین عیب پایا اور اگر کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے
میت کے ساتھہ تو رجوع بالنقصان نہین وھذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیھا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہہ یعنی عدم رجوع
بالنقصان ایک مسئلہ ہی اون چھہ مسئلون سے جنمین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیہ انہ قد
یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقے کی شرحمین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہی بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ھم
چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے
پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مینے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری مبیع

غلام مین عیب پایا اور اوسکو پہیر یا تو ثمن کو بائع سے نہین پہیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہی کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیۃ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب یعنی جیسے
غلام مین بہاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بہاگا اور اوسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چہپ نرہا تو یہہ بہاگنا عیب نہین یعنی اگر
دوسرے شہر مین بائع کے پاس بہاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بہاگنے مین کہ عیب ہے
یا نہین اور قول بہتر یہہ ہی کہ بیل کا بہاگنا بہی عیب ہے ہم اسمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بہاگنا عیب نہین تیسرا قول یہہ کہ ہمیشہ
بہاگنا عیب ہے دو تین بار کا بہاگنا عیب نہین اور ظاہرا اور جانورون کا بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او یسیرا کفلس وفلسین اور جیسے بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کہانیکے واسطے چورائے مولے سے یا کمتر چیز چورائے جیسے پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہم اگر کہانیکے واسطے چوری کرے یا کہانے سے زیادہ چرا
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا دے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بہی چوری کی سو اوسکا ہاتہ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پہیر لے بسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونون چوریون سے ملاکر ہم ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہہ ہی کہ غلام کے ہاتہ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہی اور یہہ نصف تنصیف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پہیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا ای مع التمیز وقدر بخمس سنین
او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بہاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بہاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے ہے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کہانے پہننے لگے اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکہاتا نہو کپڑا پہنتا نہو تو بہاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فیتحد باتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے سے متحد ہوجاتے ہین مثلا جبکہ غلام کا بہاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس ہی پہر مشتری کے پاس یعنی دونون بار کا بہاگنا اوسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اوس کا پہیر دینا جائز ہے بسبب ایک ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی مین دونون
کے پاس سے بہاگیگا تو اوس کا سبب ایک ہی ٹہہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پہیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے
کہ وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بہاگنا بائع کے پاس حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس جوانی کے حالت مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پہیر دین
سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوای اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تہا اور پہیر دینا جائز نہین مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبل ثم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ غلام کو تپ آئی بائع کے پاس پہر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اوسکو پہیرنا جائز ہی اور
اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ہم خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع متحد ہے سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پہیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی وبقی لو وجد العیب ثم تعیب عند المشتری رجع بالنقصان

ثم بلغ هل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح یعنی یہہ مسئلہ کہ اگر مشتری سنے صغیر غلام کو بستر پر
پیشاب کرتا پایا پہر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہانتک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پہیر لیا پہر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی
کہ نقصان پہیرلے مشتری سے بسبب زائل ہوجانے اوس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز
ہی کذا فی الفتح عن الظہیریة والجنون هو اختلال القوة التی بها ادراک الکلیات تلویح اور ضاپنچہ جنون یعنی دیوانہ ہوجانا جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح هم یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جو ممیز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی الطحطاوی وبہ علم تعریف العقل انه القوة المذکورة ومحله
القلب وشعاعه فی الدماغ درر اس جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنی جو قوت کہ ابہی بیان کی گئی اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی کان دل ہے اور اوسکی
روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر وهو لا یختلف بهما لاتحاد سببه بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی
اوسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اوسکے جو عیوب کہ مذکور ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بہی طفلی اور جوانی
سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی هم جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی مین بائع کے پاس پہر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد
جوانی کے تو یہہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہی ومقداره فوق یوم ولیلة اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس
قدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بہی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہہ ہی کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر و
لا بد من معاودته عند المشتری فی الاصح والا فلا رد الا فی ثلث زنا الجاریة والتولد من الزنا والولادة فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری
کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودہ عیب پہیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد مبیع بلا معاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے
متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح هم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کسی سے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا
کہ اسی قول پر فتوی ہے قلت لکن فی البزازیة الولادة لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیه الفتوی واعتمده فی النهر مین کہتا ہون
لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہوا اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی هم پہلا قول بہی مفتی بہ
ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیه الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البهائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہے نہ چارپایون مین
والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑہ اور سفیدی داغ اور اندہا اور کانا اور بہینگا اور
بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین فکذا الادر وهما انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے پہولنا
اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی هم بہتر یہ تہا کہ شارح یون کہتا العنة والخصا عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بہی پہولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی ولذا اشتری
علی انه خصی فوجده فحلا فلا خیار له بحر اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پہر اوسکو تندرست نر پایا تو اوسکو
پہیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط وکذا نتن الانف
بزازیہ والزنا والتولد منه کلها عیب فیها لا فیه ولو امرد فی الاصح خلاصه اور بخر یعنی گندہ دہنی اور دفر یعنی گندہ بغلی اور اسیطرح
گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد ہو ساده وہی قول اصح مین کذا فی الخلاصہ
هم اور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت
کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیا اوسکی مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیه
بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہو اسطرح پر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام
مین بہی او یکون الزنا عادة له بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اس طرح پر کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی واللواطة بها عیب لانه مطلقاً اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہے کذا فی البحر وبه ان جاءنا لا انه دلیل الابنة ولذا بالاجر لا قبیحه اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ہم ابنہ اوس علت کا نام ہے جسمیں ایسی کھجل ہو مبرز میں کہ بدون مفعول کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت
عیب ہے یہاں تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرسکے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ
حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیها تصریحاً لو فعلوا
المهران طاوعاً فعیب والا لا اور قنیہ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے چڑھتے ہیں اگر برضامندی اوسکے یہ فعل ہوتا ہو تو عیب ہے کہ مردوں کی تمثیل
اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کان قلیلاً لا یرد اور نرمی اور ڈھیلا ہونا نرم آواز با کرا در چال
مثلاً اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر سکے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامه وکذا الرفض والاعتزال لجبرہ
عیب فیهما ولو المشتری مثله ... اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر لانهما عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی البحر
ہم ... رافضی ... کہ جو علی مرتضی کو اصحاب سے افضل کہے ... شیخین کو برا کہے ... کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض
لبنت سبعة عشر وعندهما خمسة عشر ویعرف بقولها اذا انضم الیه نکول البائع قبل القبض وبعده هو الصحیح ملتقی
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ
اوسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلاثة اشهر
الثانی اور مسموع نہ ہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہ ہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ میں کذا فی البحر ذکر فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضة والسعال القدیم لا ما اذا کان بالعادة وقدیم
کہانسی عیب ہے نہ عادت کی کہانسی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کہانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی البحر والدین الذی یطالب به فی
الحال لا المؤجل لعتقه فانه لیس بعیب کما نقله مسکین عن الذخیرة اور لونڈی غلام پر اسقدر دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی میعاد اوس کی آزادی پر مقرر ہوا ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا وقیدنا
مؤجل بعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن عمم الکمال وعلله بنقصان ولائه ومیراثه لیکن کمال الدین نے
نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہیں کذا فی البحر والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیها فهو عیب معرب کسبل وحوص وکثرة دمع والثولول
مثلثة کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعه ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرة بعض شراح الهدایة اور بال
اور نزول آب آنکھ میں اور اسیطرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسون کا ڈھلکنا اور مسا ثولول ثاء
مثلثہ بروزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اوسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد
اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسار
وهو من یعمل بیسارہ فقط لا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی الله عنه اور جو شخص کہ فقط بائیں ہاتھ سے کام کرے

مگر جو شخص واہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے۔ وَالشَّيْبُ وَشُرْبُ خَمْرٍ جَهْرًا وَقِمَارٌ اِنْ عُدَّ عَيْبًا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الخلاصۃ عن الہجر وَعَدَمُ خِتَانِهِمَا لَوْ كَبِيرَيْنِ مُوَلَّدَيْنِ اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید ہو اسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان سے کے ختان مین یہ ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق مین عیب تھا اب ہمارے زمانے مین عیب نہیں کذا فی الخطابی وَعَدَمُ فَتْقِ جَارِيَةٍ وَقِلَّةُ اَكْلٍ دَعَابَةً وَنِكَاحٌ وَسَرِقَةٌ كِذْبٌ وَنَمِيمَةٌ وَتَرْكُ صَلٰوةٍ لٰكِنْ فِي الْقُنْيَةِ تَرْكُهَا فِي الْعَبْدِ لَا يُوجِبُ الرَّدَّ اور رتق ہونا گدہی کا اور کم کہانا یا بہا نور ون کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ مین ہے کہ ترک نماز غلام مین موجب رد بیع نہیں وَفِيهَا لَوْ ظَهَرَ اَنَّ الدَّارَ مَشْئُومٌ يَنْبَغِي اَنْ يَتَمَكَّنَ مِنَ الرَّدِّ لِاَنَّ النَّاسَ لَا يَرْغَبُونَ فِيهَا اور قنیہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گہر منحوس ہے تو لائق یہہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گہر کے لینے مین خوش نہیں کرتے وَفِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ وَالْخَالُ عَيْبٌ لَوْ عَلَى الذَّقَنِ اَوِ الشَّفَةِ لَا الْخَدِّ وَالْعُيُوبُ كَثِيرَةٌ نَجَّانَا اللّٰهُ مِنْهَا اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹہوڑی یا ہونٹہ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہین حق تعالی ہمکو ان سے بچاوے وَاِنْ حَدَثَ عَيْبٌ اٰخَرُ عِنْدَ الْمُشْتَرِي بِغَيْرِ فِعْلِ الْبَائِعِ فَلَهُ بَعْدَ الْقَبْضِ رَجَعَ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ وَجَبَ الْاَرْشُ وَاَمَّا قَبْلَهُ فَلَهُ اَخْذُهُ اَوْ رَدُّهُ بِكُلِّ الثَّمَنِ مُطْلَقًا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اوسکو پہیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم چلپی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اَوْ رَدُّهُ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتین ہین بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اوسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گہٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گہٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی تو اوسکو عیب قدیم کے سبب پہیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پہیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پہیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لینا پانچون صورتون مین جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنا کر دیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمین پہیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تہا کہ یون کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی البرجندی ملخصا وَلَوْ بَرْهَنَا الْبَائِعُ عَلٰى حُدُوثِهِ وَالْمُشْتَرِي عَلٰى قِدَمِهِ فَالْقَوْلُ لِلْبَائِعِ وَالْبَيِّنَةُ لِلْمُشْتَرِي اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہین ہم نہر الفائق مین قاضیخان کی شرح سے مصرح ہے کہ درصورت تناقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے اسلیے تو بائع کا

قول او سکوت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی ولا یرجع جلدا ما له حمل ومؤنة الا فی
بلد العقد بحر اور نہ پہیرے مشتری زبردستی اوس مبیع کو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اوسمین
پہیر دینا جائز ہی باوجود بار برداری کے بہی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانه الا فیما
استثنی ومنه ما لو اشتراه ثوبا فقطعه وخاطه لطفله زیلعی او رضی به البائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لے مگر اون مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے
بزازیہ ہی اور از انجملہ یہہ ہے کہ اگر مشتری نے کپڑے کو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پہیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ ہم رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاوی پہر عیب کے ساتہہ کی جائے یعنی عیب قدیم کے
ساتہہ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکہا جاوی اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پہیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پہیر لے یعنی ایکدرم اور اگر ثمن دو سو
ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پہیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچہہ حاجت نہ تہی کیونکہ اسکے بعد
متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس آکر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور
ایک قدیم موجود تہا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضا بیع تولیت
یہہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کے کذا فی الطحطاوی قوله الا ان یرضی البائع اور اوسکو پہیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہی عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پہیر لے چاہے مبیع پہیر دے بشرط رضای بائع کے رضای بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پہیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تہی تو عیب حادث سے سالم تہی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضای بائع مشتری مختار ہی پہیر دینے مین
یا رکہہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبیہ ہم الا لمانع عیب او زیادة کما لو اشتری ثوبا فقطعه فاطلع علی عیب فلم یرجع به ای بنقصانه
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضامندی بائع پہیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پہیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پہر اوسکو قطع کیا پہر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پہیر لے اس حالت مین پہیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کر دینے سے
ہم یہہ مثال ہے عیب نئے کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبله البائع کذلك له ذلك لانه اسقط حقه پہر اگر
بائع نے پہٹا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحره فوجد امعاءه فاسدا
لا یرجع لافساده مالیته اور اگر اونٹ خرید کیا پہر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انترٹیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کے یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کله او بعضه او وهبه بعد القطع بلا رده مقطوعا لا مخیطا کما
افاده بقوله چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تہوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پہیر دینے مبیع کے کاٹکر بسبب
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعه المشتری وخاطه او صبغه ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزیادة لحق الشرع لحصول الربو
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی به درر وابن کمال پہر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یا ستو گھی میں ملا سئے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان
ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہانتک
کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی منفصلہ میں امتناع رد اسواسطے ہو کہ
اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو پھر صورت فسخ ممتنع ہوا تو شارح کو
مناسب تھا کہ یوں کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربو قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہان دونوں مفقود ہیں کذا فی الحواشی ثمّ لا یرجع لو باعہ
ای المتنع ردّہ الی ھذا الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحًا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہے اگر مبیع ممتنع
الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اوسکے ساتھہ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہے یعنی اگر اول رضامندی ثابت
ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہے کہ مبیع کو لباس یا کوہ میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ
امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھہ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھیرا لہذا رجوع نقصان میں اسکو اختیار ہوگا کذا فی
الطحطاوی او مات العبد المراد ھلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبّرہ او استولدہا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام
مر گیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو
وقف کیا اوسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعامًا فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبّرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی
تخرّق فانہ یرجع بالنقصان استحسانًا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یردّ ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار
وقہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اوسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہانتک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان
ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہے کہ مابقی کو پھیر دے اور جسقدر
کھانا کھایا ہے اوسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف میں شرط
ہے کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بہی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو
مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کی بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح
زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ ردّ الباقی بحصتہ من
الثمن اتفاقًا ابن کمال وابن ملک وسیجیء قلت فعلی ما فی الاختیار والقہستانی یترجح القیاس فتنبّہ اور اگر طعام دو برتن
میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن
ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب میں آویگا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہو گیا سو خبردار ہو جاؤ ہم قیاس یعنی رجوع نقصان
یہی قول صاحبین ہے یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی
الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ مجتبی بعد اطلاعہ علی
عیب کذا ذکرہ المصنف تبعًا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیۃ واقرّہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ
بالاولویۃ فتنبّہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بہاگ
گیا یا کہانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر اسیا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع
ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں قبل رؤیت کو ذکر کیا ہے اور اوسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکہا ہے

یہانتک کہ عینی نے بہی شرح مجمع میں تو کلام عینی میں بعدیت اوسکے ہونے کی مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچہہ بہی رجوع
نہیں کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اوسکے فعل سے ہم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں بعدیت مذکور ہے اور شرح مجمع میں قبلیت
عینی نے کہا روایت مجمع بہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ میں یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور
تدبیر میں کچہہ فرق نہیں رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذه معیبا لا یرجع باخراجه عن ملکه والا یرجع اہ مترجم اختیار اور قاعدہ کلیہ ان
مسائل میں یہہ ہے کہ جہان کہیں بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہو تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پہیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے
اپنی ملک سے والا پہیر سکتا ہے کذا فی الاختیار ہم بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل
مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ کپڑا
ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرحپر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی
البحر [illegible] والفتوی علی قولهما فی الاکل واقره القهستانی اور اختیار میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکہا
اسکو قہستانی نے ہم ذکر فتوی عنقریب مذکور ہوچکا تو مکرر ہوگیا شرای نحو بیض او بطیخ او جوز او قثاء فکسره فوجده فاسدا ینتفع به ولو علفا
للدواب فله ان لم یتناول منه شیئا بعد علمه بعیبه نقصانه خرید کئے انڈے اور خربوزے کی ہند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کہیرا
پہر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا چارا ہوسکے تو اوسکا بقدر نقصان ثمن پہیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد
عیب دریافت ہونیکے کچہہ کہایا ہو یعنی بعد چکہہ لینے کے کچہہ پہیر لینا درست نہیں کذا فی النہر الا اذا رضی البائع به مگر جب کہ بائع اوسکے پہیر لینے
پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہیں ولو علم بعیبه قبل کسره فله رده اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنیکے تو اوسکو
پہیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع به اصلا فله کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرحپر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو وجد
اکثره فاسدا جاز بحصته عندهما اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے
نزدیک کذا فی النہر ہم نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جس سے اخروٹ خالی نہوسکتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو اور
ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قہستانی میں مصرح ہے اور شرنبلالی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنی سو میں کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا
فاکله ثم اقر بائعه بوقوع فارة فیه رجع بنقصان العیب عندهما و به یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گہی پگہلا ہوا اور اوسکو مشتری نے
کہایا پہر اوسکے بائع نے اوسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پہیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ہم یعنی طاہر گہی کی
قیمت کیواسطے پہر نجس گہی کی جو اسکی بجاسست نجس ہوگیا ہو پہیر قدر تفاوت کو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع ما اشتراه فرد المشتری
الثانی علیه بعیب رده علی بائعه لو رد علیه بقضاء لانه فسخ ما لم یحدث به عیب آخر عنده فیرجع بالنقصان مثلا زید نے
بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تہا خالد سے سو مشتری نے مثلا زید کو وہ چیز پہیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پہیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی
ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوا عیب قدیم کے نہ پیدا ہوگیا ہو تو اب مشتری
ثانی نقصان پہیر لیگا ہم مشتری ثانی کے نزدیک کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پہر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا
ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پہیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پہیر سکتا
ہے اور صاحبین کے نزدیک پہیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وهذا لو بعد قبضه فلو قبله رده مطلقا فی غیر [illegible]
او شرط [illegible] اور یہہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اوسوقت ہے جبکہ مشتری ثانی اوسکے قبض کے بعد ہوا ہو اگر مشتری ثانی نے [illegible] قبل

قبض کرنیکے پہیر دیا ہو تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پہیر سکتا ہی غیر اراضی مین نہ بذریعہ خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر ھ یعنی اگر مشتری
ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بہی پہیر دینا اوسکے بائع پر مطلقا جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہہ تشبیہ ہی
رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے مستثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کر سکتا بدون حکم قاضی کے کذا فی الحطاوی وھذا اذا
باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہہ یعنی جواز رد اوسوقت ہی جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع
ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقا رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہوا اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے
رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہہ یعنی تفصیل مذکور در مبیع مین باعتبار قضا اور رضا کے
نقدین کے سوا غیر مین ہی بسبب متعین نہ ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقا رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع ھ بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین
نہین ہونیکی قید لگائی اور ... سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو
بیچا کہ دینار درہم سے مول لے پہر دینار دوسرے کے ہاتہ بیچے پہر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پہیر دیا تو مشتری اول بائع کو
پہیر سکتا ہے کذا فی الحطاوی ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیعکو مشتری
اول کی رضامندی سے پہیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول وہ اوسکو بائع پر نہین پہیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح مین اسواسطے
کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر ھ اور قول غیر اصح یہہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد انگلی
تو اوسکو مشتری اول بائع پر پہیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تہا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ
او نقص الثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ
علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یبرھن مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہی بعد قبضہ کرنے مبیع کے
تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کہاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون و
ان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے
اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کہائی ہو پہر اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پہیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر
مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دیگا ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا
لما فیہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پہر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا
فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نکہانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہی ما سوای
حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندھما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر
قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط
وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب ہے
جسکے پہیر دینے کے واسطے وجود عیب کا دونون کے پاس شرط ہی جیسے بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے
بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہہ امر گواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک
اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کہائے کہ قسم
خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جبسے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گر بہاگے عیب نہین اور
جوانی مین عیب ہے کما مر سابقا ھ اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بہی یہہ عیب موجود تہا تو اگر اوسنے

اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہہ عیب بائع کے پاس
بھی موجود تھا سو اگر اوس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیب
انواع خفی و باطن وقد علمت حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بہاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہوچکا ھم یون معلوم ہوچکا کہ
گاہی تحقق ہوا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہین اور اوسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب
اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گزشتگی کی مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی
وظاھر کالعمی والعور والصمم والاصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر
ہی چنانچہ یکچشمی یا دو رنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا ھم اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت
یا اوس نے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پھر اوس نے
اگر قسم کہائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد والطحال فیکفی قول عدل ولاثباتہ عندہ باثباتہ قول
عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا سوای اطبا کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے
ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ھم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی
شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجاوے کذا فی العینی ھم عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہے پھر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد
دیکھین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اس مین بائع سے قسم لیجائیگی یعنی جب اوسکو
نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق
الصفقۃ یعنی مبیع مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے
چاہی باقی مین بیع تمام کرے چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ھم کل تاملنے سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق
ہونے مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجی اور
اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو مشتری مختار ہی قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ھم یعنی اگر استحقاق سو باقی مین
عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی مین مختار ہی چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہی پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ
شئی واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اوسکو باقی مین اختیار ہوا اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو
غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہوا اور اوسمین بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اوسمین اختیار
پھیرنے کا نہین کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدھما دون الاخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدھما
خیر اور اگر دو چیزین خریدکین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہی جو ما قبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہوا تو
مشتری مختار ہی وھو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے
عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ھم حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد

عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہہ رضامندی ہے یعنی اب اوسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحاوی فلو خاصمه ثم ترك ثم عاد و
خاصمه فله الرد ما لم يوجد مبطله كدليل الرضى فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو
اوسکو پھیرنے کا اختیار رہے گا تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصة لو لم يجد البائع حتى هلك عنده رجع
بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہو گئی تو بقدر نقصان ثمن کے پھیر لے واللبس والركوب
والمداواة له وبه علامة رضى بالعيب الذي يداويه فقط ما لم ينقصه برجندي اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی
دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اوسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی یعنی
اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہہ رضا ہے کیونکہ یہہ دلیل ہے اوسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریان ہین اور ایک
بیماری کی اوس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد
تھا اور دوا اسکی درد کے واسطے کی تھی اور اوسکا شل ہو گیا یا آنکھ میں اوسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اوسکو پھیر نہین
سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوسمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی المحیط وكذا كل مفيد رضى بعد العلم بالعيب يمنع الرد والارش اور
اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض على البيع
الا اذا وجد ما لم يوفه فعرضها على البيع فليس برضى كعرض ثوب على خياط لينظر ايكفيه ام لا وعرضه على
المقومين ليقوموا اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جبکہ اونکو کھوٹا پایا پھر اونکو بیع کے واسطے
پیش کیا تو یہہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اوسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے
کرنا اوسکا قیمت والون کے آگے تا اوسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ہے اور منجملہ دلائل رضامندی کے اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع
عیب کے اور صحیح یہہ ہے کہ دوسرے بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال له البائع اتبيعه قال نعم لزم ولو قال
لا لا لان نعم عرض على البيع ولا تقرير للملك بزازية اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہے اوس نے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی
اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہین کہنا بائع کی ملک ثابت
رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنی یہہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہہ تیری ملک ہے لا يكون رضى الركوب للرد على البائع
او ليشتري العلف لها او السقي لها والحال ان المشتري لابد له منه اي الركوب لعجزه او صعوبتها رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے
کے واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کے واسطے یا اوسکو پانی پلانے کے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور
کی سرکشی کے هم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار رہونیکے نہین ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل
رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وهل هو قيد للاخيرين او للثلاثة استظهر البرجندي الثاني واعتمد المصنف
تبعا للدرر والبحر الشيخاني وغيرهم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خریدنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینون کی قید ہے برجندی نے
ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرحین درر اور بحر الرائق اور شیخی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے هم
مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لابد له منه قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہین
اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنی تا خلاف متبادر نہ ہوتا خلاصہ نہیہ ہو کہ یہان دو قول ہین ایک قول میں اطلاق ہے اور
دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی المحیط ولو قال البائع ركبتها لحاجتك وقال المشتري بل لاردها فالقول للمشتري بحر اور بائع نے
مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اوسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر رق

الفیہ ثم وجد بہا عیبا فی السفر فحملہا فہو عفو کذا فی فتح القدیر اور فتح القدیر میں ہے کہ جانور میں عیب پایا حالت سفر میں پھر اوسپر بوجھ لادا تو یہہ عذر ہے یعنی بعد سفر کے
اوسکو پھیر سکتا ہے ہم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہیں سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ میں تلف ہونے سے خوف تلف ہو جانیکا ہو اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اوسکے چارہ لادنیکے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع
او اجزائہ او متعدد کالبیوت مع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا
قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد میں کہ ایک ہے یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جائے پھیر نیکی
صورت میں یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار میں تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار مبیع میں
یا اوسکی صفت میں یا تعیین میں ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہے کہ دو غلام خرید کئے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونوں غلام قبض کئے
اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری
فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو پھیر دے بسبب خیار شرط کے
یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہیں تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین میں اور اگر آیا تا اوسکو پھیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول
معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونوں نے مبیع کے طول اور عرض میں اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت میں
داخل ہے تو اسمیں مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی میں ہے ظہیریہ ہی خلافا للشارح کذا فی الحواشی اشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کئے دو غلام یعنی وہ دو چیزیں بصفقہ واحدہ خریدکیں کہ اونمیں سے فقط ایک چیز سے انتفاع ممکن ہو
ہم شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلاموں کا متن میں بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہے کہ دونوں کا ثمن جدا جدا ذکر نہیں
کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ
الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزوں میں سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمیں یا دوسری چیز میں وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر
قبضہ کرنیکے بعد تو دونوں کو لے یا دونوں کو پھیرے ہم یعنی فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ
اسمیں تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہیں ولو قبضہما رد المعیب
بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونوں چیزوں پر قبضہ کر لیا تو فقط عیبدار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے حصہ کے موافق
ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب میں صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما الآخر بحیث لا یعمل بدونہ فوجد ببعضہ عیبا
فان لہ رد کلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشئی واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایہ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز
جیسے گیہوں اور جو یا وزنی چیز جیسے گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اوسکے چنانچہ بیلوں کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہے کہ کام نہیں کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلی یا وزنی میں یا ایک موزے یا ایک بیل میں عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ
سب کو پھیر دے یا عیبدار کو بھی رکھے اوسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شئے واحد کی مانند ہیں اگرچہ تولی یا ناپ کی چیز دو برتنوں میں
ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم
یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزءہا خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا
اوسکو مساس کیا شہوت سے پھر اوسمیں عیب پایا تو اوسکو نہ پھیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہہ دلیل ہے کہ مشتری
نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی ہے درمنی اوسکا جزو بدن ہے ہم یعنی اگر اب پھیر دے تو ایسا ہوگا کہ گویا اوس نے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی

من الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین اگرچہ خروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہی وطی کا لہذا حکم وطی مین ہی ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردّہا وان بکرًا لا یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہی اگر وہ ثیبہ ہو تو اوسکو پھیرے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے لبسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا لم یردّہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردّہا لعدم الشرط اور منظومۂ محبیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط مین ہی کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے شرط واسکے عدم منظومہ کی روایت مین مراد یہہ ہی کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا ما قبل کے موافق ہوجاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت اس پر محمول ہی کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہوتا ہی تو اب دونون روایتون مین تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر فیرد المبیع مع النقصان علی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اوس لونڈی کو قبول کرلیا تو پھیر دینا جائز ہی اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تہا سو جبکہ وہ راضی ہوگیا تو امتناع زائل ہوگیا اور پھیر دینا پھر جائز ہوگیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے براسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر یعنی نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جبکہ پھیرنا ممنوع تہا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تہا اوسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی ظہر عیب بمشری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک علی المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز مین جو خریدی ہوئی تہی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے بیعکو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہوگی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہوجاتی ہی بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہی کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیگا حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ او سرقۃ ردّ المقطوع او امسکہ ورجع بنصف ثمنہ وقبض ثمنہ ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا اوس سبب سے جو واقع ہوا تہا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لیا اور اوس کا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اوسکا پھیر لینا قبول کرے تو پورا ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتہہ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کرین یعنی ایک بائع دوسری بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بہی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الخلاصہ وصح البیع بشرط البراءة
من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجھولة لا تصح عندہ وتصح عندنا لعدم افضائہ
الی المنازعة ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرد بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین براءت مین منازعت کو نہین پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بسبب کسی عیب کے اوسکو پھیر نہین سکتا ہم براءت عیب کی یہہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سی کلیہ ہے کہ عقد لازم ہو جاے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہین ہوتا اگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سی خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد و مالک بالموجود لقولہ من کل عیب بہ
اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھہ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھہ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سی عیب موجود کے ساتھہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس
صورت مین مشتری پھیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سی جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین نرہے کذا فی المجلی ابرأ ہ
من کل داء فھو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوہرة لانہ المعروف فی العادة
وما سواہ فی العرف مرض اگر بائع نے ابرا کیا ہر دار سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی ختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ دار عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوای بیماری باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ دار مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو دار کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو دار بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأہ من کل غائلة فھی السرقة والاباق
والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہر چند لغت مین غائلہ کے معنے شر اور بدی ہی لیکن کیہ
تخصیص عرف اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ایاہ اشترہ فلا عیب بہ فلم یتفق بینہما
البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ اقرارہ السابق بعدم العیب لانہ
مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین پھر
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اوسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق
اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الخطاوی ولو عینہ ای العیب فقال لا عور بہ او لا شلل
لا یرد لاحاطة العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کالا صبع الزائدة ثم وجدھا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید لیا

اور پہر کبھی نہ بہاگا اور بیعین ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پہیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں
ہو جاتا اور نعمۃ چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہین ہی مشتری نے زائد انگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پہیر دینا جائز ہی باوجود
نفی عیب کے بسبب متیقن ہو جانے اسکے ہونیکے قال لآخر عبدی هذا آبق فاشتره منی فاشتراه وباعه من آخر فوجده المشتری
الثانی آبقا لا یرده بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرهن انه ابق عنده لان اقرار البائع الاول لیس بحجة
علی البائع الثانی الموجود منه السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہہ غلام بھگوڑا ہی تو اسکو مجھ سے خرید کرلے سو اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھہ بیچا پہر مشتری ثانی نے اوسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پہیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت
نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بہاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع
اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہوسکتا کذا فی الحاوی اشتری جاریة لها لبن فارضعت صبیا له ثم وجد بها عیبا کان له ان یردها
لان هذا استخدام اگر خرید کی تہی دار لونڈی سو اوس نے دودہ پلایا مشتری کے لڑکے کو پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہی اسواسطے
کہ دودہ پلوانا خدمت لینا ہی یعنی اور خدمت لیکر پہیر دینا جائز ہی بخلاف الشاة المصراة فلا یردها مع لبنها وصاعا من تمر بل
یرجع بالنقصان علی المختار شرح مجمع وحررناه فیما علقناه علی المنار بخلاف اوس بکری کے جو کم شیر تہی سو اوسکے بائع نے
اوسکے تہن باندہ دیے یعنی دو چار روز دودہ نہ دوہا تا اوسمین دودہ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودہ والی ہی تو اوس بکری کو
نہ پہیرے اوسکے دودہ کے ساتھہ یا ایک صاع کہجور کے ساتھہ بلکہ بقدر نقصان ثمن پہیر لے بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہی منار کی
شرحین کما لو استخدمها فی غیر ذلك وفی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس
یتوسعون فیه وهو للاختبار وفی البزازیة الصحیح انه رضی فی المرة الثانیة الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انه مرة
لیس برضی الا علی کره من العبد چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودہ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پہیر دینا جائز ہی اور
مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگونکے نزدیک وسعت ہی تنگی نہیں اور استخدام
آزمایش کے لیے بہی ہوتا ہی کہ مملوک لائق کار ہی یا نہین اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہی مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری
مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری
لیس به یعنی بالمبیع اصبع زائدة او نحوها مما لا یحدث مثله فی تلك المدة ثم وجد به ذلك کان له الرد بلا یمین لما مر
مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہوسکے پہر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا
تو اوسکو پہیر دینے کا اختیار ہی بدون قسم بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب کورین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہوسکتی
تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تہا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیك من کل عیب به الا الاباق فوجده
آبقا فله الرد ولو قال الا اباقه لا لانه فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفه به فلم یکن اقرارا باباقه للحال وفی الثانی
اضافه الیه فکان اخبارا بانه آبق فیکون راضیا به قبل الشراء خانیه بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے
جانب اسکے ہر عیب سے سوای گریختگی کے پہر اوسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اوسکو پہیرنے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ مین اوسکے ہر عیب سے
بری الذمہ ہون سوای اوسکے بہاگنے کے تو پہیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہین کی اور نہ
اوسکو موصوف گریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کردی
کہ وہ بہگوڑا ہی تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین [illegible]

صلح کر لینے سو و علی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیه لا یصح لانه لا وجه له غیر الرشوة
فلا یجوز۔ اور بالعکس اوسکے وہ یہہ ہے کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پہیر دے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی
کوئی وجہ نہین سوای رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ھم سوداگرون کی اصطلاح مین اسکو احمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہے
کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہے کہ رشوت اور ہدیہ مین یہہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچہہ دے
بشرط اوسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحه علی مال ثم برئ او ظھر ان لا عیب فللبائع
ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجة المشتری لا قنیة اور صغری مین ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے مصالحہ
کرلیا کچہہ مال پر پہر وہ عیب زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اوسمین کچہہ عیب نہین تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اوسکو پہیر لے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے
معالجہ کرنے سے تو پہیر لینا جائز نہین کذا فی القنیة رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی به یساوی الثمن
المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اوس عیب کے ساتھہ جو اوسمین موجود ہے
قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اوسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہین چاہے تو پہیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی
لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چہپانا عیب کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنی
تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتون مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمة ودفع الثمن مغشوشا جاز ان
کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب مین خرید کرے اور کہوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ
غلام ھم اشباہ مین جہان سے شارح نے یہہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب ہے اور ثمن کہوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے
اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہین انتہی اور اسی کی موافق قاضیخان مین یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو
اون کو کہوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کہوٹے درم دینے جائز
نہین انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت مین دہوکہا کہایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا
الثانیة یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہہ ہے کہ کہوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم مین جائز
ہین کذا فی الاشباہ ھم جبایات ہمارے موجودہ نسخون چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہین اور درمختار جبایات کی جبایت وہ ہے جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیها رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہے کہ پہیر دینا مبیع کا
عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ھم سب کے حق مین فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق
مین فسخ ہو اور یہہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع مشتری کے مملوک ہین تو اونکو اصل کے ساتھہ نہ پہیرے کذا فی الطحطاوی
عن البحر احدهما لو احتال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالة ایک صورت یہہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پہر
مبیع پہیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ھم صورت اوسکی ذخیرہ مین یون ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پہر بائع نے اپنے
قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا لیکن ثمن پہر غلام مر گیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پہیر دیا گیا خیار الرؤیة یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین ہوتا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کریگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح
کی عبارت مین موضوع ہے نہ بر زائد ہے کذا فی الطحطاوی الثانیة لو باعه بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز
قبل قبضه ولو کان شیئا لا جاز دوسری صورت یہہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اوسکے پہیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی
اور مبیع مال منقول تہا تو یہہ بیع جائز نہین قبل اوسکے قبضہ کرنیکے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہو لی ھم غیر مشتری کی قید سہو علی لگائی

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازیة شری عبدًا فضمن له رجل عیوبه فاطلع علی عیب وردّه لم یضمن لانه ضمان العهدة وضمنه الثانی لانه ضمان العیوب وان ضمن السرقة او الحریة او الجنون او العمی فوجده کذٰلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہو وفی جواهر الفتاوی شری ثمرة کرم ولا یمکن قطعا فیها بعلبة الزنابیر ان بعد القبض لم یردّه وان قبله فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر فله الفسخ لتفرق الصفقة علیه اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خرید کئے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے ہون بھڑون کے کہا جانیسے تو اوسکو فسخ بیع مین اختیار ہو بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کئے تھے وہ پورے باقی نرہے بھڑون کے کہا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین هم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامتی دین مقصود ہے تا تغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو ہو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی یا تمام اسباب کے سبب سے کذا فی النهر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروه وقد یذکر فیه بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور کبھی اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین هم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عشر سی غفر فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ کیطرح لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھہ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحت مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فهو مبطل وما اورثه فی غیره فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد بیع کا ہے شرح بدلیع مین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی بیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو بطور یکہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سی بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو بطوریکہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہہ خلل ہو کہ بیع منعقد ورتسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضائی عقد کے مخالف ہی تو اسطرحکی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اسلئے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا کہ جو شی خلل سے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضائی کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انہین دونون چیزون پر ہی اور اصل سے اوسیقدر مراد ہی جسپر اوس شئی کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہہ صفت ہو [illegible]

قاضی اول کے موافق حکم نہ پایا ہوا ور فتح القدیر سکے نفاذ کا قول اوس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسری قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو عرض بیع ام ولد کا مسئلہ
صدر اول مین مختلف فیہ تہا عمر فاروق اوسکی بیع کے مجوز نہ تہے اور علی مرتضی مجوز تہے پہر تابعین کا اجماع ہوگیا عدم جواز پر پہر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم
دے تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہے خلاف کا فصول عمادی مین ہے کہ قضاء بیع ام ولد مین
دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہہ ہے کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دیوے
تو نافذ ہو ورنہ باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فے الطحطاوی عن العینیہ وفی السراج وَلِاَنَّ هٰؤُلَاءِ کَسُقُوطِ بَیعٍ مُبَعَّضٍ حُکْمًا اور سراج مین ہے
کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اور اونکے ہند سے عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حکماً ہند ہی بطلان بیع مین وَبَطَلَ بَیعُ مَالٍ غَیرِ
مُتَقَوَّمٍ ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہین
کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور گہاس
مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہے کذا فے الطحطاوی کَخَمْرٍ وَخِنْزِیرٍ وَمَیْتَةٍ لَمْ تَمُتْ حَتْفَ اَنْفِهَا
بَلْ بِالْخَنْقِ وَنَحْوِهٖ فَاِنَّهَا مَالٌ عِنْدَ الذِّمِّیِّ کَخَمْرٍ وَخِنْزِیرٍ یہ مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دبانے
اور مانند اوسکے جیسے مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وَهٰذَا اِنْ بِیعَتْ بِالثَّمَنِ ای بالدراہم
کالدراہم وَالدَّنَانِیرِ وَمَکِیلٍ وَمَوْزُونٍ بَطَلَ فِی الْکُلِّ وَاِنْ بِیعَتْ بِعَیْنٍ کَعَرْضٍ بَطَلَ فِی الْخَمْرِ وَفَسَدَ فِی الْعَرْضِ
فَیَمْلِکُهٗ بِالْقَبْضِ بِقِیمَتِهٖ ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور
دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بہی مملوک نہین ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین
یعنی متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح
ابن کمال وَبَطَلَ بَیعُ قِنٍّ ضُمَّ اِلٰی حُرٍّ وَذَکِیَّةٍ ضُمَّتْ اِلٰی مَیْتَةٍ مَاتَتْ حَتْفَ اَنْفِهَا قید بہ لتکون کالحر وَاِنْ سَمّٰی ثَمَنَ
کُلٍّ ای فصل الثمن خلافاً لهما اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اوس مردار کے
ساتہہ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن بیان ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد
کے مانند ہوجاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک وَمَبْنَی الْخِلَافِ اَنَّ الصَّفْقَةَ لَا تَتَعَدَّدُ بِمُجَرَّدِ تَفْصِیلِ الثَّمَنِ بَلْ لَابُدَّ
مِنْ تَکْرَارِ لَفْظِ الْعَقْدِ عِنْدَهٗ خِلَافًا لَهُمَا وَظَاهِرُ النِّهَایَةِ یَکْفِیکَ اَنَّهٗ فَاسِدٌ اور امام اور صاحبین کی بنا خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی
عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا
تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بِخِلَافِ بَیعِ قِنٍّ ضُمَّ اِلٰی مُدَبَّرٍ
وَنَحْوِهٖ اَوْ قِنِّ غَیرِهٖ وَمِلْکٍ ضُمَّ اِلٰی وَقْفٍ غَیرِ الْمَسْجِدِ الْعَامِرِ فَاِنَّهٗ کَالْحُرِّ بِخِلَافِ الْغَامِرِ بِالْمُعْجَمَةِ الْخَرَابِ فَکَمُدَبَّرٍ اَشْبَاہٌ
وَمِنْ قَاعِدَةِ اِذَا اجْتَمَعَ الْحَرَامُ وَالْحَلَالُ بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور مدبرہ اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتہہ یا غیر کے غلام کے
ای غلب الحرام ۱۲
ساتہہ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتہہ سوای مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتہہ مل کر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے
جیسے آزاد کے ساتہہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتہہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتہہ جائز ہے چنانچہ یہہ تصریح اشباہ
مین ہے بخلاف اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے وَلَوْ مَحْکُومًا بِهٖ فِی الْاَصَحِّ خِلَافًا لِمَا اَفْتٰی بِهٖ الْمَوْلٰی
ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو بہی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے هم
مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتہہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہو فیصحّ بحصّتہٖ فی القِنّ وعبدہٖ والمالِکِ لانّھا مالٌ فی الجملۃ تو صحیح ہو بیع بقدر اوسکے حصہ کے غلام مین مدبر کے
ساتھہ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھہ اور ملک مین وقف کے ساتھہ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف سب فی الجملہ مال ہین ولو
باع قریۃً ولم یستثنِ المساجدَ والمقابرَ لم یصحّ یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نکر لیا تو بیع صحیح
نہین کذا فی العینی ثم بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اوسمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا کرلیا تو قول اصح یہہ ہی کہ ملک مین بیع
صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنابر عادت کے مستثنیٰ ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ
مشروط کے برابر ہی کما بطل بیعُ صبیٍّ لا یعقل ومجنونٍ شیئًا جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی
کہ صبی عاقل کی بیع اور شراء منعقد ہی اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبولٍ ورجیعِ آدمیٍّ لم یغلب علیہ ترابٌ فلو مغلوبًا بہٖ جاز
کسرقینٍ وبعرٍ واکتفی فی البحر بمجرد خلطہٖ بتراب اور باطل ہے بیع آدمیکے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور
وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے بمجرد اوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ہم طحطاوی
نے کہا اگر کوئی کہے کہ نقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پہر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعرِ انسانٍ لکرامۃِ الآدمی ولو کافرًا ذکرہ المصنّف وغیرہ فی بحث شعر
الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اوسکو سور کے بال کی بحث مین ذکر
کیا ہی وبیعِ ما لیس فی ملکہٖ لبطلان بیع المعدوم وما لہٗ خطرُ العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل
ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی ہم معقود علیہ کی شرط یہہ ہی کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی
اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہین تو وہ نہ اوسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع ہی جائز نہین جیسے بچہ
حمل اور تہن کا دودہ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے
اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع ما لیس عند الانسان ورخّص
فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو
انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ہم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یارسول اللہ بعضا شخص میرے پاس بیع
کرنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اوس سے بیع کیا کرون پہر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع ما لیس عندک یعنی نہ بیچ
اوس کو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیعٌ صُرِّحَ بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن وھو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی
تصریح ہے بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال کے ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والمبیعُ الباطل حکمہ عدمُ ملکِ
المشتری ایّاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ھلک المبیع عندہ لانّہ امانۃ وصحّح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی اور بیع
باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پرتاوان نہین اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو جائے کہ وہ
امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی ہم حموی مین ہے کہ شمسی کے نزدیک ضمان [illegible]
اور قنیہ مین وجہ صحت یہہ مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ مصری [illegible]
خان سے منقول ہی کہ ضمان دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہہ ہی کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحر [illegible] وابنہ فقیل باطل
وقیل فاسدٌ وفی وصایاھا بیع الوصی مال الیتیم بغبنٍ فاحشٍ باطلٌ وقیل فاسدٌ وصحّح اور قنیہ مین ہی کہ بیچنا حر کا اپنے باپ
یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان [illegible]

بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر دوسری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب بصحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ
نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب بصحت نقل کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وَذِرَاعٍ مِن ثَوبٍ يَضُرُّهُ التبعيضُ فلو قطع وسلّم
قبل فسخ المشتری عَادَ صحيحًا ولو لم يَضُرَّهُ القطع كَكِرْبَاسٍ جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پہاڑنا
ضرر کرتا ہی چنانچہ عمامہ اور قمیص پہر اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پہاڑ دیا یا کڑی کو چہت سے کہود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پہر کر صحیح ہو
جاویگی اور اگر کپڑے کو پہاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پہاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے هم مانع بیع وجود ضرر تہا لتسلیم کیوقت
سو تہان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جبکہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پہاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ
مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تہا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا شہتیر کا بہی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے
اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وَضَرْبَةِ القَانِصِ بقاف ونون الصَّائِدُ اور فاسد ہی بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کہینچنے کی قانص بقاف
ونون عبارت ہی شکار کرنے والے سے هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شکاری سے کہے کہ مین نے تیری ہاتہہ اسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کہینچنے پر
نکلی تو یہہ بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح وَالغَائِصِ بغين معجمة الغَوَّاصُ اور فاسد ہے
بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون
تیری واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوچکی وَالبَيْعُ فِيهِمَا بَاطِلٌ للغرر بحر ونہر
والكمال وابن الكمال قال المصنف وقد نظمته مثلا اخصر في سلك الفاسد فتبعته في المختصر ويجب ان يُراد به الباطل
لانه ما ليس في ملكه کذا مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ تلامذہ
در رغرر مین اسبیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین بہی اونکا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہی کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ بیع اوس
قسم سی ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اوسکی بیع باطل ہے سوای سلم کے وَالمُزَابَنَةِ هِيَ بَيْعُ الرُّطَبِ عَلَى النَّخلِ
بِتَمرٍ مَقطُوعٍ مِثلِ كَيلِهِ تَقدِيرًا نہر وسم ومثله العنب بالزبيب عناية للنهي ولشبهة الربوا قال المصنف فلو لم يكن رطبا
جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہی تر کہجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک کہجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل
سے کذا فی شرح النہر اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہی بسبب نہی شارع کے
اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کہجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس مین
شبہہ بیاج کا نہین هم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلثة على رأس النخل بتمر بالتاء المثناة لیکن کچھ خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے
کہ ثمر بثا مثلثہ عبارت ہی بار درخت یعنی پہل سے اور پہل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کہجور کا بیچنا خشک کہجور سے بطریق ظن و تخمین جائز
ہی اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہی جو شارح نے کی وَالمُلَامَسَةِ لِلسِّلعَةِ اور فاسد ہی بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتہہ لگانے سے
بیع کا واجب ہونا هم مغرب مین ہی کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چہوا یا مین نے تیرا کپڑا چہوا
تو بیع واجب ہوگئی اور مستصفی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ ہے کہ کہے مین تیرے ہاتہہ یہہ متاع بیچتا ہون اتنے کو سو جب کہ مین تجہکو چہوؤن اور ہاتہہ لگاؤن
تو بیع واجب ہے یا مشتری اسیطرح کہے کذا فی الطحطاوی و فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چہوئے تو چہونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیۃ اور یہہ اسطرح کہ مثلا اندہیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو وَالمُنَابَذَةِ اي نَبْذُهَا للمشتري اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے
سامنے هم منابذہ یہہ ہی کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہی یعنی بلا تامل و بلا
خیار فسخ وَالقَاءِ الحَجَرِ عليها اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی هم صورت القاء حجر کی یہہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی ثمن ہو ع الجاہلیۃ فنُہی عنہا کلہا عینیہ
لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین ایہ شرع
ان سبے نہی واقع ہوئی ہے کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہوچکا ہو کذا فی البحر ان
بیوع مین وجود قمار ہے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتہہ لگادے
تو وہ تیرے ہاتہہ بیچا اور جبکہ ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچنا بعوض
گیہون کے برابر چلنے مین ظن وتخمین سے کذا فی النہر و بیع ثوب من ثوبین و عبد من عبدین لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما وھلکا معاً ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح پہر اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتہہ ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے
ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہوا اور ایک
اولے نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہے پہر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتباً ضمن قیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اوس کپڑے کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پہیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد مالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وھذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط خذ ایّھما شاء جاز کما مر اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہا اوس نے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا ہے فلانا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور یہہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہوچکا والمراعی ای الکلاء واجارتہا اما بطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گہاس اور چارے کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اوس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گہاس اور آگ مین ابوداؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء
فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گہاس کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گہاس چرلینا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکہہ چھوڑا ہو اور گہاس کو کاٹ نرکہا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بہر رکہنے
اور گہاس کاٹ رکہنے کے پانی اور گہاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اونکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہہ بہی محل ہے جب کہ گہاس

خودرو ہوا در اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گھاس جمائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہے اور
یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتها فلانها علی استهلاک عین ابن کمال اور گھاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہہ اجارہ شئ مباح کے استہلاک پر ہے کذا شرح ابن کمال حالانکہ شئ مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں
چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہوگا کذا فی البحر هذا اذا نبتت بنفسه وان انبته بسقی وتربیة
ملکه وجاز بیعه عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہوتا اوسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبة
علی ثلثة اوجه ان لیقطعه او لیرسل دابته فیاکله جاز وان لیبقیه لم یجز یعنی بہنسی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے
اگر اسواسطے ہے کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمین چھوڑ دے کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اوسکو
قائم رکھے تو جائز نہیں ہم قصیل بقاف وصاد مہملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اوسکو کہتے ہین فارسی مین اوسکو سپست
کہتے ہین وحیلته ان یستاجر الارض لیضرب فسطاطه او لایقاف دوابه او لمنفعة اخری کمقیل ومراح وتمامه فی وقف
الاشباه اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنیکے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندہنے کے
یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے
وقف مین ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی وبیع دود القز اے
الابریسم وبیضه ای بزره وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکے
بیج کی جسکو عرب بزر الفیلق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وهو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکھی مقدور التسلیم جو کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اوسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وهذا عند محمد وبه قالت الثلثة وبه یفتی عینی وابن
ملک وخلاصة وغیرها اور یہہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتویٰ ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصة وغیرهم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت
کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدہے کی بیع کذا فی الشرح المحمودی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اوسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبه یفتی کما
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسیکا فتویٰ ہے بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرها من الهوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلده او عظمه والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمده المصنف وسیجیء فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑون کے سوای ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا مین
رہتے ہین کہ اونکی بیع جائز نہین سوای مچھلی کے اور اوس جانور کی جسکی کہال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلہ تحفہ شارح کا الملتقی
الشرکة فی القز اذا کان البیض منهما والعمل منهما وهو بینهما انصافاً فالا ثلاثاً فاسدة فیم بزر القز او بقرة او دجاجة الاخر
بالعلف مناصفة فالخارج کله للمالک لحدوثه من ملکه وعلیه قیمة العلف واجر مثل العامل عینی ملخصاً ومثله دفع
النحل کما لا یخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی دونون نے

ہوا پس جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں میں آدہوں آدہ ہو نہ تین تہا دو اگر مالک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دین نصفا نصف
پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہوں گے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پر چارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الینابیع ملخصا اور اسیکے مانند ہی انڈے نکال دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہہ سید ہینہیں ہم فتاوی
عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہہ ہی کہ انڈوں کا مالک آدہے انڈے اور مرغیوں کا مالک
آدہی مرغیاں اوس شخص کے ہاتہہ بیع کر دے پہر دونوں سے ابرا کر دے تو اب جو کچہہ پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی المحیط اور اگر آبق
ولو طفلا او لیتیم فی حجرہ ولو وہبہ لہما صح عینی وما فی الاشباہ لا تحلیف ہم اور فاسد ہی بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند
صغیر کے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اوس نے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف
ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتہہ بیع درست نہیں ہبہ درست ہی اور خانیہ کے بعضے نسخے میں اسکے بالعکس مذکور
ہے اور دوسرے نسخہ میں اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تہا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسیکے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والبحر الا ان یزعم انہ
ای الآبق عند الغاصب فیجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہیں جسکو یہہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم پر تہا پہر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچہہ حاجت نہ رہی وہل یصیر قابضا ان قبضہ لنفسہ او قبضہ لہ و لم یشہد نعم اور کیا
مشتری اوسکا قابض ٹہیریگا یا نہیں اوسکا جواب یہہ ہی کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہی اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ٹہریگا یعنی اسواسطے کہ یہہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجای قبض عن المبیع ہی کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے نہ ولو اشہد لا لانہ
قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی عنایۃ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگوں کو
گواہ کیا ہو کہ میں اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹہریگا اسواسطے کہ یہہ قبض امانت ہی تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے
نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ ہم اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرۃ
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہی مگر جب کہ غلام بہاگ گیا غاصب کے پاس سے پہر مالک نے اوسکے ہاتہہ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ ہم یہہ قول معطوف ہی الا ان یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال
وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وہو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الہدایۃ وغیرہا وبہ کان یفتی
البلخی وغیرہ بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پہر غلام پہر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ میں کر دیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بہی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تہا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور بلخی سے
بثلثہ وجوہ کذا فی الطحطاوی ولبن امراۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی
اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہی بیع عورت کے دودہ کی اگرچہ وہ دودہ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودہ آدمیکا جزو ہو اور مملوک ہونا جاندار کے ساتہہ مخصوص ہے اور حالانکہ دودہ میں حیات نہیں تو اوسمیں ملک کا حلول نہیں وشعر الخنزیر

لنجاسة عینه فانه یبطل بیعه ابن کمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز
الشراء للضرورة وکره البیع فلا یطیب ثمنه ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل هذا فی المنتوف اما المجزوز فطاهر
عنایہ اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صرح ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی
ضرورت سے یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نملے تو اوسکا خریدکرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہے تو حلال اوسکا
نہین ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کردیتا ہے بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہ حکم نچے اوکھاڑے بال مین اور
ترا شا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال مربے پرسخت ہوتا ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اوسکے نرم ہوتا ہی آگے مین گرہ دینے کی لائق
لہذا زمانہ قدیم مین موچی اوس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوئی سے سیتے ہین وعن ابی یوسف کرہ الخرز به لانه
نجس ولذا لم یلبس السلف مثل هذا الخف ذکره القهستانی ولعل هذا فی زمانهم واما فی زماننا فلا حاجة
الیه کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مکروہ ہی موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسیواسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہی اور شاید کہ یہہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے
زمانے مین اوسکی کچھ حاجت نہین یعنی بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہی کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی
وجلد میتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصله ههنا اعتمادا علی ما سبق قاله الوانی
فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کھال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع بچے جسمین ثمن لینی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھہ کہا ہی
وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیئے وبعده ای الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیة اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع به لطهارته حینئذ لغیر الاکل
ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقوله تعالی حرمت علیکم المیتة وهذا جزؤها اور جانور مردہ کی کھال
سے فائدہ لیا جائے بسبب اوسکے پاک ہوجانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہے سوای اوسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تمپر حرام کردیا جانور مردہ اور یہہ یعنے کھال جز ہی مردہ کی وفی المجمع ونجیز
بیع الدهن المتنجس والانتفاع به فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہے کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سوای کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوای اوسکے جسکے ذکر عبارت
سے چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحله حیوة منها کعصبها وصوفها کما مر فی
الطهارة جیسے فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روان چنانچہ مذکور
ہو چکا کتاب الطہارة مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل
کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقابلہ کرنیکے جائز ہی کذا فی المنح وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوکیله من الذی اشتراه ولو حکما کوارثه بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
کل الثمن الاول صورته باع شیئا بعشرة ولم یقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم یجز وان رخص السعر للربوا
خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل سے بیچی اوسکا خریدکرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز مثلاً دس
درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پہر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہی بخلاف
امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پہر پانچ کو خرید کیا تو پانچدرم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا درصورت عدم ضمان کے
حالانکہ یہہ حرام ہی لہذا اسنے شرح الزیلعے مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل
قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کے قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بہی باقی رہیگا تو خرید
جائز نہوگی کذا فی المحیط وہی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر
عبدہ ومکاتبہ اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہین چنانچہ اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے
تو اوسکا خرید کرنا بہی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوای اوسکے غلام اور
مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا
کما لو شراہ بازید او بعد النقد اور ضروری ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن
مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے
ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل
منہا ہہنا وفی قضاء دین وشفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء وبقاء وامتناع مرابحۃ وزاد زکوۃ وشرکۃ
وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ
مسئلون مین از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادای دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع
مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ
اسکو مصرح بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کیطرف نسبت کرکے اور اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تہا
پہر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد
الجنس ہین اور ادای دین کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تہا سو اوسنے ادای دین مین ٹیلو تہی کیا پہر اوسکے دنانیر قاضی کے
ہاتہہ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلاکر ادای دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادای دین نہین کرسکتا
امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گہر کو ہزار درم سے خرید کیا پہر تسلیم شفعہ ہوئی
پہر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گہر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت
ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہوگی اور
اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتدا مضاربت کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے
ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پہر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور
فائدہ برقرار رہیگا شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا
پہر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پہر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرسکے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرکے
اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا
دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکت کی یہہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان

ف تفصیل اجمال آنکہ فشتہ ہوا دران دینار و درہم کا الجنس

منعقد ہوگی اور اشیاء مستلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہو چاہے دراہم سے اوسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی کچھ صورتین
کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ مین عشر ہے اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ مین ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار مین یا دس
ہزار درم مین تو اشیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد
ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاتا ہے عوض کی
ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اوسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جب کہ خرید کرے تو مشتری کو
اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کے جائز
ہے خواہ ثمن متعین ہوجاتا ہو تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اوسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے
کہ اصل بیع مین مبیع ہے نہ ثمن وجمع البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول
وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہما ولا یشیع الفساد لانہ طارئ ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اوس چیز مین جو ملائی
گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلا اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلا کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع
اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین شائع
ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی و
بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ
بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز لانہ موافق لمقتضی العقد اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو
تول دے اوسکے ظرف کے ساتھہ اور اوس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضای عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے وزن کے برابر
اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز
ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق
مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ٹھہری کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن ہمیشہ یا اکثر متفرق
ہے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھہ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ
فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار مین تو مشتری کا
قول معتبر ہے قسم کے ساتھہ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنے او ہے بمعنے مانعۃ الخلو اسواسطے کہ کاہی ظرف
کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہہ
وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ یہ ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ
رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہے تو مشتری قابض
ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا
اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھہ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح
اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ ولیس لہم قال الامام تقاسم
بلا ریب ولم ینفذ کذا البیع مثل کرہ اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ مین یہہ بیت ہے کہ امام [illegible] نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذہ کا

جب نہیں اور اسیطرح اوس سبب سے بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہیں اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے
کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وفی معایاتها وارتضاه فی الغاز الاشباه وما لك ارضه
لیس یملك بیعها لغیر شریك ثم لو منه ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل سکتا ہین یہہ بیت ہی اور شرنبلالیہ کی پہیلیوں مین اسکو پسند
کیا ہی کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہیں سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو ہمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے
جواب پر مطلع نہیں ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین
بھی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدّ ای بیّن له طول وعرض او لا وهبته بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی
حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبیّن یقدّر بعرض باب الدار العظمی اور جب
کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گہر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹہیرایا جاویگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح باب الدار
الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اوس سے پہلا دروازہ ہے گہر کا نقطے لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بہی باب الدار العظمی
وارد ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچہہ حاجت نہیں اسواسطے کہ بڑی گہر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتی ہین واللہ اعلم لا بیع
مسیل الماء وهبته لجهالته اذ لا یدری قدر ما یشغله من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اوسکا بسبب اوسکے
مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہیلتا ہی اوسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی
بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اوسکی بیع
اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق
مراد ہی تو اگر زمین پر مسیل ہے سو مجہول ہی اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق التعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین
ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہی کہ اسکے طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہی یہہ اوس
صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہوا اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہوا اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ مین
ملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ شمنی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجی لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بھی اوسکی بیع
جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الجلبی وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا
وحده فی روایة وبه اخذ عامة المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححه ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے
حق کی بیع زمین کے ساتہہ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور
دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتہہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص
زمین کا مالک ہی اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع
صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاهر الروایة فساده الا تبعا خانیه وشرح وهبانیه وسنحققه فی احیاء الموات
اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانوروں کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتہہ بالاجماع اور فقط باری
بیچنا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہیں اور یہہ قول مشائخ بخارا کا
مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایت مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتہہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات
کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وهبته سواء کان علی الارض لجهالة محله کما مر او علی السطح لانه حق التعلی
وقد مر بطلانه صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ اسیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہوچکا قبل اسکے یا جہت پر پرموہ اسواسطے کہ وہ حق نفلی ہے اور اسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہوچکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وهو
اول یوم من الربیع تحلّ فیه الشمس برج الحمل وهذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحلّ فی الحوت و
ما الاربع سبعة فاذا لم یبیّنا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اوس ثمن سے جو مؤجل ہے نوروز تک نوروز پہلا دن ہے
فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہہ نوروز سلطان ہے اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہے جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور
ہرچند ہمنے سات نوروز شمار کئے ہین پہر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صحح
ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمهرجان هو اول یوم من الخریف تحلّ فیه الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین
مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ہم مہرجان معرب ہے مہرگان کا چونکہ وہ دن بہی متعدد
ہے نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہین وصوم النصاری وفطرهم وفطر الیهود وصومهم فاکتفی بذکر احدهما سراج اور نصاریٰ کے
روزہ رکہنے اور نرکہنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ نرکہنے اور رکہنے کی مدت سے بیع صحیح نہین مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیون
کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یدر المتعاقدان النیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اوس وقت صحیح نہین جب
کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اسواسطے
کہ اب جہالت مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون یوما بخلاف نصاریٰ کے
روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصاریٰ کی مدت
پچاس دن ہین ہم دوہر مین متر تاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور
قہستانی مین ستاون دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانها
تتقدم وتتأخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کہیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنی کہلیان پانڈہنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ
امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتاہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها ای عن هذه الاجال ثم اجّل الثمن
الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فیفسد ولو الی معلوم شمنی الیها صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات
مذکورہ کے پہر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو اسطرح مدت ٹہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ
مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ہم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع
ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی هذه الاوقات
لان الجهالة الیسیرة محتملة فی الدین والکفالة لا الفاحشة چنانچہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کم جہالت دین
اور ضمانت مین محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصورة المذکورة
قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال
وابن ملک بجهالة فاحشة کهبوب ریح ومجیء مطر فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل یعنی یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہوجاوین قبل
اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہوجائیگا اور منقلب بجواز نہوگا بالاتفاق کذا صحح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلنے
اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شراءهما
وکّل المسلم ذمیا او امر المحرم غیره ای غیر المحرم ببیع صید لا یعنی صح ذلك عند الامام مع اشد کراهة کما صح ما مر

لان العاقد یتصرف باھلیتہ وانتقال الملک الی الآمر حکمی وقالا لا یصح وھو الاظھر شرنبلالیہ عن البرہان یاسی امر کیا
مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کو واسطے یعنی یہہ توکیل اور
بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت مین اور غیر محرم
وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہہ امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ یہ عقد کو صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان پھر جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا مع کراہت کے
ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنادے یا اوسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق
کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی النادر ق اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف
ہی نیز رو پر ہے بلکہ معطوف علیہ البیع ہے لیز ورشہ نہ لفظ نیزو کما لا تخفے شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہے کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی
وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او
فیہ نفع لمبیع ہو من اھل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن
مفسدا کما سیجیٔ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی
نہین اور نہ اوسکے مناسب ہے اور اوسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اوسمین فائدہ ہے اوس مبیع کا جو اہل سے استحقاق منفعت کا اسطرح کہ مبیع آدمی
ہوا ور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اس کا ذکر آویگا اور جو شرط
عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا بیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو شرط عقد سے واجب نہین اور
عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی منفعت نہو
جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نہ کرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی
نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ ولم یرد
الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط کہ
اوسکا رواج نہ جاری ہوا ہو اور نہ شرع مین اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانے کی
شرط کے ساتھ یا اوس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء
مثال لما لا یقتضیہ العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سیوے یہہ مثال ہی اوس شرط کی
جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین فائدہ ہی مشتری کا ہے اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ باغ کی بیع مین بائع اوسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی
بیع مین یہہ شرط کرے کہ بائع اوسمین مسجد بنا دے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال
لما فیہ نفع للبائع وانما قال شہرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام یا یہہ شرط
کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہہ مثال ہے اوس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ ذکر ہو
چکا ہی کہ جب خیار شرط تین دن کا ہو تو ان دنون مین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد القبض
ولزم الثمن عندہ والا لا یا یہہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکے قبضہ
کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ
او یستولدھا ولا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع للمبیع یستحقہ یا یہہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو

فصل ذکر بیع بشرط

حرم بنا دی یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج نہو جیسے اعتاق وغیرہ اوس شرط کی مثال ہے جسمین نفع ہی اوس مبیع کا جو مستحق نفع کا
ہو اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ
پھرے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقوله فیصح البیع بشرط یقتضیه العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیه ولا نفع فیه لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنها فلان او ان یقرضه
البائع او المشتری کذا فالاظهر الفساد ذکره اخی زاده وظاهر البحر ترجیح الصحة پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس
قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک بیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے
یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہین اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گھر مین فلان شخص
اجنبی رہے یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر
دلالت کرتا ہی کشرط ان لا یبیع عبر ابن کمال بان یرکب الدابة المبیعة فانها لیست باهل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین
جیسے یہہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ
اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیه لکن یلائمه کشرط رهن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد
مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ھم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس
شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھہ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہی ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین
ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر ایسے اور اشارہ الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل
تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دیدے تب تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن
غائب ہوا اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف به کبیع نعل ای صرم سماه باسم ما یؤول
الیه یعنی علی ان یحذوه البائع ویشرکه ای یضع علیه الشراک وهو السیر ومثله تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل
بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور تسمہ ڈال لگا دے اور ننگے مانند کیلین جڑنا کھڑاون
کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی
شراک بکسر اول عبارت ہے سیر لفتح سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال او تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہے ھم صرم لفتح صاد معرب ہی
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وهذا اذا علقه بکلمة علی وان بکلمة ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقته کخیار
الشرط اشباه من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے
اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہو گی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچی بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہوا ورم اوسکی رضامندی کی
مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فی الاشباه من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن
کمال باذن بائعه صریحا او دلالة بان قبضه فی مجلس العقد بحضرته او جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سے خواہ
رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے بطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال نے بیان مین بجای رضای
بائع اذن بائع مذکور ہی ھم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضای بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر امر بائع کی ہی اور
امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا
امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبه خرج الباطل وتقدم مع حکمه مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امر لیے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہوچکا ھ بیع باطل کا حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی
ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور یہی پر فتوی ہی
وحینئذٍ فلاحاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان
الفاسد یعم الباطل مجازاً کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی
تو کچھہ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کہ دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ
اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازاً چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج
باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا ھ حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین
ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہو باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضٰی
اس قید کا یہہ ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن
فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ھ نہی بائع کی قید کی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ نصاب جامع
مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری اسواسطے کہ درصورت خیار شرط کے قبض سے ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار شرط سے
ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولے نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط بیع پر قبضہ
کریگا تو اوسکا مالک ہوگا ھ یعنی اوسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہی اور اگر
اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب
نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ
لہ کذلک فاسداً لایملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بہی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالی کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپ کے بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ھ بحر الرائق مین یہہ
مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ او یستعملہ انتہی یعنی
باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطے اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگا تاوقتیکہ اوسپر قبضہ
نکرے اور استعمال مین نلاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو
تو استعمال ثابت نہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسداً او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک
لایملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ لمطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لایملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض
ہی مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہو مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہوگا ھ یہہ قول اسپر مبنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا
قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اوسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور تمام تفاریق
مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وإذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا
وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقاراً اشباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگی
سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اوسکا کہانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس
اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ھ مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا
جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع منقطع نہین ہوا بوجہ فسخ

اور یہہ مراد اوسکے ہے فی الجوهرة وشرح المجمع ولا شفعة بها اى بما شرى شراء فاسدا اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہے کہ شفعہ نہین ہے بسبب خرید کرنے زمین کے بطور
فاسد کے یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بھی شفعہ نہین لیسکتا مثلا
ان مثليا والا بقيمته يعنى يوم بعد هلاكه او تعذر رده يوم قبضه لانه به يدخل في ضمانه فلا تعتبر زيادة قيمته كا
كالمغصوب ۔ مشتری قبضہ سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیگا اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اوسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ
قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اوسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہہ ہے کہ مبیع کو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے
رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا فی النهر والقول فيها للمشترى لانكاره الزيادة اور قیمت مین مشتری کا قول معتبر ہے بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ويجب على كل واحد منهما فسخه قبل القبض ويكون امتناعا عنه ابن ملك اور واجب ہے
ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک ھ بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف
کرتا تا امتناعا عنه مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی او بعده ما دام المبيع بحاله جوهرة في يد المشترى اعداما للفساد لانه
معصية فيجب رفعها بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ مین ہے یہہ وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہے اسواسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اوسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ھ اور اگر مبیع مین کچھ تصرف مانند ہبہ اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اوسکا ذکر
عنقریب آویگا ولذا لا يشترط فيه قضاء قاض لان الواجب شرعا لا يحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے
لہذا فسخ کرنے مین حکم قاضی شرط نہین ہے اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہین کذا فی الدرر واذا اصر احدهما على امساكه وعلمه
القاضى فله فسخه جبرا عليهما حقا للشرع بزازيه اور جب کہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ
کر دینا بیع فاسد کا دونون پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسیواسطے کہ وجوب جواز سے مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اوسکا وكل مبيع فاسد رده المشترى على بائعه بهبة او صدقة
او بيع او بوجه من الوجوه كاعارة واجارة وغصب ووقع في يد بائعه فهو متاركة للبيع وبرئ المشترى من ضمانه
قنیہ اور جس بیع فاسد کو مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور
واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتھ مین تو یہہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہہ متارکہ بیع سے
لیکن ظاہر بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الى المستحق بجهة اخرى اعتبر واصلا بجهة
مستحقة ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا وتمامه في جامع الفصولين اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق
ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کیطرف سے پہونچے اور اگر
اوسکے طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ھ اگر مشتری نے بیع فاسد غیر مالک کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور
اوس نے مالک کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ
نہ پہونچی کذا فی المنح اب لگے مصنف لانے وہ مسائل شروع کرکے جنمین بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باعه اى باع المشترى المبيع الفاسد
بيعا صحيحا باتا فلو فاسدا او بخيار لم يمتنع الفسخ لغير بائعه فلو منه كان نقضا للاول كما علمت پس اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیچا بطریق
بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور پر بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا ہوگا اوسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو
یہہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا ھ مصنف کے اس قول مین وکل بیع فاسد الخ وفساده بغيره لا كراه فلا ينتقض كل تصرف

المشتری اور حالانکہ فساد اوس بیع کا بدون الزام کے ہے اور اگر فساد اوسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز
ہونگے او وھبہ وسلمہ او اعتقہ او کاتبہ او استولدھا ولو لم تحبل ردھا مع عقرھا اتفاقا اگر مشتری نے مبیع بیع فاسد کی غیر
بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اوسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگئی ہو تو اوسکو پھیر دے اوسکے مہر مثل کے ساتھ
بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر
المشتری قابضا اقتضاء فقد ملک المامور ما لا یملکہ الامر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا
مشتری کے آزاد کرنے سے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس
غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسو یا
بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جسکا امر
کرنیوالا مالک نہین وما فی الخانیۃ علی خلاف ھذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے
قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اگر
قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے
اور اسیطرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استھلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین
علی خلاف ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا
جب کہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو
مفصل بیان کیا ہے ھم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنا دے انتہی نہر الفائق
مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہہ بہتر ہے تغلیط اسکی (غلط قرار دینے سے ۱۲) اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رھنہ او اوصی
او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن کیا
یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنی بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف
یا رہن یا وصیت یا تصدق کے بیچ مین سے اور فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے اوس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ھم
اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد متعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر چند مسائل مین اجارہ فاسدہ ہو پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے
کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو
اجارہ دیا تو بائع کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتہی چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور
اسیطرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہے کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی
غیر الاجارۃ والنکاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب نفاذ بیع فاسد کا ھم اجارہ اور نکاح
سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین خروج عن الملک نہین وھل یبطل نکاح الامۃ
بالفسخ المختار نعم ذکرہ الوہبانیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہان باطل ہوجاتا ہے کذا فی الوہبانیہ
ھم یہان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری نے بعد قبض نکاح کر دیا چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام در لونڈی قبل از قبض مین مفروض ہے تو
پھر جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ھبۃ وعجز مکاتب وفک رھن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء
بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بعد

فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادای قیمت کا حکم کیا ہو لیکن بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہہ جائز نہیں ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث
یہ یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اوسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے میں اسکا قائم مقام ہے وبعد الفسخ لا
یأخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف ما لو شری من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
کما ذکرنا ورہن وعقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اوسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اوسکا ثمن منقود دیدے پس ثمن منقود سے ثمن
مقبوض مراد ہی نا عین النقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو
مشتری کو واسطے دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں یہہ اجارہ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے اور شرح زیلعی میں ہی کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
یا دین بائع پر بایعنے مستر داد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسیطرح اگر اجارہ
فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
بدین سابق انتہی تو بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنی دین کے لینے کے واسطے جائز
ہی اور اسیطرح مستاجر کو حبس جائز ہی جب یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہی بلکہ یون کہنا تھا بخلاف عقد صحیح کذا فی الطحطاوی ملخصا
اور یہی طرح شرح التنویر میں ہی فان مات احدہما والموجر والمستقرض والراہن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یأخذ مالہ پہر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اوسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حق دار ہین باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہان تک کہ اپنا مال لے لیوے ہم بعد الفسخ نص علی المتوہم ہے
اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی اسلئے عبارت زیلعی کا یہہ مضمون ہی کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہی
بائع کی حیات میں اسیطرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسیطرح اگر اجارہ فاسدہ لیا اور حسب تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور
اوسکے قرض کے کوئی چیز رہن رکھلی تو اسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شی
مقبوض کا زیادہ تر مستحق ہی باقی غرماء سے کذا فی الطحطاوی فیأخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعین الدراہم
فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں یا دراہم کے مانند اور دراہم لیگا اگر وہ موجود نہوں
بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے یہہ لازم آتا ہی کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت مشترک یہاں تعین ثمن ہی تو جب ثمن بھی
مبیع کی مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو وہ ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تعلیل بیان کرکے
دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یتعین لکنہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہی کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو ثمن کو ثمن میں حاصل ہوا ہی وہ روایۃ
صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت نفع دوسرے قول اصح پر مبنی ہی اسواسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ دراہم
نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی آفندی نے بیان کیا ہی ہم خلاصہ جواب یہہ ہی کہ بائع کو اسواسطے نفع
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہی ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام محمد نے یون مروی ہے کیا

مترجم لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونوں مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا پس مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے
لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہے
تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اوسکا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اوسکا تصدق
واجب نہوا یہ حکم ہر اوس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تہا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین
کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقدین مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق
نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے جب تک بیع متاع کا قبضہ نہو کیونکہ اسمین دونوں کو نفع
حلال نہین چنانچہ عقد مشترین مین دونوں کو نفع حلال ہے کذا فی الخلاصہ ولا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعہ بازید لتعلق
العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح انتہی ... به حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اوس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح کہ مبیع مذکور کو
زیادہ ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے ھ طحطاوی نے کہا عدم حلت نفقہ دل مین منحصر ہے اور اگر
مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کری اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح ما ادعاہ علی آخر فصدق
علی ذلک فقضی ای اداہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیء لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد
الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اوس مال کا جس کا مدعی ہے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی پہر اوسنے
مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اوسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتی
بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہے نہ غیر متعین مین ھ مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ نقدین کا عوض
کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین
اوسنے ادا کردیئے پہر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے
کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پہر جب اسکے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا
تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک فالغصب
فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونوں مین عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو
اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین
کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے ھ نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے
کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک
حلال ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک یا تو ہو قت ... مین اسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے
پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اوسکے باپ کو قرض ادا کردیا تہا سو دونوں کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب ہے تو تم
اسکو غور کرو انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب
لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی مین ہے
کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک سے دوسرے کے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اوسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام
کے طرف نکال لاوے تو اوس کا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہے دینا کے ... تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور
نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اوسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اوس سے خرید کیا اسکو حلال ہے

بیع ... ...

بسبب اوسکی صحت عقد کے ھم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی خریداری حرام ہے مگر کہیہ کہ غارتگر اور غاصب
اوسکی قیمت ادا کرے یا مالک اوسکو معاف کر دے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی
حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین نہین ھم اگر حرمت دریافت
تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہے سوای وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہہ مال ازجہت حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق مین وہ
مال حلال ہے وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمۃ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو باین قید مقید کیا ہے کہ وارث
ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اُسکے مقام مین ھم یعنے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بقہر غصب یا رشوت
لیا ہے تو اسپر واجب ہے کہ اونکو یا اونکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیر یگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبے مین ہے کہ مورث مر گیا اور کسب
اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اوسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقا حرام ہے انتہے اس قول سے معلوم ہوا
کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہی اگرچہ ارباب اموال کو نجانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف بنی اوغرس فیما اشتراہ فاسدا شروع فیما ینقطع
حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اوس
جس کو فاسد خرید کیا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع ہو گیا شارح کہتا ہے یہہ شروع ہے اون مسائل مین جنمین حق استرداد قطع
ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا
ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختون کو اوکھاڑے اور مبیع کو پھیرے اور اسی قول کی
ترجیح دی ہے کمال الدین نے ھم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ مین کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود
ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگاوے تو بالاتفاق قطع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا ہے دوام کے واسطے ہوتا ہے اور کا ہے
نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے نہر الفائق مین تو اسطے حاصل ہونے
بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ھم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے
کیونکہ اوسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہے طحطاوی نے کہا یہہ تعقیب الحوقت مسلم ہو جب کہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہہ کہنا
ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھہ فرق نرہا بیع اور اجارہ مین
وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وضم ادیم علقت منہ اور اسیطرح
مانع فسخ ہی ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگنا اور درخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا
اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری سے ھم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ
کولد او متولدۃ کثمر فلہ الفسخ ویضمنہا باستہلاکہا ومنفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ پس اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدہ
چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے کہ پھل تو اوسکو فسخ کا اختیار ہے اور اوسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوای منفصل غیر متولد زیادتی
کے کذا فی الجوہرۃ ھم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب لاصہ ہے کہ چار ون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہے
اور مشتری پر قیمت واجب ہی زیادتی مین وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ
اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اھ جامع الفصولین مین ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری
کے ہاتھہ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے لیوے ساتھہ یعنے بقدر نقصان کچھہ مال مشتری سے لے اور اگر
نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوئی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار رہے یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

ذکر بیوع مکروہہ

احیاسے کذا فی البحر وَکُرِہَ تحریمًا مع الصحۃ البیعُ عندَ الاَذانِ الاوّلِ الّا اذا تَبایَعا یَمشِیانِ فلا بأسَ بہ لتعلیل النہی بالاخلال بالسّعی فاذا
انتفیٰ انتفیٰ اور مکروہ تحریمی صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کے وقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلتے
کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین ہو اسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بھی منتفی ہو گئی ھ قرآن مجید مین صریح
ہی کہ اذان جمعہ کی نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑی اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت
مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہے لیکن اسواسطے کہ نصوص مطلق ہین
کذا فی الطحاوی وقد خُصَّ منہ مَن لا جمعۃَ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع انکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین
ذکر کیا ہے یعنے عورتین اور مسافر اور بیمار ون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکُرِہَ النَّجَشُ بفتحتینِ ویُسکَّنُ اَن یَزیدَ و
لا یُرید الشِّراءَ او یَمدحَہ بما لیسَ فیہ لِیُرَوِّجَہ اور مکروہ ہے لاڑپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھا دے
اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویَجری فی النکاحِ وغیرِہ اور لاڑپن
نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے ھ یعنی حرمت لاڑپن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے لا تناجشوا
یعنی لاڑپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علیٰ ما اذا کانت السِّلعۃ بلغت قیمتَہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ
لانتفاء الخداع عنایۃ پھر دریافت کرنا چاہئے کہ نہی نجش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو
بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایۃ یعنی اس صورت مین بائع کا فائدہ ہوا اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین پس
مکروہ نہین والسَّوْمُ علیٰ سَوْمِ غیرِہ ولو ذمیًّا او مستأمنًا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکانے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو صحاح
ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نچکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور پیام
نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب یہ ہے کہ اپنے
اس قول مین یا و ذکرُ الاخِ فی الحدیثِ لیسَ قیدًا بل لِزیادۃِ التنفیرِ ظاہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ
زیادتی تنفر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنی مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وھذا بعدَ الاتفاقِ علیٰ مبلغِ الثمنِ او المہرِ والا لا یکرہ
لانہ بیعُ مَن یزیدُ وقد باعَ علیہ الصلٰوۃ والسلام قدحًا وحِلسًا بیعَ مَن یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ
بیع من یزید ہوا اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھ عنایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی بیع معتبر ہے کہ
دو شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ دوسرا شخص آوے اور مول زیادہ کردے تو یہ بیع
جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم
ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول بڑھانا مکروہ نہین انتہے اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا
ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ
کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار
یا تین بار مَن یزید علیٰ درہم کون ہے جو ایک درم سے زیادہ دے سو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونو
چیزین اسکو دین اور دونون درم لیکر انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی

میری پاس سیر بھر کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنی دست مبارک سے ہنیٹ ڈالا پہر فرمایا کہ جا لکڑیاں لا یا کر اور بیچا کر الٰہی میں
تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پہر وہ آیا اور اوسکو دس درم حاصل ہوئے سو اوسنے کچھہ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کہانا
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنیسے سے سوال سیاہی کا داغ تیری مونہہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی الخطابی وھم یہ حدیث
ہوا زنیلام کی جو لفظ ہند مین مشہور ہے اصل ہی وتلقی الجلب یعنی المجلوب ۱۲ والجالب اور مکروہ ہی اناج کی بہرتی کو لنکے بڑھکر لینا اور حشر بدکار
جلب لقنین یعنی مجلوب یا جالب ھم تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر
قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہہ شخص نہ جاتا اور قافلہ
شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت تحقما تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت
اسکی یہہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑھکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کر لے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ
ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الخطابی وعن الانقانی وھذا اذا کان یتضرر باھل البلدۃ او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمہم
فیکرہ للضرر والغرر اور یہہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخکو مخفی رکھے بسبب اونکی لاعلمی
تو مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دہوکہا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون
تو تلقی جلب مکروہ نہین وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنی والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے بیچے صحیح مسلم
وغیرہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے
بعضے آدمیونکو بعضون سے وھذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا
مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین یعنی ہم ہونیسے ضرر کے ھم یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سے کہا کہ
تو بیع مین جلدی کر مین تجھکو گران بیچدونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی
المشتری والاصح کما فی المجتبیٰ انہما السمسار والبائع لموافقۃ آخر الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضہم من بعض ولذا عدی باللام
لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبیٰ مین ہی یہہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع ہے
موافق ہونیکے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگونکو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسیواسطے ہوا کہ تعدیہ لام سے متعدی ہوا نہ من سے ھم تفسیر ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داود مین لا یکون بیع من بزید لما مر وکیسے بیع الدلالۃ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل الحدیث گذشتہ جسمین پیالہ وکمل کا
قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع
زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی ولا یفرق عبد بالنفی مبالغۃ فی المنع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من فرق بین والد وولدہ واخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عنہ وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلاثۃ بین صغیر
غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جہۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ہو اخ رضاعا فاقہم اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے قریب
محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بہائی ہو تو اسکو بھی نہ شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا
مبالغہ کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک
بہائی اور اوسکے دوسرے بہائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہی کہ یہہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت
ولادت ہو یا نہو ھم لفظ مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدم الوقوع ٹھرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر
مجرد وہ مراد ہی جو اپنا ضرر دور کرنے کا کام کرسکے تو اس قید سے مراد یعنی قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ تلقا

علی مال او بہبہ ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہم بالشرائع او متعدداً ولو الاخر لطفلہ او مکاتبہ فلا باس او تعدد محارمہ فلہ بیع ما سوی واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بہما فہم مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اوسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا ایسی تفریق کہ بہ سبب بیع کے تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کہائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوای ایک محرم غیر قریب اور والدین کے اور بعد ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح هم اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کو بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کی برابر ہے او بحق مستحق کرد بجہہ مستحق کم یا تفریق بواسطے حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا حق نکلا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام ایمان دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں ولکن دفع احدہما بالجنایۃ وبیعہ بالدین او بالتلاف مال الغیر و رده بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دیا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اوسکے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرڈالنے سے اور پہیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اوسکے محرم میں منع ہی تو بنظر دفع ضرر کے ہی غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں هم یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اوسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ صغیر کو لیکے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہو تو دو صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا باس بہ خلافاً لاحمد فاستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں هم یعنی صغیر اور اوسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳،۴ اوسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کہائی ہو ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہوں ۶ جب کہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پہیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارہویں صورت بہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہوا ور اوسکی ماں اوسکی بیع سے راضی ہو وکما کرہ التفریق ببیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ بشراء الا من حربی ابن ملک ویقسم فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اوسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے ایسا ہی خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق کروہ ہی کذا فی الجوہرہ هم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمیں ایک صغیر ہے چہوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بہائی کے حصہ میں پہونچتا ہی تو واجب یہہ ہی کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بہائی اوسکا ثمن قسمت کرلین او بسب اسکے کہ قاسم اور غانمین پر تفریق حرام ہے کیونکہ غانم بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب لگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منہما ایضا بحر وغیرہ لرفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بایع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ تصحیح شراء کافر مسلماً او مصحفاً مع الاجبار علی اخراجہما عن ملکہ وسیجیء فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں یہہ بھی روایت ہے کہ صحیح کرتے ہیں شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ تعالی اعلم هم یعنی اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہہ خرید صحیح ہی باطل یا فاسد نہیں لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ انکو اپنی ملک میں نہ رکہے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب فصل فی الفضولی فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں هم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل بمعنی زیادت کے چنانچہ الفصاحۃ ہی اور اسکا قبل سے مناسبت ... مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف دونوں کی ملک ایک شی پر موقوف ہے تیسنے فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلبی وغیرہ

فی الکنز بعد الاستحقاق لانه من صوره اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہوتا ہے
ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی
حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے هو من یشتغل بما لا یعنیه فالقائل
لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیه الکفر فتح وہ یعنی فضولی لغت مین اوسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اوس شخص سے جو
امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اوسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحا من یتصرف
فی حق غیرہ بمنزلة الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج به نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے تو آسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی
فصل ہے جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کل تصرف صدر منه تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا
کطلاق واعتاق وله مجیز ای لهذا التصرف من یقدر علی اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو چنانچہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو چنانچہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنی اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہو جو قادر ہے اوسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہو کر یعنی اگر مثلا زید نے خالد
کے مال کی بیع کی یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوس کا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیز له حالة العقد لا ینعقد اصلا بیانه صبی باع مثلا ثم بلغ
قبل اجازة ولیه فاجازه بنفسه جاز لان له ولیا یجیزه حالة العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازه بنفسه لم یجز لانه
وقت العقد لا مجیز له فیبطل ما لم یقل اوقعته فیصح انشاء لا اجازة کما بسطه العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد
مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نرکھتا تھا اور اوسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون
نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ھم
ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواهر معزیا للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر مین حاوی سے
نقل کرکے وهذا ان باعه علی انه لمالکه اور یہ یعنی توقف بیع اوس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعه علی انه لنفسه او باعه من نفسه او شرط الخیار فیه
لمالکه المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک به فالبیع باطل اور اگر فضولی نے اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنی خود خرید کیا یا آسمین اوسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی عوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے ھم ابوسعود نے حاشیہ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاع مغصوبہ بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے
سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصونکی متاع کو غصب کیا اور
بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیون کا جنہون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود عقود و ضمانات مین متعین نہین کذا فی
الطحطاوی والحاصل ان بیعہ متوقف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولیکی بیع موقوف ہوتی ہے مگر ان پانچ صورتون
مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ
الا اذا کان المشتری صبیا او مجنونا فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو مقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے
کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنے فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے
خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے
نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اوس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی
غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے کہ
اوسنے خریداری کو اپنے غیر کے طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کیطرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ
مین نے اوسکے ہاتھ بیچا تو اوسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ
لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولیکی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع ہو اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا
ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا شراؤہ
لنفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیعکے دو طرفون کا یعنے
ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل
اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف
الاولی لمخالفتہا لفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع
باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین
باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ ثمن مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص
کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی ہو عوض متاع مغصوبہ کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اوسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب
سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہوتی ہے باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیعکی اجازت ہے
ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ ففی
النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وما عداہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح نہر اور دوسری صورت
کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام مثل ہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے
یہ ہے کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی لکن فی حاشیۃ الاشباہ
لابن المصنف وزید علیہ مسئلتان من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینصف اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے
حاشیہ اشباہ مین ہے اور زیادہ کیے گئے ہین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیے گئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کا

کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہے جیسے طحطاوی نے کہا الی ہنا معنے انتہے ہے وَوُقِفَ بَيْعُ العَبْدِ وَالصَّبِيِّ المَحْجُورَيْنِ عَلَى إِجَازَةِ المَوْلَى وَالوَلِيِّ وَ
كَذَا المَعْتُوهُ اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولے اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے
وفي العمادية وغيرها لا تنعقد أقارير العبد ولا عقوده. وسنحققه في الحجر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے
عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد
اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہو وَوُقِفَ بَيْعُ مَالِهِ مِن فَاسِدِ عَقْلٍ غَيْرِ رَشِيدٍ عَلَى إِجَازَةِ القَاضِي اور بائع کا بیچنا اپنے
مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا نہ بخوبی سمجھتا ہو وَبَيْعُ المَرْهُونِ وَالمُسْتَأْجَرِ وَالأَرْضِ فِي
مُزَارَعَةِ الغَيْرِ عَلَى إِجَازَةِ مُرْتَهِنٍ وَمُسْتَأْجِرٍ وَمُزَارِعٍ اور جو چیز گرو ہے اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہے اسکی بیع مرتہن اور
مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوں کا
مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی وَوُقِفَ بَيْعُ شَيْءٍ بِرَقْمِهِ أَي بِالمَكْتُوبِ عَلَيْهِ فَإِن عَلِمَهُ المُشْتَرِي فِي مَجْلِسِ البَيْعِ نَفَذَ وَإِلَّا بَطَلَ اور موقوف
ہے بیع بیچنے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت جو اوسپر لکھی ہو سواگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کرلیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل
ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے عکس کو صحیح ٹھہرایا ہے قلت وفي مرابحة البحر انه فاسد يصح
لا بالعكس هو الصحيح وعليه فيحرم مباشرته وعلى الضعيف لا میں کہتا ہوں اور بحرالرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے
جسکو صحت عارض ہوسکتی ہے یعنے علم نے المجلس سے نہ بالعکس یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اسکی
حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وَتَرَكَ المُصَنِّفُ قَوْلَ الدُّرَرِ وَبَيْعُ المَبِيعِ مِن غَيْرِ مُشْتَرِيهِ لِدُخُولِهِ
فِي بَيْعِ مَالِ الغَيْرِ اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم درر میں
ہے کہ ایک شے زید کے ہاتھ بیچی پھر اوسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کردیں تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری
کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر
کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہوچکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہوگیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وَبَيْعُ المُرْتَدِّ اور بیع مرتد کی موقوف
ہے اوسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبين وَالبَيْعُ بِمَا بَاعَ فُلَانٌ وَالبَائِعُ يَعْلَمُ وَالمُشْتَرِي لَا يَعْلَمُ وَالبَيْعُ بِمِثْلِ مَا يَبِيعُ النَّاسُ
بِهِ أَو بِمِثْلِ مَا أَخَذَ بِهِ فُلَانٌ فَإِن عَلِمَ فِي المَجْلِسِ صَحَّ وَإِلَّا بَطَلَ اور بیع موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع
اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر
مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کرلیگا تو تینوں صورتوں میں بیع صحیح ہے ورنہ نہیں تو باطل ہے وَبَيْعُ الشَّيْءِ بِقِيمَتِهِ فَإِن بَيَّنَ فِي المَجْلِسِ صَحَّ وَإِلَّا بَطَلَ
وَالخ اور موقوف ہے بیع شے کی اوسکی قیمت پر سواگر قیمت مصرح ہوگئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامة الخ وَبَيْعٌ فِيهِ خِيَارُ
المَجْلِسِ اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار مجلس شرط ہو یعنے اگر مجلس میں اختیار کریگا تو صحیح ہے ورنہ غیر صحیح وَوُقِفَ بَيْعُ الغَاصِبِ عَلَى إِجَازَةِ المَالِكِ
يَعْنِي إِذَا بَاعَهُ لِمَالِكِهِ لَا لِنَفْسِهِ عَلَى مَا مَرَّ عَنِ البَدَائِعِ اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے
واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہوچکا وَوُقِفَ أَيْضًا بَيْعُ المَالِكِ المَغْصُوبَ عَلَى البَيِّنَةِ أَوْ إِقْرَارِ الغَاصِبِ
اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شے مغصوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہوں سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود
غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح والا نہیں وَبَيْعُ مَا فِي تَسْلِيمِهِ ضَرَرٌ عَلَى تَسْلِيمِهِ فِي المَجْلِسِ اور بیع اوس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہو بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس پر
موقوف ہے ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچنا وَبَيْعُ المَرِيضِ لِوَارِثِهِ عَلَى إِجَازَةِ البَاقِي اور مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہے وبیع الورثة التركة المستغرقة على اجازة الغرماء اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف
ہے وبیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرة الآخر توقف على اجازته وبغیبته فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون
یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے
وما ذكرناه في النهر الى نيف وثلثين اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نے نہر الفائق مین اوسکی تیس قسمین بیع موقوف
کی مذکور ہین ان اجملہ مصنف اور شارح نے تیس ۳۰ قسمین ذکر کی ہین وحكمه اى بيع الفضولي لو له مجيز حال وقوعه كما مر قبول الاجازة
من المالك اذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما بان لا يتغير المبيع بحيث يعد شيئا آخر لان اجازته كالبيع حكما اور حکم
یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری
اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے
تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو ورنہ اجازت مفید نہو گی کیونکہ اب اوس کا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین
کر دینے کے کہ اسمین اجازت مفید ہو گی ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے
كذا فى البحر وكذا يشترط قيام الثمن ايضا لو كان عرضا معينا لانه مبيع من وجه فيكون ملكا للفضولي وعليه مثل المبيع لو
مثليا والا فقيمته وغير العرض ملك للمجيز امانة في يد الفضولي ملتقى اور اسیطرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو
اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خرید فضولیکی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک
ہو گا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہو گا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اوسکی واجب ہو گی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ
مالک مجیز کی ملک ہے فضولیکے ہاتھہ مین امانت ہے کذا فى الملتقى وكذا يشترط قيام صاحب المتاع ايضا فلا يجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته
اور اسیطرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے اجازت کے اوسکی موت سے وحكمه ايضا ان اخذ المالك
الثمن او طلبه من المشتري يكون اجازة عمادية اور بیع فضولیکا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ
وهل للمشتري الرجوع على الفضولي بمثله لو هلك فى يده قبل الاجازة الاصح نعم ان لم يعلم انه فضولي وقت الاداء والا لا ان علم قنية
واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزيلعي وابن مالك بانه امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر
ثمن فضولیکے ہاتھہ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا ثمن کیوقت یہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز
نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے
اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع بمثل ثمن جائز نہین وقول المالك
هل بئس ما صنعت او احسنت او اصبت على المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب
کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فى المختار هم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ
استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحاوی وهبة الثمن من المشتري والتصدق عليه به اجازة لو المبيع قائما عمادية
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقوله لا اجيز رد له
اى للبيع الموقوف فلو اجاز بعده لم ينفذ لان المفسوخ لا يجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجيز ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا
بیع موقوف کو انکار و رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین ہو گی کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتی بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ کو پھر بعد اسکے اجازت دی تو جائز ہو گا
افاد كلامه جواز الاجازة بالفعل وبالقول وان للمالك الاجازة والفسخ وللمشتري الفسخ لا الاجازة وكذا الفضولي قبلها في البيع لا النكاح لانه معبر محض درر

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکہنا اور اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع مین فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح مین کیونکہ فضولی نکاح مین سفیر محض ہے کذا فی
المحیط اور یہہ حکم جب فضولی نکاح مین سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمین فضولیکو فسخ کا اختیار ہے تا حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلۂ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع ہونگے یعنی مطالبہ تسلیم اور
تمام ہر بالعیب ہوگا اور اسمین اوسکا ضرر ہے تو اوسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی الفتح و فی المجمع لو اجاز احد المالکین
خیر المشتری فی حصتہ وان رضہ محمد رحمہ اللہ اور مجمع مین ہے کہ اگر دو مالکون مین سے ایک مالک نے بیع جائز رکہی تو مشتری مختار ہے اوسکے حصے لینے پر
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکہی ہے بلا اختیار بیعہ ان فضولی لیا باع ملکہ فاجاز و لو یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازتہ لصدور ثم بالاجازۃ کالوکیل حتی یصح حط الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچ ڈالا سوا اوسنے بیع کو
جائز رکہا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہین پہر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیع کو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اوسکا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ
المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ہدایہ او ادی المشتری
الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وھو العتق لا الثانی وھو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا
وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پہر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا پہر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکہی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اس
واسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم کہتے ہین کہ عدم اجازت عتق موقوف تہا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف مین کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملکہ عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی ثبوت کے
وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہین تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم کہتے ہین غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہوئی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہین تو عتق اوس وقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہتی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمین ملک ثابت
ہوئی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی و لو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع
کالکسب والولد والعقر و لو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتہہ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکی مشتری کے پاس پہر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے جیسا کہ اوسکا کسب اور
لونڈیکا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک ہین اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہو گئی خرید کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک مین حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے وتصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکے ضمان مین کذا فی الفتح ہم ایک ہاتہہ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان مین ثمن ہے
داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمین شبہہ ہی عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
المطحطاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ فیما لو قاتن فبرہن المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد

انه لم یأمره بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع ردّت بیّنته ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا
پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلا بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے
پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہیں اور اوسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے جیسے اسواسطے
کہ محل نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے هم وجہ تناقض یہہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ
مقبول نہیں ہوتی مگر صحیح دعوے پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینة انه باع بلا امره او برهن علی اقرار
المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے
بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اوس چیز کے توڑنے میں جو اوسی شخص کی جہت سے
کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول هم ایک مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اوسپر قبضہ کیا
پھر دعوی کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ
کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اوسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لونڈی پھیر لے اور اوسپر محمول ہوگا
کہ اوسنے یہہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ میں گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی وان اقر البائع المذکور بذلک عند غیر القاضی
بحر بان رب العبد لم یأمره بالبیع فوافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة
فاذا توافقا بطل فی حقهما لا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن لانه وکیل لا المشتری خلافا
للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرح پر کہ غلام کے مالک نے مجھکو اوسکی بیع کا امر نہیں کیا اور عدم
امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہیں بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے
اقرار میں پھر جب متعاقدین موافق ہوگئے تو بیع باطل ہوگی دونوں کے حق میں نہ غلام کے مالک کے حق میں اگر وہ دونوں کی تکذیب کرے اور اسکا
دعوی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک
مشتری سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی باع دار غیره بغیر امره واقبضها المشتری فهو وانما
ادخلها فی بناء المشتری ضمنه اتفاقی دوسرے کا گھر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کرادیا کذا فی النهر اور گھر کا داخل کرنا
مشتری کی عمارت میں جیسا کہ کنز میں واقع ہے سو قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر هم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے نہ ط
اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقراره علی المشتری پھر بائع فضولی
نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر هم عدم سرایت
اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنے مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم
ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہیں اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف
کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برهن المالک انه ملکه اخذها لانه نور دعواه بها اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ
اوسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع عبد غیره فضولی واجره آخر او زوجه او رهنه فاجیز
معا ثبت الاقوی فقط وهو ملکه لانه وجه ثم غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اوسکو اجارہ دیدیا اور نکاح کردیا یا گرو
رکہا پھر دونوں فضولیوں کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی ملک ہوگی نہ زوجہ کذا فی المنح
یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونوں عقد برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو عورتوں سے نکاح کیا یا غلام کو دو

جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے اجازت ہوئی ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں خیار ہوگا
کذا فی البحر سکوت المالك عند العقد لیس باجازۃ خانیہ میں اخر فصل الاقالہ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے فصل
اقالہ کے آخر میں ہے

باب الاقالہ

یہہ باب ہے اقالہ کے احکام میں ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد
فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ھی لغۃ الرفع یعنی اقال اجوف یائی اقالہ لغت میں رفع ہے اقال اجوف یائی ہے ہم بعض نے کہا کہ اقالہ قول
سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے مذکور کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہیں قلت البیع بالکسر اگر قول سے
مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر ثلاثی قیلا آتا ہے نہ واوی مجمع اللغۃ میں کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہہ یہہ ہے کہ اہل لغت
مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما کے اسکو قاف یائی کے مادہ میں مذکور کیا ہے نہ قاف واو میں وشرعا رفع البیع اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع
بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعممہ فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے تو یوں تعبیر کیا
کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وھذا رکنھا او احدھما مستقبل کاقلنی
فقال اقلتك لعدم المساومۃ فیھا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا
مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھہ سے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھہ سے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہہ
جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال کیہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع
لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ ہمیں درحکم بیع نہیں اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال
محمد کالبیع قال البرجندی وھو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختك وترکت وتارکتك ورفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنے
تجھہ سے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھہ سے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو رفع کیا او شاید الامام مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ
الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو
بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم
کرے بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لا بد من التسلیم والقبض
من الجانبین اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم بیع اور قبض ثمن ممنوع ضرور ہے دونوں جانب سے ہم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہے و
تتوقف علی قبول الاخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتك لان من شرائطھا اتحاد
المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے بیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور
مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے ہم نے فور سے مراد یہہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو شرط اتحاد
مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں اس
ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد نہونے مجلس کے ورضی المتعاقدین
او الورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ
تمنع الفسخ لم تصح خلافا لھما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو
اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ
رنگنا اور درخت بونا اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر وقبض بدل الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

صرف کیے اقالہ مین وان لا یہب البائع الثمن للمشتری قبل قبضہ اور یہہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
علم کذا فی المحیط لکہا مشتری کسی غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ
فی بیع ماذون ویتیم ووصی ومتولی اور یہہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع مین ہم نے ایک چیز کی قیمت ایک درہم ہے اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کسی چیز القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہین ولتصح اقالۃ المتولی
ان خیرا للوقف وم لا لا الاصل ان من ملک البیع ملک الاقالۃ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل بالشراء قیل وبالسلم اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولے کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین تو مذکور ہو چکین یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولے اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کرسکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور طلاق اور عتاق
مین کذا فی الجوہرۃ اسلئے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہین ہوتی عتاق کے مانند (دور کرنے والا)
ولا ابراء بحر من باب التحالف اور اقالہ نہین ابراء مین کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابراء سے ساقط ہوگیا اور ساقط پھر عود نہین کرتا
وہی تندب للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف کہ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے خدائے تعالی قیامت کو اوسکی لغزش اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین
مسلما نادما وارد ہے کذا فی فتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غرہ البائع یسیرا نہر بحثا فلو فاحشا فلہ الرد کما سیجئ اور
اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور نیز اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اسکو زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ہو من موجبات نفس العقد ای احکام العقد اور اقالہ کا
حکم یہہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اوس چیز مین جو بجملہ احکام عقد کے ہے موجبات نفس جسم سے احکام عقد مراد ہین ہم موجبات عقد وہ
امور ہین جو بنفس عقد ثابت ہوجاتے ہین بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید نہین مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر متعاقدین کے حق مین
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا ابو وتجب بشروط زائدۃ کانت بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان شری بدینہ المؤجل عینا ثم اقال ایدا الاجل
فیصیر دینہ حالا کانہ باعہ منہ ولو رد بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی جنس
کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہوجائیگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضی پھیرا یا کذا اسے النہر تو مدت دین کی پھر
ثابت ہوگی کیونکہ پھیر دینا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ ہم
یعنی اقالہ اور رد بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہے
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکونہا فسخا فروعا فالاول انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا
للشرع لا قبلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بسبب ہونے اقالے کے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہہ ہے کہ اقالہ باطل ہوجاتی

بعد ولادت مبیع کے بواسطے متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بخلاف شرح شرنبلالیہ نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی لزوادۃ
قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ تفریع یہہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل
نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصحیحہ بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہہ ہو کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر سے
اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا ویرد مثل المشروط ولو
المقبوض اجود او ادنی اور ثمن پہیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض نہایت کہرا ہو یا نہایت
کہوٹا ہو مثلا اگر ثمن دس دینار تہا اور مشتری نے بیع اوسکے عوض درم دئیے پہر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار
لیگا نہ درم کذا فی النہر ولو تقایلا بعد کساد ... کاسد کا اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پہیرے کذا فی النہر عن
الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغار شیئا باکثر من قیمتہ او اشتریا شیئا باقل منھا للوقف او للصغار لم تجز اقالتہ
ولو بمثل الثمن الاول وکذا الماذون کا مثل ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے
کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اوسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی
مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وکذا فی
الاقل الا ام تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے
اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ شرط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر مبیع کے معیوب ہوجانے کے
سبب تو اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ نہ کمتر بعضوں نے کہا مگر اسقدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ
مضائقہ نہیں جس میں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہو نہ فصلیہ ہم ان شرط متعلق ہو ماقبل استثنا سے تو اسکی تقدیم اتنا
مناسب ہوئی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ کما سیجی اور فرع ثالث یہہ ہو کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فا
سد سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا ہم تعلیق کی صورت یہہ ہو کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان
خرید کیا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو تو اوسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد نہوگی اسواسطے کہ یہہ
اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ
من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع
ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہو لی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہو وجہ یہہ کہ
منقول ہے قبل اوسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ اور فرع خامس یہہ ہے کہ جائز ہے قبضہ
کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا والسادس
جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہہ ہو کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کیواسطے
بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ کچھ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہہ ہے کہ بیع فسخ ہوجاتی ہے
اگر مشتری بائع کو ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار
اور اقالہ تو بیع ہی متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہی سب کے حق
میں ماسوا زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہو بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ
او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنی باہم ذکر دینے کے ہوگا تو باتفاق ائمہ اور

باہم فسخ کرنا ۔ باہم ترک کرنا

جنہیں کے بیچ ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے ہم بلفظ بیع اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مینے بیچا تیرے ہاتہہ جسکو تو نے خریدا کیا وثمرته فی مواضعها فالاول لو کان المبیع عقارًا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا یقضی له بها لکونه بیعًا جدیدًا فکان الشفیع ثالثهما اور اوسکا ثمرہ یعنے حق ثالث مین اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہوا اور شفیع نے شفعہ سے انکار کرو یا پہر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اوسکو دلایا جاویگا بسبب اوسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا۔ والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمه بعدها لانه بیع فی حقه اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کرسکتا بسبب اوس عیب کے جو اوسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اوسکے حق مین ہم تلئے جب کہ مشتری نے مبیعکو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا پہر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اوسکو پہیر دے بائع اول کو تو اوسکو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ یہہ اوسکے حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواهب الرجوع اذا باع الموهوب له الموهوب من اخر ثم تقایلا لانه کالمشتری من المشتری منه اور موضع ثالث یہہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من اخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤه منه بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پہر اوسکو دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اوسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارة عبدًا للخدمة بعد ما حال علیها الحول و وجد به عیبًا فرده بغیر قضاء واسترد العروض فهلکت فی یده لم تسقط الزکوة فالفقیر ثالثهما اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالة اور موضع خامس یہہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری نے اوسکو بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتہہ مین تو اونکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بوجہ عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اوسکی خرید ہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضا کی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور جب ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوئی رد کرنا بسبب عیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو گویا بیع اول سے اجناس کا استہلاک ہوا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق مین تو بیع اول ہی مرتفع ہوجاتا کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانه حق الله تعالی فالله ثالثهما صدر الشریعة اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالے تیسرا ٹہیرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعة ہم وجوب استبراء کی یہہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اوسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی مگر بعد استبراء کے والاقالة بعد الاجارة والرهن فالمرتهن ثالثهما فهی سبعة اور مواضع مذکورہ پر زیادہ ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع متن اور شرح کے تو ہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجہہ سے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مینے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے مینے کہ نہ بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اوسیطرح اگر اجارہ دیا اور اقالہ کیا لنکتے تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر دونے بائز رکہا تو نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے مشائخ کو یون کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہین کذا فی الطحطاوی والا قال یمنع صحتها هلاک المبیع و اوهلاکها کان باقی اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیعکا اگرچہ ہلاک حقیقۃ نہین بلکہ حکما ہو جیسا کہ بہاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف یعنی نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو ہم جو کہ اصل بیع میں
بیع ہی نہ ثمن لہذا ہلاکی بیع مانع صحت اقالہ ہی نہ ہلاکی ثمن کی وهلاك بعضه يمنع الاقالة بقدره اعتبارا للجزء بالكل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا
نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اوسکے
حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو قنیہ سے ذکر کریگا ولیس منه ما لو شری صابونا فجف فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت
نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہیں واذا هلك احد البدلين فی المقايضة وكذا فی السلم صحت الاقالة فی الباقی منهما وعلى المشتری قيمة الهالك ان
قيميا ومثله ان مثليا ولو هلكا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اور راس المال سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح باقی بدل میں اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہی اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہی اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل
نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقايلا فابق العبد من يد المشتری وعجز
عن تسليمه او هلك المبيع بعدها قبل القبض بطلت بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اوسکی
تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا مشجرة فقطعه او عبدا فقطعت یده واخذ
ارشها ثم تقايلا صحت ولزمه جميع الثمن ولا شیء للبائع من ارش الشجر والید ان عالما به بقطع الید والشجر وقت الاقالة وان غير عالم
خير بين الاخذ بجميع الثمن او الترك قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا
تاوان بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہی اور اوسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ وفيها شری ارضا مزروعة ثم حصدها
ثم تقايلا صحت فی الارض بحصتها اور قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اوسکے حصے کے برابر ہم
متن بعض مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقايلا بعد ادراكه لم يجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اسواسطے
کہ عقد خوید پر وارد ہی نہ گیہوں پر کذا فی البحر وفيها تقايلا ثم علم ان المشتری كان وطئ المبيعة ردها واخذ ثمنها اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے
اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہی تو اوسکو پھیر دے اور اوسکا ثمن لے وفيها مؤنة الرد على البائع مطلقا اور قنیہ میں
ہی کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہے ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت میں کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی
الحلبی وتصح اقالة الاقالة فلو تقايلا البيع ثم تقايلاها ای الاقالة ارتفعت وعاد البيع الا اقالة السلم فانها لا تقبل الاقالة لكون
المسلم فيه دينا سقط والساقط لا يعود اشباه اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوا ہی اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسواسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفيها راس المال بعد الاقالة
كهو قبلها فلا يتصرف فيه بعدها كقبلها اور اشباہ میں ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو نہیں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اوسمیں تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف
جائز نہیں یعنے کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فيه بعدها فلا يتحالفان حکم راس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکساں ہی مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم
نہیں ہم اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائینگے یعنے درصورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی
ولو تفرقا قبل قبضه جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف میں جائز نہیں

ھ اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض رأس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قبض رأس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الافی الصرف استثناء منقطع ہے کیونکہ کلام رأس المال میں ہے وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور شاید یہ ہو کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہو قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد فادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں ہے فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعویٰ کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعویٰ فساد کے ھ اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجود یکہ یہاں صحت اور فساد میں خلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعد ھلاکہ تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استھلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو یعنے بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے ثمن اقل پر خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی لیکن بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں ھ جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی البحر اور درایت معزی بالخلاصۃ باع کرماً وسلمہ فاکل مشتریہ غلتہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور فسوب نظلا میں ہے یہہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کہایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ھ نزل بالضم نون و زاء معجمہ اگرچہ معنے روزی و مہمانی کے ہیں لیکن یہاں پھل انگور کا مراد ہے **باب المرابحۃ والتولیۃ** یہہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما فرغ من الثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ مبیع و ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ھ یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ تھا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے نہ ثمن نہر الفائق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کیطرف اسواسطے حاجت ہے کہ نا واقف محتاج ہے تاجر واقفکار کے فعل کیطرف تا اوسکی مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے اوسکی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دیدو صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہے سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظھورھما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر کیا بسبب ظاہر ہونے کے ھ مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو تو اسمیں ثمن اول کیطرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اس کا رواج سوداگروں میں بہت کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض منافع ہے المرابحۃ مصدر ابح تراجم مرابحہ مصدر ربح کا ھ عرب بولتے ہیں باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جب کہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا و شرعاً بیع ما ملکہ من العروض ولو بھبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ضمنہ بما قام علیہ و بفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار و نحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ غاصب اوسکی قیمت ادا دیکر مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اوسکو حاصل ہوا اور ساتھہ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مقصودہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزد دہوبی کی اور نانا پھر بائع اوسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ھ خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہوا ور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ ظاہر عبارت کنز اور وقایہ سے پیدا ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی تو اسمیں مرابحہ یوں ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑا کر بیچے اور اگر بائع کو بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اون میں مرابحہ یوں ہے کہ اوس چیز کی قیمت درایت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا مرابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیۂ زیلعی میں بدائع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہ ہے کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اوسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اوسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یعنی تمامان پر نفع لیکر بیچی سنے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا اسلئے کہ مراد مصنف یہہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک شے سے
ساتھہ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر وَلّٰی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارساز مقرر کیا وشرعًا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکمًا یعنی بقیمتہ وعبّر عنہا بہ لانّہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے
ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اوس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا ہے اسلئے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے ہم نے جتنے کو خرید
کرنا اوتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہہ تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے
ثمن کو عام ٹھیرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اوسکو بھی شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ
ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہما کون العوض مثلیًا او قیمیًا مملوکًا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہے ثمن مثلی جیسے دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزون اور عددی
متقارب اور مثلی ثمن کا ہو اسواسطے شرط ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ کپڑا العوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ
قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری کی ایسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ گھر خریدا
کپڑا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پہر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھہ بعوض
اوسی کپڑے اور کچھہ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تبصرۃ وکون الربح شیئًا معلومًا ولو قیمیًا مشارًا الیہ
کھذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الّا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیّر شرح المجمع
للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو جیسا کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ
کے نفع پر یعنے دس کو بعوض گیارہ کے بیچا تو جائز نہو گا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضمّ البائع الی راس المال اجر القصّار والصبغ بای
لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلاسرف وسقی
الزرع والکروم وکسحہا وکری المسناۃ بدل المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملالے بائع راس المال کیطرف مزدوری دہوبی اور رنگ
کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے میں نقش کاری کی اور روال وغیرہ کے ڈوری بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹھالے جانے اور بہیڑ بکریوں کے ہانک لانے
کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کہیت اور سینچائی انگور کی اور اسکی جہاڑ و بہار و کشتی اور بہون
اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گہر کی چونہ کاری ہم اوسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور رموتی میں سد اپنے کرنے کی مزدوری اسکے ثمن
کے ساتھہ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلّال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجّح فی
البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھہ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی اسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق
کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھہ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار
اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عند فقہا میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھہ متاع ہو
غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرۃ دلال بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضمّ درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ
التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو جیسا کہ حمل طعام
اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنے جسکو تجار لوگ عرف میں راس المال
کے ساتھہ ملاتے ہوں اسکو ملانا چاہئے ویقول قام علیّ بکذا ولا یقول اشتریتہ لانّہ کذب اور بائع کہے کہ یہہ چیز مجکو اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے

اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہہ جھوٹ ہے ھ مثلاً ایک کپڑا چار روپیے کو خرید کیا اور ایک روپیہ اوسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اُسکے بیچنے کے وقت
یون کہے کہ یہہ قمیص یا یہہ قبا مجکو پانچ روپیے کو پڑی اور یون نکہے کہ مینے پانچ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ یہہ الفاظ مرابحہ
یا تولیہ کے منظور ہوا اور اگر بطریق سپاہ یعنیا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے ولذا اذا قوم الموروث ونحوہ او باع برقمہ
لو صادقاً فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہی جب کہ شئے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہیرا وے یا بیچا اوسکی رقم پر بشرطیکہ بیان رقم مین سچ ہو کذا فی
الفتح ھ رقم عبارت ہی اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین بتائے
اور کپڑے پر دس روپیے کی رقم لکہی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہی مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچتا ہون خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو
جائز ہوا اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو العلم والشعر فیہ ما فیہ فلذا علّلہ فی المبسوط بعدم
التعارف ۔ نہ ملاوی طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہ ہے سو ہے اسواسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی جہت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ھ بعض علمانے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی کیا
اونکا یہہ عمل ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہوجاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنے اگر رواج ہو ضم کرنیکا تو ملاوی والا نہ ملاوی کذا فی الفتح ملخصاً و
الدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے رأس المال کے ساتھہ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ھ یعنی جو کہ اگر
کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اسکو بہی اس مین حساب نکرے ولا اجر عملہ بنفسہ او تطوع بہ متطوع ھ اور نہ ملاوے
اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا یعنے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب کرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بہی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت
الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ وکانہ للعرف والا فلا فرق یظہر فتدبرہ اور غلام گریختہ کے پکڑ لانیکی اجرت اور بیت
الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو رأس المال کے ساتھہ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم
کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہو اور اگر یہہ علت نہین تو کچھہ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کرے وما یؤخذ فی الطریق من
الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ھذا ھو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما افادہ کلام الکمال اور نہ راس المال کے ساتھہ نہ
ملاوی اوس خرچ کو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر جسوقت ملانا چاہے جبکہ رواج ہو اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہے ضم اور عدم
ضم مین چنانچہ معلوم کرچکا اور شطنبی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہی ھ ملخصاً اسی لئے کہا کہ
عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہی کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی رأس المال کے ساتھہ ملاوی فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان
علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اُسکے اقرار سے یا گواہ
سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اُسکو لے اُسکے پورے ثمن سے یا اوسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنے درصورت خیانت مشتری راضی
بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نلینے مین اختیار ہوا انہ الثانی مین ہے بات جو کہ ثمن کے ساتھہ اوسکو ملاوی جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درہم کو
مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درہم کی بتادے وولہ ملخصاً قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہی بمقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ مین
تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ھ اسلئے کہ اگر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ مین ہو اتنا یہ
مرابحہ ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ اور
اگر مبیع ہلاک ہو گئی یا اوسکو مشتری نے ہلاک کر دیا مرابحہ مین اوسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانند تو مبیع اسکو
لازم ہوگی تمام ثمن معین سے اور اوسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیباً ثم حدث عندہ آخر رجع بالنقصان
اور ہم اول ذکر کر چکے ہین کہ اگر تولیہ بیع مین عیب پاوے پھر دوسرا عیب اسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو ثمن پہیر لے ھ

اسواسطے جائز نہیں کہ رجوع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی و شراءً ثانیاً بجنس الثمن الاول بعد بیعہ ہر بح فان تابع طرح ما ربح قبل ذلک خریدکیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے ہمجنس سے بعد اوسکے بیچنے کے نفع لیکر پہر اگر اوسکا مرابحہ کیا چاہے تو کم کرڈالے اسقدر کو جو نفع لیچکا ہے قبل اسکے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس کو خرید کیا پہر وہ پندرہ کو بیچا پہر اوسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یون کہے کہ یہہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا پہر اسپر جتنا چاہے نفع لے اور قید ہمجنس ثمن کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہوا اور ثمن ثانی دس درم ہون تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی لہٰذا اوسکا طرح کرنا متصور نہیں گر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ مین دخل نہین کذا فی النہر وان استغرق الربح ثمنہ لم یبعہ مرابحۃ خلافا لہما وھو اظہر وقولہ اوفق کذا فی البحر اور اگر فائدہ اوسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح پر کہ دس درم سے خرید کرکے بیس درم کو بیچی بطور مرابحہ پہر اوسکو مشتری ہی سے خرید کرے بعوض دس درم کے تو اب دوسرے بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونون صورتون مین ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہوا اور یہہ قول خلق پر سہل تر ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو تخلل ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کردے اسطرح پر کہ مینے اسکو بیچا تہا اتنا نفع لیکر پہر اتنے کو خرید کیا اور اب مین اتنے نفع پر بیچتا ہون تو بیچے یا غیر جنس ثمن اول کے یا تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو یعنے زید نے خالد کے ہاتہہ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتہہ پہر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح رابح ای جاز ان یبیع مرابحۃ لغیرہ سید شری من مکاتبہ او ماذونہ ولو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ھذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون بالاولی علی ماشری الماذون کعکسہ نفیا للتہمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اوس مولے کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنے استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اوس سے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون مین بطریق اولے یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پہر اوسکے مولے نے اوس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولے دس درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پہر اوسکے غلام مذکور نے اوس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیچے یہی باتفاق امام اور صاحبین کے ہے اسواسطے کہ یہہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک عین بائع اور مشتری کو مفید ہے مگر اسمین عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولے سے خالی نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہٰذا حکم مرابحہ مین اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو کان ذلک رابح علی شراء نفسہ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہر ایسے شخص کا جسکی گواہی اسکے حق مین مقبول نہیں چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولے یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ مینے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اسی حکم مین جسقدر زوجین اور احد المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتہہ برابر ہین اور یہہ مذہب ہے امام کا خلافاً للصاحبین کذا فی الطحطاوی ولو کان مضاربا معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیء فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر بائع ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درم ہین بالمناصفہ نفع پر اور اوسین درمون سے اوسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑہے بارہ درم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی ڈہائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس مین حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہوا اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ مین آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق مین ہے ویرابح مرابحۃ بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما اما بیان نفس العیب فواجب لتعیبہ عندہ بالتعیب بافۃ سماویۃ وبتعیبہ المبیع ووطی الثیب ولم ینقصہا الوطی کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری و

قال ابو یوسف و زفر و الثلثة لا بد من بیانه قال ابو اللیث و به نأخذ و رجحه الکمال وا قره المصنف مرابحہ لیکر پیچھے بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اسنے بیعکو سہلامت خرید کیا تہا سواسمین عیب لگ گیا اور اسکے پاس لحوق عیب کی سمی بسبب آفت آسمانی کے یا بسبب فعل اور شیبہ کے جماع کے سوا بشرطیکہ جماع سے اسمین کچھ نقصان نہوگیا ہو جیسا کچھ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا اسی کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنے وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بہی اسیکو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بہی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوی خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اسپر بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الحاکم و یرابح بیبان بالتعیب لو بفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یأخذ الارش وقیل اخذہ فی الہدایۃ و غیرہا اتفاقاً فتح اور نفع لیکر بیچے عیبدار کر دینے کے بیان سے یعنے اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا عوض بہا نقصان نہ لیا ہو اور قید نہ بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح و وطی البکر کتکسیرہا بتنزہ و طئیہ لصیر ورتہا اکا وصفا مقصودا بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب ہو جانے اوصاف کے مقصود و تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہی جب کہ جماع سے اسمین نقصان نہو گیا ہو ہم ہرچند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین لہذا انکے مقابل ثمن واقع ہو گا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا موجب ہی لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ و باعہ مرابحۃ بمائۃ بلا بیان خیر المشتری اور ہزار خرید کیا ہزار درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہی کل ثمن نقد سے خرید کری چاہی ترک کر دی فان تلف المبیع بتعیب و تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہو ای عیبدار ہو جانیسے یا عیبدار کر دینے سے پہر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو ادہار خرید کیا تہا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسی طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنے درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیبدار ہو جانیکے آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اور ہزار خرید مین بہی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل ما بین الحال والمؤجل بحر و مصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہو زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنے اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا اتبا عہ بتولیۃ بما قام علیہ ای بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا الحکم المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ و ترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنے اوسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اوسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اوس ثمن کے جس سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم نہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس مین نمعلوم ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی البحر عن المحیط و اللہ اعلم لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ و بہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم و قال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ و بہ یفتی ثم رقم و قال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا و بہ افتی صدر الاسلام و غیرہ ثم قال و تصرفہ

في بعض المبيع قبل عليه بالغبن غير ما نقص منه فيرد مثل ما تلفه ويرجع بكل الثمن على الصواب انتهى ملخصا جان سجانكو كه رد بيع نهين ظاهر
الرواية مين غبن فاحش يعنے نقصان ظاهر سے غبن فاحش وه ہے جو قيمت ٹھيرانيوالون كى قيمت مقرر كرنے مين داخل نهو اور اسى عدم رد كا بعضون نے
فتوى ديا ہے مطلقا خواه اسكو دهوكا ديا هو يا نه ديا هو كذا في القنية پهر صاحب قنيه نے رمز لكهى اور كها اور غبن فاحش مين پهير دينے كا فتوى ديا جاوے لوگون پر
آسانى كرنيكے واسطے اور اسى قول پر كتاب المضاربة كى اكثر روايات هين اور اسيكا فتوى ہے پهر صاحب قنيه نے رمز لكهى اور كها كه اگر اسكو دهوكا ديا يعنى
مشترى نے بائعكو يا بائع نے مشتريكو دهوكا ديا يا اسكو دلال نے دهوكا ديا تو اسكو رد بيع كا اختيار ہے اور نهين تو نهين يعنے اگر اسكو كسى نے دهوكا نهين
ديا تو رد بيع مين اختيار نهين اور اسى قول كا فتوے ديا ہے صدر الاسلام وغيره نے پهر صاحب قنيه نے كها اور تصرف كرنا مشتريكا بعض مبيعين قبل دريافت هونے
غبن كے مانع رد بيع نهين تو مشترى اوسكا مثل پهير دے جسكو اوسنے تلف كيا اور سب ثمن پهير لے بنا بر صواب قول كے انتهى قول القنية ملخصا هم جسقدر تصرف
كيا اوسكے رد مثل كے ساتهه باقى مبيعكو بهى رد كرے چنانچه قنيه مين مصرح هے ليكن شارح نے رد باقى كو ساقط كيا اور اوسكا قول مردود هے جو قائل هے كه رد باقى جائز
هے اوسكے حصه كے موافق ثمن ليكر كذا في الحلبي يعني لو كان قيميا لم آره باقى رهى يه بات كه اگر بيع قيمت والى چيز هوا اور اسمين غبن فاحش هوا تو مين نے اس
مسئله كو مصرح نهين ديكها قلت وبالاخير جزم الامام علاء الدين السمرقندي في تحفة الفقهاء وصححه الزيلعي وغيره مين كهتا هون قول اخير يعنى
اگر غبن فاحش فريب دينے سے هو تو رد جائز ہے والا نهين يقين كيا ہے امام علاء الدين سمرقندى نے تحفة الفقهاء مين اور اسيكى تصحيح كى ہے زيلعى وغيره نے هم صاحب
قنيه نے كها كه همارے اصحاب كهتے هين كه مغبون رد نكرے وليكن يه حكم اوس مغبون مين هے جسكو كسى نے دهوكا نهين ديا اور اگر اسكو فريب هى سے غبن هوا تو اسكو
پهير دينے كا اختيار هے انتهى صاحب تحفه نے قول مطلق كو مفصل كيطرف رد كيا كذا في الطحطاوي وفي كفالة الاشباه عن بيوع الخانية من فصل الغرور الغرور
لا يوجب الرجوع الا في ثلاث منها هذه اور اشباه كى كتاب الكفالة مين خانيه كى كتاب البيوع فصل غرور سے منقول هے كه غرور يعنے دهوكها پڑنا موجب رجوع
نهين مگر تين صورتون مين از انجمله ايك يه صورت هے جو متن مين مذكور هوچكى يعنے غبن فاحش سے رد هے اگر اوسكا دهوكها ديا هو وضابطها ان يكون في عقد يرجع
نفعه الى الدافع كوديعة واجارة فلو هلكتا ثم استحقتا رجع على الدافع بما ضمنه اور قاعده اوسكا يه هے كه غرور ايسے عقد مين هو جسكا نفع دافع كى
طرف راجع هو چنانچه وديعت اور اجاره پهر اگر دونون تلف هون پهر مستحق غير نكلين تو دافع سے پهير لے جسقدر اوسنے تاوان ديا هم دافع شامل هے بائع اور مشترى
اور مودع اور موجر كو اسواسطے كه وديعت ركهنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع هوتا هے وديعت كى صورت يه هے كه زيد نے كوئى چيز خالد كے
پاس امانت ركهى يه ظاهر كركے كه مين اسكا مالك هون پهر وديعت هلاك هوئى خالد كے هاتهه مين پهر وه غير كى مستحق نكلى تو مالك كو جائز هے كه خالد سے تاوان لے اور خالد كو
اختيار هے كه زيد سے بقدر ضمان پهير لے كيونكه اوسنے اسكو دهوكا ديا اسبات مين كه وديعت ميرى ملك هے اور صورت اجاره يه هے كه مثلا جانور اجاره ديا يه ظاهر كركے كه
يه ميرا مملوك هے پهر وه مستاجر كے پاس هلاك هوگيا پهر مستحق غير نكلا اور مالك نے اوس سے تاوان ليا تو مستاجر كو موجر سے بقدر ضمان پهير لينا جائز هے كذا في الطحطاوي ولا رجوع
في عارية وهبة لكون القبض لنفسه اور رجوع نهين فريب دينے سے عاريت اور هبه مين كيونكه قبضه عاريت اور هبه مين اپنى ذات كيواسطے هے يعنى مستعار اور موهوب
اور موهوب له كے پاس تلف هو پهر وه مستحق غير نكلى اور مستعير اور موهوب له سے مالك تاوان لے تو دونو اس شخص سے جو معير اور واهب تها رجوع نهين كرسكتے كيونكه مستعار اور موهوب كا نفع مستعير
اور موهوب له كيطرف راجع تها نه معير اور واهب كيطرف الثانية ان يكون في ضمن عقد معاوضة كبايعوا ابني هذا فقد اذنت له ثم ظهر انه ابن الغير
رجعوا عليه بالغرم ان كان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسرى صورت يه هے كه غرور عقد معاوضه كے ضمن مين هو چنانچه مثلا زيد نے اهل بازار سے كها كه ميرے غلام
يا ميرے بيٹے سے خريد و فروخت كرو مقرر مين نے اسكو تجارت كا اذن ديا هے پهر ظاهر هوا كه غلام آزاد هے يا وه غير كا بيٹا هے نه زيد كا تو اهل بازار اوسى سے پهير لين بسبب غرور كے بشرطيكه
باپ يعنى اذن دينے والا شخص آزاد هو اور اگر وه غلام هو تو اوسكے آزاد هونيكے بعد پهير لين وهذا ان اضافه الى نفسه واما اذا لم يضفه اور يه [illegible] دهوكا دينے والے سے پهير لينا
ثبوت هے كه جب اوسنے مأذون كى نسبت اپنى طرف كى هو يعنى يون كها هو كه يه ميرا غلام يا ميرا بيٹا هے اور اوسكے ساتهه خريد اور فروخت كا امر كيا هو وضمانه [illegible] اشترى
۲ واستولدها ثم استحقت رجع على البائع بقيمة البناء والولد اور ضمنه غرور عقد معاوضه كى يه صورت هے كه اگر مشترى نے گهر مين عمارت بنائى يا لونڈى حرم بنائى

پہر گہر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پہیر لے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُس وقت ہے جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم
ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا مگر انکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹہیرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیوے اور بائع سے واپس
قیمت کو پہیر لے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یأتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو باب الاستحقاق میں آویگا
کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کر لے کہ میں غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکہلو ہم نے اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پہر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب
بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچہہ نہیں والا مشتری اُسی سے پہیر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کر کہ درالمختار کے نسخے یہان مختلف ہیں اکثر نسخون میں
یون ہے کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور بعضے نسخون میں یون ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تہا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اُسکو
اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ میں مصرح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن رکہنے میں واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوجہ امرأۃ
علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وسیجیٔ آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہے جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے
دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پہر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پہیر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی
کے آخر میں آویگا **فرع** مسئلہ ملحقۃ شارح کا هل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحق المجرد لا یورث
قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمناہ فی خیار الشرط فتدبر
آیا انتقال کرتا ہے رد بہ فریب دینے سے وارث کیطرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اُسکا وارث اسکو پہیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم
انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ و اختیار سے
میں کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یون ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہون
اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں خیار الشرط میں دوسری نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب
ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب
ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا
اسکے طرف کہ وہ بہی دوسرے موروث ہوتا ہے خیار العیب مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل
کیا ہے اور اُسکی تائید کی ہے اشباہ کی بحث قول ملک کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رد بہ کرتا ہے بسبب عیب کے اور فریب خوردہ ٹہیر جاتا ہے بخلاف وصی
کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ہم دیتہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو تقاضا ہے کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹہیرا
مورث کی دہوکہ بازی دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ صح عن ابی یوسف ان العرف بالعیان ینفی الغرور فتدبر اور ہمنے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب
اوس نے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خیار غبن ساقط ہو جاتا ہے غور کرلے **فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض**
والزیادۃ والحط فیہما وتأجیل الدیون یہ فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونون میں اور دیون کی مدت
مقرر کرنے میں صح بیع عقار لا یخشی هلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ هلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان
کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہیں قبل اسبات کے کہ اوسکے بائع سے لیکر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم
خطرۃ المفسد عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین اُکہڑ
جانیکا تو مثل منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہیں ہے امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل
قبض کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہو اور ہلاکی عقار میں نادر
اور نادر کا کچہہ اعتبار نہیں فتح الغفار میں ہے کہ مصنف نے تعبیر صحت کی نہ نفاذ اور لزوم سے اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضامندی بائع پر موقوف ہیں تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کالکتابۃ والاجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
سبجی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
آتی ہے آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اوسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسرے شخص کو اوسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہی محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ھ یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں کیا تو اوسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہی خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہہ ہے کہ یہہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہوگا اسی قبض میں تو قبضہ مامور بجای قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالۃ اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک مستحقاً
بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تمامیہ بیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولیٰ
صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت
تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب عقد کے جو فسخ پذیر ہی ہلاکی عوض سے قبل اُسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ مبیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد
تو اُسمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اُسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول
لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوھرۃ قلت وفی المواھب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھما فتدبر اور مبیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اوسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اوسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول ٹوٹیگی
اسواسطے کہ یہہ ہبہ اقالہ ہے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بتعبیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے تو غور کرے ھ یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اُسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور غیر صحیح دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اسیکا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی ایجاب اور قبول ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد دربارہ
ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلاً بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریماً بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ وبانہ لا یقال لاکلہ انہ اکل
حراماً لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اوسکا بیچنا اور کہانا تا وقتیکہ اُسکو ناپ لے اور البتہ علما نے اُسکے
فساد وبیع کی تصریح کی ہے اور یہہ بھی کہ اسکی کہانیوالیکو حرام خور نکہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنے فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہے حرام خور اسواسطے نہ کہیں گے
کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کہانیوالا ہے مگر وہ گنہگار رہیگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ھ ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اُسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسی مضمون کو بیہقی اور بزار اور عبد الرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت نہی ہے کہ تالیف حدیث آگے بیان کریگا
ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور کیل کی مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور زیادتی مکیلہ
بائع کا حق ہے ھ یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اُسمیں تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کیونکہ شاید زیادہ ہو مثلاً
بائع نے کہا کہ یہہ چیز دس پیمانہ یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوتنا ثمن کم کرے اور فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے معدود متقارب مراد ہے چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلاف متفاوت کے جیسے انار وغیرہ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈہیر

گیہوں کا خرید کیا تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہو تو اسمین احتمال زیادتی کا نہیں وقید بقولہ غیر الدراھم والدنانیر لجواز التصرف فیھما بعد
القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے
موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنیکے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات مین دوبارہ مشتری کو وزن
کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہوگیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخلاصہ ھم خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات مین دو صورت مین مشتری کو دوسری بار وزن کرلینا
شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اونکی مقدار مقرری مین غالبا تفاوت نہیں ہوتا اور دوسری بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دئے اور بائع نے
مقدار معلوم کو کیل یا وزن کردیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی البحر وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا وبعد بیعہ فلو
کیل بحضرۃ رجل شراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے
بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اوسکے سامنے کیل ہوا ہو یا نہیں یا بعد بیع کے مشتری کے نہیں تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اوسنے مکیل کو خرید کیا پھر اوسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے
کیل کرنیکے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اوسکو کیل کرلیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہیں ٹھہرا کذا فی الفتح تو اوسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ھم حضور مشتری مین کیل
بائع اسواسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہوگئی کیل سے اور تسلیم ثابت ہوچکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اوسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہیں ولو کان المکیل والموزون
ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اوسمین تصرف قبل اوسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف
ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز
ہوگا لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فھو فی حرمۃ ما ذکر کموزون والاصل ما مر ان الذرع وصف لا قدر فیکون
کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع کی قبل ازپیمانہ
کرنیکے اگرچہ اوسکو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہوگیا اور قاعدہ اسکا وہی جو چند بار مذکور ہوگیا
کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہوچکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہوجاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون
سے اوس موزون کو مستثنیٰ کیا ہے جسکو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نرہا وصف ہوگیا ھم مثلا تبعیض موزون
چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع ہو کے لائق استعمال کے نہیں رہتا تو اس وقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اوسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط
وزن خرید کیا ہو منشا سبب یہ تھا کہ اوسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ او بیع او غیرھما لو عینا
ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ای ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے
سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اوسکے طرف اشارہ ہوسکتا ہو متاع موقف اور اگر
ثمن دین ہو تو اوسمین تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے
اور تملیک دین جائز نہین غیر مدیون سے کذا صرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل اولا کنقود فلو باع ابلا بدراھم او بکر بر جاز اخذ
بدلھما شیئا آخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہے خواہ ثمن معین ہوجاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ مکیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہوں سے بیچا تو درم اور گیہوں کے
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ھم عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور بجائے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو جائز کہتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمھر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق
بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلھا قبل قبضھا عینی سوی صرف وسلم
فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور
تلف کی چیز کا تاوان اور بدل الخلع اور مال کا وارث اور وصیت کیے چیز حاصل یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون مین

قبل قبضہ بیچنے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ ان مین خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے انکی شرط کے ھم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے
تو قبل اسکے تصرف انمین جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس وبعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح
ہے زیادہ کر دینا ثمن مین اگرچہ زیادتی انکی خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد مین ہو یا بعد اسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہو یا اسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہے ھم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہے نہ اجنبی پر اور اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہے
والا باطل ہے اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کیطرف سے ضامن ہونا قبول کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے پھیر لیگا اور
نہیں تو نہیں کذا فی المضمرات عن البرہان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف مین ہو اور بائع اسکو
زیادتی کی مجلس مین قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ ھم صرف مین زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہے وفیہا لو
الزم القاضی الزیادۃ اجبرت خلاصہ مین ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچھتاوے تو اسپر جبر کیا جائے یعنے حاکم بزور دلائیگا وکان المبیع قائما فلا تصح بعد ھلاکہ
ولو حکما علی الظاھر بان باعہ ثم شراہ فزادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر
قول ظاہر کے بایطور کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول مین ھم بیعکو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف ائمہ اختلاف ہلاکی کے برابر ہے
اور اگر اسکے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولیٰ جائز ہے کذا فی الطحطاوی زاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد
القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما لو آجر او رھن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام
الاسم والحقیقۃ وبقیۃ المنافع اور خلاصہ مین زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنے ہونا مبیعکا محل مقابلہ زیادتی درانحالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کی حق مین
[illegible] ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر مشتری نے ثمن زیادہ کر دیا
تو جائز نہیں [illegible] بخلاف اسکے کہ اگر مبیعکو باجارہ دیا یا اسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں مین زیادہ کرنا
جائز ہے [illegible] اور بعض منافع مبیع کے ھم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت
ہلاک حکمی مین ... کذا فی المجلس وصح الحط منہ ولو بعد ھلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن کا یعنے بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہو بطریق استناد کے یعنے
گویا زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ھم وجہ بطلان یہ ہے کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہے کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرا دینا
گویا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد کر دینے والی ہے واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وھلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظھر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے التحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
مین لیکن شفعہ مین فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ھم مثلاً اگر اول دس کو خریدی تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن مین زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
پر کریگا اور صورت کمی مین ... باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی سمیت بائع سے پھیر لیگا اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہے اور صرف مین زیادتی اور کمی بقصد سود کے فاسد ہے اور شفعہ مین شفیعکو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اوسکا حق ثابت ہو چکا تھا بسبب بیع اول
تو لازم زیادت مین اسکے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعھا ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع مین زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے اور بائعکو اوسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اسکو قبول کرے ھم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے اوسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اوسکی حاجت کا دفع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا بالعقد فلو ھلکت الزیادۃ قبل قبض سقط
حصتھا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہو تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اوسکا حصہ ثمن سے

ساقط ہوگا ھم مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دئے پھر تین سیر تلف ہوئے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہوجائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضاً فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن مین اسباب زیادہ کردیا پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن مین ایک کتاب زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل تسلیم کے تو بیع کی ایک تہائی مین بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنے ہو اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قایم ہی تو اسکا مقتضے یہہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالی اعلم ولا یشترط للزیادة کما قیام المبیع فتصح بعد ھلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مرّ اور شرط نہین یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہین تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اوسمین قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دیناً وان عیناً لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین [illegible] یرجع بما دفع فی براءة الاسقاط لا فی براءة الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہے کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہوا اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین ہو اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور اسقاط عین کا صحیح نہین بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پہیر لے جو اوسنے دیا تہا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ھم مثلاً معین گیہون پیمانہ بہر خرید کئے پہر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردئے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہین ہو اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنے معین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈہیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کئے پہر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے ہو اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی اور براءت اسقاط کی مثال یہہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہہ کہ مینے تجکو بری الذمہ کیا [illegible] براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا ففولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو ہبة او حطاً فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتأمل عند الفتوی [illegible] ابراء جو ثمن کیطرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابراء بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پہیر لے جو اوسنے ثمن دیا تہا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت کذا فی البحر ھم یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک براءت ثمن بعد استیفا اور قبضہ کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب یہہ اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین بالاتفاق نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیة باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبة اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیچی کہ ثمن سے اتنا کم کرڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سواے ہبہ کے یعنے ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق للبائع والمشتری والشفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادة ایضاً ولو رد بعیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اوس سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پہر جائے تو مشتری سب پہیر لے یعنی ثمن اور زیادہ ھم جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو مبیع کا اختیار رہے تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت کے پہیر لے اور جب شفیع مبیع کو بحق شفعہ لے تو اوس زیادتی کے ساتھ لے جسکو بائع مبیع پر زیادہ کردیا ہو حقہ کے کذا فی الطحطاوی وتاجیل کل دین ان قبل المدیون [illegible] اور لازم ہی تاجیل ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے [illegible] جب واجب ہوا عقد بیع تہا [illegible] کذا [illegible] تفسیر نہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے ہو اسواسطے کہ جتنا دین کم کرنا جائز ہی تو تاخیر مطالبہ بطریق اولی جائز ہوگی بشرط قبول مدیون [illegible] اور جو مدیون تاجیل کو قبول کرے تو دین حال رہیگا [illegible] اور خلاصہ مین ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مینے مدت کو باطل کیا یا اوسکو چہوڑا تو دین حال ہوجائیگا اور اگر مدیون نے کہا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچھہ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا [illegible] النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالة وبعدھا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والسابع القرض گر سات [illegible] تو ان مین تاجیل درست لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مداینات مین ہے

صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی رأس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس ثمن میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین
میت میں اور ساتوین قرض میں ہم بحرالرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا
اور دائن نے اوسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہرالفائق میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں نہ کہ صحیح
غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بحرالرائق سے مستفاد ہے کیونکہ مصنف نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں ہے وجہ اوسکی یہہ ہے
کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب
اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹہیرا تو اوسمین تاجیل لازم نہوئی کیونکہ معیر کو اگر اوسنے عاریت کی مدت ٹہیرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کی
قرض معاوضہ ہے کیونکہ شیٔ کا مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہہ مقتضی فساد قرض
ہو حالانکہ یہہ خلاف اجماع ہے لہذا علماء حنفیہ قائل ہوے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنے اگر قرض مہینہ بہر کے وعدہ پر دیا ہو تو مقرض
فی الحال مطالبہ کرسکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحودا تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتون میں لازم ہے جب کہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو
عدم شہادت ہو تو اوسکی یہہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرضکا اقرار نکرونگا تا وقتیکہ تو اوسکی کچھہ مدت مقرر کردے یا اصل مال سے کچھہ کم کر
ڈالے پہر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو اب مدت لازم ہوگی کہ اوسکا فی الحال مطالبہ نہیں کرسکتا یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر
علانیہ گواہون کے روبرو یہہ کہا تو مقر فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہا بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا
حکم کیا ہو بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احاله على آخر فاجله المقرض او احاله على مديون مؤجل دينه لان الحوالة مبرئة مستقرض نے
قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محال علیہ کیواسطے کچھہ مدت مقرر کردی یا مستقرض نے اپنا اوس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین موجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کرنیوالا
ہے محیل کا ہم حوالہ کی دونوں صورتیں ہاں ایک مسئلہ ہے یہہ مسئلہ رابعہ یعنے وصیت میں دو صورتیں ہیں والرابع الوصية اوصى بان يقرض من ماله
حوال النہر ۱۲
الف درهم فلانا الى سنة فيلزم من ثلثه ويسامحوا فيها نظرا للموصي او اوصى بتاجيل قرضه الذي له على زيد سنة فيعمل ويلزم پہلی صورت
لزوم تاجیل قرضا وصیت ہے یعنے ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درہم فلانے شخص کو قرض دیئے جائین سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اوسکے ثلث مال سے
اور آسانی کیجائیگی سال کی مدت مین بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بہر کی مدت ٹہیرانیکو وصیت کی تو صحیح ہوا اور مدت لازم ہے
والحاصل ان تاجيل الدين على ثلثة اوجه باطل في بدل صرف وسلم وصحيح غير لازم في قرض واقالة وشفيع ودين ميت ولازم فيما عدا ذلك
واقره المصنف وتعقبه في النهر بان الملحق بالقرض تاجيله باطل اور خلاصہ یہہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم مین تو تاجیل باطل ہے اور
تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت مین اور تاجیل لازم ہے سوائے ان مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت
رکہا ہے لیکن نہر الفائق مین اوسپر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنے اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم تو کہتے ہیں نہر کا سابق مفصلا مذکور ہو چکا قلت
ومن حيل تاجيل القرض كفالته مؤجلا فيتاخر عن الاصيل لان الدين واحد جزم به في حاشية فليحفظ مین کہتا ہون اور منجملہ تدابیر تاجیل
قرض کے ضمانت ہے قرضکی مدت ٹہیرا کر تو مطالبہ قرض کا اصیل سے ضمنا متاخر ہوجائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہہ پانچوین صورت عدم جواز تاجیل
قرض سے مستثنے ہوئی اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم یعنے اگر زید نے مثلا سو درہم خالد سے قرض لیئے اور چاہا کہ ادای قرض کی کچھہ مدت مقرر ہوجاوے تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ
زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایکسال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمنا زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہرالفائق مین سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک
در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ حیلہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالے اعلم وفی حیل
الاشباه حيلة تاجيل دين الميت ان يقر الوارث بانه ضمن ما على الميت في حياته مؤجلا الى كذا ويصدقه الطالب انه كان مؤجلا عليهما ويقر
الطالب بان الميت لم يترك شيئا والا لامر الوارث بالبيع للدين وهذا على ظاهر الرواية من ان الدين اذا استغرق ... المديون لا يحل على كفيله

اشباہ کے باب الحیل میں تأجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین
اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے کہ میت نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بعد الحیل
کا اداے دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہوجاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے
کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا ہم عنقریب ذکر کرچکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہوجاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی
ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیء آخر الکتاب انہ لو حل بموتہ
او اداہ الا قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب المتأخرین میں کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت
سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کردیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے
متاخرین فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیچ میں اسمین سے مدیون کچھ نفع نہ دیگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ۔ م

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اوسکا تقاضا کرے ھم چیز
عام ہے قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر
من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جسکو تو دے مجملہ مثلیات کے تا اوسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ھم طحطاوی
نے کہا لیکن یہ تعریف عاریہ پر بھی صادق آتی ہے جسمین عین شی کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال
بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تاکہ وہ شخص اوسکا
مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یوں کہا کہ مجکو اتنے درم دے تا میں تجکو مثل اوسکی پھیر دوں دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے
اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ھم ودیعت کی مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت
مین رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں نہ رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک
اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اسکے مانند تاوان دینا پڑے ھم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ
انڈہ اور اخروٹ لا فی غیرہ حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریہ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکساں
ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون میں چنانچہ حیوان اور
لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ھم چونکہ مثلیات کے سوا قیمتی ہیں رد مثل نہیں ہوسکتا لہذا قرض اوسمین صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے
متفاوت چیز میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ترکاری جیسے پتی اور مولی میں لیکن حنا اور وسمہ اور رنگ میں البتہ استقراض بطریق کیل کے کچھ مضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض
بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہے وہ بعینہ
فاسد مقبوض کی برابر سمجھ تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ھم قرض فاسد جیسے گہر کا قرض لینا بلکہ
سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع ہوا سطے حرام ہوا کہ شارع کی آئین اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہوجاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم
والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقارب فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیء تو صحیح
ہے قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو سو صحیح ہے قرض لینا
اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا میں آویگا ھم طحطاوی نے کہا کاغذ کے مستقرض میں
فقہانے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہیں کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا
کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثانی علیه قیمتها یوم القبض وعند الثالث قیمتها فی آخر یوم رواجها وعلیه الفتوی ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر وہ کارواج
جاتا رہا تو اوسپر مانند اوسکے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص اونکی قیمت کا تاوان نہ دے اور اسیطرح ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے ہواسطے کہ
مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان المثلی ہے تو کچھ اعتبار نہیں اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا
قول ٹھیرایا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اوسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اوسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے ہم
گرانی اور ارزانی کا کچھ اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور ادائی قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا غایۃ البیان میں ہے کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور
بحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کیطرف منسوب ہیں شاید عدال بادشاہ کا
نام ہے جسکی طرف دراہم منسوبہ کی نسبت ہے کذا فی الہدایہ قال وکذا الخلاف اذا استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمکة فعلیه قیمته
بالعراق یوم اقترضه عند الثانی وعند الثالث یوم اختصما ولیس علیه ان یرجع معه الی العراق فیاخذ طعامه کذا فی البزازیہ کہا اور اسیطرح
مسئلہ خلافیہ ہے مانند ائمہ ثلثہ میں خلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں پھر مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شرفہا اللہ میں تو اوسپر
قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اوسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور
صاحب قرض پر لازم نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا عراق کیطرف اور وہاں اپنا طعام لے ہم اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر
دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام
ببلد الطعام فیه رخیص فلقیه المقرض فی بلد الطعام فیه غال فاخذه الطالب بحقه فلیس له حبس المطلوب ویؤمر المطلوب بان
یوثق له بکفیل حتی یعطیه طعامه فی البلد الذی اخذ منه اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر میں جسمیں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اوس
شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمیں اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم
ہوگا کہ اپنا دکراوے ضامن دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر میں جس سے قرض لیا تھا استقرض شیئا من الفواکه کیلا او وزنا فلم یقبضه
حتی انقطع فانه یجبر صاحب القرض علی تأخیره الی مجیء الحدیث الا ان یتراضیا علی القیمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا کسدت کذا
فی الفتاوی العتابیة قرض لیا کوئی میوہ ناپکر پیمانہ سے یا تولکر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نکیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اوسکی فصل جاتی رہی تو صاحب
قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تا تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اوسکی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب معدوم ہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے
جب کہ اونکا رواج جاتا رہے تو اونکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپید نہیں اور پورا بیان اسکا خانیہ کے باب الصرف میں ہے ویملک
المستقرض القرض بنفس القبض عندهما ای الامام ومحمد خلافا للثانی فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء علی انعقاده بلفظ
القرض وفیه تصحیحان وینبغی اعتماد الانعقاد لافادته الملک للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنے سے امام اور
محمد کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک تا قیام قرض اوسکا
رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدون اوسکے استہلاک کے اور ان دونوں میں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں کی
تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوسکے مفید ہونے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی بمجرد لفظ قرض اور قبضہ کے ملک ثابت فی الحال
ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة
فلو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دین بدین بزازیہ فلیحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے
بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین بالدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ
تو خرید مستقرض کا افادہ ملک پر متفرع ہے یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اوسکے ذمہ پر اوسکا مثل ثابت ہو گیا تو ہم ہے اوسکو اوس کا خرید کرنا بثمن نقد

جائز ہوا بحرالرائق مین ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین بالعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی و اقرض
صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ و مثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو
تلف کیا تو اوسپر ضمان نہیں بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکھی اور اوسنے تلف
کر ڈالی اور صغیر کے مانند فرد بیہوش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس سے قرض کا
مواخذہ نہین اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیہ و فیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض
بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فان بالالقاء یعد قابضا
والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعن الاعرج الروایۃ اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا
مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدے اور اوسنے دراہم پانی مین ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہے بخلاف
خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہے کہ مامور کو غیر کے دینے کا اختیار ہے
پہلی صورتون مین یعنے قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورتین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کیطرف
نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض
لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یودی صحیحا کان باطلا
وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنے تعلیق بشرط کو قرض قبول
نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پہیر دینے کی شرط لغو ہوجاتی ہے تو اگر ٹوٹے پہوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح
اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اوسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر
مانند مقبوض کی یعنے ٹوٹے پہوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض محل الشرط نہین اور قرض کا محل تعین
ہے کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا یجبر پہر اگر مستقرض نے نہایت کہری جنس ادا کی بدون شرط ہونے
عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کہری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی
یعنے عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تہا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول مین جبر ہوگا
شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دیوے عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو جیسے
ایکدانگ یعنی بقدر حبہ جو کہ سو درہم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر
ایسی زیادتی موجود ہو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اوسکو جانتا نہو تو اوسکو پہیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز
کو تبعیض نقصان دیتی ہو اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو بطرح کہ اونمین کوئی خفیف الوزن
درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے اوسکے لحاظ اور تبیین المحارم مین ہے کہ اگر مستقرض نے زیادتی
ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ یہہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام
والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اسطرح کہ قرض دیوے اس شرط پر
کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کیطرف لکہدے تا اوسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ
نہین کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ

للمرتہن سکنی المرہونة باذن الراہن اور اشباہ مین ہو کہ جو قرض کہ نفع کہینچ لاوے وہ حرام ہو تو مرتہن کو گروی مکان مین راہن کے اذن سے رہنا مکروہ
ہو یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضون نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن مین بیان کریگا ہم کرخی نے کہا کہ
قرض نفع لانیکی صورت حرام ہی جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچہ مضائقہ نہین اور اگر مقرض نے درہم اسواسطے قرض دیئے تا مستقرض اوسکے
ہاتہ سے کچہ مال خریدا کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہی اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہی تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض
پر محمول کیا ہے اور افضل یہہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہہ قرض کے سبب سے ہی اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو
تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہی یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیئے اور دعوت قبول کرلینے کا بہی اسیطرح حکم ہی شمس الائمہ
نے کہا کہ یہہ جو محمد نے کہا ہی کہ مدیون کی دعوت کا کچہ مضائقہ نہین تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بہی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا
بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہین اور اگر دائن مدیون کے دراہم پاوے بشرطیکہ دیکر چلی
نہوا اور دراہم عمدہ تر ہون تو اوسکو لینا جائز ہی والا جائز نہین چنانچہ اگر دس درم قرض ہون اور اوسکے دینار پاوے تو لینا درست نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا
فرع منہ مسائل ملحقہ شارح کے استقرض عشرة دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہا الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتہا الی
مولای وانکر المولی قبض العبد العشرة فالقول لہ ولا شیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق بحر قرض مانگا دس درم اور اپنے
غلام کو انکے لینے کے واسطے بہیجا اور مقرض نے کہا کہ مین نے غلام کو دیدیا اور اوسکے لینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ مین نے درم اپنے مولے کو دئے اور مولے
نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبضے مین نہین آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور مولے پر کچہ الزام نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بہر لیگا اسواسطے
کہ غلام مقر ہی کہ اوسنے دراہم بواجبی قبضہ کیا انتہے کذا فی البحر ہم واجبی قبض کی [illegible] کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم
ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادای قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ علیہ دراہم ان رجلا جاء واستقرض من مال واعرہ بالدراہم لاخذہم
فدفعہ لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحة التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور
اوسکو امر کیا اپنے گروہ مین سے ایکسا مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہین کرسکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے
مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ ہم فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ سے ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی
توکیل جائز نہین اور مستقرض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کی کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے
تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجہکو قرض دو فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل
اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لئے وہ اوسیکے مملوک ہون گے اوسکو اختیار ہی چاہے موکل کو ندے کذا فی الطحطاوی وفیہا استقراض العجین
وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخمیرة بلا وزن سئل علیہ الصلوة والسلام من خمیرة یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راٰہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ مین ہے کہ قرض لینا گوندہی آٹے کا تول کر جائز ہی اور لائق ہی جائز ہونا قرض کا خمیرہ
مین بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اوس خمیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا کرتے ہین کہ کیا یہہ بیاج ہی تو فرمایا کہ جسکو مسلمین اچہا
جانین وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہی اور جسکو مسلمان برا جانین وہ خدا کے نزدیک برا ہی ہم مختار الفتاوی مین ہے کہ استقراض خمیر بطریق وزن کے قول مختار ہے بحر الرائق
مین ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل ہے قرض بلا وزن جائز نہین اور حدیث ما راٰہ المسلمون کی سند احمد مین ابن مسعود سے مروی ہی اور یہہ حدیث
موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہی نہ رسول کریم علیہ الصلوة والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنة وفی الاشباہ الشیخ ابن سیرین تعالی الحاجة الخ
یعنی [illegible] اور قنیہ مین ہو کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین بیان کیا
ہی ہم اسکو کہ عنقریب ذکر ہوئیگا قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو اذان زید العشرة باثنی عشر او بثلثة عشر بطریق المعاملة فی

زمانِنا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ باَزید من عشرۃ ونصف وتنبّہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا
یلزمہ فاجاب یعزّر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک میں کہتا ہوں اور مفتی ابوسعود کی معروضات میں یہہ سوال ہو کہ اگر زید نے دس درم
بارہ یا تیرہ درم پر قرضہ دئے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہو اس پر کہ دس درم ساڑھے
دس سے زائد پر نہ دئیے جاویں پس زید کو پھر آگاہ کر دیا گیا اور اوسنے نہ مانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ اوسکی
توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو اور معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے
یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم ہے زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اوسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم
زیادہ حاصل ہوگئے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع
لکن یظہر ان المناسب الامر بالرجوع وتقییم من ذلک السّلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور یہی صورت مذکورہ میں سوال
ہو کہ کیا صاحبِ دین پھیر دی جو اوسنے نفع لیا ہی یعنی سو تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اوسکو نفع اوس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا
پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بتر سلم ہی یہانتک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہوگئی انتہے جواب المفتی المرحوم ہم یہان سلم سے ایک قسم خاص
مراد ہی یعنے دراہم قلیل لیوے اور بہت سے گیہوں یا گہی وغیرہ ٹھیراوے اسطرح کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور بیاج کے احکام میں ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہی مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادتی حلال ہے
اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نہ کہاؤ اس آیت میں ربوا سے
مراد قدر زائد ہے خواہ قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں زیادہ دیگا ہے ربوا نفس زیادت کو بہی کہتے ہیں تسمیتہ معنے مصدر ہی قال اللہ تعالی واحل اللہ
البیع وحرّم الربوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیعکو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ شی لینے کو کذا فی فتح القدیر ضمناً
معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہی ویسے ہی قرض میں بہی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں سو غلط ہے
صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر انتہی ابو داؤد اور ترمذی میں اتنی روایت
زیادہ ہی کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر
ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کہانیوالا اور اگر سود نہ کہاویگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگیگی اور ایک روایت یوں ہی کہ اوسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر ربوا لغۃ
مطلق الزیادۃ ربوا لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنے خواہ کیل یا وزن میں زیادہ ہو یا سوا اسکے وشرعاً فضل ولو حکماً فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع
الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائماً لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیہ وبحر اور شرع میں ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی
حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا النسیئۃ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہوگئیں اسواسطے کہ تمام بیوع فاسدہ مجملہ ربوا میں تو واجب ہے
پہیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا رد نقصان اسواسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہوجاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ربوا النسیئۃ کی یہہ صورت ہی کہ درم کو درم
کے بیچے سو ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقۃً زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہی ادہار سے یہی آدمی ادہار بیچتا ہی تو وہ شی
فضل حکمی سے خالی نہیں چنانچہ بیع باشرطین خالی عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے
مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بہر گیہوں اور پیمانہ بہر جو اور اسکے دو چند گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز
ہی کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہوگئے تو یہہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹہیری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع
والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے
خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً دس گز لوٹ پندرہ گز کو یا پانچ گز لوٹ ہردی سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی نہیں ہے اور

اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچا ربوا نہیں مشہور وکذا ذلک الفضل لاحد المتعاقدین ای البائع والمشتری فلو شرط لغیرہما فلیس بربوا
بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ
ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہے ہم ربوا نہیں یعنے مصطلح ربوا نہیں ورنہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا میں داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے
اس واسطے کہ یہ مشعر ہے اسکا کہ ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض
اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں یہانتک کہ شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل
ثمر یہ سب حرام ربوا ہی چنانچہ جواہر اور منتقی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی فی المعاوضۃ فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ
بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ انعدم الربوا ولم تفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی المنح عن الذخیرۃ
عن محمد ربوا وہ ہے جسمیں فضل مذکور ساتھ معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ میں ربوا نہیں اگر خرید کئے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ
یعنی چہٹا حصہ درم کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دی اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو ربا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوئی یعنے اسواسطے کہ یہ فضل ہبہ میں ہے
نہ فضل بیچ المعاوضہ اور فضل بیچ الہبہ ربوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہ یعنے صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا
مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اوس مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرۃ عن محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان
محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتداۃ لحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف میں ہے
کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند اور زیادہ کرنے
کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اوسکا یہ ہے کہ متعاقدین
نے عوضین متساویین پر عقد کیا پھر ایک متعاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اون دو درموں کے مسئلے کی مانند ہے
جنمیں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحللہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو
باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے
درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اوسنے حلال کر دیا یعنے بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر
گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ ہے مشاع قسمت پذیر کا
قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا
عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ہذا میں کہتا ہوں کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل
کیا وہ صریح ہے عدم فرق میں درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک
اور ایسا ہی امام اعظم کے نزدیک سوا عقد کے کہ وہ فاسد ہے اسواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جسنے اس پر
آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جبکہ زیادت ظاہر ہو
گئی ہو احد العوضین میں یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساویین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو اول
میں ہبہ کی تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعہود بکیل او وزن
مع الجنس اور علت اوسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک معین ہے کیل یا وزن ہے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں علت
وہ ہے جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوا کیل یا وزن کے ذراع
اور عدد کو شامل نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہے مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل

منقود کی سلم کا جائز ہونا موزونات مین تاکہ اکثر ابواب سلم کے بند نہو جاوین ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حدیث مشہور مین وارد ہے کہ درصورت اختلاف
جنس تفاضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات مین چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز
نہو حالانکہ یہہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات مین بالاجماع مستثنی ہے والا سلم کے اکثر ابواب بند ہو جاتے ہین اور ہدایہ مین اسکے
جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو تولون اور ماشون سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پہر جب طریقہ وزن کا مختلف
ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بہی بیان ثابت ہے اختلاف معنوی یہہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران
وغیرہ مثمن متعین اور حکمی اختلاف یہہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی و
نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی
السلم ان حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ التحقیق سے نقل کیا ہے گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین
کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق
سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہے بلفظہ یعنے ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین
منصوص ہے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ
اسلام کیلی کا موزونات مین فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہین تو جواز سلام کا نہ دونون مین یا کیل کا کیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا
اور یہ کہ اسمین کچہہ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم مین یہہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچہہ تنقیح باقی نرہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل
الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہے پہر اصل اول یعنے درصورت
وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑہا کر اگرچہ کیلی اور وزنی
کہانیکی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بہی حرام ہے لیکن
مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بلا عکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم ہے بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف
باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پہر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف
سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر مین ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہون اور جو دو جنس ہین اور [illegible]
ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر یعنے کہجور کا پہل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور
رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گائی اور بہیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکنی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ
ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور ادہان جنکی اصول مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہے ملخصا اور لحوم طیور جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزونات ہوکر بیچا نہین جاتا عادت مین کذا فی النہر وحل
ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑہا کر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر بالمعیار بالذرۃ وبما دون نصف
صاع کحفنۃ بحفنتین وثلث وتفاحتین ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے تقدیر جو اور نصف صاع
سے کمتر کا معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بہر کی دو لپ سے اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نپہنچے ہم معیار عبارت ہے پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے
مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہوجاے کذا نہر الفائق مین ہے کہ لپ دو لپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے
واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسا کہ
ربع اور ثمن قدیم مصر مین رائج ہے تو اوسکا تفاضل معتبر نہین یہہ اوس صورت مین ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز

نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہو لیتے و تفاحۃ بتفاحتین و فلس بفلسین ا ا کثر باعیانہما لو آخره لکان آ ولی لمافی
النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین ا و احدھما لم یجز اتفاقاً اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک بیسے کی دو بیسے سے بازا دست بدست بشرطیکہ
دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں
قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے و تمرۃ بتمرتین و بیضۃ ببیضتین و جوزۃ بجوزتین و سیف
بسیفین و دواۃ بدواتین و ا ناء با نائین ما لم یکن من احد النقدین فیما لم یعلم التفاضل فیہ اور حلال ہے ایک کہجور کی بیع دو کہجور سے اور ایک انڈے
کی دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو سرے برتن بہاری کی
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح و لو تبرا با برتین و ذرۃ من ذھب و فضۃ مما لا ید خل
تحت الوزن بمثلہما لجاز الفضل لفقد القدر و حرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کفضۃ ببر حفنۃ شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ و حرم
الکل محمد و صحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دو ٹون کے مثل سے یعنی
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنے اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہان تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بہر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ تو تاخیر حلال ہے مطلقاً
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب عدم ہوجانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی امثلہ سابقہ کی بیعکو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ نقل کیا ہے کمال الدین نے
فتح القدیر میں نقل کیا ہے ہم فتح القدیر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا انتفا اموال اس ٹہیری تو واجب تحریم ایک سیب
کی دو سیب اور ایک لپ کی دو لپ ہے اور اگر مکائیل بنصف صاع سے کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی ٹہیک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور ہمکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حال اینکہ محمد سے روایت کی ہے کہ اونکی نزدیک
مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہے وہ اوسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہے ملخصا و ما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر
و شعیر و تمر و ملح او وزنیا کذھب و فضۃ فھو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذھبا بذھب او فضۃ بفضۃ کیلا
و لو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر نص شارع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور
کہجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسطرح ہوتا قیامت کبھی متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تول کر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کر کے تو صحیح نہیں کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ متساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ہم نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کا ہو باطل پر ہوجاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور
چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فے
فتح القدیر و ما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کو کیلی یا وزنی ہونے پر شارع نے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہو اوسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے و عن الثانی اعتبار العرف مطلقا و رجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہر
طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقاً اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو نص میں وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں یہ اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تہیں پس جبکہ رواج
بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا و بیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی افندی نے استخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اوسکی مثل سے تولکر ہم یعنے دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو بداز ستقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہوسکتی ہے کہ باعتبار عادت دراہم کے وزن میں اتحاد

نہیں ہو فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہے اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دینی تو لکر جائز ہے اگر
لوگوں میں رواج ہو اور اسی پر فتوی ہے تو اب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادة الناس
بحر واقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے
موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہے واللہ تعالی اعلم
والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذهب وفضة بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینهما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا
للشافعی فی نحو الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں
[illegible] معین کرکے اور بائع و مشتری متفرق ہوئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدهما دینا فان هو الثمن
فقبضه قبل الافتراق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور مد اوسی پر قبضہ کرلے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ہم مثلا گیہوں کو گیہوں سے
بیچا اور ایک فریق نے تو اگر وہ ثمن ہے یعنی مدخول با ہو جائز ہے اسطرح کہ بعت منک [illegible] هذا القفیز من الحنطة بقفیز حنطة اور جو مدخول با ہو جائز نہیں وہ بیع ہی نہیں
اسواسطے شرط جواز ہو اگر وہ متعین نہیں ہوا اگر قبضہ سے والا لا لانه بیع مالیس عنده بسلم اور اگر دین ثمن نہو بلکہ بیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس
چیز کی ہو جو اوسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربوا لا فی حقوق العباد وردیه سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹا
کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھیرا کہ اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہوں دوسرے
گیہوں کی مثل نہیں ہوسکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عوض تفاوت شمار نہیں کرتے اور اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جیدها وردیها سواء کذا فی
المطولات پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھیرا تو ایک کی بیع دوسری سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت رداءت کے
برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اوسکی لازم ہوگی و لیکن مستحق جودت
وعقبیہ نہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب لرهن اذا انکسر اشباه مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور رداءت برابر
نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی کے کنگن میں جب کہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباه ہم مال وقف کو مال یتیم سے مصنف نے ملحق کیا ہے بطریق
بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف
ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کے کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر شکستہ کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی
باع فلوسا بمثلها او بدراهم او دنانیر فان نقد احدهما جاز وان تفرقا بلا قبض احدهما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس کے یا دراہم یا دنانیر کے بعوض
اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع و مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ یہ جو مذکور ہوا اسواسطے
صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس بالنقدین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد میں مختلف ہی انتہی اور بیع
الفلوس بالفلوس میں شرط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع اللحم بالحیوان ولو من جنسه لانه بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز
کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئة فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگر یہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلا گائی کا گوشت گای یا بیل سے بیع کر
تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیئہ تو جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور
کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گای کا گوشت بکری سے تو اگر نسیئہ بکری میں ہے تو یہ سلم ہوا [illegible] اور اگر اوسکے برعکس ہو تو یہ سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم
دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادة اللحم المجانس اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس سے گوشت مذبوح مراد ہے تاکہ یہ گوشت جانور کے گوشت کی
مقابل ہوا اور کچھ گوشت اوسکے جگر اور طحال وغیرہ کی مقابل ہو ورنہ ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحا بحی جاز اتفاقا وکذا المسلوخ
ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوخ المفصول عن السقط کالکرش [illegible] اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو بالاتفاق

بشمین اور مجسکے جائز ہے اور اسیطرح کہال اور جہڑی دوجانور وزن کی باتفاق بیع جائز ہی اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی نے
کہ مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو ادہڑی اور اتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر هم طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر ترا کا طحاوی کیطرف راجع ہے
شارح کو مناسب تہا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا تا اسکا ربط اوس سے ہو جاتا شیخ الغفار نہین کہ سقط الفتحتین جو ہی سپر گوشت کا نام منطبق نہین ہوتا بنا بچہ کہال اور ادہڑی
اور واثر ناپنے اور تلی آر نا جائز ہے کریا بیع بقطن وغزل مطلقا کیف ما کان لاختلافهما جنسا اور یہی جائز ہی بیع روئی کپڑے کی روئی اور سوت سے
مطلقا جسطرح سی ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد انتقاض کے موت اور روئی نہین ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطن
بغزل القطن فی قول محمد وهو الاصح جائز جیسے روئی کی بیع روئیکے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول مین اور یہی قول اصح ہی کذا فی الحاوی القدسی
وفی القنیة لا بأس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید لانهما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابه اذا لم توزن اور قنیہ
میں ہے کہ کچہہ مضائقہ نہین روئیکے سوت کی بیع مین روئیکے کپڑون کے عوض دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز ہو اور دونون مختلف
نہین کہ دست بدست شرط ہو اور اسیطرح مطلقا دست بدست جائز ہے بیع ہر جنسکے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو هم مسئلہ قنیہ
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب الصواب ہے
کہ تفاضل جائز ہو نہ تاخیر کذا فی الطحاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لهما فلو باع مجازفة
او متساویا وزنا لم یجز اتفاقا ابن ملک اور جنانچہ جائز ہی بیع ترکہجور کی ترکہجور سے اور خشک کہجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ
تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی
کافی نہین ہی جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک هم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ
کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہوجاتا ہی خشک ہو کر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور ثانیا
مال کا کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو تساوی کیلی اسواسطے الا اتفاق شرط ہو کہ تفاوت وزن سی مساوات معلوم نہین ہوتی
اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بہاری ہوتی ہی ترازو مین اور پیمانہ مین ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحاوی امام اعظم جب کہ بغداد مین وارد ہوئے تو اہل حدیث نے
سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہین امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہین کہ رطب تمر ہی یا نہین اگر تمر ہے تو عقد جائز ہو بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر
تمر نہین ہے تو بہی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پہر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا امام مالک وغیرہ مین اربعہ مین زید بن عیاش
عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہوجاتا ہی خشک ہو کر لوگون
نے کہا ہان تو آپ نے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے
یون جواب دیا ہے کہ برتقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے اسواسطے کہ ابو داؤد اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین
یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئة یعنی
منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے وتمامه فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور جنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سی خشک
انگور سے برابر برابر اسیطرح فی الحال نہ المآل وکذا کل ثمرة تجفف کتین ورمان یباع رطبها برطبها و بیابسها اور اسیطرح جو پہل کہ خشک ہو جاتا ہو جیسے انجیر اور
انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کذا بیع بر رطبا او مبلولا بمثله و بالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بہگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع
تمر او زبیب منقوع بمثله او بالیابس منهما کما فی الملتقی والعینی اور اسیطرح جائز ہی بیع بہگوئی خشک کہجور یا انگور کی اوسکی مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف
کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک جنطہ یا کسی کی بیع مبلول سے جائز نہین بشرط انتقاع والا جائز ہے کذا فی الطحاوی عن الخلاصة وفی العنایة کل تفاوت خلقی کالرطب
والتمر والجید والردی فهو ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطة بالدقیق والحنطة المقلیة بغیرها یفسد کما سیجی اور

ه وخول بعض نسخون مین نہین ہے اور یہی صواب معلوم ہوتا ہی اسکی کہ شارح اسکا حاصل آگے لکہیگا ... ۱۲

غایہ میں ہے کہ جو تفاوت پیدا ہوئی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور ناقص لیس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی ان میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمی کے
فعل سے ہے چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع اللحوم المختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدا
بید اور جیسے جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست یعنی لحوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہے
بسبب اتحاد قدر کے ولبن بقر وغنم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل
جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں کذا فی الطحطاوی وخل دقل بفتحتین ردی التمر وخصہ باعتبار العادۃ بخل عنب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی
بیع انگوری سرکہ سے بڑھا کر دقل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص کر لیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادۃ خاص
یہی ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہیں لہذا فقط اسیکو مذکور کیا وشحم بطن بالیۃ بالفتح ما یسمیہ العوام لیۃ او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی کے
یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی الیۃ بفتح الف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہیں وخبز ولو من بر بکر او دقیق ولو منہ اور جائز ہے روٹی کی
بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ گیہوں کی روٹی اور گیہوں کا آٹا ہو تو بھی ادھار جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہوگئی کیلی نہ رہی بخلاف گیہوں
اور آٹے کے کہ وہ دونوں کیل میں ہیں تو قدر اور جنس دونوں مفقود ہیں یہانتک کہ بیع بطریق نسیئہ بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ
ودھن مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا وزنا لیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن
عادۃ حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے انکی
اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعوں میں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر چڑیوں کے گوشت میں
باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت موزون نہیں رہا ہے اگر اسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج
والاوز یوزن فی عادۃ مصر وفی النہر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ
فلیحفظ اور فتح القدیر میں ہے کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہونا اسکے زمانے میں ہوگا ہمارے زمانے میں تو
مصر میں وزنی نہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائے کا
گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی ہیں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخبار ولو
الخبز نسیئۃ بہ یفتی درایۃ اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس المسمی اور روا ہے اخیر صورت یعنی
کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر یعنی تاخیر اسوقت جائز ہے جب سلم کی شرائط کو بجا لاوے فتوی دیا ہے
بسبب حاجت آدمیوں کی اور زیادہ تر احتیاط منع سلم میں ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے اسی جنس سے جو معین اکثر ہوتا ہے کہ تسلم ہوتا ہے گیہوں کی روٹی میں اور
مقبوض ہو کی روٹی ہوتی ہے تو اسمیں استبدال مسلم فیہ ہے اسکے قبضے ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع
خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری
الخاتم بالبر اور قہستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہوں کی سلم کرنیکا روٹی میں یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی نانبائی سے بقدر ارادہ روٹیکے اور اون روٹیکو
جو موصوف بصفت معین ہیں ثمن قرار دے تاکہ وہ نانبائی کے ذمہ پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہوں سے خرید کرلے یعنی اس طریق سے شرائط سلم کے
ہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وسیجی جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم
جائز ہے روٹی میں تولکر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتوی ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز روٹی میں گن کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اسکے
روٹی معدود متفاوت ہے نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کی نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے
اونکی نزدیک سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد والاسم حادی اور جائز ہے دودھ کا بیچنا پنیر سے

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الکافی ولا بیع البُرّ بالدقیق وبالسویق وهو المجروش ولا بیع الدقیق بالسویق مطلقا ولو متساویا لعدم التسویة فیحرم بشبهة الربوا اخلافا لهما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونوں برابر ہوں اسواسطے کہ دونوں برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے اور بحث بدهب هم گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاضل اسواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے اجزا ہیں اور تساوی اسواسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تسویہ ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ گیہوں سمٹنے سے زیادہ ہو جاتا ہے وامّا بیع الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطة مقلیة بمقلیة وامّا المقلیة بغیرها فاتفاقا کیا اہوا اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ دونوں کو پیمانہ میں داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق اماموں اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہے اور بھنے گیہوں کی بیع غیر بھنے سے تو نا جائز ہے چنانچہ گزر گیا ہم بھونے سے گیہوں ہلکا ہو جاتا ہے لہذا اوس کی بیع غیر بھنے سے فاسد ہی [illegible] نقل کیا کہ اگر آٹا کٹنے سے پہلے تو کر لوا ہیں دو روایتیں ہیں ولا الزیتون بزیت والسمسم بحلّ بجهالة الشیرج حتی یکون الزیت والحلّ اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدر بمثله والزائد بالثفل وکذا کل ما له ثفل له قیمة کجوز بدهنه ولبن بسمنه وعنب بعصیره فان لا قیمة له کبیع تراب ذهب بذهب فسد بالزیادة لربوا الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل میں ہو اور زائد روغن کھلی کے مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز میں جسکی کھلی اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودھ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے شیرہ سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زر آلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی کے بیاج کی وکذا یستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیه الفتوی ابن ملک واستحسنه الکمال واختاره المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لینا جائز ہے تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے کذا ذکره ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئة جاز وبعکسه لا وجاز بیع کسیرات بصحاح ان کان له قیمة اور مجتبی میں ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اور ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے اور اسکا عکس یعنے نقد دو روٹی کی بیع ایک روٹی اور ادھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑوں کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقد اور نسیئہ ولا ربوا بین سید وعبده ولو مدبرا او ام ولد لا مکاتبا اور بیاج نہیں درمیان مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب هم غلام کا مال مملوک ہے مولے کا جسطرح چاہے لے یہاں ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجای حر کے ہے قبض اور تصرف کی راه سے ولا ماذون له لم یکن دینه مستغرقا لرقبته وکسبه فلو مستغرقا یتحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیره لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق وانما یرد الزائد لا لانه ربوا بل لتعلق حق الغرماء غلام اور میان کے اوس وقت بیاج نہیں جب کہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکره ابن ملک وغیره لیکن بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنے ہر طرح بیاج نہیں خواه اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرضخواہوں کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من مالها ای مال الشرکة زیلعی اور بیاج نہیں دو مفاوضوں اور عنان کے دو شریکوں میں جب کہ دونوں نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی قید مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ مفاوضوں کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں دونوں صورتوں میں بیاج اسواسطے ثابت نہیں کہ ثمن اور بیع میں دونوں شریک ہیں تو بعقد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ثمه ولو بعقد فاسد او قمار ثمه لان ماله ثمه مباح فیحل برضاه مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلاثة اور بیاج نہیں کافر حربی اور اوس مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار سے ہو بیاج نہیں وہاں یعنی دار الحرب میں اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے مانند حطب اور حشیش کے تو حلال ہوگا اوسکی رضا مندی سے ہر طرح بے دغا بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے هم حلت ربوا میں دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آویگا اور مسلمان ایک درہم

اگر حقوقہا کطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہی جسمین اصطبل نہین مگر کل حقوق ہو کہا یا
بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ھ مرافق
جمع ہی مرفق کی بکسر میم و فتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل او کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے
تا بائع کا حق بجمیع وجوہ ساقط ہو جاوے اور اسکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع
دار ہین اور ظاہر الروایۃ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر او بکل قلیل وکثیر ھو فیہا او منہا یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے کل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ
مکان ہے
یعنی جو قلیل او کثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے ھ چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار
کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہو گا بیت کی مشابہت سے و یدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب او بخیام او قباب
اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچہہ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہون یا خیمے یا
خرگاہ وھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی
سرای نہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی موجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہی بدون اسکے ذکر کے سب صورتون
مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان کو سرای ہی کذا فی النہر ھ استثنا کرنا دار الملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور
یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہ ہی فی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا سواء کان المبیع بیتا فوقہ علوا و منزل کذلک
لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہے اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہی تو ہر اقلیم اور ہر قطع زمین
وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الحطاب وکما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا البستان الذی داخل وان لم
یذکر ذلک جیسے داخل ہوتا ہی دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گہر کے صحن مین واقع ہین اور اسیطرح داخل بیع ہی وہ باغ جو گہر کے اندر داخل
ہو اگرچہ اوسکی بیع کی تصریح نکی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہے باغ
گہر کے باہر کا مگر اسوقت داخل بیع ہی بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گہر سے چہوٹا ہو اور اگر گہر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلۃ
لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاتخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ مما مر وقالا ان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو اور چہجا داخل نہین
ہوتا گہر کی بیع مین اسواسطے کہ اسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اوسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چہجا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر
چہجے کا دروازہ گہر کے اندر ہے تو گہر کی بیع مین داخل ہے بالاخانہ کی مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لانہ من مرافقہا
اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہی بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھہ اسواسطے کہ دروازہ گہر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی التاتارخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل
والشرب الا بنحو بکل حق ونحوہ مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی بہنے کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنے بذکر مرافق یا کل قلیل
وکثیر ھ عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہی جو انسان کی ملک ہوتی ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہو یا شارع عام کی طرف سے وہ داخل بیع ہی چنانچہ
بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گہر کی راہ کا عرض اوس گہر کے دروازہ کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہے
اور مسیل وہ مکان ہے جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہی پانی کے حصے سے کذا فی المواہب وبخلاف الاجارۃ للدار او
الارض فتدخل بلا ذکر لانہا تنعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گہر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق یا مرافق کے
اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کیواسطے ہی نہ سوا اسکے یعنی اجیر بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے [illegible]
والرھن والوقف خلاصۃ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر
بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گہر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہی یا اوسپر صلح کی یا اوس

چنانچہ ظاہر کلام ہدایہ سے یہی ہے بلکہ عتق اور اوسکی مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے
اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل ہو حجۃ قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہی مقر پر
بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہے چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لہذا اوسکا اقرار اوسی پر حجت ہی نہ غیر پر بخلاف شہادت کے ہو اسواسطے کہ شہادت
حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کافہ ناس کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنح تبعی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہما قضی
بالاقرار لا بالبینۃ الا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح وقد باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں مجتمع ہون سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا
جائیگا مگر حاجت کیوقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولے ہے کذا فی الفتح والنہر ہم اجتماع کی صورت یہہ ہی کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اوسکی
ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑی چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو
گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الاشباہ فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعہا ولدہا بشرط القضاء بہ ای بالولد
فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ ظہیریہ اگر وہ مبیع جو جنس مشتری کے
پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اوسکا بچہ اوسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہوگیا ہو قول صحیح میں کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے
اس تقیید کا جب کہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہہ بیان کیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یون کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر فتح
استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ لمستحقہ ثمرتہ فی باب دعوی النسب پہر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا
استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اوسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے باب میں مذکور ہو چکا
ولان اقرّ والمسئلۃ بحالہا لا یتبعہا فیاخذہا وحدہا والفرق ما مرّ من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اوسکا بچہ لونڈی کا
تابع نہوگا تو وہ مرد فقط لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدۂ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہوا اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا
لم یدّع المقر لہ فلو ادعاہ کان لہ وکذا الحکم فی سائر الزوائد وایدہم لا ضمان بہلاکہا لزوائد المغصوب اور یہہ یعنی نہ تابع ہونا ولد کا بیع کے اوس وقت ہی جب کہ مقر لہ
ولد کا دعوی نکیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پہل درخت کی تابع نہیں اگر مستحق
کے واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت دعوی مقر لہ ان پر البتہ ہے کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہیں جیسے زوائد مغصوبہ کے ولم یذکر النکول لانہ
فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو مذکور نکیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے
عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک لنفسہ او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی
ملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کی دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ صغری میں ہی کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہی
ہم تناقض سو اسلیے مانع ہی کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا ہو اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک
ہونیکا دعوی کرنا پہر اوسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا تناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی یہہ مثال ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہہ مثال ہے کہ ایک
عورت کی نکاح کا دعوی کرنا پہر اوسکے نکاح کا پیام دینا وکما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہی اسیطرح اپنی غیر کے
دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہوسکے ہم بزازیہ میں کہ اول دعوی کیا کہ یہہ چیز میری ہی پہر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہی تو یہہ دعوی مقبول نہیں مگر در صورت توفیق
اسطرح پر کہ یہہ چیز میری تہی اسنے موکل کی تہی جسنے مجکو خصومت میں وکیل کیا تہا پہر اوسنے میرے دوسرے موکل کے ہاتہہ اسکو بیچا اور اوسنے بہی مجکو خصومت کیواسطے وکیل کیا
کذا فی البحر وہل یکفی امکان التوفیق خلاف سنحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کیواسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بہی
ضرور ہے اسمین خلاف ہی علما کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات میں وفروع ہذا الاصل کثیرۃ سیجئ فی کتاب الدعوی ومنہا ادعی علی آخر
انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی

لم یقبل للتناقض وان قال آبی آو ابنی قبل اوراس اصل یعنے منع تناقض کی بہت فرع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اوران آجملہ یہہ ہی کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہہ میرا بہائی ہے اوراوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین ہے پہر مدعی کچہہ متروکہ چہوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اوسکی میراث طلب کرتا اگر اوسنے کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اولی اخوت کا دعوی کیا اوسکے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو سہو ہو کہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے کم گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ کہ اگر جاری تو اخوۃ دعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصا کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین ہے کا کہ اصل یہہ ہے ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ھم تناقض نسب کی یہہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ غلام اوسکا بیٹا ہی تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا؟ ور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی ہواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہی اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو وہی تناقض میں معذور ہی اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہی کہ زوجہ اپنی زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام متناقض ہے ہواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یدرک مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کرکہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا غیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچہہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لیگا بخلاف ابو یوسف کے ھم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین ایک روایت ہی اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اوسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ھم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی وجہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہی غلام ہوتا ہی کسیکا اور اوسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید فرجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پہیر لے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارتہنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرور یوجب الضمان فی ضمن عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسیطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہلے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ ہی کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کی ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی نہین ضمان ہواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہی اور رہن مین دہوکہ سے ضمان نہین کہ وہ وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فلذا اعتمد المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححہ الزیلعی فی تقدم فی الوقف وسیجیء آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہی جسکے لزوم وقف کا حکم ہوگیا ہو تو یہہ تناقض مقبول ہی اور نہین تو نہین یعنے وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین ہواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصحیح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور آخر کتاب مین آویگا ھم شرط حکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہی مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اوسپر قبضہ نہین کیا تہا کہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاحکم قاضی اونپر جاری ہووے لو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہوجاوے پہر بائع یا مشتری گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتہہ بیچا تہا پہر بائع نے اسکو مشتری کے

تاہم بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی
غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع من القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ
سنتین مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ
اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوے کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے (یعنی) اسلیے کہ قاضی مستحق
کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے حال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلا اور
اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کیواسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوے کے کہ ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے
ہم دونوں طرف سے یعنے دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے
کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی البحر الرائق والعلم بکونہ
ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو اشتری ولدہ مشتراۃ ای یعلم غصب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن
وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر یہہ اسکا معلوم تھا کہ یہہ بیع غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اوس خریدی
لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار
کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ
فلو عاد الیہ بسبب امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر
کی ٹھہری ہے کے قبضہ میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم
ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نکیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا
اقرار ہے لیکن یہہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی
نفس السجل بل لابد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنی ثبوت سے کہ یہہ نوشتہ ہے فلانے
قاضی کا ہو اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے
کا حکم دیا جاوے اور ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اوسنے سمرقند میں پایا سو اوسکو سمرقند
کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا اور مستحق علیہ نے گواہ گذرانے
کہ یہہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی ندیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ
کا یہہ گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اسکے بائع سے حکم دیا کذا فی المحیط وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات
وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہا لتحصیل العلم للقاضی فلذا لزم اسلامہم ولو الخصم کافرا اسیطرح عدم
اعتماد کا حکم ہے سوا نقل شہادت اور وکالت کے مثلا محاضر اور سجلات اور صکوک کے اسواسطے کہ اونمیں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے
اسواسطے کہ وہ دونوں قاضی کے علم حاصل کرنیکے واسطے ہیں اور اسیواسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا
نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی آپ
حکم نکرے بلکہ گواہی لکھدے تا قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور مکتوب شہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہہ صورت ہے کہ مثلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا
وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جسمیں قاضی
حضور خصم میں اور تداعی اور شہادت لکھی اور سجل وہ ہے جسمیں آپکی سند لکھی اور دے اوسکے پاس ہوا اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہما کو لکھدے کذا فی الطحطاوی

ولا رجوع له فی دعوی حق مجهول من دار صولح علی شیء معین فاستحق بعضها لم یرد عوضا لانه یبقی وان استحق کلها رد کل العوض لدخول المدعی فی المستحق
اور بدل صلح کا پہیر لینا نہیں ایک گہر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہوگیا شی معین پر اور بعض گہر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی باقی
مین ہو جو مستحق نہین اور اگر تمام گہر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پہیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفید منه ای من جواب المسئلة امران احدهما
صحة الصلح عن مجهول علی معلوم لان جهالة الساقط لا تفضی الی المنازعة والثانی عدم اشتراط صحة الدعوی لصحته لجهالة المدعی به حتی لو برهن
لم یقبل ما لم یدع اقرارا به اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شے معین پر اسواسطے کہ نادانی شی ساقط
کی منازعت کو نہین پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ
لاویگا تو مقبول نہونگے جبتک یہ دعوی نکرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا
جاویگا کذا فی البحر او رجع المدعی علیه بحصته فی دعوی کلها ان استحق شیء منها لفوات سلامة البدل اور سب گہر کے دعوی مین اگر کچھہ زمین مستحق غیر نکلی
تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصہ کے پہیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گہر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کرلی پہر بعض
گہر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پہیر لے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سالم نرہا قید بالمجهول لانه لو ادعی قدرا معلوما کربعها لم یرجع ما دام فی یده ذلك
المقدار وان بقی اقل رجع بحسابه اذا استحق منه مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتہائی گہر کا دعوی تو بدل صلح کو
نہ پہیر لے جبتک اوسکے ہاتہہ مین یہ قدر یعنی چوتہائی باقی رہے اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پہیر لے یعنی مثلا مدعی نے ربع کا
دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پہیر لے کذا فی البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالحه من المال انکار
علی دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان هذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع بدل دراهم
فوجب الخلاف لنظر اگر دنانیر سے صلح کی درہم پر اور اسپر قبضہ کیا سو درہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پہیر لے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پہر
جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنے دنانیر کا پہیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اوسی کتاب مین بسط حکم چند فروع اور مین ازنکو یہا
چاہیے وفی المنظومة المحبیة مهمة منها اور منظومہ محبیہ مین مسائل مہمہ فروعیہ ہین ازانجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحق الظاهر المبیع + له علی بائعه
الرجوع + بالثمن الذی قد دفعا + الا اذا البائع ههنا ادعی + بانه کان قدیما اشتری + ذلك من ذا المشتری بلا مرا + اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو واپس
بائع سے اوس ثمن کا پہیر لینا جو ادا کیا ہے جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہہ دعوی کیا کہ مینے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تہا بلا شک یعنی اگر اس کو
بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی البحر لو اشتری خرابة + وانفقا + شیئا علی تعمیرها وحققا
ذاك بشهود بعدها اکانها + ثم استحق رجل تمامها + فالمشتری فی ذاك لیس راجعا + علی الذی خذا لتلك بائعا + ولا علی ذا المستحق مطلقا + بالذی کان
علیها انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچہہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پہر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا
تو مشتری کچہہ نہین پہیر لے نہین سکتا اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پہیر لیسکتا ہے اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہے مستحق سے مطلقا رجوع جائز نہین
ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی البحر وان مبیع مستحقا ظهرا + ثم قضی القاضی علی من اشتری
به فصالح الذی ادعاه + صلحا علی شیء له اداه + یرجع فی ذاك بکل الثمن + علی الذی قد باعه فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پہر قاضی نے مشتری
پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچہہ اوسکے مال مین دیکر صلح کرلی تو مشتری اس مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پہیر لیگا یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے
مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا فی الطحطاوی وفی القنیة شری دارا وبنی فیها فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض لیه یوم تسلیمه
وان لم یسلم فبالثمن لا غیر اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر خرید کیا اور اوسمین عمارت بنائی پہر وہ گہر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اوس
تسلیم کے دن قیمت تہی پہیر لے بشرطیکہ منقوض یعنے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضہ مین کردے اور اگر قبضہ نکروا دیا ہو تو فقط ثمن پہیر لے نہ کچہہ اور کذا فی البحر

بالجمیع بنا فیہا لما ذکرنا أن الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کو
ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو
حفر بئراً او نقی البالوعة او رمّ من الدار شیئاً ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لأن الحکم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کذا فی مسائل
الحلوانی بنحو ما لو کتب فی الصک فما أنفق المشتری فیها من نفقة او رمّ فیها من مرمّة فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا نجاست کا
چہبچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس سب کا صرف اوسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے
نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہو چکا یہانتک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکھدیا کہ جو مشتری اس گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا
تو وہ بائع کے ذمے ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ھ فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہہ شرط ملائم بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئراً او طواہا بآجر
بقیمة الطی لا بقیمة الحفر فإذا اشترطاہ فسد اور اگر کنواں کھودا اور اوسکی مین بنائی تو اینٹ کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں بیعت کی
شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیة أن تنظر علیها رجع بقیمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة وبالجملة فإنما یرجع إذا بنی فیها او
غرس بقیمة ما یمکن نقضه وتسلیمه إلی البائع فلا یرجع بقیمة جص او طین تمامه فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسیطرح اگر
نہر کھودی تو اگر اوسپر پل بنایا تو بنائی پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لیگا تو اس وقت ہے جب کہ اسمین کچھ عمارت بنادی یا درخت بو دیے اُس
چیز کی قیمت پھیر لیگا جسکا توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کرا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرہویں فصل میں ہے ولو اشتری
کرماً فاستحق نصفه له رد الباقی إن لم یتغیر فی یدہ ولم یأکل من ثمرہ اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو
باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اوسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اوسنے اوسکا پھل نہ کھایا ہو ولو شری أرضین فاستحقت إحداهما إن قبل القبض خُیّر المشتری
وإن بعدہ لزمه غیر المستحق بحصته من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے
چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اوسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اوسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق
العبد او البقرة لم یرجع بما أنفق ولو استحق ثیاب القن او برذعة الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی المبیع تبعاً لا حصة له من الثمن لکن یخیّر
المشتری فیه قنیه اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اوسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ
بیع میں داخل ہوئی ہو قیمت میں سے اوسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیه ولو استحق من ید المشتری الآخر کان
قضاءً علی جمیع الباعة ولکل أن یرجع علی بائعه بالثمن بلا إعادة بینة لکن لا یرجع قبل أن یرجع علیه المشتری عند أبی حنیفة وقال أبو یوسف له أن
یرجع قال الا تری أن المشتری الثانی لو أبرأ الأول من الثمن کان للأول الرجوع کما لو وجد العبد حراً فلکل الرجوع قبله خانیه اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے
مشتری کی ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ گواہان کے لیکن نہ پھیر لے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری اوس سے
پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف
کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیه لکن فی الفصولین ما یخالفه
فتنبه لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبداً فأعتقه بمال آخر ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور
اگر غلام خرید کیا پھر اوسکو مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسنے اوسکو اوسکا لعینہ پورا مال ملگیا ولو اشتری دارا بعبد
وأخذت بالشفعة ثم استحق العبد بطلت الشفعة ویأخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتهی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور
گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہوگیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب بطلان بیع کے **باب السلم** یہہ باب بیع سلم کے
احکام میں ہے مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کی اور

صرف نہیں جائز ہو مرکب سکے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا
ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص
سلم کرے کسی چیز میں پس وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور ضرورت رہ کے کیونکہ غیر اپنے نفقہ عیال کیواسطے
بالفعل محتاج ہے اور مثلی نفع آئندہ کے واسطے کذا فی العنایۃ وهو لغة كالسلف وزنا ومعنى سلم بفتحتین لغت میں سلف کی مانند ہے وزن اور معنے میں هم مغرب میں ہے کہ جب
ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وهو المسلم فیه بعاجل وهو رأس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی
چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھہ مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے جیسے مثلاً پہلے روپیہ دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا ایکا نام
سلم ہے ورکنه رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے
قول اصح میں هم اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات سے سلم میں ایجاب اور قبول مطرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ اسلمت
اور سلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی ... ویسمی صاحب الدراهم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم کہتے
ہیں ویسمی الآخر المسلم الیه والحنطة مثلا المسلم فیه والثمن رأس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس
المال وحکمه ثبوت الملك للمسلم الیه ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیه لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کے لئے
ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف و نشر مرتب ہے هم رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر
ویجوز فیما امکن ضبط صفته کجودته وردائته اور صحیح ہے سلم اوس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اوس چیز کا عمدہ ہونا اور ردی ہونا معلوم ہو
صفت اور معرفت مقدار ہو اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اوسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوتی ہے
جائز نہیں ومعرفة قدره کمکیل وموزون ومخرج بقوله مثمن الدراهم والدنانیر لانها اثمان فلم یجز فیها السلم خلافا لمالك اور صحیح ہے سلم اوس چیز میں
جسکی صفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ مکیل اور موزون جو ثمن سے ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون میں داخل
ہیں مگر ثمن ہیں تو انمیں سلم جائز نہیں یعنے دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوسکتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش
ولبن بکسر الباء وآجر بملبن معین بین صفته ومکان ضربه خلاصه اور جنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردالو
اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ سانچہ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان مصرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ هم عددی متقارب سے مراد وہ ہے جسکے افراد قیمت میں متفاوت
نہوں اور اوسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی ککتوب بین قدره وطوله
وعرضه وصفته کقطن وکتان ومرکب منهما وصنعته کعمل الشام او مصر او زید او عمرو ورقته او غلظه ووزنه ان بیع به فان الحریر کلما ثقل
وزنه زادت قیمته والطیلسان کلما خف وزنه زادت قیمته فلابد من بیانه مع الذرعات اور جنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جسکی
مقدار مصرح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اوسکی مصرح ہو گئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب اور اوسکی صنعت کا بیان ہو گیا ہو
چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور یہہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اوسکی مشرح ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا
جتنا گران وزن ہوتا ہے قیمت اوسکی زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہے قیمت اوسکی زائد ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں وزن کا بیان بھی ضرور ہے گز کی
کے بیان کے ساتھہ هم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کی شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے لا یصح فی عددی متفاوت هو
ما یتفاوت مالیته کبطیخ وقرع ورمان فلم یجز عددا بلا حصر صحیح نہیں سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جسکی مالیت میں تفاوت ہو یعنی آحاد
اسکی جنس کے اوسکی افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور موتی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گنکر بلا تمیز یعنی بلا ذکر چنانچہ طول یا غلظ یا غیر
ذلك فلو ذکر ... جائز نہیں کذا فی الفتح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا اور جسمیں سلم جائز ہے گنکر اوسمیں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہے کذا فی النہر هم

جنمین کیل جائز ہے تو انمین وزن بھی جائز ہے اور جنمین وزن جائز ہے انمین کیل جائز ہے بقول معتمد کچی اینٹ مین کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و یعنی فی
سمک ملیح و مالح لغۃ ردیۃ اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود مین شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہو اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے و فی طریّ حین یوجد
وزنا و ضربا ای نوعا فیہما اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی مین اوس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اوسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ
دونون کی قید ہے ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہرا تر مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہے لیکن اگر بعض وقت بازار
مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچھلی کی بکثرت ہین چنانچہ رہو اور چال اور پڑہین وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہوجاوے لا عددا
للتفاوت جائز نہین سلم مچھلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنے مچھلی یکسان نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو و لو صغارا جاز وزنا و کیلا اور
اگر مچھلیان چھوٹی ہون تو اونمین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین یعنے بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو و فی الکبار روایتان مچھلی اور بڑی مچھلیون مین دو روایتین
ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہے اور کیل تو بر روایت واحدہ جائز نہین اور متون مین تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحطاوی و لا فی
حیوان ما خلافا للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم انمین جائز نہین اسواسطے کہ حدیث مین نہی وارد ہے
سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہین ہوسکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہے کذا فی البحر و اطرافہ کرؤس و اکارع خلافا لمالک و جاز وزنا فی روایۃ
اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اوسکے کلہ پایون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہے تولکر و لا فی حطب بالحزم و رطبۃ بالجرز الا
اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع و جاز وزنا فتح اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹھے باندہکر اور رطبہ مین مٹھی باندہکر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہوجاوے کہ باعث نزاع
نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تولکر سلم جائز ہے کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندہا جاتا ہے اوسکا طول مصرح ہوجاوے اسطرح کہ
مقام گفتگو باقی نہے حزم بضم حاء حطی و فتح زاء معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹھا اور جرز بضم جیم و فتح راء مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی و جوہر و خرز اور
سلم جائز نہین جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ہم خرز یعنی کیک وہ چیز ہے جو گلے مین پہنی جاتی ہے مانند موتی وغیرہ کے ظاہرا جواہرات اور موتیون مین بلا تعیین وزن
کے بھی سلم جائز نہین اسواسطے کہ دو موتیون مین تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزنا
لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی جو بیچے جاتے ہین تولکر اسواسطے کہ اونکی قیمت تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے کمی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار
جواہر کا و منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اوس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے
وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گہرون مین ہو تو اوسکا اعتبار نہین و لو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز
فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شی منقطع کی سلم جائز نہین اسواسطے کہ اوسکا لانا بدون مشقت
اقلیم کے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا و لو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ و الفسخ و اخذ رأس مالہ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوئی
بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا رأس المال لے و فی لحم و لو منزوع عظم
و جوزاہ اذا بین وصفہ و موضعہ لانہ موزون معلوم و بہ قالت الائمۃ الثلثۃ و علیہ الفتوی فی جمع و شرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ
بی ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اوسکا وصف بیان ہوگیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مشرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر و شرح المجمع ہم اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت
مین سلم جائز ہے بشرطیکہ بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گای کا گوشت یا بکری کا جانور خصی ہو یا کم سن نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا
گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی انہ یصح فی المنزوع بالاجماع انما الخلاف فی غیر المنزوع فلینتبہ لیکن قہستانی مین
لکہا ہے کہ گوشت بی ہڈی مین سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہو خبردار رہو لکن صحح عدمہ بالروایتین فتح
لیکن غیر قہستانی نے تصریح کی ہے دو روایتونکی سوال کرنا ہم یعنی امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقا سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل کر

یعنے دو نوں لکن جو شارح کے کلام میں ہین ۱۲

ہو طحطاوی نے کہا کہ استدراکین کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اوسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہی تو محکوم بجواز ہوا حجرا اتفاقا ہو گا اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ یعنی گا عندا مثلیٌّ عندہما اور عینی میں ہی کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہی اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیالٍ و ذراعٍ مجھولٍ قیدُ فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم عینی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوّزہ الثانی فی الماءِ قُربا للتعامل فتح امام ابو یوسف نے سلم کو جائز رکہا ہی پانی مین مشکون بہر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح ہم یعنے سقے سے چند مشکین پانی کی خریدکرنا معین مشک سے جائز ہے

ولا فی طعامِ قریۃٍ بعینہا او ثمرِ نخلۃٍ معیّنۃٍ الّا اذا کانت النسبۃ لثمرۃٍ او نخلۃٍ او قریۃٍ لبیانِ الصفۃِ لا لتعیینِ الخارجِ کقمحِ مَرجیٍّ او بلدۃٍ ببلادِنا فالمانعُ وَ المقتضی العرفُ فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل مین مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہے ہم یعنے اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل مین سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گانون مین یا پہل اوس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہوگیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہی ولا فی حنطۃٍ حدیثۃٍ قبلَ حدوثہا لانہا منقطعۃٌ فی الحالِ وکونُہا موجودۃً وقتَ العقدِ الی وقتِ المحلِّ شرطٌ فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اونکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اونکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت مشروط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہی کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہوا ور حلول کیوقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃٍ جدیدۃٍ او فی ذرۃٍ حدیثۃٍ لم یجز لانہ لا یُدری ایکونُ فی تلک السنۃِ شیءٌ ام لا فلتُ وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃِ السلمِ من قولہ جدیدٌ عامِہ مفسدٌ له ای قبلَ وجودِ الجدیدِ اما بعدہ فیصحُّ کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اوس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اس روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہوچکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطُہ ای شروطُ صحتِہ التی تذکر فی العقدِ سبعۃٌ بیانُ جنسٍ کبُرٍّ او تمرٍ وبیانُ نوعٍ کمسقیٍّ وبعلیٍّ وصفۃٍ کجیدٍ وردیٍّ وقدرٍ ککذا کیلًا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شرطین جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ا بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آبی میونکی سینچی یا بارش تہا اپکی سینچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا قسم خراب ہم گیہون یا کہجور ۴ بیان مقدار مسلم فیہ کا چنانچہ اتنے کیل ہونگی اس کیل سے جو سکڑے اور پہیلے نہین واجلٍ واقلُّہ فی السلمِ شہرٌ بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسیپر فتوی ہے ہم مقدار مدت مین اختلافات اور صحیح وہ ہی جو امام محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنے عاجل اور اقصے آجل ہے اور ماخوذ ہی مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام ہونے مہینہ کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل مین ہی اور شہر اور مافوق اوسکے آجل ہے علما نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لا بأس بالسلمِ فی نوعٍ واحدٍ علی ان یکونَ حلولُ بعضِہ فی وقتٍ وبعضِہ فی وقتٍ آخرَ اور حاوی مین ہے کہ سلم کرنیکا کچہہ مضائقہ نہین ایک نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایکوقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین وَیبطلُ الاجلُ بموتِ المسلَمِ الیہ لا بموتِ ربِّ السلمِ فیؤخذُ المسلَمُ فیہ من ترکتِہ حالًا لبطلانِ الاجلِ بموتِ المدیونِ لا الدائنِ ولذا اشترطَ دوامَ وجودِہ لتدامَ القدرۃُ علی تسلیمِہ بموتِہ اور باطل ہوجاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہوجانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کیواسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو

بیان شروط صحت سلم

۱۲ عینی بعنایۃ م

وبیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقداره کما فی مکیل وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان لا تعقد رأس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ کیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع و حیوان
میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کے طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی
ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہیں ہے اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کی شمار پر تقسیم نہیں ہوتا اسواسطے اگر گز وصف
ہوا اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الجمالی ولنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس
المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ کاہی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل میں تو راس المال کے پھیر لینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی
اگر مقدار راس المال کی معلوم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا وقد یتفق بعضہ ثم یجد باقیہ معیبا فیردہ ولا یستبدل له رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک فوجب بیانہ اور کاہی مسلم الیہ بعض راس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پھر باقی راس المال کو
عیبدار پاتا ہے تو اوسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد میں اوسکا بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اوسقدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں
تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما له حمل ومؤنة ساتوین
اور شرط ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اوس مسلم فیہ میں جسمیں باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری میں کلفت اور مشقت ہو وہان بیان مکان
الایفا شرط ہے تو مانند مسلم کے ہے اور سوای کے ومثله الثمن والاجرۃ والقسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو
کیلی یا موزونی چیز کے عوض خریدا اور اوسکے ادا کیواسطے مدت معین کی تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض کیلی یا موزون
کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصون نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد
کے کیلی یا موزون چیز دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمالی وعندہما مکان العقد وبه قالت الثلثة
کالبیع والقرض والاتلاف والغصب قلنا هذه واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفا مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینون اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا اونکے وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت ثم شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیه ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا بری ولیس له ان یطالبه فی
محلۃ اخری بزازیہ ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اوسکے برابر ہیں ایفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہیں ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا قبله شرط حمله الی منزله بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارۃ والتجارۃ اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لا کر پہونچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان شروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں کیونکہ جمع
ہو جاتے ہیں دو عقد یعنی اجارہ اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل له کمسك وكافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیه بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیه حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اوٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسے
مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو وہان مکان ایفا مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہاں اوسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن
کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے حمل اور مؤنت اوس چیز میں نہیں جسمیں پشتہ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول مشہور ہے کذا فی المطلب
ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح فتح لانه یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اوس چیز میں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان
مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق
بابدانهما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین

سکو گیہون لقصد زرع یا زیادہ و سا ہی چلے گئے ہون ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب ہواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط ہو بلکہ انکا وجود بلا ذکر کافی ہو و لو دخل الجحر الذی فیہ الدراهم الی تواری عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تاکہ درہم سکال لائے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہوگیا اور اگر ایسی جگہ داخل ہوا ہو کہ اوسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الکفالة والحوالة واذا کان بدلین مال المسلم بلا ذکر اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت او رحوالہ باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہوگا کذا فی البحر و هو شرط بقائه علی الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہوجائیگا و لو ابی المسلم الیہ قبض رأس المال اجبر علیه خلاصه اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ و بقی من الشروط کون رأس المال منقوداً و عدم الخیار وان لا یشتمل البدلان احدی علتی الربوا و هو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء یتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہوجاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گہی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہو کہ نقود کی باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہوچکا و عدها العینی تبعا للغایة سبعة عشر اور عینی نے باتباع غایۃ البیان کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ہم ازانجملہ چھہ شرطین راس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اوسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہو وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمین خیار الشرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہو یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا کذا فی البحر و من الشرح وزاد المصنف وغیرہ القدرة علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو نفریع علی الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتی درهم فی کر بُر مثلا فی الکر منہا مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه و مائة نقدا نقدا بتغییر ثمانیة مکاییل و المکوک صاع و نصف حین مصالحة کون المائتین مقسومة بالمسلم رب السلم و افترقا علی ذلك فالسلم فی حصة الدین باطل لانه دین بدین و صح فی حصة النقد و لم یشع الفساد لانه طاری حتی لو نقد الدین فی مجلسه صح فی الکل پھر مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض راس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درہم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو یا نصف مقسوم ہین کہ ایک سو درہم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایکسو نقد جنکو رب السلم نے مسلم الیہ کو دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ یہ دین کا دین ہے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد بعد پیدا لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اوسکے بقدر دین باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درہم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم کاف و تشدید را و مہملہ عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درہم کا و لو اضافه الی العاقدین فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایکسو بنا رہونا اور ایکسو درہم یا ایکسو درہم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہو و لا یجوز التصرف للمسلم الیه فی رأس المال و لا لرب السلم فی المسلم فیه قبل قبضه بنحو بیع و شرکة و مرابحة و تولیة و لو ممن علیه حتی لو وهبه منه کان اقالة اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

تو لینا ہے کہ اگرچہ تصرفات مذکور واسطے شخص کے ہوتے ہیں ہر راس المال یا مسلم فیہ ہو یہاں تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو ہبہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ
ہبہ قبول کرے علم راس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اوسمیں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور
مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبضہ کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو
مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ کر دیدے یا اوسیکے
برابر دیدے تا مسلم فیہ بخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالة بعض السلم جائزة اور فتاوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم میں اقالہ
کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسے نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لرب السلم شراء
شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالة فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خریدنا
مسلم الیہ سے بعوض راس المال اوسکے بعد اقالہ اوسکے صحیح سلم کے عقد میں اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہو قبل قبضہ
بحکم الاقالة لقوله علیه الصلوة والسلام لا تأخذ الا سلمك او راس مالك ای الا سلمك حالة قیام العقد او راس مالك حال الفسخ
فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنے
اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور
اصل حدیث کو سمیں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداود اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنے باین لفظ ابو سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفه الی غیره یعنے جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اوسکو اوسکے غیر میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اوسکو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف
بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنه لکن بشرط قبضه فی مجلس الاقالة لجواز التصرف فیه بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوس سے استبدال جائز
ہے لیکن بشرطیکہ مقبوض ہو بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنے راس المال میں تصرف جائز نہیں ہم
یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض
کے کیونکہ اوسکا استبدال جائز ہے تا اوسمیں قبض سے مجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اوسمیں تعیین
بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اوسمیں نفس قبض شرط ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیه فی کر وامر المشتری رب السلم بقبضه قضاء
عما علیه لم یصح لزوم الکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اوسنے ایک کر گیہوں مثلا خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو
امر کیا اوسکے قبضہ کر لینے کا اپنے دین پر جو اوسپر ہو اور اگر بیچنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم بیان ناپنا
دو بار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل
ہیں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں وہ حدیث ہے جسمیں بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اوسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور
دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے جب کہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے یہی حکم ہے موزون اور
معدود کا کذا فی الطحطاوی ولو کان الکر قرضا وامر بقبضه صح لانه اعارة لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح
ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہوں قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہوں خرید کیے اور خالد کو اوسکے
قبضہ کرنے کا امر کیا اداے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر
گیہوں قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما لو امر المسلم الیه رب السلم بقبضه منه لنفسه
فقبضه له ثم لنفسه لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اوسکے امر
کیا رب السلم کو واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اوسکو دو بار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسرا بار رب السلم کے واسطے تو

یہ قبض صحیح ہے بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہاں دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرف
البائع ثم لم یکن قابضا لانہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ کو کہا کہ
مسلم فیہ کو ناپ کر میرے ظرف میں بھر دے سو اوسنے ناپ یا اوسکے ظرف میں یعنے رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض
ہو جائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسطرح کے ناپنے کو سو اوسنے ناپ دیا بائع کے ظرفین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کی ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
ھ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں سلم اور خرید میں فرق ہے کہ در صورت مذکور مشتری قابض ٹہیریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود معین ہے تو وہ مالک ہو گیا بمجرد عقد کے
تو بائع اوسکا وکیل ہو گیا امساک ظروف میں بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہیں ہو سکتا بدون قبضہ کے پھر جب
قبض صحیح نہ ٹہیرا تو مسلم الیہ مستعیر ظروف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کیواسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلھما فی ظرف المشتری
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا بھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے باوجود مشتری کے بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو ھ صورت مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہوں کے ایک کُر میں پھر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہوں ایک کُر کے خرید کئے پھر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنے دین اور عین اسمیں بھر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ عین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہیں اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹہیرا کہ مالک کا خلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی [illegible]
عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیراہ بان نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہیں اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ھ چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوسمیں مال میں بائع کا شریک ہو جاوے سلم
امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ ولو ماتت قبلہا لا یصح لعدم بقاء العقد علیہ وھو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب لضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کُر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اور اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ھ صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد معقود علیہ کی بقاء پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہوا اور یہاں
کچھ شک نہیں کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمہ باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کی مانند حکم ہے مقایضہ میں (بیع عین کی عین کے ساتھ) ھ یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو
اسواسطے کہ بیع المقایضہ میں ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹہیریگا بخلاف الشراء بالثمن فہلاک الامۃ
اصل لانہ المبیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے ھ یعنی اگر لونڈی کو مثلا ہزار درہم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی
بعد اقالہ قبل القبض ہے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل ہے ثمن نہیں کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل ہے ھ بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمیں اقالہ جائز نہیں دونوں طرحکے ہلاک میں تقایلا البیع فی
عبد ثم ابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ الی البائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ ترجمہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام میں پھر غلام بھاگ

گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری کا ورثہ ہو اوسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی القنیہ والقول لمدعی
الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وھو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا ھ یعنی اگر
ایک شخص کہے کہ مین نے ردی ہونا ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھہ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی
کا اور رداءت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تعیین اجل سے
لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق
وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندھما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جسنے اپنا کلام
بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اوسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا
ایکہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ھ تعنت لغت مین اوس سے عبارت ہے کہ انسان وہان گرے جہان سے
نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا منکر ہو جو اوسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہہ ہے کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھہ شرط نہین کیا تو یہان
مسلم الیہ کا قول شرط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ رأس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ
مدت نہتی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنی
مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تہا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے کچھہ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تہی اور مسلم الیہ نے
کہا بلکہ اجل شرط تہی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک
رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے
اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تہا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما للمنکر کذا فی الطحطاوی
یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کیطرف نہر الفائق مین بہی امام اور صاحبین کا مذہب برعکس نہین مصرح ہے طحطاوی نے کہا عقد واحد
پر اتفاق ہونا چنانچہ اہتمام مین ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلاتہدی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہین بخلاف خلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ
ثابت ہوگا اور در صورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار
مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ھ طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برھن قبل وان
برھنا فبینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لا دیگا تو مقبول ہون گے اور اگر دونون گواہ لا دینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے
گواہون پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ لانہ
ینکر توجہ الاستیفاء وان برھنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے مگر جب کہ
دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فافہم اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنے
ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کہائین بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل
صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ھ یہہ لغوی معنی مین اور شرعی معنی استصناع یہہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کفش گر یا ٹہٹہیرے سے کہے کہ مجکو اتنا چوڑا موزہ
یا کفش بنا دے یا ایسی یا ایسی چیز بنا دے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنا دو خواہ قیمت دی یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر
باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سلما فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہو اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ
بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہو جاتا پہر جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

فيه قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک هم اگر استصناع مین سلم کی مانند مدت ہو جیسا کہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم
کے لائق نہین تو وہ استصناع ہے اگر اوسمین تعامل خلق جاری ہوا اور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو اور اگر مدت علی وجہ
الاستعجال مذکور ہو مثلاً جبکہ اوسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ تو فراغت کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے
شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اس بات مین موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی الطحطاوی
دریافت کرنا چاہئے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہوسکتا کیونکہ مستاجر اوس عمل پر اجیر کی ملک
مین ہو جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیجا اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہ
اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکہا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو رائج ہے
اجماع علی کیطرح زمانہ رسالت سے ابتک بلا انکار اور اسطرح کا تعامل احادیث مین مندرج ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالة یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تہی لہذا تعامل اس پر استصناع مقصور ہوا اگر جسمین تعامل نہین اوسمین عدم جواز بمقتضی قیاس مذکور رہیگا چنانچہ
جولاہے سے بنوانا اور اوسکے سوت سے پیٹی سلوانا درزی سے اوسکو سوت سے کذا فی فتح القدیر تجری فیه تعامل ام لا وقالا الاول استصناع والثانی استصناع مؤجل
معلوم سلم ہے خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنے جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم والثانیة ای الاجل فیما فیه
تعامل الناس کخف وقمقمة وطست بمهملة وذکر فی المغرب بالشین المعجمة وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول
لوگون کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہو اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ طسوت
بہی بولتے ہین ہم طست لغت طی مین طس بسین مشدد ہے تہا ایک سین کو تاء فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال
فی جمعه طسوت تو شباہت ہوتا کذا فی الطحطاوی وبیعًا لا عدة علی الصحیح ثم فرع علیه بقوله استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح جسکو مصنف نے
اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عمله ولا یرجع الآمر عنه ولو کان عدة لما لزم تو کاریگر پر بنا دینے کی جبر کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے
والا اوس سے پہر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع هو العین لا عمله خلافا للبردعی اور استصناع مین
بیع خود وہ شئ مصنوع ہے نہ عمل اوسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیره او بمصنوعه قبل العقد فاخذه صح ولو کان المبیع عمله
لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تہا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوس کا لینا صحیح نہوتا
ولا یتعین المبیع له ای للآمر بلا رضاه فصح بیع الصانع لمصنوعه قبل رؤیة آمره ولو تعین له لما صح بیعه اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے
بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچ ڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اوسکے آمر کے اور اگر مبیع اوسکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا
وله ای للآمر اخذه وترکه بخیار الرؤیة ومفاده انه لا خیار للصانع بعد رؤیة المصنوع له وهو الاصح نهر اور آمر کو یعنی آمر کو اوسکے لینے اور نہ لینے مین اختیار
ہے بسبب خیار الرؤیة کے اور مفاد اسی کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہین بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہے کذا فی النهر ولذا
یصح فیما لا یتعامل فیه کالثوب الا بأجل کما مر اور استصناع صحیح نہین اسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑا ہو مین مگر مدت مقرر کرکے جیسا کہ باب السلم
مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اسمین فرمائش صحیح نہین بلا ذکر مدت پہر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ہوئی تو اب مراعات تمام شروط سلم کی لازم
ہوگی کذا فی الطحطاوی وهم لفظ ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابین چہپواتے ہین تو ظاہر ہے کہ استصناع صحیح ہے بشرطیکہ
قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمائش مین تعین کر ضرور ہے کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض وطول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین نسخہ
منقول عنه وغیر ذلک اور صاحب فرمائش کو بعد رؤیت کے اخذ وترک کا اور چہاپنے والے کو قبل رؤیت صاحب فرمائش کے بیع کتب مین اختیار ہے اور اگر شرائط
سلم اسمین مرعی ہون تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یکمل فسمه ان ذکر الاجل علی وجه الاستمہال وان للاستعجال کعلی ان

قوله مرحوم [illegible] کا ترجمہ آفتابہ کیا ہے اگرچہ [illegible] نسخے کا [illegible] طحطاوی [illegible] اور [illegible] بی سے ۲ سلہ [illegible] اسکی [illegible] بن [illegible] ۱۲

نفرعہ عندنا کان صحیحًا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال و تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے
واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یون شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہو تو یہہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر
التقدم کیونکہ یہہ مدت بمنزلہ حال کے ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی اجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز
لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ و لذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم و شیرۂ انگور میں جائز نہیں ہے اسواسطے کہ جواہر
الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں ہے اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمین اپنا عمل کیا ہے اور اسی
واسطے سلم اسمین جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر عین ہو یعنی بعینہ حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اسمین جو کہا نہیں ہے دبس کا ترجمہ شیرہ
عبارت ہے عسل تمر سے سلم اسمین اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کاہو جلنے سے بہت گاڑہا ہو جاتا ہے اور کاہے پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن
نہیں بخلاف گہی کے کہ اسمین تاثیر آگ کی بحد معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو گہی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت و سیجی فی الغصب ان الرب والقطر
والمنصر والمغصفر والاجر والصابون والعصفر والسیرقین والجلود والقصر مدبر مخلوط بشعیر قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب میں
کہ رب اور قطر اور گوشت اور کوئلا اور پکی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑی اور کہال اور گیہون جو سے قیمت والی چیزین ہیں مثلی نہیں اسکو یاد
رکہنا چاہئے ہم شارح کا مطلب یہہ ہو کہ جب اشیا مذکورہ قیمی ہوئیں تو انمین عقد سلم جائز نہیں طحطاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہی جو تر ٹوب سے نکلے
اور قطر ایک قسم ہی عسل قصب ہے اور محشی مذکور نے کتاب الغصب میں کہا کہ رب عبارت ہے ہر پہل کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہ ہے
جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر میں کہا کہ اصطلاح اطبا میں رب عبارت ہے اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پہر گاڑہا کیا جاوے آگ سے جوش کر
یا آفتاب میں رکہکر

باب المتفرقات

من ابوابہا و جاء فی الکنز بمسائل منثورۃ و فی الدرر بمسائل شتی والمعنی واحد یہہ باب ہے ان
مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درر و غرر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیرات ثلثہ کا مطلب ایک سا ہی ہے ہم
عادت فقہا یہہ ہو کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ میں چہوٹ گئے اور اپنے مواقع میں مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور اونکو اسما ثلثہ سے کسی ایک نام
سے موسوم کرتے ہیں اشتری ثورًا او فرسًا من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح و یضمن قنیہ خرید
کیا بیل یا گہوڑا پکی مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہہ بیع صحیح نہیں اور اوسکی کچہہ قیمت نہیں اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف
اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ ہم جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اوسکا خریدنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان
ہو اسواسطے نہیں کہ یہہ آلات لہو ہیں و فی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسف
سے روایت ہے کہ کہلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کہیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہہ قول بہی ضعیف ہے وصح بیع
الکلب ولو عقورًا والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا و بجلدہا
کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم ہو اور چیتے اور ہاتہی اور بندر اور درندون کی بیع اوسکی باقی اقسام کے ساتہہ یہان تک
کہ بلی کی بہی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوا ہی سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے
اور انکی کہالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقا جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں ہیثم سے عن عکرمۃ عن ابن عباس روایت کی قال
رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن میں اور مسند اس حدیث کا جید ہے اسواسطے کہ ابن
حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر فالنسخ بالیقین و اکثار سر اعلا منع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر خمرہ وہبانیہ
اور مسخرا پن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہو مانع اوسکی بیع کا نہیں بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہو چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانیوالے سے کذا فی شرح الوہبانیہ **فرع**

باب المتفرقات

تعرض ان اشیاء میں ہو اسواسطے نہیں کہ یہ چیزین اونکے حق میں مثل شراب کے مباح ہیں چنانچہ المحیط میں ہی الا آخرہ او ذکر حق میں بھی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب
باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اونکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اونکے اعتقادیات کے عدم تعرض
وعنقه شراء ای الکافر کما ذکرنا هنا فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منهما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا
یا دونون میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنے ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں واجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجائیگی بیچڈالنے پر
یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی سبب بے ادبی کا خوف ہی
ولو المشتری صغیرا اجبر علیه ولیه فلو لم یکن اقام القاضی له ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوسکا ولی جبر کیا جاسے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اوسپر بیعمین زبردستی کیجائے وکذا لو اسلم عبده او ابنه طفله اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیعپر اگر کافر کا
غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقه او کاتبه جاز فان عجز اجبر ایضا اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادای بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اوسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچڈالنے کے واسطے ولو دبره او استولدها
سعیا فی قیمتهما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا محرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے میں ویوجع
ضربا لوطئه مسلمة و ذلك حرام اور ذمی مستولدہ دردناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہہ وطی حرام ہی فرع مسئلہ
لمحقه شارح کا ومن عادته شراء المرد ان یجبر علی بیعهم دفعا للفساد نهر وغیره وکذا محرم اخذ صیدا یؤمر بارساله لونڈے کا خرید کرنا جسکی عادت
ہی تو اوسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جائیگا دفع فساد کیواسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض
الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو
متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادای قیمت کی اور یہی قول ہی محمد کا
کذا فی المحیط وطی زوج الامة المشتراة التی انکحها مشتریها قبل قبضها قبض للمشتری بالحصول له بتسلیطه فصار فعله کفعله جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا
جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کر دینے سے
تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا لا مجرد نکاحها استحسانا نہ فقط اوسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے فلو نقض
البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وهو المختار تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے
وقیده الکمال بما اذا لم یکن بطلانه بموتها فلو ماتت قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیلزمه المهر للمشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے
مقید کیا ہی اوس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہوا اور اگر بیع کا باطل ہونا اوسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی
تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ھ مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ کیونکر ہوگا
کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جاوے مگر قول فیما سبق ہے کہ نفع بدلے نقصان کی ہی کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا لا عقارا لا یبیعه
القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبة معروفة فاقام بائعه بینة انه باعه منه لم یبع فی دینه لامکان ذهابه الیه وان جهل مکانه بیع
المبیع ای باعه القاضی او مأموره نظرا للغائب واوفی الثمن وما فضل یمسکه للغائب وان نقص تبعه البائع اذا ظفر به خرید کی چیز منقول اور مشتری
قبل قبض اور قبل ادای ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروف یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے اسکو یہ چیز بیچی غائب کو تو
تو وہ چیز اوسکے قرضہ میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو بیع بیچی جاویگی یعنی
قاضی اوسکو بیچے یا قاضی کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے
کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب کہ اوسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا ھ اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو وانس بائع کی نالش نہ سنی کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے نہ ہونے مرہون سے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے چاہا کہ دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس لاوے تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی المحیط و عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا و غاب واحد فللحاضر ان یدفع کل ثمنه و یجبر البائع علی قبول الکل و دفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہوا اسی طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے ادا کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر وله قبضه و حبسه عن شریکه اذا حضر حتی ینقد شریکه الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے کہ مبیع پر قبضہ کرے اور اوسکو روک رکھے اپنے شریک سے جبتک کہ وہ سفر سے آئے یہاں تک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنے اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اوسکو حبس کرنا ادائی اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو رجوع کرنا اور حبس میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس اوسکا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعجیل الاجرة خداوندا اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ درحکم بیع ہوگا یہہ بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تر روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذهب و فضة تنصفا یه ای بالمثقال فیجب خمسمائة مثقال من کل منهما لعدم الاولویة کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کے ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کیطرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار درہم اور دینار یعنی ثمن ٹھہرایا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہان جید ہی مراد ہونگے و فی بیعه شیئا بالف من الذهب والفضة تنصفا وانصرف للوزن المعهود فالنصف من الذهب مثاقیل والنصف من الفضة دراهم اور کسی چیز کی بیع بعوض ہزار کے سونا اور چاندی کی سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر و مثله له علی کر حنطة و شعیر و سمسم لزم من کل ثلث کر و هذا قاعدته فی المعاملات کلها کمهر و وصیة و ودیعة و غصب و اجارة و بدل خلع و غیرها فی موزون و مکیل و معدود و مذروع علی ما نبینه اقرار ہے چنانچہ یون کہا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کر گیہون اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں جیسے مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع میں کذا فی العینی مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم فضہ کے علے ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال یہہ ہے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی و قوله وزن سبعة تقدم فی الزکوة اور مصنف کا یہہ قول وزن سبعہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا ہے اس سے یہہ مراد ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہیں اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو و افاد الکمال ان اسم الدرهم ینصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام ہر شہر میں اوسکے طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم فلوس مراد ہونگے و افاد فی البحر ان قیمته تختلف باختلاف الازمان و افتی اللقانی بانه یعمل ... ثلثة فلوس ...

سنتیا گیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا اسیمیٹ لیا ہو بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فصل
سے **فروع** مسائل ملحقہ شارح سئل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا شہد کھی کا ہو اوسکی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ
زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات پیداوار سے ہوگیا ھم انزال الفتح مع ہو نزل المنستین کی نسخے ترتیم دوریا دث مزروع کذا ملتقے
الطحطاوی شری دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکا لا یجبر علیہ ولا علی الاشہاد والخروج الیہ الا اذا جاءہ بعدول وصک فلیس
لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اوسپر زبردستی نکیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد
کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بالعکس اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ھم صک وثیقہ ہے جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا
اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور شہادت کے واسطے جبر اسلیئے جائز نہیں کہ یہ مقتضائے عقد بیع نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہے انتہی کہ
مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اطمینان کے واسطے ورنہ اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر شہادت ضرور نہیں کذا فی الطحطاوی شری
قطنا فترکتہ امرأتہ فکفنہ لہ ردی خرید کی سوا اوسکی زوجہ کے اوسکا شوہر کا تو سب ترکہ مرد کا ہے ھم چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہر
ہے کہ بیع پر جبر لازم نہو گی المرأۃ اذا کفنت بلا اذن الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوجکو کفن مثل دیا تو ترکہ
سے مہر لے ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع ترکہ سے
جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جائے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے بہر لے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر ہمین مطلع نہین ہوا
ھم ظاہر مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ
شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وھذا قیاس وقال ابو بکر کلاھما سواء ولا یطیب لہ کسب حرام سے کمایا اور اوس سے
یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات نکرے اور یہ قیاس ہے
اور ابوبکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ھم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد ہے اور ہوا اور
ظاہر قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے
بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوئی اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ
کذا لو اشتری ولم یقل بھذہ الدراھم واعطی من الدراھم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے
یعنی دراہم مغصوبہ سے ھم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا
امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابویوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر نقد غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی
اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہے ابو یوسف کے قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی و نعم قالہ ... لو جعل ما اجاز احتیاج
مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال یا بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہو کہ اوسنے کسب حرام
حاصل کیا ھم طحطاوی نے کہا مناسب یہ ہے کہ وہ مسئلہ بھی جو خانیہ مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہے یا نہین تو تامل
کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے مین ہو جسکے بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بنا حکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب
حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من ذمی لو یہ لا یجوز لاحد ان یاخذ مالم یعلم یعنی ذمی لیا ہو من اذا جاز اپنا کپڑا
پھینکدیا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اوسنے اپنا کپڑا پھینکنے کیوقت یون نکہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ھم یہ قول ظاہر ہے یا آثا ہے جب کہ یون کہ موہوب لہ
متعین نہین اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہے اور جب آباء یا امہات کا قول معلوم نہو تو ظاہر لینا جائز نہیں کیونکہ لقطہ کا اصول ہے کذا فی
الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ ... باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اوسکی

جب، کہ منغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر تو ہی فلو شابدیھم ندفعہا الیہ وقال ھی بدرھمک لا ینفقھا حتی یعدھا پسی خریدی کئی درم کی سو بائع نے اوسکو پیسے
دیئے اور کہا کہ یہ پیسے درم کے عوض ہیں تو اونکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار نکرے ھ ظاہرا شمار کرنا اوس صورت پر محمول ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو
نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس خیال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باجیب ہو تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے ہیں شری لحما بالدراھم الزیف وھو لا یعلم فلما علم رضی بہ حل
ما اشتری بالجید حل لہ کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم سے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اوسکے کم سے راضی ہوگیا تو اوسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے
درم سے مثلا سیر بکتی تھی اور کھوٹے درم سے آدھ سیر لی راضی ہوکر تو اوسکے واسطے حلال ہے شری شیئا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ
الاجل کوئی چیز خریدی بغداد میں اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی
المشتری فسدت ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدھقان استحسانا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اوسکو زمیندار سے پھیر لینا بطریق
استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید
کئی پھلوں کے ساتھ اور اوسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اوسکی بیع جائز نہیں ھ مراد
وہ کاشتکار ہے جسکا پھلوں میں حصہ ہے قبضا لا یدرھما وقال انفقہ والا ترد علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ استحسانا بخلاف جاریۃ وجدبہا عیبا فقال اعرضہا
او بعہا فان نفقت والا ردھا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا
اور خرچ نکئے تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر دے
سو اگر بک جاوے تو بہتر ہے والا مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہوگیا ھ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق
قابض نہیں بلا تجوز بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اسمیں اختیار باطل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطی رجل
امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استحب ان لا یقربہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراھا کما سیجئ فی الحظر والکراھیۃ من الملتقط
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اوسکا نکاح کر دیا وہیں تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبرا جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو بہتر
جانتا ہوں اور زوج اوسکا قربت نکرے جب تک اوسکو ایک حیض نہ آوے جیسے جب اسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ فرع ملتقط کی
ملتقط میں ھ امام کے نزدیک زوج پر ہر چند استبرا لازم نہیں مگر مالک پر استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے
شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا والا در مختار میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل ہو جاتا ہے فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط
فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور
معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے مہنا ضابطان احدھما ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض یہاں
دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد
نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ھ جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے باعتبار کے ہو تو وہ شرط سے فاسد نہیں ہوتا
ہو شرط کہ شرط باطل فاسد ہو جاتی ہے اور جو مبادلہ ہی نہیں ہے تو وہاں شرط باطل ہو جاویگی ثانیہما ان کل
ما کان من التملیکات او التقییدات تبطل تعلیقہ بالشرط والا صح دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو تملیکات یا تقییدات میں سے ہے
تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات یا تقییدات سے نہیں بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہو تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ھ تقیید
کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی اسقاطات والالتزامات یحلف بہا کالطلاق والعتاق مطلقا لیکن اون اسقاطات اور التزامات میں جنسے قسم کھائی جاتی ہے
ہے چنانچہ عتق اور طلاق تو اونکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط ملائم ہو خواہ نہو ... اور التزام کی مثال

ہے اور طلاق میں مقاطع کی دنی اطلاقات وولایات وتحریضات بالملک الیہ کذا فی البزازیۃ اور اطلاقات اور ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شرط مناسب سے تعلیق صحیح ہے ہم
اطلاقات چنانچہ اذن دینا تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امام کا یوں کہنا کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اسکا اسباب پاوے کذا فی الطحطاوی قال الاول
اربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز والمجمع والوقایۃ سوا ان کے جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں موجود ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کی کتاب الاجارہ کے
ہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ مصنف نے دونوں فصلوں کی تمثیل ساتھ ہی کی ہے نہ فقط فصل اول کی اور جو فصل اول کی مثال ہے
وہ فصل ثانی کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ مسئلہ مذکورہ متن میں منحصر
نہیں بلکہ مزارعت اور قتل خطا اور جس لحجت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے لکنہ البیع ان علقہ بکلمۃ ان لا بکلمۃ علی بطل فی البیع
الفاسد یعنی چودہ امور سے اول بیع ہے اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی نہ بلفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم مگر اسکی تصویر میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ سے باطل ہے
چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی اگر فلاں شخص تین دن تک راضی ہو جاوے تو اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے خیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یوں کہنا کہ
بشرطیکہ [illegible] اسواسطے ہے اور ضرور ہے کہ شرط وہ اسکے ساتھ متصل نہو ورنہ بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ صلب عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق نہوگا
اصح روایت میں اور ذخیرہ میں ہے کہ لکڑیاں خریدیں گاؤں میں شرا صحیح اور خرید کی متصل بلا شرط یوں کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک پہنچا دے تو بیع فاسد نہیں
ہوگی کیونکہ یہ الحاق ہے کذا فی الطحطاوی والقسمۃ للمثلی اور قسمت مال مثلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد جنس واحد ہے اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت
کے مانند ہے تعلیق کی یہ صورت ہے کہ شریک تقسیم کریں اگر فلاں شخص راضی ہوا اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط ورؤیۃ اور قیمت والے مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط
اور خیار رؤیت سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اسکو قرض دے یا تحفہ دے ہم مستاجر دکان یا گھر کی مرمت
کرے اور جتنا مرمت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کر لے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک داری بکذا فیصح بہ
افتی العمادیۃ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینے کا سرا آوے تو سمجھو کہ میں نے تجھکو اپنا گھر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہوگی اسیکا فتوی ہے کذا فی العمادیۃ وقولہ
[illegible] والا فاجرتہا کل شہر بکذا جاز کما سیجئ فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق لعدم [illegible] اور اسیطرح اس قول میں کہ صاحب مکان کہے کہ
[illegible] اور نہیں تو کرایہ اسکا ہر مہینے میں اتنا ہی جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہے [illegible] والاجازۃ بالزاء فقول البکر
النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت بزاء معجمہ تو باکرہ کا یوں کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری ماں راضی ہو مبطل ہے اجازت کا
کذا فی البزازیۃ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع تعقب [illegible] وقع فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جسمیں تملیک تقیید ہے جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا
بیع پر قصور بیان ہے چنانچہ منح الغفار میں واقع ہوا ہے ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بحر
نے خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہیں والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ وقال شیخنا بحرہ وہو غلط والصواب انہا لا تبطل
بالشرط اعتبارا لہا باصلہا وہو النکاح واطال الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر [illegible] رجعۃ [illegible] بعد طلاقہا [illegible]
تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا تھا ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق
میں کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہے اور صواب یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل
یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے
اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح میں اسطرح کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت نہیں اور مولی کو رجعت کرا لونڈی کا اوس سے جسنے نکاح کیا بعد
اسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے اور نکاح لونڈی کا جبرا جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں
ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم میں بھی اور تحقیق

اسطرح پر کہ مین نے تجھکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجھکو بری الذمہ کرے ۱۹ الاقالة ۲۰ اور ۱۸ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اور اول سے

یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابة ۱۹ کتابت اسطرح کرے مثلاً اپنے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر کے

باہر نہ نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای

نفس البدل ککتابته علی خمر فتفسد به وعلیه یحمل اطلاق من اطلق فافهم لیکن جب کہ فساد صاحب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو جیسا کہ اوسکا کتابت

کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو علامہ شامی نے درر مین تحریر کیا ہے ہم علامی اور علامہ قہستانی وغیرہما نے کہا کہ

کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے علامہ شامی نے کہا کہ یہہ اطلاق اون فقہا کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہہ

روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل

ہو جاتی ہے انتہے تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارة ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا

کہ مین نے تجھکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے یا فلانے امر مین تو یہہ اذن عام تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوة الولد لهذا

الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہوا اور شرط باطل والصلح عن دم العمد

۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے تو یہہ صلح صحیح ہے اور شرط فاسد باطل اور قصاص

ساقط کیونکہ اسقاطات ہیں اور شرط کا محل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنه ولم یذکره اکتفاء بالصلح درر ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے

باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو ذکر نہین کیا صلح پر کفایت کر کے کذا فی الدرر ہم وجہ کفایت یہہ ہے کہ صلح اور ابراء مین جنایات مین فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے

قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کرلے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحة التی فیها

القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت

مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جناية غصب وفي وديعة وعارية اذا ضمنها رجل وشرط فيها حمالة

او کفالة درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن

ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر ہم یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے

اور ادای بدل صلح مین کوئی شخص جانبین کا ضامن ہوا اور ضامن حوالہ یا ضمانت انمین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہون بشرطیکہ

فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر على المأذون نهر ۲۸ النسب ۲۹ ماذون

پر تصرف کا روکنا کذا فی النهر ہم نسب عوہ ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہہ عام ہی تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب وامان القن اشباه ۳۰ غصب ۳۱ امان

نفس کذا فی الاشباه ہم یعنی حربی کو امان دینا بشرط کہ صحیح ہو اور شرط باطل یعنی نسخون مین بجای امان نفس امان القن مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے

اور الاسر غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمة ۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کرتا ہے

کہ مین نے تجھپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھکو کچھہ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعليق الرد بالعيب ۳۳ رد بالعیب معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین یہہ عیب نہ پاؤن گا تو تجھکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعليقه بخيار

الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیع کو تین دن مین جاری نکرون تو تجھکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجھکو تحفہ دون یا تو مجھکو تحفہ دے

طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہو وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فينعزل ويبطل الشرط لما ذکرنا انها کلها لیست بمعاوضة مالية

فلا تؤثر فيها الشروط الفاسدة ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط

مذکور باطل ہوگی ہم اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو انمین شروط فاسدہ اثر نہین کرتین ہم

ترجمہ میں مذکور ہوچکا کہ شرط فاسدہ بیاج کیطرف راجع ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیہ میں۔ وَبَقِیَ مَا یَجُوزُ تَعلِیقُہ بِالشَّرطِ وَہُوَ مُختَصٌّ بِالاِسقَاطَاتِ
المَحضَۃِ الَّتِی یُحلَفُ بِہَا کَالطَّلاقِ وَالعَتَاقِ وَبِالاِلتِزَامَاتِ الَّتِی یُحلَفُ بِہَا کَالحَجِّ وَالصَّلٰوۃِ وَالتَّولِیَاتِ کَالقَضَاءِ وَالاِمَارَۃِ عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات
جنکی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے اُن اسقاطات خالصہ سے جن سے قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہی جنسے قسم
کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ھم اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے کما مر زاد
فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق میں ما یجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف
دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ھھنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منقح کیا دخول اسلام کا قسم اول میں یعنے جسکی تعلیق
شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منقح کیا ہی دخول کفر کا یہاں یعنے جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہی ترک سے یعنے ترک اسلام سے ھم اسلام عبارت ہونا اقرار سے
علما میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہی ہے کہ اسلام عبارت ہی تصدیق قلبی سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہی بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی
تعلیق شرط سے صحیح نہیں ہوا اسواسطے کہ جب معلوم ہو کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اوس فعل سے نفرت رکھتا ہی تو معلق علیہ کی تحصیل کا
ارادہ نہیں رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجے باوجود اس نفرت کے جو تعلیق سے اوسنے ظاہر کیا ھی اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہی کہ لانفے
البحر وبعضھم تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنھا بالملائم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ھم بزازیہ کی
کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ اِن شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہو اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے
اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ معلول کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہبوب ریح تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی البحر وفی
البحر ایضًا اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخھا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء و
الامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فھی اربعۃ عشر اور جنکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت
یعنے مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ
تصرف ہیں ھم یعنے تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کے طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے
کہ مستاجر تقاضا نہیں کرسکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اوسکے غیر کو اجارہ پر دے اضافت اجارہ کی مثال یہ ہے کہ موجر کہے کہ میں نے
تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ پر دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں نے اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ میں اختلاف ہے
شرنبلالیہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہو کذا فی البحر وزاد العاریۃ والاذن فی التجارۃ فیصحان مضافین ایضًا عمادیہ اور زیادہ کیا عاریت اور
اذن فی التجارۃ کو یہ دونوں بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیۃ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والھبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین لانھا تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال کما لا تعلق بالشرط
لما فیہ من معنی القمار اور جنکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور
نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابرا دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہوں گے زمانہ استقبال کیطرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے
کیونکہ اوس میں معنے قمار ہی یعنے خطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو ھم ظاہرا رجعت اور ابرا پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تو تقیید ہے اور ابرا اسقاط ہے گو یوں کہیں کہ رجعت
میں تملیک زوج ہی ممنوع ہے اور ابرا میں تملیک ہے مدیون کو وبقی الوکالۃ علی قول الثانی المفتی بہ اور جنکی اضافت صحیح نہیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا بموجب
ابو یوسف کے مفتے بہ قول کے ھم جنکے نزدیک صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اوسکا شمار کرنا اون تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب بیع الصرف کے بیان میں ہے علقنا تہ بالباب لا الکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی
ہمنے اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہی ھ شارح نے یہ اختیار کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

اگر اوسمین کتاب بالصرف واقع ہے حرف الواع بیع سی طرح ہو کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنے بیع العین بالعین یا
بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہو صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے هو لغة الزیادة
صرف لغت مین معنے زیادت کے آتے ہیں ہم ولهذا حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگا دے تو حق تعالیٰ اوسکا
صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنے شرعی معنی مین موجود ہوا ہے
کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہو تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہیں وشرعاً بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة
ومنه المصوغ جنساً بجنس او بغیر جنس کذهب بفضة اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو جیسے چاندی کی چاندی
اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی
سونے کا زیور اور برتن بھی ثمنیت مین داخل ہے یعنے اونکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور
اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نہ رہا ولهذا عقد مین متعین ہو جاتا ہی کذا فے النهر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے
وقت اور نقود مستحق بالعقد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التاجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزناً اور شرط ہے عدم تاجیل
اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونون عوضونکا برابر ہونا وزن مین ہم عدم تاجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا
بالتخلیة قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہیں
جب تک یہ سو قبض نہوا اور ظاہر اسمین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فے البحر او ما هو شرط لبقاءه صحیحاً علی الصحیح اور تقابض
صرف کی صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین گزر جائے عاقدین نے مدت باطل کر دی قبل
افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنساً و
ان وصلیة اختلفا جودة وصیاغة لما مر فی الربوا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایکہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین
مختلف ہون، ہو اسواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ہم جب عمدگی اور صنعت شرعاً ساقط الاعتبار ہوئی تو یہہ جو
معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیہ دیکر خرید کرتے ہیں یا چھلا یا آرسی بسبب صنعت یا دہ کاری کے برابر کے روپیہ سے مول لیتے ہین سو عین
ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے و
الا بان لم یتجانسا شرط التقابض لحرمة النسأ اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون جیسے چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے
تاخیر کے ہم یعنے درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر
چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچا تو اوسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فلو باع النقدین احدهما بالآخر جزافا
او بفضل وتقابضا فیه ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل سے یا زیادہ کرکے بیچا اور عاقدین
نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ہم یہہ تفریع ہو تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضل دونو
درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپیہ خرید کرے یا ایک روپیہ سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی
سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس مین تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعقدان لا یتعینان
حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقهما او امسکهما ما اشارا الیه فی العقد وادیا مثلهما جاز اور دونون عوض متعین نہیں ہوتے بیع الصرف مین یہان تک کہ
اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا اپنے جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اوس نقد کو جسکی طرف عقد مین اشارہ کیا تھا اوسکے مثل عوضین کو ادا کیا
تو بیع جائز ہے ہم اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل

لا الخلاہا بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع صرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار شرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی اسواسطے کہ جبتک
اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے و یصح ان اسقطہما
فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونوں کے ہٹا دینے سے ساتھ سبب دور ہو جانے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر
ہوا پھر اوسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہو گی یعنے بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار الرؤیۃ والعیب فی مصوغ لا النقد
اور خیار رویت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقدین میں خیار الرؤیۃ نقد میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد عقد نقد کے مثل پر ہوتا ہے نہ عین
نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے
تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا فی الطحطاوی
فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الشرط الفاسد لا یلتحق باصل العقد عندہ خلافا لہما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک خلاف
صاحبین کے کذا فی النہر ہم مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو فظہر بعض الثمن زیوفا فردہ لا ینتقض فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا سوا اوسکو
پھیر دیا تو اوسیقدر میں بیع ٹوٹیگی یعنے اسواسطے کہ اسمیں قبض نرا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جاینگے بشرطیکہ نہیں کوئی ایسا دینار جو
جو ثمن مردود کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضہ لوجوب حقا للہ تعالی تصرف نہ کرنا چاہئے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے
سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دینارا بدراہم واشتری بہا قبل قبضہا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر
بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درمونسے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درہم
مع طوق فضۃ فی عنقہا قیمتہ الف انما بین قیمتہما لیفید انقسام الثمن علی الثمن او انہ غیر جنس الطوق والا فالمعتبر الوزن
الطوق لا القیمۃ فنقد الفا مقابل بہ والباقی بالجاریۃ بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اوسکی گردن
میں جس طوق کی قیمت ہزار درم تھی مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہہ معلوم ہو کہ وہ یعنے بغیر نقد جنس
طوق کی مغائر ہے اور نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہے نہ اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ میں واقع
ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد ہمجنس کے تو یہہ ضرور
کہ نقد مفرد میں زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعہا بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفا حلیتہ
خمسون ویتخلص بلا ضرر بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فہو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ہذا من ثمنہما اعتبارا للجواز
اسیطرح اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن میسے ہزار درم دیئے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرحپر کہ ایک ہزار نقد اور ایکہزار کا وعدہ یا تلوار
بیچی جسکا زیور پچاس درم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے سوا اوسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پچاس درم ثمن میں دے دیئے سو جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری
ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہہ لے دونوں کے ثمن میں سے شارح نے کہا ثمن مؤدی کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے ہم چونکہ عاقل
مسلمان ہیں تو باعتبار حسن ظن کے اونکا فعل حتی الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اوسکا ٹھیرا جسمیں شرعا تعجیل شرط ہے اگرچہ اوسنے یہہ بھی کہا ہو کہ یہہ
دونوں کا ثمن ہے اسواسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ نسیا حوتہما اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان مفتی ابو سعود نے
کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہہ شرط ہی اور انحصر سے ان میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکساں ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وکذا
لو قال ہذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا لدخولہا فی بیعہ تبعا ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالتہ الاحتمال اور اسیطرح مثل
سابق چاندی کا ثمن ٹھیرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
میں تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایکساں چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے اسطرح گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجے فَاِن افترقا من غیر قبضٍ تبطل فی الحلیۃ فقط وصحّ فی السیف اِن تخلّص بلاضررٍ کطوق الجاریۃ واِن لم تتخلّص الّا بضررٍ بطل اصلًا سو اگر صورت مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے ھ یعنے نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بوسیلہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے کہ اسکے جدا کرنے مین ضرر نہین کہ وہان فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلا ضرر والاصل انّہ متی بیع نقدٌ مع غیرہ کمفضّضٍ ومزرکشٍ بنقدٍ من جنسہ شُرِطَ زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جُہِلَ بطل ولو بغیر جنسہ شُرِطَ التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع ہوا ور نقد سے ہوا وسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے ھ مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے ہے اور مزرکش چنانچہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اوس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور در صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض مین کچھ ثمن نہین رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیون سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچھ شرط نہین اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہے ومن باع اناءَ فضۃٍ بفضۃٍ او بذھبٍ ونقد بعض ثمنہٖ فی المجلس ثم افترقا صحّ فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرفٌ اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد مین یعنی بشرط قبض طرف پھر دونون مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے سقدر مین جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہو گئے کیونکہ یہ بیع صرف ہے ولاخیار للمشتری لتعیّبہ من قبلہ بعدم نقدہٖ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہو جانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ھ یعنے بوجہ عیب شرکت مشتری بیع نہین کر سکتا کہ یہ عیب اوسکی طرف سے ہوا نہ بائع کیطرف سے بخلاف ھلاک احد العبدین قبل القبض فیخیّر لعدم صنعہٖ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہین واِن استحق بعضہ ای الاناء اخذ المشتری ما بقی بقسطہٖ او ردّ لتعیّبہٖ بغیر صنعہٖ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہٖ بالبیّنۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہے شہادت سے نہ اقرار سے تو اوسکی تلاش اور تحقیق کرنا چاہیے ھ حسب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ہے الّا در صورت استحقاق اوسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے گواہون سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہین پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فَاِن اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد واختلفوا متیٰ ینفسخ المبیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انّہ لا ینفسخ ما لم یفسخ وھو الاصح فتح پھر اگر مستحق نے اجازت دی قبل اسبات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے اور اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہین ہوتی جب تک فسخ نکیجائے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکان الثمن لہ یأخذہ البائع من المشتری ویسلّمہ لہ اذ المجیز بالاجازۃ ویصیر العاقد وکیلًا للمجیز فتتعلّق احکام العقد بہ دون المجیز ویبطل العقد بمفارقۃ العاقد لا المستحق بھر کا ادر ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری متفرق نہوگئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز سے تا اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃٍ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہٖ

بلا خیار لان التبعیض لا یضرہ تھا اور اگر چاندی کا ڈلا ہو اور اوس مین سے کچھ مستحق نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصہ کے لے بلا اختیار رد یہ اسواسطے
کہ کاٹنا ڈلے کو ضرر نہین کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہے لہذا
استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہے وھذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہ ولو قبل قبضہ فلہ الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدراھم
جوھرا اور یہ یعنے عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو مشتری کو خیار ہے بسبب متفرق ہو جانے عقد کے
اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ ھم یعنے اگر دینار یا درہم خرید کیا اور بعض دینار یا درہم مستحق نکلے تو مشتری باقی کو اوسکے حصہ کے موافق
لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شکست عیب نہین کیونکہ سب متیقنا وکل حق عوض اگر ممکن ہے کذا فی الطحطاوی وصح بیع درھمین ودینار
بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایکدرم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر
درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہو کر صحیح ہوگئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس تساوی بدلین شرط نہین ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری
بر وکری شعیر اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع گیہوں کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنے گیہوں کا ایک کر جو کے دو کر کے
مقابل ہو کر اور جو کا ایک کر گیہوں کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگئی برابری شرط نہی وکذا بیع احد عشر درھما بعشرۃ دراھم ودینار اور اسطرح
صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے ھم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو
کہ دو جنس مختلف دونوں عوضوں مین سے ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونوں صورتوں مین کچھ فرق نہین کذا فی النہر ھم وصح بیع درھم
صحیح ودرھمین غلۃ یعنی فتشدید ما یردہ بیت المال ویقبلہ التجار بدرھمین صحیحین ودرھم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار
الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایکدرم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ یعنے
غین معجمہ وتشدید لام دو درم ہے جسکو بیت المال یعنے سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہون ھم عدم قبول بیت المال بوجہ یہ نہین کہ وہ کھوٹا
ہو بلکہ دراہم غلہ مقطعہ یکسر ہوتے ہین اونمین سے کوئی ٹکڑا اور کوئی درم ہوتا ہے اور کوئی مثل اوسکے کسر اور بیت المال مین نہین لیتے مگر عالی کذا فی الطحطاوی
عن المکی عن البرہان ومن کان لہ علیہ عشرۃ دراھم دین فباعہ الذی ھی لہ ای من لہ الدین فعلیہ منہ دینارا بہا اتفاقا وتقع المقاصۃ
بنفس العقد اذ لا ربوا فی دین سقط اور صحیح ہے بیچنا اوسکا جسکے دس درم قرض ہین اوسکے ہاتھ جسکے درم ہین یعنی اپنے دائن کے تو مدیون کو دائن سے
دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہین اوس دین مین جو ساقط ہوا ھم خلاصہ یہ ہے کہ زید کے
دس درم خالد پر دین ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہو جائیگا یعنے دین
مین مجرا ہو کر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہو جائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آیندہ کے کہ وہان مقاصہ کرنے کی ضرورت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن
یون کہتا وصح بیع مدیون العشرۃ دراھم من دائنہ دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا ١٢ وبعشرۃ مطلقۃ ای عن التقیید بالدین علیہ ان دفع
البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین التی علیہ استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے دس درمون کے جو مطلق
ہین قید دین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین مین مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان ھم درصورت اطلاق
دراہم مقاصہ شرط ہے تو اگر عاقدین باہم مجرا نکر لینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہو گا چنانچہ عنایہ مین مصرح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے حادث ہو
القول الصحیح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا لانہ اضاف الی الدین بطریق اقتضاء
ہو گئی کذا فی الطحطاوی وما غلب فضتہ وذھبہ ففضۃ وذھب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے
کے ہے ھم مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے تانبا تو وہ مثل خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطہ انطباع سکہ کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہین اور
واسطے پگھلانے اور سکہ کے گنوانے کے
کامل غش سے خالی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم مین ایسا قلیل ساقط الاعتبار ہوا شرعا فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا وصحیح

نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہو اسواسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا واما فی الصرف فکخالص غش فیصح باعتبار المائۃ الدراہم اور درہم مغشوش
مین تو غالب الغش کے مانند ہو تو صرف صحیح ہوگی باعتبار گذشتہ سے یعنے اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوس سے اکثر ہو والا جائز
نہیں اور اگر اپنے سے جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہوا اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں مین کذا فی العطاء اشتری شیئا بہ بغالب
الغش وھو نافق وبفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد خرید کی کوئی چیز غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہوں لوگون
کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہو وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اونکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو
جاوین تو بیع باطل ہے وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے لوگون
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ھم بجای قیمت بیع قیمت کا ہے کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا کہ در منثور لقاء عہد قیمت کا سد واجب ہے ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز مین کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے
اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگون کی آسانی کیواسطے انتہے تو جواجمال کہ شارح کے کلام مین ہے اس تقریر سے معلوم ہوگیا
کذا فی العطاء وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہ ہے کہ اوس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد مین متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد مین رائج ہون تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب عیب دار ہو جانے کے ھم یعنے اگر بائع
کے شہر مین رائج نہون تو اوسکو اختیار چاہیے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ید الصیارفۃ
وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف خلافا لما فی نسخ المصنف وقد عزاہ للھدایۃ ولم اراہ فیہا واللہ اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود ہو
بازار مین اگرچہ صرافون کے پاس اور گھرون مین موجود ہو اسیطرح اسکو ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحث عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخون کے کہ اون مین عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور مین نے ہدایہ مین اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم
طحطاوی نے کہا کہ سید عبارت ہدایہ مین اس مسئلہ کے بیان مین مذکور نہیں شاید کسی اور محل مین مذکور ہو وفی البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا
لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ مین ہے کہ اگر دوسری
بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پھر اسکے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنیکے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یون کہنا
کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اوسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہوا اور حق تعالے توفیق دینے والا ہے وقید
بالکساد لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع مین مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہو جاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ مین مختار نہیں ھم حسب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہوگیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار
الذی کان وقت البیع فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں
اور مشتری سے اسیقدر نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح ھم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہیں کذا فی العطاء وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراھم معلومۃ واستوفاھا
فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع مین کساد وقبل التسلیم کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ
دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پوری بھر لیئے پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

مسئلہ اسیطرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اوسنے فلوس خرید کیے اور اون پر قبضہ کیا پھر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہین اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہین کذا فی البحر عن المکی وصح البیع بالفلوس النافقة وان لم تتعین کالدراہم اور بیع صحیح ہے ہم فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین درمون سکے کیونکہ فلوس سے بیع ہوا اسواسطے صحیح ہے کہ وہ منجملہ انواع مال ہین دراہم کی مانند تا اینکہ اگر ہلاک قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور اگر فلوس بدل کردے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہین ہوتے کہ اثمان مین داخل ہین اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہین تا اینکہ اگر ثمن کو متعین کردے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جب کہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدة لاحتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ اونکو معین نکردے چنانچہ اسباب اور اسباب کی بیع بلا تعیین صحیح نہین ہم تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل الفلس المقرض اذا کسدت وا وجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کی مانند کا پھیر دینا واجب ہے جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور امام محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اوس صورت مین ہے کہ جب بعد قرض لینے کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا اونکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی السراج عن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایة دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور نہر الفائق مین ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ خریدی کوئی چیز مثلا نصف درم کی فلوس سے تو خرید صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہین جو نصف درم کو بیچے جاتے ہین اور اسیطرح ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک یہ مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس عددی چیز ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہین بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اتنے فلوس کا اسنے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہین اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہین کذا فی النہر ولکن لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خریدی کوئی چیز ایکدرم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا وبالنصف نصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر بولا کر دے مجھکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابل اپنے مثل کے اور باقی مقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوسا منصوب ہے صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجھکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کم حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب مین بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق مین ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اوسمین باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنے اسطرح کہا اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس مین بیع جائز اور چاندی مین باطل وتمامہ فی الطحطاوی وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل بجنسہ اولا اور جو ثابت اور مذکور ہوچکا اول کتاب البیوع سے یہان تک اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہو ہر حال مین وہ چاندی اور سونا ہے خواہ ڈھیرا یا جاوے یا نہ آوے خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو جیسا بیان مذکور ہوچکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب الا ... اور قسم ثانی وہ ہے

جو بیع ہو ہر حال میں چنانچہ کپڑا اور جانور ہم بیع ہے ہر حال میں لیکے خواہ اپنی جنس کے مقابل ہوں یا غیر جنس کے باء جارہ اونپر آئے یا نہ آوے والثالث ثمن
من وجه مبیع من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہو دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزیں مکیلا اور موزونات سوائے
نقدین کے فان اتصل بہا الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطة تو اس سے مراد ثمن ہے اور
اگر متصل نہو تو اس سے مراد مبیع ہے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل
مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان راجت فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور رائج نہیں تو جنس اور متاع کے
مانند ہیں والثمن من حکمه عدم اشتراط وجوده فی ملك العاقد عند العقد وعدم بطلانه ای العقد بہلاکه ای الثمن وصحة الاستبدال
به فی غیر الصرف والسلم لانهما اور منجملہ احکام ثمن نہ شرط ہونا اوسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا بسبب
ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی ثمن کو خرچ کر ڈالنا اور اوسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں تا اون دونوں میں یعنی بیع الصرف
اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافه ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکه وهکذا اور حکم مبیع کا
برخلاف ثمن کے ہے جمیع امور مذکورہ میں تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کیوقت اور اسیطرح باقی امور میں یعنی بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمها وجوب التساوی عند المقابلة بالجنس فی المقدرات کما تقدم اور ثمن اور مبیع کی برابری کا
واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے جو مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل اور موزون
میں در صورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تتمة فی بیع العینة ویأتی متنا فی الکفالة وبیع التلجیة ویأتی متنا فی الاقرار
یہہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اوسکا بیان کتاب الکفالة کے متن میں آویگا اور بیع تلجیہ کے بیان میں اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
متن میں آویگا هم تتمہ عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنے مفعول اس تتمہ میں بیع العینہ
ذکر کا کچھہ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی ہے اور اوسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کذا فی البحر وهو ان یلجئه
عقلا او لا یرید الا یلجأ الیه لخوف عدو وهو لیس ببیع فی الحقیقة بل کالهزل کما بسطه فی اخر شرحه علی المنار اور بیع تلجیہ یہہ ہے کہ عقد کو
مخصوص ظاہر کریں اور اوسکا دلین قصد نہ کریں البیع عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو بسط سے شارح نے بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر میں هم مغرب میں ہے کہ تلجیہ عبارت ہے اوس امر کے کرنے سے جسکا باطن مخالف ہو اور [illegible] فتاوی
عالمگیریہ میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہہ ہے کہ انشاء بیع میں تلجیہ
ہو اسطور پر کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہہ فی الحقیقت بیع نہیں ہے اور گواہ کر لیں پھر ظاہر میں بیع کریں تو یہہ بیع باطل ہے دوسری
قسم یہہ ہو کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں اسپر متفق ہوں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مقرر
ہوا اور زیادتی میں گویا اون دونوں نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہہ ہے کہ عاقدین
باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں عقد دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اوس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور اگر دونوں کی اجازت سے
بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے جسکا ایضاح یہہ ہے ونقلت عن التلویح ان الاقسام ثمانیة وسبعون اور میں نے نقل
کیا شرح مذکور میں تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اٹھتر قسمیں ہیں وعقدت له فی شرحی فصلا اخر الاکراه ملخصه انه بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور تا ہمنے اوسکے واسطے آخر اکراہ میں شرح التلجیہ میں ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع بالخیار کی مانند فجعله الباقانی
فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدهما بیع التلجیة وانکر الاخر فالقول لمدعی الجد بیمینه اور اگر ایک شخص بیع التلجیہ کا

دعویٰ کیا اور دوسرے نے اوسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ہم تلجیہ اوسکو کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ وہ اصل ہے یعنی جزا فنا اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر ہوا ولو برهن آخذ منهما قبل ولو برهنا فالتلجیة اور دونوں میں سے اگر کسی گواہ لائے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبايعا في العلانية ان اعترفا ببنائه على التلجية فالبيع باطل لانهما قد هزلا به والا فلازم ولو لم يحضرهما نية فباطل على الظاهر منية اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں اقرار کرین کہ بنا ء بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونوں کے اسپر کہ اظہار بیع کا هزل سے کیا تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوئے یا بنا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی المنیة ہم منار میں صحیح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہان دو قول ہین کذا فی الحمادیة بالیقین اس مسئلہ میں دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنے علے الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم قلت وفاده انهما لو تواضعا على الوفاء قبل العقد ثم عقدا خاليا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة میں کہتا ہوں کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفاء پر ٹھیرالیوین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہیں مواضعت یعنی ٹھیرا لینے کا ہم و جو الفاده یہ ہے کہ بیع التلجیہ ہم قت باطل ہے جب کہ دونوں اسکا اعتراف کرین کہ بنا ء علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر انکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبيع الوفاء ذكرته هنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو بھی یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورته ان يبيعه العين بالف على انه اذا رد عليه الثمن رد عليه العين وسماه الشافعية بالرهن المعاد ويسمى بمصر بيع الامانة وبالشام بيع الاطاعة اور بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی جنس بیچے کسی کو ہزار درہم کو مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیگا تو مشتری اسکو جنس مبیعہ پھیر دیگا اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر میں بیع الامانة بولتے ہین اور شام میں بیع الاطاعة کہتے ہین ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اوسکا عود راہن کی طرف ہوتا ہے ایفا دین کے وقت اور بیع الامانة کی وجہ یہ ہے کہ مبیع اوسکا امانت رہتی ہے کہ صاحب درم نے اسکو امین جان کر درم دئے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اسکو درم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعة کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت عقد سے بعد وجود شرط کے قيل هو رهن فتضمن زوائده اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقة رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہین جیسے مرتہن کے وقيل بيع يفيد الانتفاع به اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کی مفید ہو وفي اقالة شرح المجمع عن النهاية وعليه الفتوى اکثر شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنے بیع ہونے پر وقيل ان بلفظ البيع لم يكن رهنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقلہ ہین كذا في الدرر ثم اذا ذكرا الفسخ فيه او قبله او زعماه غير لازم كان بيعا فاسدا پھر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعده على وجه الميعاد جاز ولزم الوفاء به لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس وهو الصحيح كما في الكافي والخانية واقره خسرو هنا والمصنف في باب الاكراه وابن الملك في باب الاقالة بزيادة اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہے ہم اسواسطے کہ مواعید کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے كذا في الكافي والخانيه اور ثابت رکھا ہے اسقول کو ملا خسرو نے یہان اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادت و بیان کے ساتھ وفي الظهيرية لو ذكرا الشرط بعد العقد يلتحق بالعقد عند ابي حنيفة ولم يذكر انه في مجلس العقد او بعده اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے بیان نہیں کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد میں ہوا یا بعد اوسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد بیع کے ہو کذا فی

الظہیریہ۔ وفی البزازیۃ ولو باعہ لآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد۔ اور
بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اوسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف
جس نے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اوسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہے مشتری کی اجازت پر
اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اوسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن۔ وافاد فی الشرنبلالیۃ
ان ذریۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرھن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہیں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے ہے یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہ بائعہ لا یلزمہ
الاجر لانہ رھن حکما حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہانتک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہیں ہے یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صادقت الاجارۃ بعد قبض المشتری
المبیع وفاء ولو البناء وحدہ فھی صحیحۃ والاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتھی فتنبہ میں کہتا ہوں اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ
اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بناء کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کیواسطے لازم ہے بقدر طول مدت
اجارہ انتہی فتنبہ آگاہ ہو جا ہے یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہیں از انجملہ بعض علماء محققین کا یہ قول
ہے کہ بیع الوفا بعض احکام میں تو فاسد ہے یہانتک کہ بائع اور مشتری ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے اور بعض احکام میں صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے میں اور
بعض احکام میں بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ
فتوی دیجائے اس قول جامع پر جسمیں عدول نکیا جاوے لفتے اور منجملہ منافع اوسکے کے اجارہ دینا اور اجر لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں عدم اجارہ مذکور ہے
تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل
ویسمونہ بیع الاستغلال میں کہتا ہوں اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہوجاوے اور اوسکے ہاتھ میں باقی رہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
مثل کا فتوی دیا اور علماء مذکورین اس بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہیں وفی الدر وصح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور در
میں ہے کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعض صحیح کہتے ہیں اور بعض غیر صحیح ہے اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں دونوں کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسطرح کہا نہر میں اگر بیع
... کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع باتا او وفاء او جدا او ھزلا فالقول لمدعی الجد والبتات الا بقرینۃ الھزل
والوفاء اور ملتقط اور منیہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے یا قصدے بیع ہے یا ہزل اور بیہودہ گی تو اوس کا قول معتبر ہے جو واقعی
بیع اور لزوم بیع کا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہے قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو نسبت مبیع کے کذا فی الطحطاوی قلت
لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہے بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے ہے تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع
بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے
ہاتھ بیچی بطریق بیع لازم کے تو اوسیکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوسوقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں مگر جبکہ مدعی لزوم بیع
تغیر ہوجانے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی آخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع
غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ مشایخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرھا عن اجارۃ البزازیۃ ان بہ افتی مشایخ بلخ وخوارزم وابو علی
النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ میں اواخر قاعدہ العادۃ محکمۃ کے اندر

ہیں میں منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اوسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر کہا
اشباہ نے اور اسی قاعدہ کے آخر میں بزازیہ کی کتاب الاجارات سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب
اشباہ نے اور صحیح فتویٰ ہی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری میں مذکور ہے تفسیر عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے
تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے حموی مفتی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف میں کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ شیخ
محمد مراد ہیں جسکو مہمل بولتے ہیں کیونکہ اول عبارت اشباہ میں مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے کہ اگر آٹا پیسنے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے
تو جائز نہیں اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہیں کذا فی الحواشی ملخصا بتصرف وفیہا من البیع الفاسد القول لشارح فی بیع الوفاء
انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امر الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں بیع الفاسد سے قول
سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر
اوسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی
ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا
ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر کرنے کا
فتویٰ دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یوں فتویٰ دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دوکانوں کا خلو وہ لازم ہے
اور دوکانوں کا خلو اوسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ دوکان
وقف ہو اھ تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال
یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز واللہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ایسا ہی میں کہتا ہوں
عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جائے
تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ
کرے تو وہ اوسکا مالک نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ انتہی ما ذکرہ فی زواہر الجواہر بما فی واقعات المصریۃ رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع
المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ
ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء
ذلک ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اوس
روایت سے جو واقعات مصریہ میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتھ میں دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اوسکا
حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص
غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنی خلو کے لینے
میں بھی اولی ہے اور اسکو اسمیں اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز
رکھے لیکن اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنیکا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکھنے سے اور اوسکو دوکان
سے خارج ہو جانیکا حکم ہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظہ الزواہر کذا فی حاشیۃ الہدیہ

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتہا
للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ضامنی کے بیعوں میں اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ ہونے کا
ہے چونکہ اکثر ضمانت بائع کی طرف سے ہوتی ہے بیع میں لہذا بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانا آخر کا

یعنی دوکان منہدم لیے دو برس کی ... اور اسکا بیان ... صفحہ ۱۰۸ ... ۱۲۱

عند ارجاع سما وضم ہو اور یہ جو ذمہ میں پر ثابت ہو کذا فی البحر ھی لغۃ الضم کفالت لغت میں بمعنے ضم ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور کفالت
لغت میں بمعنے التزام ہے اور وہ عبارت ہو تحمل اور ضم سے یہی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ بتثلیث الفاء
اور ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونوں
مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او
عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیٔ لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہو ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقا
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا ہو اسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنے نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنے ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہے طحطاوی نے مصباح
سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہو لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس ورقبہ سے صاحب تنقیح نے [illegible] تعبیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن عرفہا بالضم فی الدین فانما اراد
التعریف نوع منہا وھو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جس نے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم بیان کا ارادہ
کیا ہے یعنے بالمال کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اسمیں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الچلپی وبہ یستغنی عما ذکرہ
منلا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ضم ذمۃ
الی ذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہوا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی و
رکنہا ایجاب وقبول بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب وقبول ہے الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن
نہیں ٹھیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطہا کون المکفول بہ نفسا او مالا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود کما یاتی اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضمانت صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونہ صحیحا قائما
لا ساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہے کہ دین کا ساقط ہونا
مدیون کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح سے جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو
صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر لازم
کی مثال ہو خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ بہ سبب ہے صاحب نہر کی در روایت [illegible]
دینا بالاولی فہذا توجیہ کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اسکی کفالت بطریق اولے صحیح نہیں یعنے جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہو گی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنے اثر مترتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہے کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے یعنی اگر ضامن ضامنی ہے تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال کا ضامن
ہے تو ادائے مال کا مطالبہ ہوگا واہلہا من ہو اہل التبرع فلا تنفذ من صبی ولا مجنون ولا صبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح
ویکون الطلب ناقل الاداء [illegible] اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہو یعنے عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر بصورت
جب اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا کرنے میں [illegible]

مال ضامنی کی قید ہوا اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہوگی سوا اسکے کہ صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر وصحۃ الکفالۃ بان الصبی یطالب بالمال
بحیث الکفالۃ ولولاھا لطولب الولی ھ اور صحت ضمانت صغیر کا فائدہ یہہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے
مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہوا اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال ہیں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا ویطالب بعد العتق الا اذا اذن له
المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو جو تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ آقا نے اسکو ضامن ہونیکا
اذن دیا ہو تو در حالت ماذونیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن مولاه اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولے نے اسکو اذن دیا ہو ھ اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہگئی
سو اصیل کی شرط یہہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہہ انعقاد ضمانت کی شرط ہوا اور اوسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وھو الدائن مکفول له اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنے جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیه وھو المدیون مکفول عنه ویسمی الاصیل ایضا اور مدعا علیہ یعنے مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکے طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول به اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبة کفیل اور جسکو بکفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ھ کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلها الاجماع وسندہ قوله علیه الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن تاوان بھرنے والا ہے ھ یہہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن ہے ورکنها ... مکتوب فی التوراۃ الزعامۃ اولها ملامۃ واوسطها ندامۃ واخرها غرامۃ جلبی اور ضامنی کرنے میں
زیادہ تر معیوبی ظاہر ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اوسکے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی الجلبی ھ ضمانت کے اول
میں ملامت ہوتی ہے خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا ضمانت نفس کیسا
لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیاں ذکر کین اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمین چند خوبیان بھی ہین ازانجملہ یہہ ہے کہ ضامن ہونیسے
طالب و مکفول عنہ کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکفالة النفس تنعقد بکفلت بنفسه وبنحوه مما یعبر به عن بدنه
کالطلاق وتقدم تمامه انه لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملة وقع به الطلاق فکذا فی الکفالة نهر اور کفالت نفس یعنے حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یون کہنے سے کہ میں ضمانت کی اوسکی ذات کی اور نیز اوسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہو مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہین وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنے اگر ید بجای کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شایع ککفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزو شایع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے میں نے کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ھ نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہو تو
اگر کفیل اپنے جزو شایع کیطرف اضافت کرے تو اصح یہہ ہے کہ یہہ کہے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنته او قوله
الی او عندی او انا به زعیم ای کفیل او قبیل به ای بفلان او غیرہ او حمیل بمعنی محمول بدل ایم اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کہیں اوسکا ضامن ہوا یا علی یا الی یا عندی سے یا یہں اوسکا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اوسکا قبیل یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اوسکا غریم حمیل ہوں یعنے
محمول کذا فی البدائع ھ قولہ علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے ہواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو یہہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑ اسکو میری
طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہہ شخص میرے پاس ہے یعنی اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور حمیل یعنی کفیل بمعنے قابل ضمان ہو مطاوعی نے کہا اظہر یہہ ہو کہ
حمیل بمعنے فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا و تنعقد بقولہ انا ضامن حتی یجتمعا او حتی یلتقیا او یکون کفیلا الی الغایة تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی
ہو کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہانتک کہ طالب اور مطلوب جمع ہوں یا یہانتک کہ دونوں ملیں اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی
التاتارخانیہ ھ یعنے یہہ ضمانت دائمی نہیں بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین و قیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ اھو نفس او مال کما
نقلہ فی الخانیة عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت
ہوئی اوسکا بیان نہیں کہ وہ کیا ہے ذات ہو یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہو قال المصنف والظاھر انہ لیس لمذھب لکنہ
استنبطہ منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر عدم
انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی میں استنباط کیا ہو کہ اگر طالب کہے کہ تونے مال کی ضمانت کی ہو اور ضامن کہے کہ میں نے
صرف نفس کی ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ھ علیہ نے کہا ہواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا الحموی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف
نہیں تو بعید ہی معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال و ینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ
لائق یوں ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ میں کما لا تنعقد
فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذھب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبة بل المعرفة جیسے منعقد نہیں ہوتی ضامنی اس قول میں کہ میں ضامن
یا کفیل ہوں اوسکی معرفت اور شناخت کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت
اور پہچان کا و اختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہو اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کا یا اوسکی تعریف پر
یعنی اوسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہو کذا فی الفتح ھ ہواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہو تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو
مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہیں ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن
الجملة چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہو کہ میں اوسکے چہرہ کا ضامن ہوں ہواسطے کہ چہرہ سے ساری بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج و فی معرفة
فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ و لا یلزم ان یکون کفیلا ھ اور اس قول میں کہ فلانے شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہو اور بتا دینے کو
ضامن ہونا لازم نہیں کذا فی النہر و اذا کفل الی ثلثة ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثة ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط و شرح المجمع لو سلمہ للحال
بری و انما المدة لتاخیر المطالبة اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے ہواسطے کہ ملتقط
اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہو ھ یعنی ذکر مدت انقطاع
ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہو علماء نے کہا کہ ابتدا و ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں ضامن
ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نرہیگا کذا فی الشرنبلالیہ و لو زاد و انا بری بعدہ لم
یکن کفیلا اصلا فی ظاہر الروایة وھی الحیلة فی کفالة لا تلزم درر و اشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری ہوں بعد اسکے یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن
ہوں اور بعد اسکے بری ہوں تو اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایة میں اور یہہ حیلہ ہو اوس کفالت میں جو لازم نہو ھ اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت
کے اندر نہ بعد اسکے ہواسطے کہ اعتبار ہوتا ہو آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے
کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو اور پھر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہو تو کسی وقت اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحاوی قلت وکذلک فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی
لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابواللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنے عدم
کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی یہ ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنے عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ھم یعنے درصورت تعارض اقوال ظاہر الروایۃ کے طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ
وبہ یفتی وصححہ فی السراجیۃ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذر جانے تین دن کے
ظاہر الروایۃ میں اور اسیکا فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں وفی البزازیۃ کفل علی انہ متی او کلما طلب فلہ اجل شہر صحت وکلہ
اجل شہر من طلبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جب جب اور ہر بار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ھم لیئے
مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ
ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناھا علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو خیار ہو یعنی چاہے
مدت میں ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمیں تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیمہ
فی وقت بعینہ احضرہ فیہ ان طلبہ کدین مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت میں تو ضامن اسکو اوس وقت میں حاضر کردے اگر
مکفول لہ طلب کرے جیسے اوس دین مؤجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ھم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیئے تا کفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل
رہے فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط میں تو خوب ہے اور نہیں تو حاکم اسکو قید کرے جب تک اسکا
ٹالنا ظاہر ہو ھم شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر مطلہ ہو اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہیں انتہی اور بعضے نسخوں میں حتی یظہر مطلہ ہے اور یہہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ میں ہے کہ حبس اوس وقت ہے جب کہ ضامن مقر ہوا اور
اگر ضمانت کا منکر ہوا اور گواہوں سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اوسوقت اسکو حبس میں جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ یعنی اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے میں شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امہلہ مدۃ ذھابہ وایابہ ولو لدار الحرب عینی وابن ملک
پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب میں ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ
لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل مستدلا لہا فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا
مکان نجانتا ہو کہ کہاں شہر میں رہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ نکیا جاویگا کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی
بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا ہے یا ضامن کے گواہوں سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کر کے ھم طحطاوی نے کہا اسمیں خلل ہے کہ یہہ گواہی اوس چیز کی نفی پر ہے
جس پر علم شاہد محیط نہیں غاب المکفول بہ فللطالب ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ
اسکو حاضر کرے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا تدری فبین لی موضعہ فان برھن علی ذلک اندفع
عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت کا حیلہ یہہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اوسکا مکان مجھسے بیان کردے پھر اگر ضامن
اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہو جاویگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ
والا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن میں اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ میں مکفول بہ کا مکان نہیں جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول بہ سوداگری کیواسطے جاتا ہوا اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہیں تو اوس سے قسم لیجاویگی کہ وہ اوسکا مکان نہیں جانتا

تو وہی محل ہو ضرور قلنا بذھابہ الیہ للطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر یعنی جس مکان میں ضامن نے اسکو کہا تو طالب کو
جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کر لے ضامن لیکر تا کہ دوسرا غائب نہ ہو جاوے و یبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبداً اذ اذ بہ فقد توہم
ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ وسیجیئ مالو کفل برقبتہ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام
ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنیسے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ
غلام کی ضمانت کا مسئلہ و بموت الکفیل وقیل یطالب ورثتہ باحضارہ سراجیہ اور برات حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج لا بموت الطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وھبانیۃ
والمعتمد الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اوسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب
کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الوہبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ بدفعہ الی من کفل لہ حیث ای فی موضع یمکن مخاصمتہ
سواء قبلہ الطالب او لا وان لم یقل وقت التکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بریئ ویبرأ بتسلیمہ مرۃ قال سلمتہ الیک بجہۃ الکفالۃ او لا
ان طلبہ منہ والا لا قال لا ان یعلق ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان میں جہاں اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یوں نکہا ہو کہ جب میں مکفول بہ کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ایکبار
کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جب کہ طالب نے اوس سے مکفول بہ
طلب کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ھ مکان ممکن المخاصمۃ کی قید اسلئے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات میں سپرد کیا
تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسلیمہ فی مجلس القاضی سلمہ فیہ ولم یجز تسلیمہ فی غیرہ بہ یفتی فی زماننا
لتہاون الناس فی اقامۃ الحق … اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں اسیکا
فتوی ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ھ یہ بزازیہ کا قول ہے ولو سلمہ عند الامیر او شرط تسلیمہ عند ھذا
القاضی فسلمہ عند قاض آخر جاز بحر اور اگر درصورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اوسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شروط تھی سو اوسنے
دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن لو سجن ھذا القاضی او سجن امیر البلد فی ھذا المصر جاز ابن ملک اور اگر
اسکو قید خانہ میں سپرد کیا ہو اگر اس قاضی کی قید خانہ ہو یا حاکم شہر کا قید خانہ ہو اس شہر میں تو جائز ہے کذا صحح ابن ملک فی شرح المجمع وکذا یبرأ الکفیل بتسلیم
المطلوب نفسہ … وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ ورسولہ الیہ لان رسولہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ
ہو جاتا ہے مطلوب کی تسلیم اپنی ذات کی … اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی
تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اوسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسلئے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کیطرف مثل اجنبی کے
ہے … اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کیطرف تسلیم رسول
کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کی مانند ہے
اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کیطرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب نے اسکو قبول
کر لیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہیں کذا فی البحر وفیہ کیشترط قبول الطالب ویشترط ان یقول کل واحد من
ھؤلاء سلمت الیک عن الکفیل ولو من کفالتہ ای بحکم الکفالۃ عینی والا لا یبرأ ابن کمال تلخیصہ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط
ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص اشخاص مذکورین یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کیجانب سے کذا فی الدرر
اوسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نکہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا شرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے فان قال ان لم اوافک

جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہ مین ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہین بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیه علی اعطاء الکفیل
بالنفس فی دعوی حد و قود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہین حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی مین مطلقا وقالا یجبر فی قود و حد
قذف و سرقة کتعزیر لانه حق آدمی والمراد بالجبر الملازمة لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کیواسطے جبر ہو قصاص
اور حد قذف اور سرقہ مین تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنے ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی
برضاہ کفیلا فی قود و قذف و سرقة جاز اتفاقا ابن کمال فظاهر کلامهما ان حقوقه تعالی لا تجوز فیها قلت و سیجئ انها لا تصح بنفس
حد و قود فلیکن التوفیق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی مین تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال
تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالے کے حقوق مین جائز نہین کذا فی النہر مین کہتا ہون آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص مین صحیح نہین تو
دونون قول مین اتفاق ہونا چاہئے ہم نفس حد اور قصاص مین اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ استیفائے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہین و تحقیق
جواز اور عدم جواز ضمانت مین یہ ہے کہ جو حد خالصہ مین ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف تو وہ بطریق تبرع کے قائل ہے بخلاف اوسکے جو جواز ضمانت
مانع ہو تو اب دونون کلام مین تناقض نہ رہا ولا حبس فیهما حتی یشهد شاهدان مستوران او واحد عدل یعرفه القاضی بالعدالة لان الحبس
للتهمة مشروع وکذا تعزیر المتهم بحر اور حد اور قصاص مین قید کرنا جائز نہین جبتک دو شاہد مستور العدالة والفسق گواہی نہ دین یا ایک شاہد عادل
جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر **فوائد** چند فائدے ہین جنکو شارح نے زیادہ
کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجته لسماع دعوی علیها الا فی اربع کفیل نفس و سجان قاض والاب فی صورتین
فی الاشباہ لازم نہین کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہین اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر چار شخصون پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن
اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتون مین کذا فی الاشباہ قنیہ مین ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو قرضخواہ
دین کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے ایک تو باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اوسکا حاضر کر دینا
لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اوسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اوس سے قربت کر چکا ہے یعنے مہر دیچکا ہے اور اوسنے زوجہ کے
احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اوس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اوسکو حاضر کرے اور نہین تو امین
اوسکے پاس بھیجے وفی حاشیتها لابن المصنف معزیا للاحکامات العمادیة الاب یطالب باحضار طفله اذا تغیب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین
بحوالہ احکامات عمادیہ نقل کرکے کہ باپ سے اوسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ صورتین ہین جب باپ نے صغیر کو تجارت
کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الحموی و فیها القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیه الا فی اربع مکاتب و
ماذون و وصی و وکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایة والوکالة ا اور اشباہ مین ہے کہ قاضی ضامن مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا اسنے
التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتون مین ضامن نہ لے اوسکے مکاتب اور ماذون مین اور وصی اور وکیل مین جب کہ مدعی نے
وصایت اور وکالت ثابت نکی ہو ھم جب کسی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اوس سے ضامن نلیا جاویگا اور عبد ماذون مین جو مدیون نے
اپنے مولے پر دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو مولے سے حاضر ضامن نلیا جاویگا اور اگر مدعی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دین کا
ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرے تا اپنے گواہون کو حاضر کرے تو قاضی اسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی و فی شرح
المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیه معروفا لا یجبر علی الکفیل ولو کان غریبا یجبر اتفاقا قال حققه فی البحر فقط انتہی اور شرح مجمع مین محمد سے ایک
روایت یہ ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اوس پر جبر نہین ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اوسکا حق فقط قسم مین ہے ھم یہ
روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہے باقراء الاصیل برئ الکفیل بالنفس الا اذا قال لا حق لی قبله ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیه ولا لوقف

الّا بمطالبته فحینئذٍ یبرأ الکفیل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر جانشین ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن اس صورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہیں یا ورنہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما کفالۃ المال فتصح به ولو المال مجهولا اذا کان ذلک المال دینا صحیحا الا اذا کان
الدین مشترکا کما سیجیء لان قسمۃ الدین قبل قبضه لا تجوز ظهیریه اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ مال دین صحیح
مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہین کذا فی الظہیریہ
دین مشترک کی ضمانت کی یہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہین
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہین والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انها تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانهم اخذوا فیها بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح کے ضمانت صحیح نہین مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہی کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلۂ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہی حاجت کی سبب سے نہ قیاس
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہین مگر ضامنی اسکی صحیح ہے تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندنا بزازیہ وکانه الحق ببدل الکتابۃ
والا فهو لا یسقط الا به لانه لا یقبل التعجیز تعلیلیۃ ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ به وای دین ضعیف وتصح به دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اسکی ضمانت صحیح نہین امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق سمجھے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجئے تو صحیح نہین کہ وہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہی جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہ ہے کہ بدل سعایت ہوا اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہے ہم دین مشترک اور بدل سعایت
استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہی اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کے ہے ثم الدین الصحیح هو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزم
سقوط الدین فیسقط دین المهر بمطاوعتها لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہی جو ساقط نہو سوا بدون ادا یا ابرا کے
اگرچہ ابرا حکمی ہو اور فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہی تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنے زوج کے فرزند کی مطیع
ہو راضی ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو بسبب ابراء حکمی کے کذا صحح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانه یسقط بدونهما بالتعجیز ولو کفل وادی
رجع بما ادی بحر یعنی لو کفل بامره وسیجیء قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابرا تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر سکتا ہی جتنا اوسنے دیا یعنے اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور اسکے دوسری قید
آویگی ہم قید آئندہ یہ ہے کہ ضامن اذا کر یہ امکان اسکو کہ پھیر ادا کرنا لازم ہی ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنه بالف مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہی
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا کفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہی ومثال المجهول بما لك
امثلته بما لك علیه وبما یدرکك فی هذا البیع وهذا یسمی ضمان الدرك اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہ ہی کہ مین ضامن
ہوا اوس مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہ ہی کہ مین ضامن ہوا اتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ہم درک تحقیقین
عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے بیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الحلبی اور ضمان درک ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر
بیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ للحلبی اور بیع اسطرح سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیئے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہین وما بایعت
فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لك بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ خانیه تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہی کہ جو تو نے فروخت کیا
فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ وما غصبك فلان

ف مسائل الضامنی

لعلی ما ضمنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما مشترینہ لما سیجیٔ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلانے شخص نے وہ مجھ پر ہے لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خریدیگا اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں
ھ ہر لفظ کہ لزوم پر دلالت کرتے وہ ضمانت کی مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھپر ہو وہ مجھ پر ہے یا مجھ پر یہہ ہے کہ میں ادا کرون جو اوسپر ہو یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا
دین اوسپر ہے تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک
مرد نے طالب سے کہا کہ میں تیرے دین کا ضامن ہون کہ اوس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہہ مال ضامنی نہیں بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول
ای ولو دلالۃ بان بایعہ او غصبہ للحال نہر اور ضمانت کی سب صورتون میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو
اسطرح پر کہ اوس سے بیچی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ھ یہہ قبول غیر صریح بحث ہے صاحب بحر کی ہے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خریدیگا یا جو تجھسے
محمود غصب کریگا اوسکا میں ضامن ہون پھر فی الفور بیع یا غصب واقع ہوا تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہیں ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی
کلما وقیل یلزم الا فی اذا وعلیہ القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ میں لازم
ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ عینی نے بحر سے نقل کیا کہ
امام ظہیر نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اوس نے چند بار بیچی تو اوسپر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہے اور قول ضعیف میں لفظ کلما کا
مفید ہے کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے
تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھ یعنی اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اوس نے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ
ما ذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اوسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہہ ضمانت ہے دین متاخر الظہور کی وبخلاف
ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو
تجھسے غصب کیے لوگون یا جو شخص لوگون میں سے غصب کرے یا جو شخص تجھ سے بیچے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اوسکا ضامن ہون تو یہہ ضامنی باطل ہے ھ
اسواسطے باطل ہے کہ اشیاء مذکورہ میں مکفول عنہ کی جہالت ہے مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اھل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا
بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گہر کے لوگ تو میں ضامن ہون سو یہہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان کا نام نلے ھ بخلاف اس قول کے کہ
جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوس شخص سے بیچو گے تو میں ضامن ہون تو یہہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اوس سے بیچیگا لا ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو ساتھ شرط صریح ملائم کے یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب
ہو ضامنی کے واسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھ او علقت عطف ہے کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم
الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لہ جاز
بخلاف ان کان لک سبعا ہونا شرط کا مثال سے ظاہر ہے جیسے کہ وہ لازم ہونے حق کی سبیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا
کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہے اور مکفول
یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کہا جائے تو میں ضامن ہون ھ لعلہ لشبہہ میں بجائی صید کے صید لکھا ہے اور دیت سے
مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو اور قتل مخاطب سے قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد میں حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اگر کل مستحق کی شرط اسواسطے صحیح نہیں
کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے ۱۲ مدافع او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من
الدین وھو معنی قولہ وھو ای والحال ان زیدا مکفول عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المعلقۃ بقدومہ
لانہ سبب للاداء یا شرط ہوا مکان استیفا کی یعنی ضامن کو سہل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اوسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف کے

ادا ہوئی کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا غاصب ہے تو وہ شرط جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہی بسبب قادر ہونے
ضامن کے ابراء دین پر او شرطاً لتعذر الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلیّ وامثلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ
بہا یا شرط ہو کہ تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجھ پر ہے اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ بالکل وہ شرطین
ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ھ منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے یہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجاوے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ
ندے یا تیرا دین چھ مہینے تک نہ ملے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ک
ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہین اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر ملائم سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہہ آوے تو مجھ پر ہے
کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہے وہ سہو ہی چنانچہ اسکو ابن الکمال
نے تحریر کیا ہے ھ خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح و مجیء مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط ملائم پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے
باطل نہوگی مثل طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال
صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام مین بہت گفتگو ہے اوسکا کچھ ثمرہ نہین سوائے اس خلاصے کے کذا فی البحر الرائق ونعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم
المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضمان کی مدت قرار دیا تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ مدت قرار دینا اس
طرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجیء مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر کفلت بمالک علی فلان او
فلان فتصح والتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بیچ تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون
تیرے اوس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہ ضمانت صحیح ہے اور ہر ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی ھ تعلیق کی مثال یہ ہے کہ
اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا مین ضامن ہون کذا فی الچلپی لحمد اللہ دہمی نے
کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹہرانا بلا وجہ ہے اور جو پہلے ہمنے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہ بھی اضافت از
نہ شاید اضافت سے زمانہ مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالیٰ اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ وبہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت
ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھ مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہے نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا تعرفہ
بوجہہ لا باسمہ جاز واذا جاء بہ حلف انہ ھو بحری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا منہہ پہچانتا ہون نہ نام اوسکا
تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لاویگا اوسے قسم کہا دیگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا نہایت ہی کذا فی البزازیہ وفی السراجیۃ قال لضیفہ وہو
خاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بھیڑئیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدہا کہا جاوے تو مین ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کہا گیا تو وہ ضامن نہین ھ علت عدم ضمان اکل ذئب کل سبع بین کہ
مکفول عنہا ذہا ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم نعم مثال الاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا
لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اسکے یہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجھ پر ہے کذا فی معین المفتی
او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم تبتیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجھ پر یا کسی کا ان مین سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ
کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد و قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین
ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین
جانور کی بار برداری کی جسکو کرایہ لیا بار برداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے اسواسطے کہ ضمانت مین معقود
علیہ کا تغییر لازم آتا ہے ھ تغییر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اوسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر

ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہیں ہوا کذا فی المحیط اور عن النہر بخلاف غیر المعین لان الواجب فیہ مطلق
الفعل لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمیں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم یعنی غیر معین جانور میں مطلق بار برداری
واجب ہے اور ضامن اسپر قادر ہے اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بوجھ اپنا لادے اور تسلیم اسپر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم واجب ہے نہ بار برداری اور شارح نے
عدم وجوب تسلیم سے تعلیل لانے کیطرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ معینہ اسواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا
تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اوسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین
ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجر پر بار برداری واجب ہے سو اوسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہو لہذا اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی المحیط و لا بمبیع
قبل قبضہ و مرھون و امانۃ باعیانھا اور صحیح نہیں ضمانت عین مبیع کی قبل اوسکے قبض کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت
صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دیوے یا اوسکے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن
اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل درر و رجحہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور مذکورہ
کی تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اوسکا التزام ضامن کو
ممکن ہے کذا فی النہر فلو ھلک المستاجر مثلا لا شیء علیہ ککفیل النفس تو اگر مسئلہ ضمانت کی صورت میں ایا بہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلا ہلاک ہو جائے تو ضامن
پر کچھ واجب نہیں جیسے نفس کے ضامن پر ہم مستاجر یہاں بفتح جیم ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کی ہلاکت سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل مطالب بتسلیم نرہا اور
واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاکت مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح و صح ایضا لو المکفول بہ ثمنا لکونہ
دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے
ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر صورت دین صحیح نہیں جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر
محجور علیہ پر ثمن مضمون نہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا و کذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن و الا فھو امانۃ کما مر اور اسیطرح
ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن
ضمانت اوسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں او مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم عمد او مھر او خلع خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد
یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جاتیں ہلاک ہونے عین سے
کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ اونکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا کذا فی المحیط و [illegible] ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح
پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنی ہے والاصل انھا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا و لا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم فرق یہ کرنا چاہیے کہ اعیان قسم قسم ہیں مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اعیان
غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بفتح جیم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہیں یعنی در صورت ہلاک اونکی
قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمون
بنفسہا ہیں یعنی اونکی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر
وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی رد عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح و النہر ملخصا و لا تصح الکفالۃ
بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ و لو فضولیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضمانت یعنی ضمانت بالنفس اور ضمانت بالمال صحیح نہیں بدون
قبول کر لینے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاوے ضمانت سے طالب کے قبول کر لینے
تو ضمانت کا مال اصیل سے و ضامن سے پھیرے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کر لینے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامن

قبول کر ہو تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامنے ہے آپکو نکال سکتا ہو ضامن قبل اجازت کے کذا فے النہر وجوّزها الثانی بلا قبولٍ و
بہ یُفتی درر وبزازیہ واقرّہ فی البحر وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ لکن نقل المصنّف عن الطرسوسی انّ الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ
قاسم هذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز کہا ہو ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہو اسکو
بحرالرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہو کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہو یہہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشا وضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنها بان قال انا کفیل بمالٍ علی فلانٍ حال غیبۃ
الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنّی بما علیّ من الدین فکفل بہ مع غیبۃ الغرماء صحّ ولو تبرّع الصحیح
بلا قبولٍ اتفاقاً استحساناً لانہا وصیّۃ فلو قال لاجنبیّ لم یصحّ وقیل یصحّ شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دی ضمانت سے باینطور کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا
ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہہ خبر دی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اور اسکے امر سے باینطور کہ مریض
کہا اپنے وارث سے کہ تو میرے طرف سے ضامن ہو اوس مال کا جو مجھپر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہو تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو تمانت صحیح
نہو گی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع وهم کفالت وارث ہو اسلئے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہو جاتا اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہو شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی ترک کی بسبب ظاہر ہونیکے اسواسطے کہ اخبار عن العقد انشاء نہیں
اور اسکے دو نوں رکن ہیں یعنی ایجاب اور قبول سے وفی النہر الصحیحۃ اوجہ وحقّق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقّفہا علی المال الخ نہر میں ہو کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ ترجیح ہو اور ثابت کیا ہو کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہو نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہو موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو لہ مال علی غائبٍ هل یؤمر الغرماء بانتظارہ او یُطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انّہ وصیّۃ ان ینتظر
لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اوسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کریں اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہو کہ شخص غائب کا انتظار کیا جاوے اوسکی کفالت ہونے پر علم نہیہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت جسطرح ضمانت نہیں ہے اسی واسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیّدنا بامرہ لانّ تبرّع
الوارث بہمانہ فی غیبتہم لا یصحّ ودروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اوسکے امر کی سواسطے کہ تبرع وارث کا اوسکی ضمانت میں
بحالت غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہو کذا فی البحر اور حسن نے صحت کی روایت کی ہو بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صحّ سراجیہ وعلّلہ
قول الثانی لما مرّ اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اوسکی موت کے بعد تو صحیح ہو کذا فی السراج اور شاید کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ ذکر ہو چکا لکن
الظاہر مذکور کیا ہوچکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہو کہ دونوں نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو مخبر کا قول معتبر ہو یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہو اور صحت عقد نے یہاں کلام کو نہایت
قرار دیا کذا فی البحر ولا تصحّ بدینٍ ساقطٍ ولو من وارثٍ عن میّتٍ مفلسٍ الا اذا کان بہ کفیل او رهن معراج او ظهر لہ مال فتصحّ بقدرہ
ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اوس دین کی جو ساقط ہو مثل میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اوسوقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل
ہو گیا ہو اوسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اوسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہو گی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک هم سقوط دین میت مفلس یہ
احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اوسکی تقدیر ہو گی تو جو کفالت اوسکی حیات میں ہوئی یا اوسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اوسکا ساقط نہوگا بسبب عدم
ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہو گی ۲ ولحقہ دینٌ بعد موتہ فتصحّ الکفالۃ بہ

بان حفر بئرا على الطريق فتلف به شيء بعد موته لزمه ضمان المال في ماله وضمان النفس على عاقلته لثبوت الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال قيام الذمة ثم ہی ثابت کہ وہ دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہی بطرح کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ مین یعنی اپنی غیر ملک مین پھر اوسمین کوئی چیز تلف ہوگئی بعد اوسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال مین اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب اوسکے جنایت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہوکر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہی قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا عندنا وصححاها مطلقا وبه قالت الثلثة اور شیخ نے عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہی اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہی مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطور تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہین کذا فی المحيط ولا تصح ايضا الكفالة للوكيل بالثمن للموكل فيما وكل ببيعه لان حق القبض له بالاصالة فيصير ضامنا لنفسه اور صحیح نہین ضامن ہونا وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اوس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہو اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہین ھ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ مضارب صحیح ہی اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تاکہ وہ وکیل نکل جاوے جبکہ موکل نے دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہی تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہو کذا فی النهر ومفاده ان الوصي والناظر كالوكيل فيما اذا ضمنا الثمن عن المشتري فيما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرآه عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اوس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہی صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انہین دونون کے واسطے ہی ولہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کردین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ھ یہ استنباط ہی صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح الكفالة للمضارب لرب المال به اي بالثمن لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغيير لحكم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کیواسطے اوسی دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور ہوچکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہی وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اونکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہی کیونکہ امین پر ضمان نہین ھ طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بعد قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشريك بدين مشترك مطلقا ولو بالارث لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامنا لنفسه ولو صح في حصة صاحبه يؤدي الى قسمة الدين قبل قبضه وذا لا يجوز اور صحیح نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا دین مشترک کا کسیطرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اوسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور شیخ نے ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نهر ولو تبرع جاز كما لو كان صفقتين ہان اگر شریک نے بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہو چنانچہ اس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ھ جدا ہی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہی کہ لفظ بعت مکرر ہوا اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہی کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الكفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہی ھ ضمانت عہدہ اسطرح پر کہ غلام کو خرید کیا اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن نے سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اوس دستاویز پر جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہی تو اگر اوسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہوا جو غیر اور مشتری کی حق عقد اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط ہین اور چونکہ معنی اوسپر قابل بیان مشترک ہے بسبب جہالت کے لہذا اوسکی ضمانت صحیح نہین کی باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص اي تخليص مبيع يستحق ليجيء به اور نہ ضمانت خلاص کی ہے اور مبیع کو خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہین جو مستحق غیر ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اوس سے نعم لو ضمن تخليصه ولو بشراء ان قدر والا رد الثمن كان ضمان الدرك يعني ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا اگرچہ تخلیص اوسکی خرید کرنے کے سبب ہو اگر قدرت ہو ورنہ پھیر دیگا ثمن تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی **فائدہ** یہ فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا ہے یعنی آدمی بکفالۃ فاسدۃ لا یرجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال و نظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی لحسبانہ
انہ مجبر علی ذلک لضمانہ السابق و اقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیرلے کفالت صحیحہ کی مانند کذا
فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اوسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ یہ گمان
یہہ گمان ہوا ہو کہ مین مجبور ہون اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ھ تو معلوم ہوا کہ اگر
ادا کریگا بلا ظن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی اوعلی انہ علی تو ہما غیر صبی و عبد
محجور بن ابن ملک اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میرے طرف سے تو ضامن ہو اس شرط پر کہ وہ بھی لازم الادا ہو اور حالانکہ مطلوب
صغیر مجور اور غلام مجور نہین کذا صرح ابن ملک ھ تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجع علیہ بما ادی ان ادی ما ضمنہ و کذا
فیما ضمنہ ای ان ادی اخذ ملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیر لے جو کچھ اوسنے
ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تہا سو اوسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق پھیر لے اگرچہ
اوسنے بدل ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی
ھ ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہو کہ طالب مرجاوے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات مین دین مذکور ہبہ کیا ہو اور ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے
اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہان دین منتقل ہوا کفیل کیطرف بتقضای ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی العطا و ولذا لو بغیرہ لا یرجع لتبرعہ
الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اوسکو مطلوب سے نہ پہیرلے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ
مطلوب نے مجلس ضمانت مین ضمانت کو جائز رکہا تو مطلوب سے مال مذکور پھیر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امران یہب الطالب الدین و یوکلہ بقبضہ
ولو الجیہ اور حیلہ پہیر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کرے اور اوسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھ ولوالجیہ نے
یہہ حیلہ بعض کفالت بنفس ذکر کیا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال مین بہی ابتدا جاری ہے بعضون نے کہا یہہ حیلہ جب تب جاری ہو جب کہ ضامن نے
بقدر دین دیا اور یہہ ذکر کیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اوسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی العطا و ولا یطالب الکفیل
الاصیل بالمال قبل ان یودی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء تعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل
قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کے جانب سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو مین لینا اصیل سے قبل ادا روا ہے
کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ھو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بہی پکڑے اصیل کو تا اوسکو وہ چھوڑا دے
وان حبس لہ حبسہ ھذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس بحر او رجب کہ طالب ضامن کو
قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ صورتین ہین جب کہ اوسنے امر مطلوب سے ضمانت کی ہوا اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی البحر و فی الاشباہ اذا ابرا الکفیل یوجب براءتہ للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن
و اگر طالب کو ضامن اور اصیل کی برات کا موجب ہے ھ للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علی مدیون و شرط
براءتہ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھ یون قیاس چاہتا
بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محتال علیہ یہی حکم رکھتا ہے و برئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برہن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیکنا فقط
کالو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا
چنانچہ اگر اصیل قسم کہائیگا کہ مینے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ھ مسئلہ قسم کا منح الغفار مین قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح نے
بحرالرائق کے طرف نسبت کیا ہے سو محل ہے ظاہرا یہہ مسئلہ مشکل ہے کیون کہ مطلوب منکر ہے تو اوسپر کیونکر قسم آئی [illegible] اسکی یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی سکے پاس گواہ نہین پھر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنہ ای اجلہ بری الکفیل تبعاً للاصیل لا الکفیل لانفسہ تمامہ اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اوس سے تاخیر کرے تجنے ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے ہو تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر گر کفیل نفس بری ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا حاضر ضامن کی بحث مین وتاخر الدائن عنہ تبعاً للاصیل الا اذا ضالح المکاتب عن قتل لعمد بمال ثم کفلہ انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل الان اشباہ اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے جو اصیل کا تابع ہوکر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمدی بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کو ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنے وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنے مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ اھ خانیہ مین مذکور ہے کہ ثابت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق مین کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اوس سے مطالبہ نہین کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصل للفرع اور حکم مذکور منعکس نہین یعنے براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہین اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے تعم لو تکفل بالحال مؤجلا تاجل عنہما لان تاجیلہ علی الکفیل تاجیل علیہما لان اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونون سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا ہو اسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن پر اصیل اور ضامن دونون پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور مین ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابرا اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ھ ظاہر اضمیر فیہ بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور حالانکہ بحر عبارت یہ نہین بلکہ اسمین یون مذکور ہے کہ ابرا اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنیسے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہین پھرتی اھ خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابرا قبول پر موقوف نہین لیکن رد کرنے سے پھر جاتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وھبہ او تصدق علیہ فلا قبول کفیل شرط نہین مگر جب کہ طالب اسکو ہبہ کردے یا اوسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدرر ھ ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہے اور صدقہ بحالت فقیر ہونیکے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تملیک علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیہما وعزاہ للحاوی القدسی فلیحفظ مین کہتا ہون اور ابن نجیم کے فتاوی مین ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونون پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکہنا چاہئے ھ طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی متن پر محمول ہے یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اب متن سے کچھ منافات نرہی وفی القنیۃ طالب الدائن الکفیل فقال لہ اصبر حتی یجئ الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلقی علیک ھل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وھو المختار اور قنیہ مین ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسنے کہا صبر کر تاکہ اصیل آجاوے سو صاحب دین نے کہا کہ اوسپر میرا کچھ تعلق نہین میرا تو تعلق تجہی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب دیا کہ ہان بری الذمہ ہوگا اور بعضون نے کہا کہ بری نہوگا اور یہی قول مختار ہے ھ وجہ مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار مین قنیہ سے یون منقول ہے کہ لوگ یہ قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہین کرتے بلکہ نفی تعلق جسکا ارادہ کرتے ہین ہوا اور ظاہر مراد اس قول سے تفتیش ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموتہ لا یحل علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم ترجع لو الکفالۃ بامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر اور جب کہ دین موجل حال ہوجاوے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہین ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اسکو ادا کر دے تو اصیل سے بہر لے اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی بدون آنیکے مدت کے اصیل سے لے نہین سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل بہ ای بموتہ ولو ما تاخیر الطالب در جیسا کہ حال نہین ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جب کہ دین حال ہوا اصیل پر اوسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونون مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنے اوسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے متروکہ سے لے چاہے اصیل کے ومالح احدھما رب المال عن الف الدین علی النصف مثلا بری الاثنان المسئلۃ علی اربعۃ اصیل یا کفیل نے صلح کرلی صاحب مال سے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر مثلا یعنی بعض دین پر صلح کی تو دونون بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو محتمل ہے ھ ایک صورت یہ ہے کہ دونون کی براءت صلح مین شرط کی ۲ فقط اصیل کی براءت شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا براءت سے ۴ فقط کفیل کی براءت شرط کی فلہذا ویسے کہا بلکہ مسئلہ متضمن ہے آٹھ صورتکو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براءتہما او براءۃ الاصیل

اور سکت بریٰٔا تو جب کہ دونون کی براءت شرط کی صلح مین یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوگئے ۔ واذا اشترط براءۃ الکفیل
وحدہ کانت فسخًا للکفالۃ لا اسقاطًا لاصل الدین اور جب کہ صلح مین فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہ فسخ ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ
کفالت بقدر دین مین ہے جسمین صلح واقع ہوئی مثلاً نصف مین تو کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیاخذ
علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ او بامرہ تو فقط کفیل کی براءت مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہین گے
تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالحہ علی جنس اٰخر رجع بالالف کما مر اور اگر کفیل نے صلح کرلی
طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہزار ہو اسواسطے لیگا کہ دو مبادلہ سے دین کا مالک ہو گیا
صالح الکفیل الطالب علی شیٔ لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وبھا بطلاق یعلم الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح
کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اوسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح
بسبب اپنے اطلاق کے مال ضمانی اور حاضر ضمانی دونو کو شامل ہے کذا فی البحر ہم کفالت نفس مین عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلاً دے
تا اوسکو حاضر ضمانی سے بری الذمہ کردے تو اوسکو عوض لینا باتفاق روایات مسلم نہیں اور اوسکی براءت مین کفالت سے دو روایتیں ہین کذا فی البحر والنہر قال
الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن سے
کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اوس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے
طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہو برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہو انتہای غایت کیواسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب
مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا بھی ہو سو یہان ابتدا نہیں مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گو یا طالب نے
یون کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہیں لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ہم فائدۃ براءۃ المطلوب للطالب
لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کیطرف سے بسبب اوسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار
قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہیں ہوتا وفی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا یرجع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض
اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا یہ کہ مین نے تجھکو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لیسکتا چنانچہ اوسکے قول مین
رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو حلال ہی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہ بری کر دینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہم برئت محتمل ہے ابرای طالب اور ادا
کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابرأتک مین تو صاف ابرا اور اسقاط ہی نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کیطرف منسوب کیا اور کفیل
مالک دین نہیں ہوتا اگر ایفا سے ہوتا اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اوسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کر دیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل
اسقاط ہی باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل بمعنی براءت بالابرا مین مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض مین کذا فی البحر ۔ خلافًا لابی یوسف فی الاولی ای برئت فالحملہ
کالاولی ای الی قیل وھو قول الامام واختارہ فی الھدایۃ وھو اقرب الاحتمالین فکان اولی فہر وعزاہ للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنی برئت
مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کے لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسکو پسند کیا ہو اور وہ یعنی ابو یوسف کا
قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنے براءت ابرا یا براءت استیفا ادا واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارًا
بالقبض عملًا بالعرف اور جمیع علما کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ مین لکھیگا تو یہہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل العرف کے ہم یہہ راجح ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر
لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن درا ہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہیں مگر ایفائے مال کے بعد تو کتابت اقرار شرعی ہے کذا فی البحر ملخصا
وھذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ اتفاقًا لانہ المجمل اور یہہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہو چکی طالب کے غائب
ہونیکے ساتھ ہو اور اوسکے حاضر ہونے کے ساتھ اوسیکے طرف رجوع ہو گی اوسکے صراحۃً بیان مین بالاتفاق کیونکہ اوسکا کلام مجمل ہو ہمیشہ طالب سے پوچھا جائیگا

پونے قبول کا ارادہ کیا ہو یا نہیں اور یہہ لفظ بحر الرائق مین نہایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ومثل الکفالۃ الحوالۃ ورنہ
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر محتال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الی تو محتال علیہ محیل سے مال پھیر لیگا اور اگر برائتک کہیگا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کہے گا فقط تو
اختلاف ہے وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی
النھر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور یہی کو
مصنف نے یہان ثابت رکہا ہے اور متفرقات مین لیکن نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی یہہ صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر لائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہین جیسے دخول دار اور مجئ غد اور شرط لائم جیسے استیفاء بعض المال
انک بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت مین کفالت مال کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ کفالت نفس مین
تفصیل ہے جو خانیہ مین مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن مین مذکور نہین کی تو یہہ مطلب ہے کہ اثناء مسائل کفالت مین اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہے واللہ
اعلم خانیہ مین تفصیل مذکور یون ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہین ایک وجہ یہہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل جیسے
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہہ کہ براءت اور شرط دونون جائز ہین چنانچہ ایک شخص الضامن اور حاضر ضامن
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جاے اور تیسری وجہ یہہ ہے کہ براءت اور شرط دونون جائز نہین چنانچہ فقط حاضر ضامن سے
طالب نے یہہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے مکو بھیجدے تو یہہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن السنح ملخصا لا یسترد الاصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ
قید دفعہ الی الطالب ان لم یعطہ طالبہ نہ پھیرے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور آگے طالب کو نہ دے ہم باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہین پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل
دو دین ثابت ہوتے ہین ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب
بوجود سبب ادای دین مین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پھیر نہین لیسکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یعمل نھیہ
عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا عمل لانہ حینئذ یملک الاسترداد بحر واقرہ المصنف تکلتہ قدم قبلہ ما یخالفہ فتحرر اور کچھ عمل نکریگا روکنا
اصیل کا ادای دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہین تو روکنا عمل کریگا اسواسطے کہ اصیل اوس وقت مین استرداد کا مالک ہے کذا
فی البحر او ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لیکن شرح مذکور مین قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکہا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہین یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہین فان ربح الکفیل فلہ
طاب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا لتمحضہ امانۃ خلافا للثانی اور اگر مال مذکور مین کفیل کچھ نفع حاصل
کریگا تو اوسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اوسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑہوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بر وجہ تقاضا قبضہ کیا ہو اور اگر بر وجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہین کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہہ صورت ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ مین ڈرتا ہون
کہ کہین طالب تجہ سے اپنا حق نہ لے تو اس مال کو قبل اسکے ادا کر لے اور قبض بوجہ رسالت اسطرح ہے کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہہ مال لے اور طالب کو دیدے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پہر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ درر فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب
اور مستحب ہے منفعت کا پہیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذاتہ خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اوس دین مین پہیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسے
گیہون نہ اوس دین مین جو تعیین سے متعین نہین ہوتا ہو جیسے نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب ردکیواسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہین لیکن
درر کی عبارت موہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہہ ہے کہ اسمین خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پھیر دینے پر

یہہ یعنی لفظ اذا ب اور نقیب امنی ہے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ اطلاق اسکا بقا اتک ہین فقابل الاصیل فان برھن المدعی علی الکفیل ان له علی الاصیل
کذا لم یقبل برھانه حتی یحضر الغائب فیقضی علیه فیلزمه ثم الاصیل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا اور مدعی نے ضامن پر گواہی
ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جبتک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا
پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل کے وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر
واجب اور ثابت ہو زمان آئندہ مین تو یہہ ضمانت ہی اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ
اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہوا لہذا
گواہی مسموع نہین کذا فی الخطابیہ عن الاتقانی ولو برھن ان له علی زید الغائب کذا من المال وهذا الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر
مدعی نے گواہی سے ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ
قضی علیهما فالکفیل الوجوہ لان المکفول به ههنا مال مطلق فامکن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر
ضامن ہے غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا پھیر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی
مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی یہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسلئے
کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول له
مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی نہو تنا [illegible] دعوی پر مبنی ہے جمہور نے کہا کہ اگرچہ یہہ قضا علی الغائب ہے مگر یہہ
حکم ضمنی ہے اور اکثر شے ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الکفایہ وهذه حیلة لاثبات الدین علی الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ
حیلہ اثبات دین کا غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاهد یتواضع مع رجل ویدعی علیه مثل هذه الکفالة
فیقر الرجل بالکفالة وینکر الدین فیبرھن المدعی علی الدین فیقضی به علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالة
وتمامه فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھہ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا
دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جاوے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم
کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہے کفالته
بالدرک تسلیم منه للبیع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے بیع کو جانب کفیل سے یعنی جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق
اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کریگا کہ مبیع یہہ کو میری ملک ہے تو دعوی اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالہ ملک بائع کا اقرار ہے
اور اسکی بیع کو وقت او بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعة فلا دعوی له مانند شفعہ کے پھر اوسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم
شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اوسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ
کے صحیح نہین وکتب شهادته فی صك کتب فیه باع ملکه او باع بیعا نافذا باتا فانه تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اوس قبالہ مین جس مین یہہ
لکھا ہے کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی کما لو شهد بالبیع عند الحاکم قضی بها او لا لانه
یہہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہو اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہم حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا
اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شهادته فی صك بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اوس بیع کے قبالہ مین جو مطلق
ہے قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ مین نہین
تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہو گی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہو گا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے

اسواسطے کہ بیع کا ہی غیر مالک سے صادر ہوئی تھے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کریں یا تامل کرینگی
واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الخلاصہ او کتب شہادته علی اقرار العاقدین لانه خبرھم اخبار فلا تناقض !
اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہہ محض اخبار ہے تو کچھہ تناقض نہین یعنے دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع
مین مفید وطہ نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہی مالک سے صادر ہوتی ہے کا ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانه وقع اتفاقا
باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھہ مہر کرنا مذکور کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل
زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تھی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو
قال الکفیل ضمنته لک الی شہر وقال الطالب ہو حال فالقول للضامن لانه ینکر المطالبة ضامن نے کہا کہ مین اوسکا تجھسے ضامن ہوا ہون
ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسه ای الحکم المذکور
فی قوله لک علی مائة الی شہر مثلا اذا قال الاخر وہو المقر له حالة لان المقر له ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر
مین ایک مہینہ کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلة لمن علیه دین مؤجل
وخاف الکذب او حلوله بالاقرار ان یقول اھو حال ام مؤجل فان قال حال انکرہ ولا حرج علیه زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا
حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا مؤجل پھر اگر وہ کہے کہ دین حال ہے تو دین اوسکا انکار کرے
اور اس انکار مین اسپر کچھہ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہو
انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد
الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ مبیع مستحق ٹھہرے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم
اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای
الموظف فی کل سنة وہو ما یجب علیه فی الذمة بقرینة قوله والرہن به اذ الرہن بخراج المقاسمة باطل کذا فی النہر علی خلاف ما اطلقه
فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے
اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے
ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جهة العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہو نہین بخلاف خراج
مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہانتک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاوے تو کشتکار پر کچھہ واجب نہین اور کفالت ایسی غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور
تقیید دونون نقل کئے ہین تو اوسپر کچھہ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی کل ما یجوز به الکفالة بجامع التوثق منقوض
بالدرک لجواز الکفالة به دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطہ جامع توثق کے منقوض ہے درک سے
جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کا
ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہین حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہین تو یہ چاہیئے کہ داخل تحت شئ
نہین ہین نہ یہ چاہیئے کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنے مصیبت [illegible] یہان مراد وہ
مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے جیسے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی فرائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جسمین
سب خلق کو فائدہ ہے اور جیسے تیار مسلحہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چھوڑانے کے واسطے
مین بکرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشا

له یعنی بادشاہی لگان کی ادائی مین رہن لینا باطل ہے ۱۲

اسلام کی اس امر مین جسمین مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال مین کچھہ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ ہے چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے
مین لوگون پر ناحق مقرر ہوگئے ہین انکی صحت کفالت مین اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہٰے ملخصا ولو بغیر حق کجبایات زماننا
فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتویٰ صدر الشریعۃ واقرہ المصنف
وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہون چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ مین دیون کے مانند ہین
بلکہ دین سے بھی فوق ہین یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع کو مالک زمین سے اوسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی
شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اسکو مسلم رکھا ہے ھم دررا و منتقیٰ مین ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ اسپر فتویٰ دینا چاہیے
فتح القدیر مین ہے کہ جبایات موظفہ لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کیواسطے
مقرر ہوا انہایہ مین ہے کہ معصیت کبرٰی یکسن ہے یعنے مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اوسکی کفالت جائز نہین کذافی الطحطاوی وقیل لا شرط کل منہ
بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرھا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع مین یہہ قید لگائی ہے جبکہ اوسکا امر کرنا خوشی
سے اگر اوسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ مین ھم یہہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف
کرنے سے مطلب مین قلق پڑگیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار مین یہہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اوسکے امر سے ادا کرے تو اوس سے پھیر لے اگرچہ رجوع
شرط نکیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اوسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ مین ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہہ اوسوقت ہے جب کہ اوسکو
اوسکا بخوشی ادا ہی دین کا امر کرا ہو اوسنے کیا ہوا اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل
اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وھو نادر اور علمانے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین ازروئے انصاف کے ہو
وہ ماجور ہو یعنی ثواب پاویگا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھیریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی العینی وفی وکالۃ البزازیۃ
قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وھذا تقدم فی دیارنا کثیرا وھو ان من صودرا
یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لاخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا
فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسطرح کہا سو اوسنے چھوڑایا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ
اوس شخص سے پھیر لے بلاشرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا واقعہ ہمارے ملک مین بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صولتاشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اوسکو قید
کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑا لے سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھہ مبلغ دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور پھیر لے محبوس سے بلاشرط رجوع بلکہ بمجرد
اوسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھہ مذکور ہے حاشیۂ بزازیہ مین مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ھی
النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ سے اور بعضون نے سوا اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھہ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ھم قسمت بتفسیر مذکور
مصدر ہے بمعنے مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی مین مقرر ہو بعضون نے تفسیر قسمت یون کی کہ پہلے دو لوگ قسمت کرلین پھر ایک شریک اپنا بہرہ
دخل نہ دے سو اوسکا کوئی ضامن ہو اور بعضون نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے پھر اوسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے
کیونکہ اوسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لاخر اسلک ھذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ یہہ راہ چل ہو اسطے کہ اس راہ مین خوف نہین ہے امن ہے پھر وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین ولو قال ان کان
مخوفا واخذ مالک فانا ضامن ضمن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو مین ضامن ہون اور یہہ مسئلہ
بدستور مسئلۂ سابقہ ہے یعنے بموجب اوسکے کہنے کے وہ شخص اوس راہ مین گیا اور اوسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ھذا اوارد علی ما قدمہ بقولہ

ولا تصح بجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اور متن پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیۃ هم بیان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہین اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ قائل نے دہوکہا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہو اگر شرط ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا ذرر وتمامہ فی الاشباہ ومر فی المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ فریب کہانیوالا فریب دینیوالے سے اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب در ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینیوالا سلامتی کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہوچکا هم عقد معاوضہ احتراز ہے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے بسلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرر فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان نے الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل منع الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیتخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اوسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ مؤجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کردینے طالب کے هم تو معلوم ہوا کہ ضمانت مؤجل مین روکنا اوسکو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھہ رہے تا حلول مدت وفی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری اعلم بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پہیر لادے اوسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہے اوسکو اوس غیر سے پہیر لے اگرچہ رجوع مال شرط کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱ پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنی ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کہانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے هم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پہر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے سو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال نہ کرے مگر بشرط رجوع انتہے اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل من الاشباہ جہان کہین کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہوجاوے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال پہیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہہ سب فروع مذکورہ اشباہ سے منقول ہین هم ملکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہے بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری نے کسی مرد سے کہا کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پہیر لیگا مشتری سے اوسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی نے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانیکا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال پہیر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل بالنفقۃ بما لہا علی الزوج من اللازمین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما اور ملتقط مین ہے کہ جو ضامن ہے معتدہ کے اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہوجانے سے هم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کردیا اور زوج پر اوسکا دین ہے جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کیطرف سے پہر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح سے کفالۃ باطل نہیں ہوتی ... [illegible] کفالت مذکور نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین هم اسواسطے کہ وکیل اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب

اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اوسنے خریدار کی خواہش کی تہی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تہے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف به الدلال ثم وضعه فی حانوت فهلك ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانه مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پہرا پہر اوسکو دوکان میں رکہدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے اور دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکہدیا تو تعدی اوسکی ثابت ہوئی دلال عرف فی یده ثوب تبین انه مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منه بری مشہور دلال ہے جسکے ہاتہ میں کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا کہل گیا سو دلالنے کہا کہ مین نے کپڑا پہیر دیا جس سے لیا تہا تو وہ بری الموأخذہ ہے ولو قال طالب غریم فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلك عشرة منه یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرة ملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دیون فلانے شہر میں ہے سو جسوقت کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم یا دینار ہیں اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانه وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملا لنفسه فلیحرر شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتوی دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم عامل لنفسه اسواسطے ہوتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اوسکے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو بتاوے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہے

فائدہ ذکر الطرسوسی فی مؤلف له ان مصادرة السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی الله عنه صادر ابا هریرة انتهی وذلك حین استعمله علی البحرین ثم عزله واخذ منه اثنی عشر الفا ثم دعاه للعمل فابی رواه الحاکم وغیره یہہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملون سے اور بہ استدلال کہ عمر رضی الله عنہ نے ابوہریرہ رضی الله عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہہ اوسوقت ہوا تہا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تہا پہر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار اون سے لیے پہر اونکو عامل کے واسطے بلایا سو اونہون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور میں سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں بسند حاکم وابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی الله عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجہکو بحرین کا عامل کیا پہر مجہکو معزول کیا اور دس ہزار مجہسے ڈانڈ لیے پہر عامل کے واسطے مجہکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تہے تجہسے تو مینے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پر دوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بیعلمی سے کچہہ کلام کرون اور بیعلمی سے کچہہ فتوی دون اور میری پیٹہہ پر مار پڑے اور میری بیعزتی ہو اور میرا مال چہینا جاوے کذا فی النہر

واراد بعمال بیت المال خدمته الذین یجبون امواله ومن ذلك کتبته اذا توسعوا فی الاموال لان ذلك دلیل علی خیانتهم ویلحق بهم کتبة الاوقاف ونظارها اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللهو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالهم منهم وعزلهم فان عرف خیانتهم فی وقف معین رد المال الیه والا وضعه فی بیت المال نهر بحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے خادم مراد لئے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اونکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی دلیل ہے اور اونہین کے ساتہہ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشایش اور فضولخرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور عمارات بناوین تو حاکم کو اونکے مال اون سے چہین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص مین معلوم ہوجاوے تو اوسکا مال اوسی وقف مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکہے کذا فی النہر والبحر ہم سید حموی نے کہا کہ یہہ مسئلہ اوس قسم کا ہے جسکو دریافت کیجئے اور چہپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہہ فتوی اونکا مسموع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ عمال مذکورین سے اموال کو

چاہئیں لین نہ اوقاف مین اون اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اونکو لائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا
چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تاخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقد منا انہا حیلۃ تاجیل
القرض اور تلخیص مین ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک
ہی ہوتا ہے مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے وسیجی ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن
منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہین
ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اوسکو سفر سے روکے تاوہ ادای دین کرے ہم منتقے مین ہے کہ درصورت
ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین مین ٹالا کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین
تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شہرا لامراۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف
نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینہ کا ضامن لینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر
فتوی ہے ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہوا اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ
مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ مین ہے ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اونکی لیجاوے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہہ ترجیح قول
ہے صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ
کے علاوہ برین منتقے مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی
لکن فی المنظومۃ المحبیۃ سہ لو قال مدیونی مرادہ السفر + واجل الدین علیہ ما استقر + وطلب التکفیل قالوا یلزم + علیہ اعطاء کفیل
یحکم + لیکن منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہین اوسنے تکفیل کی طلب کی
تو فقہانے کہا کہ اوسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین سہ لو حبس الکفیل قالوا جازلہ +
اذا اراد حبس من قد کفلہ + لانہ قد کان لا جلہ + حبس فلیجازہ بفعلہ + اگر ضامن محبوس ہو تو علمانے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو
اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسیکے واسطے ہوئی ہے تو چاہئیے کہ وہ اوسکو بدلا دے اپنے فعل سے سہ ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل + لاشک
ان الدین فی ذا الحال حل + علیہ فالوارث ان اداہ لم + یرجع بہ من قبل فالتاجیل تم + پھر اگر ضامن مرجاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین
دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھرلے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل مین یون تہا کہ لم یرجع من
قبل ان یتم الاجل لم مصدر یہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحطاوی **باب کفالۃ**
الرجلین یہہ باب ہے دو مردون کے ضامن ہونے کا ہم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان
اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما ادی زائدا علی النصف لترجحان جہۃ الاصالۃ علی
النیابۃ دین ہو دو شخصون پر دوسرے آدمیکا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپیہ کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے
امر سے تو جائز ہے اور نہ پھرلے اپنے شریک سے مگر اوتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت
پر کیونکہ پہلے جہت دین ہے اور دوسرے مطالبہ ہم یہہ حکم مشہور متین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو مثلا یہ
کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر فی الحال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنے شریک کے جانب سے صحیح ہے اور اوس سے پھرلے اور اوسکے
بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مدیون کی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ

دو جنس مختلف میں نیت معتبر ہے نہ جنس واحد میں اور دونوں کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد یہ ہے جو اوسکے حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی
الطحاوی ولانہ لو رجع بنصفہ لاَدّی الی الدّور دفعہ اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر ھم اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر نصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادائی نائب یعنی ادائے
کفیل بامر اصیل منبنہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیئے کہ یہان حقیقت دور
مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشئ علی نفسہ سے اور سنے الحقیقۃ یہان تسلسل فی الرجوعات لازم ہے ولَوْ کفلا عن رجلٍ بشئٍ بالتعاقب بان
کان علی رجلٍ دینٌ فکفل عنہ رجلان کلٌ واحدٍ منہما بجمیعہ منفردًا ثم کفل کلٌ من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وھذہ القیود لفظ
ادّٰی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اوسکے دو مرد ضامن ہوئے اون میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ
علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلٰثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہوگیا ھم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ
ہوجائیگا کیونکہ دونوں پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن علے التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما ادّٰی احدھما رجع بنصفہ علی شریکہ
لکون الکل کفالۃ ھھنا سو دونوں صورتوں میں سے جو شخص جسقدر مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہے ھم جب
بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولے کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اَوْ یرجع اِنْ شاءَ بالکل علی الاصیل
لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مؤدی پھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے ولَوْ اَبرأ الطالب احدھما اخذ الطالب
الکفیل الاٰخر بکلّہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے ھم
چونکہ صورت مفروضہ یہہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہے ولو افترق المتفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایّا شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ
کما مرّ اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین او ان میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور
مطالبہ کرسکے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہو چکا ھم دستور میں مذکور ہے کہ غریم وہ
ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولا یرجع علی صاحبہ حتی یؤدّی اکثر من النصف لما مَرّ
اور رجوع نہیں اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نکرے چنانچہ مسئلہ اولے کی تعلیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف میں اور کفیل ہے نصف
باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین میں شمار ہوگا بسبب اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو اوسیقدر میں رجوع ہوگا کاتب عبدیہ
کتابۃً واحدۃً وکفل کلٌّ من العبدین عن صاحبہ صحّ استحسانًا مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یوں کہا مثلاً کہ میں نے
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ھم بطریق قیاس یہہ کفالت صحیح نہیں کیونکہ
کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو در صورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان صحیح
ہے اور شارع کی رضامندی عتق میں ثابت ہے کذا فی الطحاوی ملخصا وحینئذٍ فما ادّٰی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اس تقدیر
پر کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنے اصالت اور کفالت میں ولو اعتق المولی احدھما

وہبستانہ بحالہا صح واخذ ایّا شاء منہا بحصتہ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ؛ اور اگر مولے نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولے دونوں میں سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے باعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بکفالتہ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ
پھر اگر مولے نے مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے پھیر لے بسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہیں کرسکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موہو فانکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ
کمال لزمہ باقرارہ او استقراضہ او استہلاکہ ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلولہ علی العبد
وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل موجلا تاجل کما مر؛ اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق مولے میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا ہلاک ودیعت سے ہے تو وہ لینے مال مذکور حال ہے نہ موجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے بسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور پھیر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت موجل کی ہو تو اوس صورت میں مال موجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہوچکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات
العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر؛ دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سو اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پہر غلام مکفول بہ مرگیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تہا تو ضامن [illegible]
اوسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اور انہیں قابض پر عین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہوئی
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای لنفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل
کما مر فی الحیلا؛ اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پہر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی میں مذکور ہوچکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہوجاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز کان الحق
لہ اور اگر وہ غلام مدیون مستغرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولے کیواسطے ثابت ہے ظاہرا
غلام میں لیاقت کفالت نہیں کیونکہ وہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولے کے امر سے اوسکی عدم اللیاقت زائل ہوگئی پہر جب کہ غلام پر دین نہوا تو اوسکی مالیت
میں مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے میں کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی فاذا عتق
فادی او کفل سید عنہ بامرہ فادی او بعد عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا
یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پہر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پہر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولے غلام کا ضامن ہوا غلام
کیطرف سے باذن اوسکے امر سے پہر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی اب
اوسکے بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے بدون حکم مکفول عنہ کے تو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکہی تو یہہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اوس دلیل کے
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر
اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولے سے ادائے دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام کی

سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اوس سے ادای دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر **وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وھذا لم یثبتہ المصنف فی شرحہ** اور غلام کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے مولے کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہہ یعنی فائدہ کفالت مولی بکفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم ۱۲ تعفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہہ ہے کہ دونون عقد میں التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہہ کہ حوالہ میں اصیل کی براءت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح **ھی لغۃ النقل** حوالہ لغت میں بمعنے نقل اور زوال ہے **و شرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ** اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف **وھل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم فتح** اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول مصحح یہہ ہے کہ ہان یعنے محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم بھی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اوسکے ذمہ باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر **المدیون محیل والدائن محتال و محتال لہ و محال و محال لہ والرابع لغو** دائن محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ **ومن یقبلھا محتال علیہ و محال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ** اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطے صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنیوالے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال بصیغہ اسم فاعل محیل بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھہ کچھہ حاجت نہیں بلکہ محتال علیہ کو ساتھہ صلہ کے ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون لیکن بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح [صورت بنانا ۱۲] مصور الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتارا اور زید کو اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ **فائدۃ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون اور محجور کا صحیح ہے اور رضای محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ صحیح ہے اور ہونا اوسکا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور اوسنے جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ میں اور یہہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جسکی کفالت صحیح نہیں اوسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی المحتار عن البحر **والحوالۃ شرط لصحتھا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول وھو المحیل فلا تشترط علی المختار شرنبلالیۃ عن المواھب** اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بلا خلاف شرط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اوسکی رضامندی بنا بر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہم زیادات میں رضای محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل

یعنی مثال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم آتا ہے اور محتال علیہ کی رضامندی سے آتا اور رضامندی محتال علیہ کی بہی اسواسطے
شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا اداکرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت
ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضای محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول محمد کہ دین کا التزام اپنے قبول کرنا یہہ تصرف ہو محتال علیہ کا
اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھہ ضرر نہین بلکہ اسمین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کرسکتا جب کہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن
حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَإِذَا أُحِيلَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَحْتَلْ یعنی مالدار کا تقاضا ادای دین کرنا ظلم ہے
اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیئے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر
یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعا کذا فی الفتح ملخصا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ
فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچھہ اختلاف نہین روایت مین ہم
یہہ توفیق بین القولین ہے یعنے اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہوا اور عدم اشتراط کا قول صحت
حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء الحوالۃ ان کان من المحیل شرط حضورہ والا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر کرکے کہا ہے کہ ابتداء حوالہ
اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہے یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے
متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہوجاتا ہے بدون رضای محیل
اور یہہ روایت زیادات کا محل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی
عن الحموی وآراد بالرضی القبول فان قبولہما فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول
مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہما ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط
انعقاد ہے اور یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پہر اوسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکہے تو
حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی
الباقین لا حضورہما وافقہ المصنف لیکن در وغیرہ مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا
محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت وکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرحین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بہی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کی قول پر
محمول کیجے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہوچکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی
الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہی ہم عین مین حوالہ
صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہوسکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ
تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب
یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس کچہہ
عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرفت ان الحوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اوسکے حق کا
غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہم تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا احالۃ المستحق بمعلومہ فی الوقف علی الناظر فہر اور اسیطرح حوالہ
مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف سے صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحر ان المال
فی ید الناظر ینبغی ان تصح بہا لانہا علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا من الغنیمۃ وعندی فیہ تردد کہ پہر صاحب نہر نے
دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدیون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہو تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

تا فرسکے پاس ہے تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت رکھنے والے پر صحیح ہی اور اگر مال تا فرسکے پاس نہین تو حوالہ صحیح نہین کیونکہ وہ مطالبہ
اور مطالبہ تا فلہ پر نہین بدون مال کے اور مقتضای بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہی کی غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہی طحطاوی نے کہا کہ موئد
صحت یہ ہے ارث ہی یعنی غنیمت محرزہ مین غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور ارث پاتے ہین تو ملک اوسکی غنیمت مین ثابت ہو گئی تو اب غنیمت و ودیعت کے
اشبہ ہو گئی صحت حوالہ مین وبرئ المحيل من الدين والمطالبة جميعا بالقبول من المحتال للحوالة اور بری الذمہ ہوجاتا ہی محیل دین اور مطالبہ سے
بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم بقول معتمد برائت موقت بعدم ہلاک ہی اور فائدہ برائت کا یہہ ہی کہ اگر محیل مرجاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ
سے نہین لیسکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اوسکے ارباب دیون سے ضامن لے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط
برائت ہی اوسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہی کذا فی البحر فلا يرجع المحتال على المحيل الا بالتوى بالقصر وهو هلاك المال لان براءته مقيدة بسلامة
حقه تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی برائت بسلامتی حق محتال مقید ہی توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونی مال سے
اور بعضون نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہے توا بروزن تخلے لغت مین معنے ہلاک ہین اور اسکے اصطلاحی معنے کو مصنف آگے ذکر کریگا جب برائت مقید بسلامت
حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہہ برائت استیفا ہی نہ برائت اسقاط پھر جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل مدیون پر واجب ہوا وقيده في البحر بان
لا يكون المحيل هو المحتال عليه ثانيا رجوع در صورت ہلاک کو بحر الرائق مین اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار ہم صاحب بحر نے
کہا یہہ قید اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ مین ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسی پر جسپر اصل دین تھا کیا
تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہو گی تو محتال علیہ اول پر عود نہوگا انتہے ایضاح اسکا یون ہی کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا
حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو درصورت ہلاکی حامد پر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وهو باحد امرين ان يجحد
المحال عليه الحوالة ويحلف ولا بينة له اي للمحتال والمحيل او يموت المحال عليه مفلسا بغير عين ودين وكفيل وقالا بهما وبان فلسه الحاكم
اور وہ یعنی ہلاکی احد الامرین سے ہوتی ہے یہہ کہ محال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کہاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محال علیہ مفلس
مرجاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محال علیہ کو حاکم مفلس ٹھیراوے ولو
اختلفا فيه اي في موته مفلسا وكذا في موته قبل الاداء وبعده فالقول للمحتال مع يمينه على العلم لتمسكه بالاصل وهو العسرة زيلعى
وقيل القول للمحيل بيمينه فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنے محال علیہ کے مفلس ہو کر مرجانے مین اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف مین
قبل ادای دین اور بعد اوسکے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی
ہی کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ محتال نے کہا کہ محال علیہ مفلس بلا ترکہ مرگیا اور
محیل نے کہا کہ ترکہ چھوڑ کر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کہا کر کہ واللہ مجھکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہین تھا اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر اوسکا
یمین علی العلم صحیح نہین کیونکہ اوسمین قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طالب المحتال عليه المحيل بما اي
بمثل ما احال به مدعيا قضاء دينه بامره فقال المحيل انما احلت بدين ثابت لي عليك لم يقبل قوله بلا حجة لانه يلزمه مثل الدين للمحتال عليه
لانكاره مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تہا اسطالبہ کیا یون مدعی ہوکر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے سو محیل نے
کہا کہ مین نے تو اوسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تہا تیرے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب پائے جانے سبب رجوع کے محتال
علیہ کے ہم تلئے محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا
مدیون تہا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا وقبوله الحوالة ليس اقرارا بالدين لصحتها بدونه اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے
بدون دین کے بھی وان قال المحيل للمحتال احلتك على فلان بديني وكلتك لتقبضه لي فقال المحتال بل احلتني بدين لي عليك فالقول للمحيل

لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اذا سالہ محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنے تجھکو وکیل کیا کہ دین میری واسطے قبض کرے اور
محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ
حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ سے وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہہ ہے کہ وکالت بلا نیہ
لفظ نہی ہے اسواسطے کہ حوالہ بکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازاً کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی نیت
ہوگی اس مراد مین لیکن بشرط کے ساتھ کیونکہ اسمین کچھہ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی آحال بمالہ عند زید علی خالد نہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا
الف احال بہا علیہ صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرحپر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار درہم اور اونکا حوالہ
کیا تھا اوس پر تو حوالہ صحیح ہے اور ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ
بری المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان ہلاکہ بخلف پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار
بری الذمہ ہوجائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کیساتھ بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہو اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے
محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل
ہلاک ہو اسطرحپر کہ وہ مستحق نکلا غیر ثابت ہوا شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتقییدہما الخ یعنی فصار
الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقید بمغصوب اور تیسرا مقید
بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح ہے کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتھہ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحال علیہ ولا
المحال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ
محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجود یکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھہ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا
دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ اوسپر کسیکا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہین ہوا
بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا
ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ
محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ یہہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ تیرا حوالہ کیا اس مرد پر
اور یہہ نہ کہا کہ محال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے
کیونکہ اس صورت مین محتال کا حق متعلق نہین ہوا اسواسطے کہ حوالہ اسسے متعلق واقع نہین ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ مین کشائش اور گنجائش ہے
یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہے تاکہ
باطل نہو سکنا یہہ ہے انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ
بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح
ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہے کہ
جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اوس
شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء رجع علی
المحال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع وجد الاستحقاق بزازیہ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اوسکو اختیار ہے چاہے
اپنا مال محتال قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو مثلاً

استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے
چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے ومنہا وہی صورۃ فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء
بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یجبر علی المبلغ ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ
میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتوں میں سے دو صورت ہے جسمیں مثلا محال پر کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اوسکے دینے سے
جسکا التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے
ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادا ہی محال پر زبردستی ہوگی ھ تلخیص اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا
محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل
بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی البحر ملخصا ولا یصح تاجیل عقدھا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان
علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں
تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کردونگا بعد مہینے کے تو یہہ تاجیل
دین کیطرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادا ہی دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ
بضم السین وفتحہا وفتح التاء اور مکروہ ہے سفتجہ بضم سین وسکون فا وفتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ھ سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جسکے معنی شی محکم ہے چونکہ اس
قرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگئی لہذا اسمی سفتجہ ہوا وھی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر
راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ اپنا مال دوسرے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تا کہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلا
دوسرے شہر میں دیوے تا اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنے خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث
بن ابی اسامہ کی مسند میں علی مرتضے رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کہینچے وہ بیاج ہے
اور یہہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن
جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں جس روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف میں عن خالد الاحمر عن
حجاج عن عطاء منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کہینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصا حموی نے کہا اور
دوسری وجہ کراہت یہہ ہے کہ یہہ تملیک دراہم سے بعوض دراہم کے پھر جب یہہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل عیاں میں صحیح نہیں
فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہوگیا ھ شارح نے یہہ
وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت
اور حوالہ کے محلا آدی نے علامہ والی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ سے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض پر
ہو اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے و قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت
مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اوسکا کچھہ مضایقہ نہیں ھ ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہہ ہے کہ
کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ ظاہر کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھہ مضایقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کفایۃ الشعبیہ میں اور بزازیہ کے
باب الصرف میں بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہو کہ مصنف نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اُوقت حلال ہے جب کہ اسکا یعنے دوسری شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہہ فعل ہوتا ہی یعنی یہہ اقرامن سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہے طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہو کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونیکا محل وہ ہو جب کہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہے **فرع** مسئلہ لمحقہ شارح کا فی المنح والبحر عن صرف البزازیة ولو ان المستقرض وہب منه الزائد لم یجز لانه مشاع یحتمل القسمة انتہے اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض آمین سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہو محتمل القسمة ھ شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون سے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھہ مضایقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین میں داخل نہو اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو ہیتے دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پہیر دی اور ایک درم کہ سو درم میں بالاتفاق پہیر دی اور نصف درم میں اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض آمین سے زائد کو ہبہ کر دی تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمة ہی انتہی اور اسکو تاویل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دی تو وہ ایسا مشاع ہی جو محتمل القسمة نہیں پہر ہم نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انہون نے قاضی خان سے بزازیہ کی نسبت نقل کیا پہر یہہ کہا کہ جسمین احتمال تقسیم نہو تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالة لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کیطرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہی اسواسطے کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخہ میں بجای عن المحتال کے علی المحتال ہے تو ان علی بمعنی عن ہی ولو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح وتطالب ایا شاء لان الحوالة بشرط عدم براءة المحیل کفالة خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کر لے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جسسے چاہی خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت محیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریة وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیه فجاء المحتال وادعی جحود المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیه غائب فلو حاضرا وجحد الحوالة ولا بینة کان القول له وبطل بجحوده شیئا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پہر محتال آیا اور اسکی انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنے محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھ تو اس صورت میں محیل پہ دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہی اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ لمحقہ شارحکا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان الثانی املأ من الاول جاز وان کان مثله لا کذا فی متفرقات الجوهرة قلت ومفاده عدم الجواز لو کانا متقاربین وبه جزم فی الخانیة والوجه له لانه حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدة انتہی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یہہ یتیم کے حق میں بہتر ہو یعنی جسپر کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہی کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب السفاوضہ میں ہو میں کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہون المداری اور ادای دین میں یا دونون متقارب ہون اور اسکا یقین کیا ہی خانیہ میں اور دلیل بہی اسیکی مقتضی ہے اسواسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا ایسی چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم ھم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ مر گیا یا غائب ہو گیا کہ اسکا مکان معلوم نہیں بسبب اسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پہر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریة واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

یہہ کتاب ہی مسائل قضا یعنے جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی البیوع والدیون عقبها بما یقطعها ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع

ہوتے ہیں تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو اونکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہے دیون سے مراد وہ دونوں
ہیں جنہین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے هو بالمدّ ویقصر لغة الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ بہی آیا ہے لغت مین بمعنی حکم ہے ہر چند قضا
لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہا و بمعنے صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تا معنے لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت
ظاہر ہو جائے وشرعا فصل الخصومات وقطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہے یعنی
وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح بمعنے قطع ہے تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور
بہتر یہہ تہا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور محکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات
اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بہی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہے ازانجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین
الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اسطرح کہ اس پر دلیل قطعی ہو یعنے نص مفسر کتاب یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع
سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبۂ ظن کی موجب ہے کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ مین ہے جنمین اختلاف
فقہا ہے یا جنہین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اگر اسطرح موضع خلاف
مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہین کیونکہ حق اون سے متجاوز نہین اور یہہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلاً
حنفی یا شافعی پر تو یہہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنیمین معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق
حکم کر گیا جانکر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکا ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات مین اوسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز
ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانه ستة علی ما نظمه ابن الغرس بقوله ؎ اطراف کل قضیة حکمیة ؎ ست یلوح بعدها التحقیق
حکم ومحکوم به وله ومحکوم علیه وحاکم وطریق ؎ اور ارکان قضا کے چھہ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کیے ہین یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے
چھہ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ہے ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ بدریہ کا مصنف ہے اور
اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہہ کہ قاضی کہے کہ مینے تجہپر حکم کیا یا لازم کیا
یا تجہپر قضا مینے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوگیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی یہہ حکم ہے اوسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور
محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہہ ہے کہ دعوی اوسکا صحیح ہو اور مدعی اونمین ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین شرط
ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنے قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت
رہنا ۹ حکم سینے کیواسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کیواسطے اور مرد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین اور طریق عبارت ہے بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی
ملخصا واهله اهل الشهادة ای ادائها علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیة اور لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہے یعنی جو ادا ہی شہادت علی
المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیہ ہم ادای شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت مین صحیح ہے تا ادا ہی شہادت
اور مراد یہا ہین یہہ ہے کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کے طرف ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا نہ اندہا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ
اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تہے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطروش یعنے جو شور کی آواز سنے تو قول اصح یہہ
ہے کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النهر وبرد علیه ان الکافر یجوز تقلیده القضاء لیحکم بین اهل الذمة ذکره الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ کہنے
پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا وہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب
التحکیم مین ذکر کیا ہے ہم خلاصۂ اعتراض یہہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکہتا اگر اوسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ مدلل ق

نرا یہہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب اعتراض یہہ ہو کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہو یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی بھی ہو تو ضرور ہے کہ اوسکی قضا بھی جاری ہو گی کذا فی الطحطاوی وشرطہا اہلیتہا شرط اہلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکمہا القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں باب ولایت سے ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا خصم پر ملزم ہے اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا صحح ابن الکمال ہم جلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہو گیا اوسکے قول سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ اوسپر مترتب ہو والفاسق اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتوی ہے ہم کہتے ہیں کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین میں امانت داری کے لائق نہیں اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضاء فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانہ میں نہر الفائق میں کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہو جاویگا خاصکر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہی چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ در رلہ اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جب کہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جاوے تو یاد رکھنا چاہئے کذا فی المدر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نکرو یعنی بھلا قبول کرنا صحیح نہیں واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما انتہی قلت سیجی تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو موجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید میں فرق کرتے ہوں انتہی مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکی طرف رجوع کر کہ ہم کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ الظاہرۃ ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہی کہ ہر گاہ ظاہرا تساوی واقع ہی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں بوجود عدالت میں تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ہم یہہ مفتی مدرس زمانے میں تھا اور اہو ہم مدالت یعنیا وہی موجود ہو تو ایسے کو مقدم کیجئے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہیں جو مفتی موصوف کے زمانہ میں سلطان کو عرض ہوئے اور اوسپر جواز مین امر کیا کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ اذا کانت دنیویۃ فلو ولی القاضی ہل ینفذ قضاہ علیہ لم ارہ یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ لما تقرر ان اہلہ اہل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہیں اوسکے دشمن پر جب کہ دونوں میں دنیوی عداوت ہوا اور اگر قاضی دشمن کی گواہی سنکر حکم کرے تو اوسکا نافذ نہیں یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہے جو اہل شہادت ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا اسیکا فتوی دیا ہے مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا سجل العدو لا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہیں اوسکے عدو پر ہم سجل عدو سے مراد قاضی کا کاتب ہو دوسرے قاضی کیطرف تاکہ کاتب کا دشمن کے مقدمہ میں اوس عمل ہو وثیقہ مثبت کا

مراد نہیں کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے مذہب میں نہیں مجھکو اس عبارت کا مطلب بھی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع ہے مفتی مذکور کے طرف کیونکہ یہہ عبارت مصنف کی اپنی
شرح میں موجود نہیں کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوہبانیۃ انہ لم یجز نقلہا عندنا وینبغی النفاذ لو القاضی عدلا پہر مصنف نے اپنی شرح میں
علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو و
قال ابن وہبان ینبغی ان یفصل ان کان بعلمہ لم یجز وان بشہادۃ العدول بمحضر من الناس جاز انتہی اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا
کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنی بموجب اوسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر بشہادت عدول ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت
واعتمد القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال ۔ ولو علی عدوہ قاض حکم ان کان عدلا مر ذاک وانبرم ۔ واختار بعض العلماء وفصلا
ان کان بالعلم تقضی لن یقبلا ۔ وان یکن بمحضر من الملا ۔ وبشہادۃ العدول قبلا ۔ مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ
مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی
نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہو گا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی
والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید من الجائر عن الناصحی فی تہذیب ادب القاضی للخصاف ان من لم تجز شہادتہ لم یجز قضاؤہ
ومن لم یجز قضاؤہ لا یعتمد علی کتابہ انتہی وہو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی
وبین خطہ فقال انہ لو قضی علیہ ثم اثبت عداوتہ بطل قضاؤہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے
سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہیں اوسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اوسکے
مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر
اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پہر اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی
تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکہنا چاہیے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ثم انما تثبت العداوۃ بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمۃ
نعم ہی تمنع الشہادۃ فیما وقعت فیہ المخاصمۃ کشہادۃ وکیل فیما وکل فیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پہر عداوت
تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اوس مقدمہ مین جسمین مخاصمت واقع ہوگئی جیسے
شہادت وکیل کی اوس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹہیرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہے یعنے وصی کی گواہی اوس امر مین مقبول نہیں جسکی اوسکو وصیت ہوئی
اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا فی الطحطاوی والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن
ملک زاد العینی واختارہ کثیر من المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع فی متنہ ولہ فی شرحہ عبارات بلیغۃ وہو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا
اور فاسق صلاحیت نہیں رکہتا مفتی ہونیکی یعنے امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول
نہیں ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے
اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بہی قول ہے وظاہر ما فی التحریر انہ لا یحل استفتاؤہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور
جو تحریر مین ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہے کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچہنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شرح بیان کیا ہے و
قیل نعم یصلح وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکہتا ہے اور اسی قول پر
کنز مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اوسکو خاطی کہے م
طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح حذر نسبۃ الخطاء کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہے یعنے بمعنے امر کذا فی القاموس ولا خلاف فی اشتراط اسلامہ
وعقلہ وشرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ وذکورتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاؤہ اور علما مین خلاف نہیں مفتی کے اسلام اور عقل کے

ف مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین

شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری کی شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی
نہ اوسکی قضا ہم گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہہ چیز کیا جائز ہے پہر وہ سر ہلاوے
یعنی ہان کہدے سو تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے مراد یہہ ہی کہ مفتی تقوی اور مروت والا ہو منزہ اور
نفیس النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہی اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکہتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش
کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکہتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد
رکہے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکہے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہی کہ
کاغذ استفتا کو بجستہ لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑہے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پہر جواب لکہے اور یہہ شرط ہے کہ کاغذ کو پہینک
نہ دیوے جیسے کہ بعض لوگون کی عادت ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم اسم مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کر چکے تو لائق یہہ ہے
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکہے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے
واسطے احتجاج کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے تو رجوع کرے اور اس سے شرمندہ ہو نہ ننگ کرے اور یہہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے
اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہے
اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اہل اوسکے مستغنی ہون اور بہتر یہہ ہی کہ بلا اجرت فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لیوے تو
جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نلے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچہہ روزی مقرر کر دین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرسا
اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بول چال مین تو متعلقات الفاظ سوال اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو
جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے
کوئی مسئلہ پوچہا تو پوشاک پہن عمامہ باندہکر بیٹہتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے
فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے انتہے بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہی کہ اوسکے جواب کے بعد
واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکہے کذا فی النہر ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ
اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین لفظ صیغہ
حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح جوازہ
بخلاف الاصم اور اطرش یعنے جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اوس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا ولیفت القاضی ولو فی مجلس القضاء
ہو الصحیح [illegible] الیہ ظہیریۃ وسیجی تصحیحہ اور فتوی دے قاضی جو ہو اوسکے پاس فیصلہ کرنے نہین آیا کذا فی الظہیریہ [illegible]
مسئلہ واقع ہو کا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البحر و
یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتہہ متفق
ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتہہ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول
لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے تہوڑا اور اگر صاحبین نے خلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو صاحبین کا
قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بہی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے
کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ بیان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہے کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد
ثم بقول زفر والحسن بن زیاد وہو الاصح منیہ و سراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پہر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پہر [illegible]

بعد محمد کا قول لے پھر ابو یوسف کے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق سے ظاہر ہوتا
کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو جانا چاہیے کہ مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور بہیہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد ہے اور
میں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں
قولوں سے کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا و صحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور
حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر مترجم تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را اسم مصدر ہے
بمعنی ادراک یعنے دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہو اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل
صاحب نہر نے قول اول یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں
کرسکتا علاوہ اسکے کہ گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اوسکے برخلاف ہوا ہو یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہو اور
صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اسصورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبان
دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ
یہہ شبہہ بہت مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں اونکے کلام سے وہ یہہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل
کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہہ نجانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو
اوسکا یہی سبب تہا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تھی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے
موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبہ اجتہاد حاصل تہا اور ہمارے زمانے میں تو محض
یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور موجب اس
تقریر کے جس قول کی حاوی میں تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہہ حاصل ہوا کہ ہمپر اپنے
مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ اونہوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق میں یعنی
واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہم پر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اوسکی دلیل نجانیں انتہے مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر الا اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد
متی خالف معتمد مذہبه لا ینفذ حکمه وینقض هو المختار للفتوی کما بسطه المصنف فی فتاواه وغیرہ وقدمناه فی اول الکتاب مترجم
اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جب کہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار کہ
فتویٰ ہو کیا اسواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کرچکے
ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرأی فیه للقاضی فالمراد قاض له ملکة الاجتهاد انتهی اور قہستانی
وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رای ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصة وانما
ینفذ القضاء فی المجتهد فیه اذا علم انه مجتهد فیه والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں تو ہو قت حکم قاضی نافذ
ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہیں مترجم یہہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہوچکا کہ قاضی مقلد پر اتباع
معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے ہو اوسکا حکم مخالف نہو جائے
کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثة اخذ بقول افقههما بعد ان یکون اورعهما سراجیہ اور جب کہ دو مفتی ایک مقدمہ کے
جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونیکے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ ترفقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اوسکے قول پر قاضی
عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیه امر ولا رأی له فیه شاور العلماء ونظر احسن اقاویلهم وقضی بما رآه صوابا لا بغیرها الا ان یکون

وفی الحاوی قولی فی الفقیہ وقیعوا اجتہادہ فیجوز ترک رائیہ برائیہ اور ملتقط میں ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اوسکی رای اوس میں نہو یعنی اوسکا
اجتہاد کسی شئے پر واقع نہو تو علما سے مشورہ کرے اور اون کے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو پہنچے اور حق جانے اوسی پر حکم کرے نہ اوس
قول پر کہ اوسکے سوا ہو مگر یہ صورت میں جب کہ غیر قاضی فقیہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے
ہم یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ میں اور اگر قاضی مجتہد
نہیں تو در صورت اختلاف جو اوسکے نزدیک فقہا اوسکی ترجیح ہو اور اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے قال قد
ان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم واتباع رایہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب
مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم کہتے ہیں در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت
اختلاف قول مفتی بہ کا اتباع لازم ہے کذا فی المحیط المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وضے
عقار لا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں اور روایۃ النوادر میں شہر کا
ہونا شرط نہیں تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات میں اور دوسرے شہر میں جو اوس قاضی کی حکومت میں داخل نہیں بنابر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول
غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء برشوۃ للسلطان او لقومہ وہو عالم بہا او بشفاعۃ منہم جامع الفصولین وفتاوی
ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ غیر بلا لیۃ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر حاصل کی [illegible]
قاضی رشوت دینے سے واقف ہو یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے مددگار نے
قاضی کی دانست میں اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہیں ہے جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہیں حدیث میں راشی و مرتشی
اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونوں میں متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوئی
بعضوں نے کہا کہ اس زمانہ کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہئے کہ سمرقند کے قاضیوں کو طرفہ ماجرا پیش ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے
اگر اوسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہیں کہ منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلوں اور فاسقوں کے ہاتھ میں نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز
مخفی نہیں سراج وہاج میں ینابیع سے منقول ہے کہ ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس
اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ میں ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی نے دیا یا اور کوئی شخص قاضی کے
علم میں بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی کے عملہ میں سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی میں تو اوس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے بیان
کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق میں فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہے کہ جس مقدمہ میں رشوت
لی اوسمیں حکم نافذ نہیں اور اوسکے سوا اور مقدمات میں نافذ ہو اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول
یہہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہو اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اسیکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہے کہ موجب فسق ہو اور حالانکہ فسق
موجب عزل نہیں تو ولایت اوسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم وفتح وکسر اول مراد فیہ مجہول ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے
جسکو بشرط اعانت دی اور ہدیہ وہ ہے جسمیں اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلا
تقلید قضا او امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دیوے حکم کے واسطے یہہ بھی آخذ اور معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق
تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کر دیوے اور اسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت
یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہہ
رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والے کے واسطے یہہ ہو کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہو

تقسیم رشوت واحکام ان

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوی سے حکم اسواسطے کرتا ہے کہ مقصود قضا سے حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن عرس صاحب فوائد بدریہ نے کہا کہ فقہا کی مراد عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ تاقیل علم اور فہم قدر درسے اور کمتر مرتبہ مجتہد ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا کتب مذہب اور مسند و مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور مجمع میں کیفیت اتحاد اور صیغ شناخت سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لیکن کتاب ایمان البزازیہ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الاسلام والفرج عالما دینا کالکبریت الاحمر این الکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو دما اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہو کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ و بین اللہ اور بنای قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جسپر قرائن دلالت کرین لہذا قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی صرف مقلد ہے مین اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانۃ ہو دما اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں مین خونریزی اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلہ میں تو مثلہ فیاخذ کر المفتی اور قاضی کی مانند اوصاف مذکورہ مین مفتی سے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین دیکھو معنا الاصولیین المجتہد اما من یحفظ قوال المجتہد فلیس بمفت و فتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کا بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیون کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اوسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر مین شرح بیان کیا ہے فتح القدیر مین ہے رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علما موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنیکے دو طریقے ہین یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ ثقات معتمدین اسکو پہنچا یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہے قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند اونکے تصانیف مشہورہ معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر مشہور کے ہین ایسا کچھہ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسألہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے ہم یہہ نفی بمعنی نہی ہے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نکیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوای خذلان اور ... کے اور اوسکا کیا ثمرہ ہوا اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ الہام کیا جائیگا فی الخلاصۃ طالب التولیۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل من القاضی الاول بغیر جنحۃ اور خلاصہ مین ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجاوے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہوجاوے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی قاضی جدید سے یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہے کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسے ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اسمین کچھہ فرق نہیں ما بین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور در صورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ منفیذ شرط کی طلب ہوگی اور

در صورت دعوی بقصور ی اگر قاضی جدید کی بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اوس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اوسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق مین ہے کہ اگر
قاضی نشین مین ہو اسطرح کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اوسپر طلب قضا واجب ہے اور منقول ہے مسلمین کی حفاظت کے لیے اور ظلم ظالمین دفع کرنے کو انتہی الا اذا تعین علیہ
والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا
علم ظاہر ہو ویختار المقلد الاقدر والاولی بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر
سے یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور علم مین افضل ہو اسکو یہہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی مین ابن عباس سے مروی
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امور مسلمین ہو کسی شی مین پھر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انہین
یعنی مسلمین مین کوئی شخص ایسے باب مین عمدہ ہے اور اوس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور
جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی مین مروی ہے اور سلطان کو لازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر
کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور صفہ [illegible] ہوا اور اگر کچھہ نہ لے اور فی سبیل اللہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اسمین قول ہے اللہ تعالی کا
مال یتیم مین جبکہ وصی اوسکی کار پردازی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو
فقیر ہو تو دستور کے موافق کھاوے عمر فاروق نے سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو پچاس
درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت مین کم تھے اور غلہ ارزان تہا اور خلافت مرتضوی
مین انکے عیال بکثرت تھے اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی مین کچھہ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہین
کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غصہ آلود ناحق پسند
معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنے احکام شریعت کے جاری کرنے مین خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق
مذکورہ تو آپ ہی فساد ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے
نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہہ لفظ مخصوص
بانبیاء علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدہما
الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار مین کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہے اور تقلد ماخوذ ہے قلادہ سے اور التقلید رخصۃ ہے اور بہتر والتقلد رخصۃ ہے
کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اوسکے واسطے متعین
ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اوسی شخص مین منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہے
ہم فتح القدیر مین ہے محل کراہت اوس وقت ہے جبکہ قضا اوسپر متعین نہو اور اگر اوسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اوسپر واجب ہے کہ آپ ظلم وغیرہ
سے بچتا رہے مگر یہہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور
قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم درصورت عدم خوف ظلم
قبول قضا مکروہ نہین اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ مین ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر بزبردستی
ہے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو موجب اسکے اوسکے عدم دخول ہے اور قول ضعیف [illegible] یہہ ہے
کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا
پڑتی ہے اوس شخص کے گمان مین جو اپنے نفس پر عدل کا گمان رکھتا ہے پھر اوسی سے خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر وحملہم علی غیرہ الا کمل الخ

فيه قطعًا من غير تردد في الحرمة ففيه الاحكام الخمسة اور حرام ہونا اہل پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمة تو پس احکام خمسہ ہیں ہر چلاہ یہہ ہی کہ قبول قضا کا فرض عین ہوتا ہی اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہی واسطے ایسے اہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہوا اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے بر صورت بیچ فی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہان تک صبر کیا کہ قید خانہ میں مر گئے اور محمد بن حسن سے جو اسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہوسکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ تجھے ایک قاضی یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم میں ابو ذر سے روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیری واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی ہو جیو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مرد وہ ہی جسنے حق کو دریافت کیا پھر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہی جسنے حقکو دریافت کیا اور پھر حکم ندیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور اگر وہ ہے جسنے حقکو نہ دریافت کیا اور لوگون کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کیدن تو شدت حساب میں ایسا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نکیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اوسنے اونمیں اونکی خوشی یا ناخوشی کیموافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اوسنے قرآن کے موافق حکم دیا اور رشوت نلی اپنے حکم میں اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے غل اور بندش کو چھوڑادیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اوسکا بایان ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈال دیا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرا ذكره مسكين وغيره الا اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضیکو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہی ہم عادل وہ ہی جو ہر شئی کو اوسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علمای سلف نے اوسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اوس بادشاہ میں جو قاضیون کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافرون کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہوں نے اونمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو اونکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کہ کفار کے طرف سے حاکم مسلم ہے تو اوس میں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامے جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہی اور طاعت کفر تو مخادعہ ہی اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو اون میں اقامت جمعہ اور عید جائز ہی اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہی تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کے طرف نسبت کیا ہی اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين وال وامام للجمعة فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہی معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ھ

فتح القدیر مین ہی کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ ہو جسسے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی
کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اسکو والی قرار دین پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور ایسیطرح ایک شخص کو امام ٹھیراوین جو انکو
جمعہ پڑہایا کرے انتہے اور یہہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر ومن سلاطین الخوارج واهل البغی واذا
صحت التولیة صح العزل واذا رفع قضاء الباغی الی قاضی العدل نفذه وقیل لا ویه جزم الناصحی اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے
بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی
مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی
ہم بحر الرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہی اور
یہی قول معتمد ہی انتہے تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاض قبله یعنی السجلات پہر جب کہ عہدہ قضا منصوب
ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل مین مجمع جریدہ حساب ہی پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہان مراد
وہ تھیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہون دستور یہہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکہتا ہی ایک اپنے پاس رکہتا ہی کہ شاید اوسکے طرف کام حاجت ہو اور
دوسرا خصم کے ہاتھ مین دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتھ مین ہی وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی مقرر دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے
کاغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی مین رکھے تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اوسپر مہر کرے و تفسیر کرخی
سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا بنکول اسطرح پر مذکور ہو کہ شبہ نرہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہین اور صکوک وہ
جسمین بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور ہمارے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہد واقعہ مین لکھا اور قاضی کے
پاس رہا اور اوسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہوا اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہوا اور خصم کو
دیا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے اون قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین
ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بھیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اونکی اخبار اور اوسکے مقید ہونے کا سبب لکھ لاوے دریافت کرے کہ کسنے اونکو مقید
کیا واما المحبوس فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالهم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر اونکے حال کا نظر کرنا لازم ہی
فمن لزمه ادب ادبه والا اطلقه سو جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اسکو چہوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تہا
جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چہوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوس سے قضیہ متعلق ہو ولا یبیت
احدا فی قید الا رجلا مطلوبا للّٰه اور کسیکو شب باش نہونے دے قیدمین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقة من لیس له مال فی بیت
المال بحر اور اوس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال پر ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہے اور یہی حکم ہے
مشرکین کے محبوسونکا اور بہتر اور یہہ ہی کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکھے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے
ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر بحق او قامت علیه بینة الزمه الحبس خلافا لمسکین وقیل الحق سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے
یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکھے مسکین نے شرحمین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسپر حق لازم کرے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی
والا نادی علیه بقدر ما یری ثم یطلقه بکفیل بنفسه فان ابی نادی علیه شهرا ثم اطلقه اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرادے
جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پہر محبوس کو چہوڑ دے مطلب سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بہر منادی کرادے
پہر اسکو چہوڑ دے ہم طریقہ ندا یون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچہہ دعوی ہو وہ حاضر
ہوتا اوسکی سرو بکاری ہو وعمل فی الودائع وغلات الوقف ببینة او اقرار ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہای سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ
میں ہذا سوال و وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا در تیم
یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول الا بالمعاینۃ بالرعایا او شہادۃ الغیر
لا تقبل خصوصًا بفعل نفسہ درر و مفادہ ردّہا ولو مع آخر ظہر اور قاضی منصوب عمل کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے
رعایا کے ساتھہ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصًا اپنی ذاتی فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصًا کا مفاد اگر شہادت معزول کی
اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھہ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہوئی
اور اسکی گواہی بھی رد ہو گی قلت الا ان یقال انہ یقبولہا تبعیۃ ابن نجیم فتنبّہ میں کہتا ہوں لیکن شارح ہدایہ نے قبول شہادت مذکور کا
شہود دیا ہوا اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں اور نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت ذکور کیا ہے شاید ابن نجیم
نے انکار ہو دیکھا ہو الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول سلّمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما اھا انہ
لما ثبت انہ وا لیدہ بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لاخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ او
مثلہ للقاضی باقرارہ للثانی بتسلیم القاضی اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور
محاصل اوقاف سپرد کئے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہہ قول مقبول ہو گا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار
کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے
جاوینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر وہ قیمتی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کی
مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدًا فی وسط البلد تیسیرًا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرّس خانیہ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر
حکم کرے اور مسجد انتخاب کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہم چونکہ قضا عبادت ہو لہذا
مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نکرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تہی
اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں
جو ہرگز لائق نہیں والجلوس فی الجامع اولی ان کان فی وسط البلد والا فالمسجد الذی فی السوق عن البزازیہ وفی الخانیۃ علی المختار وہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہو یہی قول
اصح ہو کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہو کہ اجرت مدعی پر ہو اور یہہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہو صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں
نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنیوالے کی اجرت اوسی شہر میں نصف درہم سے ایک درہم تک اور خارج شہر میں حساب
فی فرسنگ تین درہم سے چار درہم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان مسجد قضا کی درخواست کریں وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اور ایسا ہی سلطان
اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی دارہ ویاذن عمومًا یا قاضی حکم کرے اپنے گہر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم
طحطاوی نے کہا کہ قاضی مشہور رسکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شارح اومیں ہے کہ اگر منع ازدحام کے
واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نکرے حالت شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت غم غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت
میں اور جب درد معدہ کا ارادہ کرے نفل روزہ رکھے اور کسی کی تخسین خیاب اور اعتدال احوال میں کذا فی الطحطاوی ثم ہذا التنکیر للتقلیل یا من کمال الاضی
ہو یہ اور سو فات قبول نہ کرے انکا ممنوع ہونا تنکیر لفظ ہدیہ کا تنکیر واسطے تقلیل کے واسطے ہے تھوڑی سی چیز کا بہی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پہیر دینے کے لفظ
معلوم ہوا کہ بیت المال میں رکھو اور یہی قول ہے اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پہیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے
مشابہ ہو یہی طریقہ تہا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وہی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن مالک اور ہدیہ وہ ہو جو دیا جاوے بلا شرط

امانت بخلاف رشوت کے کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین امانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربراری
مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پہیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اوسکو اوسقدر اوسکی قیمت کو عطا
کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پہیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری
سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکہے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ کذا فی التاتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہہ ہے کہ آپکے
ہدایا آپ ہی کے مملوک تہے کذا فی التاتارخانیہ ہم یہہ دفع دخل ہے تسلیم اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول
فرماتے تہے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یہ کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید
واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تہے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نتہی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں ومفادہ انہ لیس للامام
قبول الہدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی
اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام جیسے سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں والا خصوصیت نہیں رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول
کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے لینے اوسکے ہدیہ لینے مین تو دنیا کی کاربراری کا احتمال ہے ہم
شامی نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ خصائص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا
کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکہدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو
جائز ہے اور اوسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا ان یراد بالسلطان والباشا اشبہ وفی
وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما … [illegible] … کا ہدیہ قاضی نہ لیوے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا
کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت ہو اور خصومت نہو … [illegible]
کذا فی الدر … بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دارالقضا مین رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ ہو تو اوس زیادتی کو پہیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابتی
اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بہی عدم خصومت کی قید لگائی جاوے سلطان اور نائب کا
ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال سے ہوتا ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ … [illegible]
غالب ہو اور اگر خصومت غالب ہو یا … دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی … [illegible]
اگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوستی اور شرکت رکھتا تہا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت … ہدیہ لینا کذا فی … [illegible]
دعوۃ خاصۃ وہی التی لا … [illegible] … القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو … [illegible]
قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو … اگر قاضی نہ آوے … اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض … کہ دعوت خاصہ … [illegible]
ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور اسکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا … دعوت خاصہ ہے … زیادہ ہو تو … [illegible]
اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے … چنانچہ بحرالرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا
کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے … مصنف نے … کہا کہ قبول کرے … چنانچہ … صاحب … اختیار کیا صاحب
بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے … دعوت خاصہ … محرم اور معتاد … تو معلوم ہوا کہ قول ثانی ہی … کذا فی الطحطاوی وفی السراج و
شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نکرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت … ہر مہینے مین ایکبار … بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے اور اگر … [illegible]

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر مشہور یہی ہے کہ شخص مذکور کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی المحیط کذا فی التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن
لہما ولا علیہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور یہ مریض مدعی او مدعا علیہ
کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہے مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمنع عن
مسارۃ احدہما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنے مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان
رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنے چپکے ایک کو کان میں بات کرے اور باز رہے
ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر تشدد نہ کرے یہ امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے
واجب ہے تا دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور یہ اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بالقضا بین المسلمین ہو وہ اونمیں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور منظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور
ابن عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیرے ظلم میں طمع نکرے اور ضعیف تیرے عدل سے
نا امید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نکرے اور نہ وہ تجھسے مخفی بات کرے اور کسی کو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے نوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ
مخاصمت کی ایک رعیت کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہان بیٹھے
اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور پھر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اونہوں نے امیر المومنین علی مرتضی کو اور اونکے مخاصم کو اسطرح بیٹھلایا اور
باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بیٹھلاوے اور ایک کو اپنی داہنے اور دوسرے کو بائین نہ بیٹھلادے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق
ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھین دوہاتہ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا ایڑیوں پر نہ بیٹھین اور اگر اسطرح بیٹھین تو
تعلیم قضا کے سبب سے قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اوسکے سامنے کھڑے رہیں ہیبت قضا کے واسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے چاہے اون سے ابتدا
بہ تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہان تک کہ وہی کلام آغاز کرین پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاے تاوقتیکہ وہ اپنا کلام پورا
کرچکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوس سے نہ طلب کرے یہی قول
اصح ہے تا علم المقصود حاصل ہو اور محیط کے نزدیک الفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی اول دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس
اور پھر ایک میں غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور اون کو جا کہے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے
اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کھڑا ہونا معروف نہ تھا
یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہ تھا پھر یہ بھی اون محدثات میں ہے جسکے طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضای حال اس سے
خیر کا ارادہ کرے نہ حشمت نفس جو تکبر کی طرف پہنچاتی ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار
ہو بلا ذلت وضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تا محل فاسد نہو جاوے بعضے شروط کو ترک کر دینے سے چنانچہ
مشہور وملا کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر مختصا نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق التسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت
اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مخاصم کو
وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی والضحک فی وجہہ وکذا القیام لہ بالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اوسی طرح
ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے بطریق اولی یہ اسواسطے کہ قاضی کی ضحک سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جاویگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک
شخص کی بدون دوسرے کے ضیافت نکرے یہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی کے گھر میں اکر اوترا آپ نے اوسکی ضیافت
کی پھر جب اوسنے یہ کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کرون تو علی مرتضی نے فرمایا کہ یہاں سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کریں مگر کہ اوسکے ساتھ اوسکا خصم ہو اور اسکو عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اس میں تہمت
میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما جاز نہر ہان اگر اسکو دونوں کے ساتھ کریں تو جائز ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہے کہ ضیافت
میں احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں کی ایک ساتھ ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کے طرف
اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہما لانہ یذہب بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نکرے حکم کی مجلس میں مطلقا اگرچہ
خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہیں رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ
کو حجت نہ سکہاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت میں کچھہ مضایقہ نہیں کذا فی العینی ہم عینی میں ہے حجت اسواسطے جائز نہیں کہ اسمین تہمت ہے
اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت
نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین میں شاہد کو زیادہ دانست حاصل نہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت
اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھہ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت
نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف
کر دئیے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق
جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف منصب قضا پر
اور دیکہا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکریں تو حق ضائع ہو جاوے کذا فی الفتح والفتوی علی قول ابی یوسف
فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا میں ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے ہم ابن شحنہ
میں بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا میں اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی
الولوالجیۃ یحکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع
الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ وقد
علیہ قہستانی اور ولوالجیہ میں حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ میں نے میلان نہیں کیا یعنی میں نہیں جہکا احد الخصمین کی طرف
یہانتک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت میں ہارون رشید کے ساتھہ میں دونوں کو برابر نہیں کیا یعنی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی
اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پہر ابو یوسف روئے انتہی میں کہتا ہوں اس حکایت کے مطلب سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اوسکو
قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر میں ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کے نفع اور مضرت میں جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فرع** ہم مسائل
ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ آداب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع میں ہے کہ منجملہ آداب قاضی یہہ ہے کہ قاضی
کلام نکرے احد الخصمین سے اوس بولی میں جسکو دوسرا خصم نہیں جانتا یعنی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التتارخانیۃ والاحوط ان یقول
للخصمین تحکمانی بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ
کہے کہ تم ہمارے بابین میں حکم کردو تو اگر قاضی کی تقلید قضا میں کچھہ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ہم ابن شحنہ قاضی حکم کرنیکی دونوں کی
اجازت چاہے جب وہ کہیں کہ ہم تمکو حکم کرتے ہیں تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلا رشوت دیکر منصب قضا لیا ہو تو بطور نیابت کے فیصلہ صحیح
ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بجور ثم امرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ ناجائز کیا پھر بادشاہ نے اسکو
حکم کیا کہ پہر سے علماء کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے
یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے قلت المقضی علیہ تمنیا الیمین ان المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء

اور بہو دسی جانے پاوین مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ہم نے منع کیا اسواسطے کہ اوسکے مشورہ سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادا ہو جاوے ولا یمکن عندنا من الوطی والدعاء
ان زوجته لا تحبس معه لو هی الحابسة وهو الظاهر اور اقارب اور ہمسائے اوسکے نزدیک یا وہ ٹھیرین اور مفاد عدم طول کث اقارب یہہ ہے کہ محبوس کی
زوجہ اوسکے ساتھ قید نکیجائے اگر قید کرانے والی وہی ہو اور یہی قول ظاہر ہے ہم زوجہ اقارب اور ہمسایون مین داخل نہین تو افادہ مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کہ جیسے بحر الرائق مین یون مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی اوسکے پاس جانے
اگر وہان اسکا امکان ہو اور منع نہین دلیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید کی جاوے اوسکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اوسکی اور یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بھی یہہ خلل
ہے کہ حابسہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال نشاوہ ہو تو متاخرین کے نزدیک زوجہ
ساتھ قید کیجائے کذا فی الطحاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریته لو فیه خلوة اور ملتقی مین ہے کہ محبوس کو قدرت دیجائے اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعة ولا لجماعة ولا لحج فرض فغیرہ اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت کیواسطے اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے ولا لصلوة جنازة ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصة یخرج بکفیل لجنازة اصوله وفروعه
لا غیرهم وعلیه الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع
جنازہ کے واسطے نہ سوای اوسکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناه ولم یجد من یخدمه یخرج بکفیل والا لا به یفتی اور اگر بیمار ہو اور ایسا
ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا موجود ہو
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجة وکسب بل ولا یکتسب فیه ولو له دیون یخرج لیقتضیها ثم یحبس خانیه اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے
بلکہ حبس مین بھی کسب نکرے اور اگر محبوس کے لوگون پر قرضے ہون تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جاوے پھر قید کیا جاوے کذا فی الخانیہ ولا یضرب المحبوس الا فی
ثلاث اذا امتنع عن کفارة الظهار والانفاق علی قریبه والقسم بین نسائه بعد وعظه والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباه
اور نہ محبوس پر مار پڑے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارۂ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج کو مال نہ دے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہوجاوے تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکے قائم مقام نہ ہوسکے
اوسکے ترک مین ضرب ہے کذا فی الاشباہ ہم ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہے اور نفقہ ولی حبس مین قرابتدار کا ضرر ہے کیونکہ نفقہ ساقط
ہوگا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح مدت حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما فی الوهبانیة وان فر یضرب دون قیدا [illegible]
والعشابانه اکرہ مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جاوے جو وہبانیہ مین ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاوے بدون
بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے ہم یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چونہ سے بند کیا جاوے اور اگر [illegible]
آئین کیا جاوے محبس مین اور پانی اسکو دیا جاوے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی راے کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحاوی ولا یغل
اذا خاف فراره فیقید او یحول الی حبس اللصوص ومل یطین الباب الرای فیه للقاضی بزازیه اور محبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جاوے کہ
اوسکے بھاگ جانیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس محبس مین بدل دیا جاوے جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جاوے اسمین قاضی کو
اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد ولا یؤاجر وعن الثانی یؤجر لقضاء دینه اور نہ محبوس
برہنہ کیا جاوے کپڑے اتار کر اور نہ محبوس کی محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاوے اوسکے ادای دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اهانة اور نہ
محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جاوے اوسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلد لا قاضی فیه لازمه لیلا ونهارا حتی یاخذ حقه جواهر الفتاوی
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھ رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پا جاوے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت
مین اختیار ہے اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر مین نہ جانے دے اور اسیکے طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان

مراد ہو اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وقاتعیین مکانہ ای مکانِ الحبس عند عدم ارادة صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا اٰخر فیجیبہ لذٰلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے کذا فی القنیہ وافتی المصنف تبعا لقارئ الہدایۃ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قارئ ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمین یعنے تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ان لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان الصوص ونحوہ اور نہر الفائق مین ہے لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر شے نے محبوس کرنا مدعا علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان مین طلب کیا ہو **فرع** مسئلہ مختصر شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علیحدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے اور عورتون کے واسطے علحدہ مردون سے محبس بنایا جاوے فتنہ دفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم بلبینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل بانکارہ اور جب کہ مدعیکا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگر چہ اوسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے نادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سے هم درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندیکا تو دانگ کچھہ کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحطاوی نے کہا طلب مدعیکی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین ولا یثبت ببینۃ بل باقرارہ لم یعجل حبسہ بل یأمرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے هم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس مین شتابی نکرے اور ادای دین کا اوسوقت ادراک کرے جب کہ اوسکے ادای دین پر خود قادر ہو الخ پر کہ مدعا علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اپنے عویکو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادای دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بعکس کہا سرخسی یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نکرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہے درصورت گواہی کہ مجھکو اسکا دین معلوم نتہا مگر اب معلوم ہوا اسو مین اب ادا کرونگا اور یہہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوّی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز اور درر مین ثبوت گواہی اور اقرار مین برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے هم یعنے گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل کرے اسواسطے کہ ایفا دین مین تحمل ہے تو حبس مین شتابی نکرے تا وقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ والمجمع قال فی البحر ہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ وبالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن التوفیق مین کہتا ہون اور منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسرے بار اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ مین اتفاق ہو جانا چاہیئے هم یہہ توفیق شرح کے قول مین ظاہر نہین ہوتی اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقر مین شتابی ہے نہ منکر مین تو یہہ نہین کہہ سکتے کہ حبس مقر مین تعجیل ہے دوسرے اور تیسرے بار اور حبس منکر مین تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق مین قال النسفی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ایضا ویحبس المدیون فی کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد درر وجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ ومنہ القرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ ولو بالدرک او بکفیل الکفیل وان کثروا بزازیہ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا للفنوی تامینجانی لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اوس دین مین جو عوض ہے مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والجمع الملتقی اوسکے مثل ثمن مبیع کے اگرچہ

ولا یقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی زادہ اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بلا تائید حبس گواہی سنے پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب چند مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی برداشت نہ کرتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن البدایۃ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علما نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے ہم اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رأیہ کما مر فان علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر فلیحفظ اور اعتماد سپرد رائے قاضی کی رائی سے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النہر تو سمجھ رکھو اور یاد رکھنا چاہیے وبینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہ بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان تو اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کیواسطے ہم مقتضی اگر طالب گواہ لاوے سطلوب کی مالداری اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت مین مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گذشتہ تعم لو بان سبب اعسارہ وشہدوا بہ تقدم لاثباتہا امرا عارضا ہاں بحثنا واعتمدہ فی النہر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہوجانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اوسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو تعنے یہہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یثبتوا مقدار ما یملک قبلت والا لم تکن قبولہا لانہا قامت للحبس وہو منکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ مین ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوسکا قبول کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر لانہ جزاء الظلم قلت وسیجئ فی الحجر انہ یباع ماله لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتابد حبسہ فتنبہ اور محبوس مالدار کی دائمی قید ہے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظلم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین اوسکا حبس دائمی نہین رہتا تو خبردار ہو جاؤ یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کریگے وہ چھوڑ دیا جاویگا پھر دائمی حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ وولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لزمتہ بعقد علی ما مر یعنی لو برہنت علی یسارہ یحبس بطلبہا اور قید کیا جاویگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اوسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ اوسکی مالداری پر شہادت سے ثابت کریگی تو اوسکی درخواست سے حبس ہوگا ہم خلاصہ یہہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین حبس نہین دو صورت اوعائی فقر مگر دو صورتین جب کہ زوجہ اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل یحبس اذا برہنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہا او علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لہم بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اوسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر وہ انکار کرے زوجہ اور والدین پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وہل یحبس لمحرمہ لو ابی لم ارہ وظاہر تقیید الکن تامرمن الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلاث یفیدہ فلیتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی اور ظاہر تقیید فقہا سے یہی ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صور تو مین منجملہ اون کے ہے تو تامل کیجیو فتوی دینے کیوقت ہم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہہ ہے جب کہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اقارب مین داخل نہین اور اقارب مین کسیکا نفقہ واجب نہین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول صریح سے اوس تقیید کیطرف جو ذکر عدد کی ماہو ذکرہ وسیجئ فی حبس العوالی

ذکر مسائل استخلاف قاضی

بدین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہوگا ولی کا صغیر کے دین سے جنسے بردین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہوا ہے ادا کرنے سے ولی اوسکا سوال کرے تو ولی محبوس ہوگا
کذا فی المنہج عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندھما بیع عقارہ کمنقولہ
بحر والحفدۃ نہ محبوس ہوگا اصل اگرچہ اونچا ہو یعنے دادا پردادا اور نانا پرنانا اپنے فرع کے دین میں بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کریگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اوسکی اراضی کی ہے مانند اوسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے حبس اصل اسواسطے جائز نہیں کہ
حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس تو اوس سے فوق
ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنی اصل کے دین میں اور ایک قرابتدار دوسرے قرابتدار کے
دین میں محبوس ہوگا عین مال اصل سے اوسوقت قضا دین کرے جب کہ شیء موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اوسوقت جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا
اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت
قال قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو
نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یوں کہنا سلطان کا کہ میں
تجہکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت
میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوب اور معزول کرنے میں ھم غیر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہیں
کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کیا اور کتابت اقرار کی اجازت ندی اور نہ حکم دینے کی تو اوس
امر کے موافق کرے اور اوسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھانیکے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملک وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاوے اور یہہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہے آفات اور بیماریوں کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہہ ممکن نہیں کہ سلطان سے اسکا انتظار کیا جاوے اسواسطے کہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بہی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہوجاوے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹا
اور اوسنے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نتہا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہاں بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے
درر میں ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ اوسکی کچہہ اصل نہیں ہے تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجہا ہے اور البتہ یہہ گفتگو جمعہ میں ہوچکی ہے ملا خسرو نے کہا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہیں بلا اذن امام کے یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کا اوسنے بضرورت جائز کہا
انتہی خسر حسین کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک

کر تو ظاہر مذہب مین کہا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال هم خلاصۂ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہا
ہو گیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ مشہور تین ہے جب کہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر
نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اسمین دو روایتین ہین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین
کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہیں ہے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی
صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے
تو نافذ نہو گا انتہی فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہیں اسواسطے کہ جو اپنا مذہب
عمداً چھوڑتا ہے تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہیں کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہیں کی مگر اوسکے مذہب کی حق
ہونا اوسکے غیر کے مذہب ہے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب
پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہیں کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے
یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہوا اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف
حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہیں محمد کے نزدیک خود اوس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں انتہی ما فی
البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہے کہ قاضی
مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہے جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم
اوسکا نافذ نہیں تو مقلد کی قضا بطریق اولے نافذ نہو گی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ
یہہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ وفی الفتاوی الصغری یفتی بخلافہ وکانّہ تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے
فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے هم خلاف اوسکو فتوی دیا گیا ہے یعنی قضا علی المخالف نافذ ہے خواہ قاضی اوس مسئلہ مین
اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الفرس نے کہا تو اگر یہ مین ہو کہ مین کہتا ہون لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نٹہرانا چاہیے خصوصاً ہمارے زمانہ مین
اسواسطے کہ ہمارے زمانہ کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائی علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اوس نے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی
نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہہ یعنی مشترط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہے نہ مقلد کو تو
اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بیمحل ہے اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد قولہ بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنی بعد
دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر انتہی حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرلے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اوسکے
سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ ظرف مذکور کو متعلق قول اپنے حکم تا ... کیطرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم
اسوقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہیں بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے
کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلادے مشہود علیہ سے پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی قولہ کان قاضیا
فیحکم بمذہبہ لا بغیرہ اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر کے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہے بقرینہ قولہ
کان افتاء اور یہہ اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو
انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہہ افتا ہے یعنی طلب فتوی ہے نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق
فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نکرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا تھا نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وستجئی اخر الکتاب وانه اذا ارتاب فی حکم الاول له طلب شهود الاصل اور آخر کتاب یعنی
مسائل شتے مین قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم مین تو اوسکو اختیار
ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبه یعرف ان
تنافیذ زماننا لا تعتبر لترك ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اوس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہین
بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہے یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہے اسطرح کہ
صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے فلانے قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اوسنے اوسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہے
مین کہتا ہون اور کاہے یہہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے ثبوت پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارفوا فی زماننا القضاء بالموجب
اور البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب
[illegible] ابن غرس سے تو مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ بدریہ مین کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح
فیصلہ ہوتے تھے مثلا یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑیکا یا تسلیم مبیعہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلك اور اسطرح
حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب مین پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی تو توسع اور آسانی کے واسطے پھر تو یہہ ہو گی کہ یہان تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ موجب
[illegible] اگا وہ نہین رہ کہتا ہے کہ مینے حکم بالموجب کیا انتہے ملخصا موجب لغت مین اسکو کہتے ہین جسکو کوئی شے واجب کر دے اور اسکو مقتضی بھی
[illegible] اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وهو عبارة عن المعنی المتعلق بما اضیف الیه فی ظن القاضی شرعا من حیث
انه یقتضیه [illegible] اور موجب عبارت ہے معنے متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعا مضاف اور منسوب ہے موجب کے طرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم
[illegible] مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیعکا موجب اس صورت مین مقتضای بیع ہے یعنی خارج ہونا
بیع کا [illegible] اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم اور تسلم ثمن اور مثمن مین الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمه یہہ معنی محکوم بہ
[illegible] بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن مین شرعا وہی موجب ہے یہان اور اسکو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ مثلا قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ واجب بیع سے ہے اسواسطے
[illegible] شفعہ [illegible] کے وقت موجود نہین اور قاضی کو اوسکا دعوی بھی نہین تو یہہ موجب متعلق الحکم نہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کر دیا قال کذا
فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناه الحکم ببطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب
اوسکا حکم ہے بطلان بیعکا ہے یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اوس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے
اس بیع کے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت مین وہ معنے ہین جو اس بیع محکوم بہ کے طرف مضاف ہے
شرعا قاضی کے ظن مین یعنے اس بیعکا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال المولف وحکم بمقتضاه لا یصح لان الشیء لا یقتضی بطلان نفسه
اور اگر مولف یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہین ہوتی ہم
یعنی اگر قاضی یا مولف یون کہتے کہ مین نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہہ حکم محل سے
منفی ہوا تو قاضی شافعی [illegible] صحت کا حکم دیا ہو اور حنفی قاضی [illegible] شافعیکو مانع نہین ہو سکتا [illegible] کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہو تو مقتضا بیع مدبر کا حکم منعدم ہوا اسواسطے کہ اس بیعکا کچھ
مقتضا ہی نہین [illegible] کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکه وبه ظهر ان الحکم بالموجب اعم منه اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم
بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصر سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے
فواکہ مین کہا لازم یہہ آتا ہے کہ بیان حکم مین موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتون مین چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین انہو اور موجب اور مقتضا مجتمع ہو جاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہو چکا اور اکہ بدیہ مین کہا حاصل یہہ ہو کہ موجب یہان مقتضا کی
ساتہہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بہی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت
الی آخر ما قال کذا فی الحطاوی الا ما عری عن کلیل بجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کریگا مگر جو کہ معارض ہو دلیل سے تو اسکو جاری
نکریگا کذا فی المجمع صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا مراد عن الدلیل کی ایک صورت یہہ ہو کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ
چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن
مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیۃ یعنی قضا بلزوم حل متروک التسمیۃ عمدا سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق ہو در انیت
کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیۃ عمدا حلال ہے اور اسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیۃ عمدا حلال نہین
نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی اور نکہاؤ اوس جانور کو جس پر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب
شافعی متروک التسمیۃ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین اہذا اگر شافعی قاضی نے اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا او سنۃ مشہورۃ
کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے
بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہو سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہو جاتی ہے بدون وطی کے
تو اگر کوئی اسی مذہب پر حکم دیے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکریگا کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی
قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ وکبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح او وہ
مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنابر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا
حکم نافذ ہی بر قول اصح داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتوی ہے
اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضا مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع
نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نآوے اور فتح القدیر مین ہے کہ قضا مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہی بدائع مین ہے کہ اگر قاضی
ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی
ومن ذلک ما لو قضی بشاہد ویمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر
نافذ کے یہہ صورت ہو کہ قاضی نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کیا بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعوی کرے
اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہو او بقصاص بیمین الولی واحدا من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب یمین کرنے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ
سے بعض علما نے کہا کہ یہہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہرہ ہو اور اسکی عداوت مدعا علیہ سے معلوم ہو اسطرح
مدعا علیہ محلہ مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی نے قسم ولی مقتول سے اوسکے دعوی پر پہر جب وہ قسم کہا چکا تو اوسپر قصاص کا حکم دیا اور ہمارے
نزدیک یہہ بیع ہے اور قسامہ ہی تو جب قاضی قصاص کا حکم دیوے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ او بصحۃ نکاح المتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے او ببیع
عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو
خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچہہ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا فصل مجتہد فیہ مین کذا
فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گزر جانے سے او بصحۃ طلاق الدور وبقاء النکاح تا مرتین
تا بہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین او بقضاء عبد وصبی و طفل

ساتھ نہ لادی تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واستثنیٰ محشیہا من الاول مسائل منہا اذا ادعیا میراثا فلا یستحقہا تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنیٰ کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز میں میراث کا دعویٰ کیا تو میراث اوسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے میں اسکو اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے میں ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون میں نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برھن الوکیل علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب قبل الدفع قبض ویسے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر یون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعویٰ کیا یعنی طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں ہیں ہنا طحطاوی نے کہا یہان حکم کہان ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعویٰ کا برھن انہ اشتراہ من ابیہ منذ سنتین وبرھن ذوالید علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہو گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہو گی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ میں ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن دفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اوسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت ہی کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے پہلے تو جس وقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اعتبار میں کہ محمد نے دونون میں فرق بیان کیا ہے سطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت میں کوئی حق لازم نہیں تو نیم اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بعلاقہ نہیں قصاص یا دیت ہے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر میں چنانچہ مسئلہ سابقہ میں مذکور ہو چکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق میں پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہون گے جو بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلئے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجیت کے ساتھ جسطرح حالت انفراد میں وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون میں درباب ارث تعارض نہوا اوسکے اسقاط اور اثبات میں لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہوئے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ زور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن میں امام کے نزدیک اگرچہ ہے بواسطہ سبب معین دعویٰ کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا کسی نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت پر ہے کہ اپنی ذات اوسکو تسلیم کرے کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو حلال ہے وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ تعالیٰ اسواسطے کہ رجال غلام ہیں اللہ تعالیٰ کے اور نسا لونڈیان ہیں اور مولیٰ کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح میں اور ولایت اللہ تعالیٰ کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزور الشہود قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہوں کے کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہیں بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہو گی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالۃ وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاھداک زوجاک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود میں مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ

ط؎ اور ایک نسخہ میں بجہد رضی اللہ عنہ کہ ثلث الرابع ہے یعنی جیسا ارشاد کیا ہے علی رضی اللہ عنہ کا دونون گواہ تیرے ۱۲ ج

اور بدلیل اسکے کہ اگر قاضی کو علم ہو جاتا کہ گواہ جھوٹے ہیں تو وہ حکم نہ دیتا ولوعلم القاضی بکذب الشهود حيث لا ينفذ اصلا كالقضاء باليمين الكاذبة بلى ونكاح الغير اور چنانچہ اگر عورت محرم یعنی محرمہ
بحرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہا کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغگوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہاں بالاتفاق نافذ نہ ہوگی یعنی کسی قسم کی قضا
سے نہیں کذا فی الرسالۃ العلاء وتکملہ فتح القدیر۔ ہم بہتر سمجھتے تھے کہ عورت محرمہ اور عالم قاضی کے مسئلے کو تنہا علیحدہ ذکر کرتا اور اسکے ساتھ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونوں
صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارث کے کہ اس میں فقط باطن میں نافذ نہیں ہے کا ذہب کی بیہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ
زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلاشبہ
طلاق واقع ہو گئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اوسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہیں
اجماعا کذا فی الحقائق و وطی اسواسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضى في مجتهد فيه بخلاف
رأيه اي مذهبه مجمع وابن كمال لا ينفذ مطلقا ناسيا او عامدا عندهما والائمة الثلثة وبه يفتى مجمع ووقاية وملتقى وقيل بالنفاذ يفتى
قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رای کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا بہول کر نہ عمدا صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی
منقول ہے کذا فی الحقائق وہم سیذکرہ عنقریب بشرح مذکور ہو چکا وفی تصحیح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضى من ليس مجتهدا كالحنفية زماننا بخلاف
مذهبه عامدا لا ينفذ اتفاقا وكذا ناسيا عندهما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب
اوس نے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھکر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بہولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک
اور حکم خلاف مذہب سے یہ غرض ہے کہ مذہب شافعی یا مالکی پر حکم کر دیا یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابویوسف محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کیا
تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ ... اور اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کو حکم مذہب امام کی تقلید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ہو گیا کذا
فی الحقائق ولو قيده السلطان بصحيح مذهبه كزماننا تقيد بلا خلاف لكونه معزولا عنه انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے
ساتھہ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقلید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہو گی بسبب اسکے کہ قاضی معزول حکم مخالف مذہب سے ابتہی۔ الخ
وقد قلت بيت الوهبانية فقلت سطوره لو حكم القاضي بحكم مخالف لمذهبه ما صح اصلا كتسطر اور البتہ میں نے تغییر کر دیا وہبانیہ
کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو ہرگز صحیح نہیں ہے جیسا کہ لکھا گیا یہ کہنا چاہیئے قلت واما امر الامير فمتى صادف
فصلا مجتهدا فيه نفذ امره كما قدمناه عن سير التاترخانية وغيرها فليحفظ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جب کہ وہ محل مجتہد فیہ میں ہو تو امر اسکا
نافذ ہوگا چنانچہ ہم نے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہ سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے لا يقضي على غائب الا اي لا يصح بل ولا ينفذ على المفتى
بہ یعنی نہ حکم دیا جائے کسی شخص غائب یعنی غیر حاضر پر ابتدا سے اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ بھی نہیں قول
مفتی بہ کذا فی البحر بخلاف امام شافعی اور مالک اور جمہور کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے: لیل حدیث البینة على المدعی والیمین علی من انکر خصم کو منکر کہا
اس حدیث پر ہم بادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نکیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لیا جیسے اول سے سنا اور ہکو احمد اور ترمذی اور طیالسی اور حاکم نے بھی
روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہی خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب
ہونے سے اور ہواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے شہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے
معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبه اي من يقوم مقام الغائب حقيقة كوكيله ووصيه ومتولي الوقف غائب پر قضا نہیں
مگر اوسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور وصی اور متولی وقف کا خواہ

وکیل خصومت اور دعویکا ہو خواہ حکم سکے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی ہو اور پھر اسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تا اوسپر حکم ہو قنیہ میں ہے او ثابت
بینہ وکیل پر ہوئی ہو وہ غائب ہو گیا اور موکل اوسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت بینہ ہوئی ہو وہ مر گیا اور وارث اوسکا حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت ہوئی ہو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو بینہ مذکورہ سے اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سے مراد وہ وصی ہے جو میت کی
طرف سے ہو یا قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی البحر اور افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے مستثنا کرنے سے یہہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل
مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان
احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال الیتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف
ثابتا کما فی بابہ اور مصنف نے کاف تشبیہ سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنے نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین منحصر نہین اسواسطے کہ ایکشخص
وارثون مین سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے
اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتہہ مین یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اونمین سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف مین مذکور ہو چکا اونائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما سیجی یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا هم مسخر وہ ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوے سنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ فلو شری
امۃ ثم ادعی ان مولاھا زوجھا من فلان الغائب واراد ردھا بعیب لزواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقھا وزال العیب ابن کمال لما یدعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوے کیا جاوے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعویکا جو شخص حاضر پر دعوی کیا
جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی کی پھر لونڈی کے مالک پر یہہ دعوی کیا کہ اوس لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے منکوحہ ہونیکے عیب سے تو دعوی اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زایل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال
هم شارح نے یہہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنیسے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنے تزوج غائب رد
المرئے کا سبب قطعی نہہرا انفکاک کے احتمال سے ومثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرھن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب للملکیۃ
لا محالۃ اور مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اوس گہر کا جو ایک مرد کے قبضہ مین ہے اور مدعی قابض پر اسبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گہر کو فلانے شخص غائب
سے خریدا پہر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بہی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعا هم اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے تولیا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکرھا فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتین ہین اونمین سے مجتبی مین اونتیس صورتین مذکور ہین هم ازانجملہ یہہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے
اور یہہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے اوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا هم اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازان
جملہ یہہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہہ گہر فلانے غائب سے اور مین اوسکا شفیع ہون اور ظاہر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اوسکی
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوس سے خرید کرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو

تماج ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح من السبب ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیه علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ
انه علق عتقه بتطلیق زوجة زید وبرھن علی التطلیق بغیبة زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیه ابطال حق الغائب فلو
لم یکن کما اذا علق طلاق امرأته بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے
طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین
تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے
تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین ھم قھستانی لشرط مین فتأمل اھ
ہی اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہے کہ سبب اصل سے نسبت مسبب کے حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور
ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت اثبات شرط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعة ومن حیل اثبات العتق علی
الغائب ان یدعی المشھود علیه ان الشاھد عبد فلان فبرھن المدعی ان مالکه الغائب اعتقه تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے
حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اوسکو
آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلة الکفالة بمهرها معلقة بطلاقها اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا
معلق بطلاق عورت ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیری مہر کا ضامن ہون بعد
زوج پر سے سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے
متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین
مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی نے اسپر حکم کر دیگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوی کفالته بنفقة العدة معلقة بالطلاق اور نفقۂ
عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ھم صورتہا اوسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا
ضامن ہون سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف
ومن اراد ان لا یزنی فحیلته ما فی دعوی البزازیة ادعی علیها ان زوجها الغائب طلقها وانقضت عدتها وتزوجها فاقرت بزوجیة
الغائب وانکرت طلاقه فبرھن علیها بالطلاق یقضی علیها انها زوجة الحاضر ولا یحتاج الی اعادة البینة اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی
عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہ
طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر
یہ دعوی بے تہمت ہے تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بیموقع ہے اور ظاہر بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ ہے جسپر حیلہ جاری ہوا اور
حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم
نہین سو اگر یہہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ منلا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی ظاہر الروایتین مین بیان
کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ھم طحطاوی نے کہا کہ یہہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر
الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دہوکا کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

مین قضا علی الغائب جائز ہے خواہ حنفی ہو جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر ایہہ فتوی اوس قاضی کے حق مین ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز نہیں ہے اور اگر
کہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید نے شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہے اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا مذہب لازم آتا ہے
یا فتوی نفاذ کا منعقد ہونے کے حق مین مجہول ہے مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ ورجحه غیر واحد فی المذهب والبزازية وجمع الفتاوی وعلیه الفتوی
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی مین کہا اور اسی
قول پر فتوی ہے ورجح فی الفتح توقفه علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کی موقوف ہونیکو ترجیح دی ہے دوسرے قاضی کے جاری کردینے
پر یعنی قضا علی الغائب اوسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اوسکو جاری کرے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہے حالانکہ
یہہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا در فی البحر والاشباه ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورة وهی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہے اور قول
معتمد وہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہے مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپ رہا ہے یعنی مشتری نے
مدت خیار مین رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اوسکو مبیع پھیر دے صاحب
بحر نے اسمین دو قول نقل کئے ہیں بلا ترجیح اختفی المکفول له دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا
شرط پر کہ اگر اوسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہوگیا اور کفیل نے اوسکو نہ پایا یہان تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہوگیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اوسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اوسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور
یہہ ظاہر الروایہ کے مخالف ہے تو یہہ ابو یوسف کی بعض روایات مین ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینه الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہہ ہے
کہ مدیون نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہوگیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا
غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اوسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا اسی قول پر فتوی ہے شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہیں اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہوگا بر قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہے اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا بقول مفتی بہ کذا فی
الطحطاوی جعل امرها بیدها ان لم یصل نفقتها فتغیبت چوتہا مسئلہ یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت
چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنیکے واسطے الخامسة اذا توارى الخصم فالمتأخرون ان القاضي ينصب
وکیلا عن الکل وهو قول الثانی خانیہ پانچوان مسئلہ یہہ ہے کہ جب تنخاصم چھپ رہے دار القضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتون
مین اور یہہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوهبانية عن شرح ادب القاضی انه قول الکل وان القاضی یختم بیته مدة
ثم اذا لم یحضر ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین کا قول ہے اور یہہ کہ قاضی غیر حاضر کے
گہر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اوسکو مناسب معلوم ہو پہر وکیل قائم کرے ولایة بیع الترکة المستغرقة بالدين للقاضي لا للورثة لعدم ملكهم حيث كان
الدين لغيرهم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثون کو بسبب مالک نہ ہونے وارثون کے جب کہ دین وارثون کے سوا اورونکا
ہو ہم مثلا متروکہ ہزار روپیہ کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اوسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون
اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث
کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر کرین تو قاضی کو بیع متروکہ مین اختیار ہے کذا فی الطحطاوی یقرض القاضي مال الوقف والغائب واللقطة
واليتيم من ملئ موثوق به حيث لا وصي ولا من يقبله مضاربة ولا مستغلا يشتريه قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانتدار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ہم قاضی کی بسبب کثرت اشغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کرسکتا لہذا مستحب ہو کہ بطریق قرض کے دیوے کیونکہ قرض میں تاوان ہو نہ ودیعت میں اور قاضی
کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرے تاکہ اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اوس سے مال کو لیلے ہو اسواسطے کہ قاضی اگرچہ اخلاص پر قادر ہو مگر غنی نہ
نہ محتاج ہو ولہذا امتحاناً جکو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لیوے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
ممنوع ہی چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کہ جسکی کمائی کا سبب ولہ آخذ المال من اجیر
مبذر و وضعه عند عدل قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور کسی کو کہ جو امین اور عادل ہے پاس کہ رکھ دینا انتہی یعنی اموال
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصك ندبا لیحفظه اور دستاویز لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے کے بطریق احتیاط کہ تا قرض یاد رہے ہم حموی نے
کہا صک عبارت ہی مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے کہ وہ فارسی سیر ہو لا یقرض الاب ولو قاضیا لانه لا یقضی لولده نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے ہم نے اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اوسکی ساعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا
الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دیوے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دیوے اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب اونکے عاجز ہونیکے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے
ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس شبہہ کا جو روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس و مال میں دونون کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت میں باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پہیر لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا بالمال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضهم للضرورۃ کحرق او نهب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زدگی یا غارتگری کا خوف ہو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر وفی القنیۃ
الملتقط التصدق فالاقراض اولی اور قنیہ میں ہے کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہو تو ہر وقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم کہتے ہیں جب کہ
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو اور اوس وقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہو [illegible]
متعمدا و اقر به ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی له درر اور اگر قاضی نے ظلم یا جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہوا اوسکے ذاتی مال سے اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا قصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے [illegible]
ہو تو وہ دو حالی نہیں یا بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہہ کہ حق العباد میں ہو [illegible]
رد ممکن ہو مثلا جیسے کہ مال صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پہر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ گواہ غلام یا کافر تھے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے
غلام مالک کو دے اور عورت اوسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو دلا دے مگر خطا اسمین ہو جسکا پہیرنا ممکن نہیں مثلا جیسے کہ قصاص کا حکم دیا اور قصاص ہو چکا
تو مقضی لہ کو قصاص کا حکم ندے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہو قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہوگا جبتک کہ حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل
نکرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی مثلا جیسے کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پہر ظاہر ہوا کہ شہود غلام یا کافر
یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمدا ظلم کیا حکم میں اور اسکا اقرار کیا تو اوسکے مال میں تاوان ہوگا بسبب وجوہ
مذکورہ اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الهندیہ ملخصا وفی البحر معزیا للسراج قال محمد لو قال

قاضی الحکم میں خطا کرے

انعزلت الجوابُ انعزل عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ و ارتشیٰ رُدَّت قضایاہ و شہادتہ اور منح الغفار میں ہے کہ حکم مرتشی اور کسی مسئلہ کہا کہ اگر قاضی نے کہ یعنی عمدًا ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضاء سے اور امام ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اوسکی فیصلے اور گواہی مردود ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **القضاء مُظہِرٌ لا مُثبِتٌ** قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اوسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہہ صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہوا اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی **و یتخصص بزمانٍ و مکانٍ و خصومۃٍ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ** اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعویٰ کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعویٰ سنا تو حکم نافذ نہوگا ہم ظہیریہ کی مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایکدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے یعنی یون کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی **قلت فلا تسمع الآن بعدها الا بامرٍ الا فی الوقف والارث و وجود عذر شرعی و بہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ** میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعویٰ سنا جاوے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی مسموع ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاذ یحیی منقاری سے نقل کیا کہ سلاطین یعنے سلاطین روم اب اپنے قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی سند ولایت میں کہ دعوی نہ سنین پندرہ برس کے بعد سوای وقف اور ارث کے انتہے اور یہہ بھی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہہ جو روایت تیس برس یا چھتیس یا چھبیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے دربارہ عدم سماع سو یہہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی جیسے طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرًا **امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا** اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ و فوائد شتی **فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ و یقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امرٍ یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی** حکم بادشاہ کا اوسوقت نافذ ہو جب تک شرع کے موافق ہوا اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کو پانچوین قاعدہ اور فوائد شتی میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیون کو شاہدون کی قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اوس سے کہین کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نکرا جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہو اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہے ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت مین واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا تفسیر قرطبی سے جواز تحلیف منقول ہے تحلیف شاہدون کے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہوا اور اگر صاحب الرای نہو تو تحلیف نہین جائز ہے کذا فی الطحطاوی **و قضاء الباشا و کتابتہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضیًا مولّی من السلطان** قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی کیطرف جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہین روم مین باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح صحیح ہے نافذ ہے چنانچہ ادب الاوصیاء مین ہے کذا فی الطحطاوی **و المحکّم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرحنا للکنز یعنی البحر** اور محکم یعنے پنچ قاضی کی مثل ہے مگر چودہ مسئلون مین جنکو ہمنے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنے بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین سطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے تو فصل مجتہد فیہ مین پھیرا اوسکا مرافعہ ہو قاضی محکم کیطرف تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہین تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی خصمین ضرور ہے اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین اور تحکیم حدود اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہین اور فسخ یمین مضافہ مین جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح مین وہ نافذ ہو اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہین ہوتا اگر ادعا علی الغائب سبب ہوا ادعا علی الحاضر کا اگر ایک مسئلہ مین اور جائز نہین مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکے طرف جائز نہین اور محکم حکم نکرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونون خصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا بخلاف سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نکرے تو قاضی

اور دوسری کو پہنچکر اوسکا قبول کرنا درست ہو آور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کے طرف نہین پہونچتا آور محکم کا حکم اجنبیت باپ کے بیٹے کی
طرف نہین پہونچتا اگرچہ کہ وہ تحکیم سے راضی ہو اور اگر محکم نے وکیل پر عیب بیع کا حکم کیا تو اوسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا آور حکم اوسکا
وصی پر نافذ نہین جبکہ صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اوسکو حکم جائز ہے [illegible]
اختلاف ہو گواہی نے اختلاف کے سبب سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا کہتا ہے کہ دوسرے
فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین آور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین جیسے کہ ماخوذ ان مسائل کا باب التحکیم
انتہی محیط آور منجملہ مسائل مذکورہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی العمادیہ و فی الفصل الاول من
جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یأثم و یعزل و یعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور
معزول کیا جاوے اور تعزیر دیجاوے و فی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلاث لریبۃ و لرجاء صلح الاقارب و اذا
استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور شبہ
کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے
پاس ایک مقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز ان کی گواہی سے موجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ ان مین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہہ
کلام سنا مگر یہہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو اون سے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر
حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بہائی یا چچیرے بہائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ اونکو تھوڑا ٹالا اور جلدی حکم ندے شاید
وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بہائیون مین تو علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین منحصر
نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا مؤثر ہی تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور یہہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ
قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید یہہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو اہل خصومت مین کی
توقع ہو تو اونکے رد کرنے مین کچہہ مضایقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دوبارہ نہ رد کرے اور اگر توقع صلح نہو
تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہوئی ویسے ہی استمہال مدعا علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو
نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسری شہر کے علما سے فتوی دریافت
کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی البحر الرائق و لا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلاث لو بعلمہ او ظہر خطاؤہ او بخلاف مذہبہ
اور قاضی کو اپنے حکم سے پہر جانا یعنی اوسپر عمل نکرنا اور اوسکو باطل کردینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر اور حکم کی خطا ظاہر ہوگئی
یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہو اپنے علم پر حکم کیا پہر ظاہر ہوگیا کہ اوسکا علم وہم تہا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار
کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پہر دو شخص نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہہ شخص وہی معترف ہی پہر معلوم ہوا
کہ یہہ او شخص سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہہ صورت ہی کہ مثلا حنفی المذہب نے مشاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا
حکم دیا پہر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا شامل ہے ہوا سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر
حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حد خالص اللہ نہین چنانچہ قرض یا بیع یا
یا طلاق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پہر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جان چکا
غیر شہر مین پہر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہے پہر وہ معزول ہو گیا پہر بحال
سابق منصوب ہو تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نہ کرے انتہی مختصرا فصل

شرط القضاء بالعلم

هٰذا قاله الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین میں یہاں تک کہ اسکو اگر وہ صغیر کی محتاجی ظاہر کرے تو میں کہتا ہوں لیکن وہبانیہ
کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے میں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو
یہاں یہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا کاہیکو محبوس ہوگا ہم خلاصہ میں ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہیں کیا جاتا دین استہلاک کو
ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا ہے انتہے اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون میں اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام غیر محجور علیہ
میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال ولیس للقاضی الحبس مع وجود ابو او وصی فان ذلک حسنۃ قلت وھی فی
القنیۃ ومتی باعا فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضممتہ للمتن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں باوجود
باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہے میں کہتا ہوں اور یہہ مسئلہ تو قنیہ میں ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑنا جائز ہے اگر نقض اصلح
ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو میں نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یوں کہا ہے سہ وینقض بیع من ابیہ ووصیہ +
ولو مصلحا والا صلح النقض یسطر + اور توڑی جاتی ہے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہو یہہ حکم مسطور
کتب مذہب میں ہے سہ ویحبس فی دین علی الطفل والدہ وصی وللتادیب بعض یصدق + اور حبس کیا جاتا ہے طفل صغیر کے دین میں باپ اور وصی اور تادیب کے
واسطے بعضے علما حبس صغیر کی بہی صورت بتاتے ہیں یعنے بعضوں کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈھیٹ نہو جاوے سہ وفی الدین لم یحبس
اب مکاتب + وعبد لمولاہ کذا عکس معسر + اور صغیر کے دین میں باپ محبوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور مکاتب اگر دین کے
واسطے اپنے غلام کے دین میں اور نہ مولی غلام کے دین میں اور مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ان اگر غلام مدیون
ہو غیر شخص کا تو مولے محبوس ہوگا اوسکے دین میں اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ اونکو وہ دیون حاصل ہو
جاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولے محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر
اوس دین میں محبوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہوں ہیں اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس
صورت میں بدل کتابت مغائر ہے دین کی تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بہی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹہیرا تو محبوس نہوگا ففی
عتاق الوهبانیۃ سہ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا یخیر + سو وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے اور غیر جنس حق میں
محبوس کرے مولے کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت میں مختار ہے اگر چاہے تو کتابت کو فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وسیجی
حجرہا سہ ویحبس ذو الکتب لصاحب الیسر + علی الدین اذ بالکتب ہو معسر + اور وہبانیہ کی کتاب الحجر میں ہے اور صحیح کتابوں والا محبوس ہوگا دین
اسواسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں جیسا قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابیں ہیں تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہے تو وہ محبوس
ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہہ باب ہے تحکیم میں یعنے پنچ مقرر کرنے میں تحکیم بہی قضا کی
فروع سے ہے اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اونہی پر مخصوص ہے جنہوں نے اسکو پنچ ٹہیرایا
اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز میں تو میرے پاس آتے
ہیں سو میں اونمیں حکم کر دیتا ہوں تو مجھ سے فریقین راضی ہو جاتے ہیں تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی النہر ہو لغۃ
جعل الحکم فیما لک لغیرک اور تحکیم لغت میں عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے مال میں غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما
یحکم بینہما اور تحکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع
قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کر لینے دوسرے کے یعنی حکم کے اسکو یعنی متخاصمین ایک
مرد سے کہیں کہ ہمنے تجہکو حکم مقرر کیا تا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ میں تم دونوں میں حکم کرتا ہوں اور متخاصمین

اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ ای شرط
اھلیۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنی پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور
نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہی تحکیم ذمی کی ذمی کو ہم پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطہ من جہۃ
المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کے طرف سے لیاقت رکھنا اوسکا ہی قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا یعنی پنچ
کی شرط یہ ہی کہ حر مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہی کہ جائز ہو ہمارے
نزدیک انتہی ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہی واللہ اعلم ویشترط الاھلیۃ المذکورۃ وقتہ ای التحکیم و
وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد [illegible] بخلاف
الشہادۃ اور اہلیت مذکورہ شرط ہی پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہوجاوے یا صغیر کو پھر
وہ بالغ ہوجاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا جیسا کہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادا ہی شہادت
کی اہلیت شرط ہی نہ تحمل شہادت کیوقت وقدمنا انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی افندی للسراجیۃ اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے
کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہوجاوے پھر حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اس قول کو سراجیہ کیطرف نسبت کیا ہے طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف
متن کے ہے اور ظاہرا یہ ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول
ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اوسنے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
دونون اوسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین
پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اوسکے مجہول ہونیکے ہم شارح نے جو رضای متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اسکے متن کی مخالف
اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضای متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا بحکمہ کیا عوض رضیا بتحکیمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم کو
[illegible] فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اوس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور
طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین لیکن [illegible] ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت
اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم جبھی
لازم ہو جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ونحوہ الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وھذہ لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ حکم محکم کا
بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہونگی ویفتی احدھما بنقضہ ای التحکیم بعد
وقوعہ کما یفتی احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینیکا بعد وقوع تحکیم قبل
از حکم جیسے کہ ایک احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے
خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولایۃ شرعیۃ پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا
لازم ہوگیا اور اوسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمہ الی غیرھما الا فی
مسئلۃ ما لو حکم احد الشریکین وغریمہ لہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک تعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی
نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اوس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اوسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھیرایا سو اوسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک لازم
کردیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہی تجارت کا تو ہر شریک اسپر صلح سے راضی
ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح

تو اگر بائع اول و مشتری ثانی نے اوسکو حکم مقرر کیا بسبب کسی عیب میں سوا اوس شے کے ... ہم کا حکم کیا تو جائز نہیں بالکل و اوسکا پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی
اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلاث یفید صحة التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات
رواجع و فسخ الیمین المضافة الی الملک و غیر ذلک پھر روایت کرنا چاہیے کہ تین سوائے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا مستثنیٰ کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا
جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک هم ازانجملہ یہہ ہے کہ خود شوہر نے کسی شہوت
سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح
ہو کذا فی الخلاصة و المحیط لکن هذا یعلم و یکتم و ظاهر الهدایة انه یجیب بلا تحلیل فتأمل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور
ظاہر ہدایہ یہہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہیں ہے سو تأمل کرو هم یعنی اگر مفتی سے کوئی جاہل ایسا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یوں جواب
دے کہ حلال نہیں ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہم مذہب پر دلیر نہو جاویں قوله
صح اخباره باقرار احد الخصمین و بعدالة الشاهد حال ولایته ای بقاء تحکیمهما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد الخصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں
اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقاء تحکیم متخاصمین هم یعنے اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ
شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حال بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہے دو شاہدوں کی شہادت کے
کذا فی الطحطاوی لا یصح اخباره بحکمه لانقضاء ولایته صحیح نہیں اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اوسکی ولایت کے تنفیذ حکم کے بعد جب ولایت باقی
نرہی تو وہ مثل رعایا کے ہو گیا تو اب اوسکا اخبار بجای شہادت شاہدین نہیں ہو سکتا و لا یصح حکمه لابویه و ولده و زوجته کحکم القاضی اور صحیح
نہیں ہے حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہیں هم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں
اور چچوں اور ماں کی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمهما ای القاضی و المحکم
علیهم حیث یصح کالشهادة یعنی بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے و حکم رجلین فلا بد
من اجتماعهما علی المحکوم به مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا تو دونکا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی ایک رای پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ
دونوں متفق الرای نہوں و لو رفع حکمه الی القاضی امضاه ان وافق مذهبه و الا ابطله لان حکمه لا یرفع خلافا اگر قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے در صورت
مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں هم اسواسطے کہ ولایت محکم میں
مقصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اوسکا رافع خلاف ہوگا و لیس له للمحکم تفویض التحکیم الی غیره اور جائز
نہیں محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکھیں تو جائز نہیں
مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی و حکمه بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیة اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام
نہیں بنابر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق
لمذهبه حکم ابتداء بلزومه بشرطه و لا یحتاج الی تنفیذه لانه لم یتقدم معتبر اپہر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے
تو وہ سر نو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوس کی شرط کے ساتھہ اور محکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا هم لزوم وقف کی شرط یہہ ہے کہ صادر
ہوا ہے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی و الحاصل انه کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منها سبعة عشر منها لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج
لتحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل میں قاضی کے مانند نہیں اونمیں سے بحر الرائق میں سترہ مسائل شمار
کئے ہیں ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہ ہوگا
و منها لو رد الشهادة لتهمة فللغیر قبولها اور ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم نے شہادت کو رد کیا تہمت کے سبب تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے و ینبغی ان لا یکون

الحبس ولم یزل ۲ اور لائق یہہ ہے کہ حکم متولی حبس نہو اور مینو ہسکو صحیح نہین کہا ہے یہہ بحث ہے صاحب بحر کی طحطاوی نے کہا صدر شہید نے تصریح کی ہے کہ حکم کو حبس کا اختیار ہے و کذا لم آر حکم قبول الہدایۃ و ینبغی ان لا یجوز ان اھدی الیہ وقت التحکیم اور اسطرح سے نہین دیکھا حکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر ثنا صمت نے اوسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اراد بغیرہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کے طرف اور یہہ جو غیرہ لفظ ہے مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام مین ہم کتاب بمعنی مکتوب ہے اور غیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب مین قاضی کے خط کے احکام مذکور ہین اور خط کے سوا اور بھی احکام اسمین ہین القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکھکر بھیجتا ہے دوسرے قاضی کے طرف ہر ایک حق مین کہ اسپر فتویٰ ہے بطریق استحسان کے ہم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور عین منقول اور غیر منقول سب حقوق مین خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے اور اسی پر متاخرین ہین اور اسیکا فتویٰ ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حدّ و قود للشبہۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ بدلیت عن الشہادۃ ہے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو اونمین خط پر عمل کرنا اونکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر فان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ و کتب بحکمہ لیحفظ الحکم شاہد گواہی دین خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ہم یہہ قول مقصود بالذات نہین بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا تو طئہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نجاوے والا تحریر حکم کی حاجت نہین کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اوسکے وکیل سے مگر جبکہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اوسکا لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق مستقر رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی و کتاب الحکم ہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ھذا فی عرفہم و فی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کی کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمین قاضی کا حکم مندرج ہوے یہہ اصطلاح تہی سلف مین اور ہماری عرف مین سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمین لوگون کے وقائع اور مقدمات لکھے جاتے ہین ہم معرب ہین ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمین اوسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے اجرا گذرا یعنی وصف دعویٰ اور اسامی شہود اور وہ اسم لسکھے اور کفایہ مین ہے کہ محضر وہ ہے جسمین دعویٰ کو لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اوسنے جوابدیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ تو تیم سے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحطاوی و ان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب و کتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ و یسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت مین خصم ہو تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی ہونیکے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہہ ابتداء حکم ہے اور یہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی سنے الحقیقۃ ہے اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمین حکم نہین لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب ہے کتاب حکمی ہے اور سجل نہین ہم سجل اسکو کہتے ہین کہ اسمین حکم مندرج نہین اور اسکو کتاب حکمی کہا بہ اعتبار انجام کار کے و قرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ و ختم عندہم ای عند شہود الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا اونکو فقط مضمون سے مطلع کرے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہین جو قاضی کا خط لیجائین دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت کے تا ادائے شہادت طرفین کے نزدیک کذا فی البحر اور فتویٰ اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہین اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی النہر و سلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ و ہو ان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ و شہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہہ ہے کہ اوسمین اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونون کی لکھے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان مین کافی نہین تا وقتیکہ وہ لفظا اور لقبا لکھے جسمین کہ دونون مشہور ہین

باب کتاب القاضی الی القاضی

اسیواسطے کہ نام اور کنیت مین لوگ مشترک ہوتے ہین اور جسونے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین لیتے اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کا نام ہر وجہ امتیاز لکھے اور حق اوسمین ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی درج کرے کذا فی المحیط فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل بہ سو اگر عنوان یعنے سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضون نے کہا کہ یہ پہلے انکے عرف مین تہا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی المنیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اوسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہین اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ مین ہے کفایہ سے اور ملتقے مین ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہم کہتے ابو یوسف قاضی ہوئے تھے اور انہون نے وقائع کو دیکھا اور جسمین مصلحت تھی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی المحیط فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یفکہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اوسکے شہود طریق سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اوس سے خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی المحیط ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم ای الشہود مگر جب کہ مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنے سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے ہم منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے تو اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ کا طرف سے ہے تو بہتر تہا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان و یلحق بہ البراآت اور اشباہ مین ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے ملحق ہین فرامین سلاطین در باب وظائف ہم براآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ مدرسین وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اور یہہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی اونکے بہی کہاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہین بلکہ شہادت مین تو کہنا ہی نہین کیونکہ متہم ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماے بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہین تو اوسپر دین لازم ہوگیا شرنبلالی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ کا مقصود یہ ہے کہ جب کاتب پر دین ہونے کا شاہد ہو کا دین خزانۃ الاکمل مین ہے کہ صراف اسنے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکہا یعنی یہہ لکہا کہ مجہپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اوسکا اہل شہر اور سوداگرون مین مشہور ہے پہر وہ مرگیا اور اوسکا قرضخواہ دین کو آیا اور اوسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ مین انتہی طرطوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور بیان اسکا جواب نہین کیا اسکی وجہ یہ نہین کہ غلطی ہے اشباہ مین کہا ہے مین نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکہتا مگر وہ دین جو اوسپر ہے اور اسپر ہے انتہی

بہت وسیع کر دیا جاوے کہ مسائل کتابت کی اصل شیخ اور مس بن میں موجو کا تب پر ہے چنانچہ مقصود مسئلہ اگر ہے معلوم ہو چکا تو اگر او سنے یہہ کہا کہ میرا دین فلانی پر
اتنا ہی اسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ سکو کسی نے نہیں کہا بلکہ لکھے، واقعون نے ابن وہبان کی تعریف سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا
قول اسطرح رد کیا ہے کہ کہا اسکو یہہ سکو معلوم ہوا کہ سوای مال اور مدعا علیہ کے وہ کچھہ نہیں لکھتا اسواسطے کہ کاسہ وراثت وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہے
علی الخصوص جب کہ تاجر معتمد علیہ او مسلم نہو چنانچہ کشتہ ایسا ہی ہے اس زمانے میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اوسکے خط پر اوسکے ذریعے ثبوت میں اور جو اسکا فتوی
دی وہ جاہل ہے اصل نقل ہذا اکمل سے اور منشاء غلط تقلید ابن وہبان ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد للراوی والقاضی والشاہد ان تیقن
بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز کہا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہے خزانۃ
اکمل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جب کہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عیون میں
کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے درصورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھہ میں نہوا سواسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن
ہے اور کبھی مشتبہ ہونا ہے خط ہر وجہ سے تو جب تیقن ہو جاوی تو اسپر اعتماد رکھنا جائز ہے تا لوگوں پر وسعت ہو جاوی تنگی اسمین اتنی نہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر اور
بحر میں قنیہ خانیہ میں ہے کہ ایکشخص کے پاس میں ہر سوایک مرد آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اوسنے صک ظاہر کیا جسمین خطوط
ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ اور قاضی سے اوسنے حکم طلب کیا اس وثیقے کا علما نے کہا ہے کہ قاضی کو یہہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم
کرتا ہے اور حجت شہادت ہے یا اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اسی
خانیہ میں ہے کہ ایکمرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اوسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہہ میرا خط نہیں سو
اوس سے کچھہ لکھوایا گیا اور دونون کے خط میں بہت ظاہر مشابہت نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے
انتہی اور یہہ جو حادی زاہدی میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اوس وقت کا باقی نہوا در اسمین حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا
ہو کہ یہہ بہر وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد و نکے ہو تو جائز ہے اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اوسمین
نکر سے اور اگر تہمت کرے اور منشاء وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہاوی تو بھی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ وثیقہ دو شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکھاوے تو اسکا حجت ہونا باطل ہے
انتہی سو یہہ قول حادی کا مخالف قاضیخان کی خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی ولابد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ
علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہ الثانی بحیث لا یبیت فی بیتہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور ضرور ہے مسافت تین دن کی دونون
قاضیون کے مابین میں جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہے ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ
کو جائز کہا ہے اوتنی مسافت جسمین آدمی عود کرکے شب اپنے گہر نہ رہ سکے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ
قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اوسکی معزولی سے قبل پہنچنے
خط کے دوسرے قاضی کے طرف یا بعد وصول خط قبل اوسکے پڑہنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے واما بعدہما فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قرات کے
اگر کاتب مر گیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اوسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ
خروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانیسے اور اوسکے حد لگنے قذف اور اندہا ہونے اور فاسق ہو جانے
بعد اوسکے عادل ہونیکے بسبب نکل جانے کاتب کے اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے وکذا بخروج المکتوب الیہ
عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب
الیہ مگر اوس وقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جب کہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہہ خط ہے فلانی قاضی
کیطرف یا جو وہان کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے خلافا لابی یوسف ولو عمم ابتداء جوزہ الثانی وعلیہ العمل خلافا لہما بخلاف الکتاب

اگر ابتدا سے تعمیم کردی تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ ولا یبطل بموت الخصم لقیام وارثه او
وصیه مقامه خط باطل نہیں ہوتا خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی کے اوسکے مقام پر قلت وکذا
لا یبطل بموت شاهد الاصل کما سیأتی متنا فی بابه خلافا لما وقع فی الخانیة فانه مخالف لما ذکره بنفسه ثمه فتنبه اور ایسا ہی خط باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے صاحب خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابة بعلمه کالقضاء بعلمه فی الاصح بحر فمن جوزها جوز هذا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم
حکمه بعلمه فی زماننا اشباه اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بطلب اپنی دانست کے مثل حکم کرنیکے اپنے علم و دانست سے ہے قول اصح
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہے اوسنے کتابت بھی اوسکی دانست سے جائز رکھی اور جسنے قضا بعلم جائز نہ رکھی اوسنے کتابت بھی جائز نہ رکھی مگر یہ کہ
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم کہتے ہیں جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیها الامام یقضی بعلمه
فی حد قذف و قود و تعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فهل الامام قید کما قدمناه
فی الحد ولم اره لکن فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی والمختار الآن عدم حکمه بعلمه مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بعلم
مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں ہم اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقا
ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے سند اسکی نقل کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمه فی الحدود الخالصة لله تعالی کزنا وخمر مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ الله تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا سے خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا قبل قضا بہرہ ور قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اسی پر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انه یعزر من به اثر السکر للتهمة مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمیں اثر مستی کا بسبب تہمت کے
ہو اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعی و عن الامام ان علم القاضی فی طلاق و عتاق و غصب یثبت الحیلولة علی وجه الحسبة
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوجہ اور مرد کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت الزواج اور مولی کو عدم استخدام مہری اور عدم وطی کا امر
کرے اور غاصب کو امر کرے وضع مغصوب کا اوسکو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن یہ امر بطریق احتساب اور بہبود خواہ کے ہوگا یعنی بطور نہی ہے نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام یملک اقامة الجمعة وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او قاضی
رستاق ذکره المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کیطرف سے جو معین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہو
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور یہ قول بر عکس کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتابا الی من یصل الیه من قضاة المسلمین فوصل الی قاض مولی بعد کتابة هذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایته وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اوس شخص کے طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کے کہ جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا لہذا
اسکا مخاطب بھی نہ ٹھہرا ابتداء تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف سے جسپر عمل ہے دیکھا لو جعل الخطاب للمکتوب الیه لیس لنائبه ان یقبله اور
اوسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہوگیا لہذا اوسکے نائب کو اوسکا قبول کرنا جائز نہیں ہم اور اسیطرح اگر نائب کے طرف خطاب
تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البحر والمرأة تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لها لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة بحر

قاضی ہو سکتی ہے سوای حد اور قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کار ایک عورت
کو دیا ھم بحر الرائق میں لن یفلح قوم ہے یعنے ہرگز بھلا نہوگا اوس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونہوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا انتہی بحر
الرائق ادسی نہ ہو سکیگی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاھدۃ فتح ذمتہا تقدیرھا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر الرائق
عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونیکی اور یتیم کو وصی ہونے کی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ
بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور دیتو فتوی دیا اوس شخص کے بارہ میں جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف میں فلانے شخص کے واسطے پھر اوسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مر گیا اور ایک
ایک لڑکی چھوڑ گیا کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ھم نہر یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہی کہ عرف وقفین
واجب الرعایۃ ہی اور تا حال کسی وقت میں اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اوسکے الفاظ کا صرف کرنا اونکے عرف پر تو واقف کی مراد
شاہد کا لڑکا ہے تو اوسکی غیر مراد کے طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الحطاوی مختصرا و فی الاشباہ میں احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ میں منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ میں عورت کے نبی ہونیکو اختیار کیا ہی نہ اوسکے رسول
ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال الستر اور خفا پر مبنی ہے ھم اور رسول کو اختلاط رجال کی ضرورت ہی تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہہ نہیں ہو سکتا اگر مردسی
اور جواز ثبوت مقتضی وقوع نہیں بدالامالی میں کہا کہ عورت کا ہی نبی نہیں ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم کلام کا صاحب فتح القدیر نے جسمیں عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے
کذا فی الحطاوی ولو قضت فی حد او قود فرفع الی قاض اخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص میں پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے پھر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہیں بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ھم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت مردوں کیساتھ حد و
قصاص میں جائز ہے انتہی پھر جب انکی شہادت جائز ہوئی تو اونمیں قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثے عورت کی مانند ہے کذا فی البحر یعنی خنثی کا حکم غیر حد و قصاص میں صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ لہ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور روایت کی
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کا کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب یا اوسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہی
چنانچہ اگر قاضی نے اوس سلطان کیواسطے حکم کری جسنے اسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ھم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ و فی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یجوز قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر و
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان میں اوسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو ہمکو یاد رکھنا چاہئے ھم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہی چنانچہ منح الغفار کی عبارت اوسپر
دلالت کرتی ہی کذا فی الحطاوی وتقضی للنائب بما شہدا بہ عند الاصیل وعکسہ وہو قضاء الاصیل بما شہدا بہ عند النائب فیجوز
للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس اوسکے
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی ہو تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اوسکے یعنے نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شامی کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب من قاض لمن
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جبکہ
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہی کذا فی الاشباہ

یعنی بین الحکام میں ہو کہ قضا کے مانند افتا ہے مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی الحموی وفیها لا یقضی لنفسه ولا لولده الا فی الوصیة اور اشباہ میں ہے کہ حکم کرے اپنی ذات کے واسطے اور اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت میں یعنی
مناسب تھا کہ یہاں مگر ایسا میں صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بیٹے کے [illegible] پر حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین
مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان
جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصایت کا گمان کرتا ہے پہلے دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس
گواہی میں قاضی کی منفعت ہوتی ہے براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مرجاوے
یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو دینے قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اول اور اوسکے قرابتدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی
وحرر الشرنبلالی فی شرحه للوهبانیة صحة قضاء القاضی لام امرأته ولامرأة ابیه ولو فی حیاة امرأته وابیه اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح میں صحت قضای قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو وانه یقضی فیما تحت
نظره من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہہ کہ قاضی حکم کرتا ہے اون اوقاف میں جو اوسکی تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے مضمون مذکور دو بیتیں
زیادہ کیں سو یوں کہا ہے ۵ ویقضی لام العرس حال حیوتها + وعرس ابیه وهو حی کما حررا + اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہو یہہ حکم محرر ہے ۵ وبعد وفاة ان خلا عن نصیبه + بمیراث مقضی به فتبصرا
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی جس حکم کرنے میں قاضی کے واسطے میراث نہ پہنچتا ہو
اس وقت میں دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قوله مقضی به فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قوله فتبصرا یہ امر ہے یعنی بصارت حاصل کر
اس حکم کو دریافت کر کے ۵ ویقضی بوقف مستحق لریعه + بوصف الفقهاء العلم او کان ینظر + اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف میں کہ آمدنی کا بوصف فقہا
وعلما مستحق ہو یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اس میں قاضی کا حکم کرنا جائز
ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو وقف کا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی هذه مسائل شتی ای متفرقة یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ میں
شتی جمع شتیت کی ہے معنے متفرق ومختلف قال تعالی (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ متفرق
متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیه علو ای طبقة لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفله وهو البیت التحتانی منع کیا جاتا ہے نیچے
مکان والا جبکہ دوسرے شخص کا بالاخانہ اوسپر ہے کہ میخ نہ ٹھوکے بیت تحتانی میں یعنی ایک مکان دو منزلہ ہو نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر
مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا التعریف دیوار کی تحتانیہ معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف
جائز ہے قنیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنوان وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانہ والے کا ضرر ہوا اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوة بفتح او ضم الطاقة وکذا بالعکس دعوی الجمیع [illegible] تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی الدر
الجمیع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بنا دے یا کڑیاں رکھے یا پاخانہ بنا دے تو منع کیا جاویگا کذا فی العینی کوہ بفتح وضم کاف کا اور تشدید واو عبارت
ہے طاق سے بلا رضی الآخر وهذا عنده وهو القیاس جبر یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھولنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جاویگا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا یمنع ما لا یضر [illegible] اور صاحبین نے کہا دونوں میں ہر ایک کو وہ عمل
درست ہے جو دوسرے کو ضرر نکرے ہم ظاہر قول صاحبین پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

مسائل شتی

حموی مین ترمیم سے منقول ہے کہ یہی محل فتوی کے واسطے مختار ہے ولو ھدم السفل بلا صنع ربہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا
مکان گر گیا اوسکے مالک کے بدون کرتب کے تو اوسپر اوسکے بنانے مین زبردستی نہ ہوگی بسبب عدم تعدی کے وللذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی
باذنہ او اذن قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر
جو اوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیر لے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن
اوسکو پھیر لے اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے ہم خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا
فی الخلاصۃ زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ یتشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر منع اہل الاولی عن فتح باب للمرور
لا للاستضاءۃ والریح عینی فی القصوی الغیر نافذۃ علی الصحیح اذ لاحق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغہ مستطیلہ یعنی لمبا کوچہ ہو
جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سے تو روکے جاوین گے
پہلے کوچے والے پہلے کوچے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ
کے اوسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے عینی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے
ہم کہتے ہین اگر اول کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین بایطرح کہ اوسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کوٹے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ
مین نکل آیا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہوا کرتا ہے اور اوسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے
واسطے ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پچھلے کوچے والون کا شفعہ اسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اونکو بیچ کوچے مین دروازہ لگانا
درست ہو کیونکہ اوسمین اونکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع
نہین بلکہ مرور ممنوع ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین نص محمد صحیح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہین کہ رات اور دن
اوسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہی کذا فی فتح القدیر تو
معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر صحیح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاہا ای
نہایۃ سکۃ المعوجۃ جانباہا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا ساحۃ مشترکۃ فی دائرا اور گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہین دروازہ
پھوڑنا منع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اوس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارے سے مراد گول کوچے کی نہایت
کنارگی ہے ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے غایۃ البیان …
کہ وہ کچھ ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچا ہو کذا فی الفتح فتح باب تھوڑا فرق ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو یا نصف
سے کم ہو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمین فتح باب جائز نہین تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہئیں پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری
صورت مین وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اسکا داخل کشادہ تر ہوا مدخل سے تو وہ
دوسرا موضع ٹھہرا استطیلہ کا نہین ایسا ہی لکھا کذا فی شرح الوقایۃ ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم
نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا حکمہم
رسم شارح الوقایۃ انتہی ابن کمال ہذہ الصورۃ

کوچہ مستطیلہ اولی — کوچہ مستطیلہ — کوچہ مستطیلہ مستدیرہ — کوچہ مستطیلہ مربعہ

بخلاف کوچہ مشتبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اوس کوچے کے ہے جو کوچے مین واقع ہو ولہذا اگر کوچہ مربعہ والون کو نصب ہوا یہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال مصادرت مرقومہ شارح
ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہین کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگاوین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف الرقم ہین لیکن مقام سے قریب الفہم ہین
کردانی الاعلام دیکھا چاہئے مترجم نے سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دین اور تتمہ فتح القدیر مین ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہو اور وہان کے لوگون مین

ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگوں کے چوڑی اور مٹی جلد اوٹھالی اور بیچ میں کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہے سوا اوسکے اپنی دیوار میں مٹی لیپنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہاں جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہو گئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہے سوا اوسکے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوا ہے یا اوسکا نابدان ہے دوسرے کے گھر میں سو اوسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں بدون اوسکے گھر کے داخل ہوئے اور منع کرتا ہو تو اوسکے ہمسایہ سے کہا جائے گا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکر یا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کرے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور یہی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنواں پانی یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کہودا سوا اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو اوسپر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہو گی تو اوسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شخص نے امام علیہ الرحمۃ سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنواں کہودا ہے یعنے میری دیوار کو اوس سے ضرر ہے امام نے کہا کہ تو اپنے گھر میں اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنواں کہود سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنواں نجس ہو گیا اور اوسنے ناچار ہو کر کنواں بند کر ڈالا امام نے منع جانے کا فتوی نہ دیا بلکہ اوسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا

کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملكه الا اذا كان الضرر بجاره ضررا بينا فيمنع من ذلك وعليه الفتوى بزازية واختاره فی العمادية وافتى به قارى الهداية حتى يمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع کیا جاوے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسیکو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسکو پسند کیا ہے عمادیہ میں اور اسیکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے اور ضرر بین یعنے ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کر دے یا منفعت سو بالکل خارج کر دے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسیکو علماء فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاوے رازی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھر دن کے ہے اور اوس گھر کا مالک یہہ ارادہ کرے کہ اسمیں تنور بنا دے جسمیں ہمیشہ روٹیاں پکا کرین وہ کام کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبون کے کنڈی کرنے کی پٹری بنا دے تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ تنور دہوئیں کو بکثرت و شدت دھواں پھیلیگا اور چکی اور کنڈی کی پٹری سو دیوارین لودی ہو جاوینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہیں مگر بسبب طراوت کہ اور اوس سے بچاؤ ممکن ہے درمیان میں دیوار اوٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گھروں میں ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں دو قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت میں جو مشرف ہو کسیکی زمین یا گھر پر لائق اختیار ہے وہ یہہ ہے کہ اگر روزن واہو بنا ہم کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نجائیگا یعنے اگر سفل عمارت میں روزن ہو تو پہلی صورت ہے اور اگر عالی عمارت میں ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ دوسری صورت ہے کہ ظاہرا روشنی کے واسطے ہے کذا فی الطحاوی وجواب ظاهر الرواية عدم المنع مطلقا وبه افتى طائفة كالامام ظهير الدين ابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح تبعا للمجتبى وبه يفتى واعتمده المصنف ثمة فقال وقد اختلف الافتاء وينبغي ان يعول على ظاهر الرواية انتهى قلت وحيث تعارض متنه وشرحه فالعمل على المتون كما تقرر اه فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سو خواہ پڑوسیکا ضرر صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علماء نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر میں اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں وہان یعنی کتاب القسمۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے میں بیان اختلاف ہوا ہوا ہے اور لائق یہہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہی میں کہتا ہوں اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کر جواب ظاہر الروایۃ یہی بنا ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف میں مختار ہے پڑوسیکا ضرر ہو یا نہو اور تجھکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنے درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف سے ہے نہ ہر ضرر میں واللہ اعلم کذا فی الطحاوی

قلت وبقي ما لو اشكل هل يضر ام لا وقد حرر محشي الاشباه النقرتاشي على مسئلة السفل والعلو انه لا يمنع اذا اضر وكذا اذا اشكل على
المختار للفتوى كما في الخانية قال المحشي فكذا التصرف في ملكه ان اضر او اشكل يمنع وان لم يضر لم يمنع قال ولم ار من نبه عليه
فليغتنم فانه من خواص كتابي انتهى مین کہتا ہون اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہین اور المد
اسکے جواب مین محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع کیے جاوینگے جب کہ دوسرے کو
ضرر کا احتمال ہو یہی حکم ہے جب کہ تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنابر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ مین ہے محشی نے کہا تو اسیطرح
انسان کا تصرف اپنی ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نکیا جائیگا محشی نے کہا مین نے
نہین دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کردیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی
اشباہ نے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا اسی مطلب مین کافی تھا ادعی على آخر هبة مع قبض في
وقت فسئل المدعي البينة فقال قد جحدنيها اي الهبة فاشتريتها منه او لم يقل ذلك اي جحدنيها ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا
ایک وقت مین مثلاً ہبہ کا دعوی کیا کہ اوسنے فلانی چیز مجھکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اوسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہوگیا
ہبہ سے تو مین نے اوس سے وہ چیز خرید کرلی یا مدعی نے یہہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نکیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اوسکے بعد خرید کا دعوی کا الا کتفا
بامکان التوفيق وهو المختار شيخ الاسلام من اقوال اربعة اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہو بامکان توفیق اور یہہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے
جملہ چار قول سے ہم جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اوسکی توفیق یعنے رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہ
ہو کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کیجانب سے یا مدعا علیہ کی
طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد
نہ متعدد کذا في الطحطاوي عن البحر جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی
کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگئی اب تناقض باقی نرہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو میان توفیق بالفعل مدعی کے
کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندي انه يكفي من المدعى عليه لا من المدعي لان المدعي
مستحق وذلك دافع والظاهر يكفي للدفع لا للاستحقاق بزازية اور خجندی نے یہہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہے نہ مدعی
کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا في البزازية یعنی
امکان توفیق کے نزدیک یہ وجود اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مین حجت ہوتا ہے نہ استحقاق مین کذا في البحر فان اقام بينة على الشراء بعدها اي بعد وقت
الهبة تقبل في الصورتين یعنی پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنی مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونو صورتون مین یعنی
ایک صورت یہہ کہ مدعی نے یہ کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری صورت یہہ کہ نہ کہا هم بعد وقتها ظاهر ہو شرط کا نہ اقام کما کذا في العيني وقبلها
لا لظهور التوفيق في الوجه الاول وظهور التناقض في الثاني اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول
نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ہم حاصل مسئلہ یہہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ
طلب ہوئے تو اوسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال مین خریدی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح
ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اوسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اوسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی سے
اور شہادت شہود مین تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ مین اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا ملک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا
مقبول نہین ولو لم يذكر لهما تاريخا او ذكر لاحدهما تقبل لامكان التوفيق بتاخير الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ نذکور کی فقہا

ہے یا فقط خرید کی تاریخ ذکر کی تو دعوی مقبول ہے بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور ہوئی تو احتمال ہے کہ خرید ہبہ کے
بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وهل يشترط كون الكلامين عند القاضي او الثاني فقط خلاف وينبغي ترجيح الثاني لان به التناقض اور کیا شرط ہے کہ
دونوں کلام مستناقض قاضی کے سامنے صادر ہوں یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہے اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہے کذا فی
البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہے ھم علامہ مقدسی نے کہا کہ یہہ خلاف لفظی ہے اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک
وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تبتک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونوں مجلس قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض يرتفع بتصديق
الخصم وبقول المتناقض تركت الاول وادعى بكذا وبتكذيب الحاكم وتمامه في البحر واقره المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہے خصم کی تصدیق
سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مینے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور
مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہے ھم تکذیب حاکم کی یہہ صورت ہے کہ زید نے دعوی کیا کہ عمرو اوسکے مدیون کا ضامن ہے سو عمرو نے ضمانت کا انکار
کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی کیا کہ مین اوسکا
ضامن ہوا تہا اوسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہے یعنے مدیون یہہ نہین کہہ سکتا کہ
کفیل ضمانت کا اول منکر تہا اور اب مدعی ضمانت ہے یہہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر
بتصرف كما لو ادعى اولا انها اي الدار مثلا وقف عليه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لغيره ثم ادعاها لنفسه لم تقبل للتناقض چنانچہ
اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلا گہر وقف ہے مجہپر پہر اوسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گہر غیر شخص کا ہے پھر اوسکی ملکیت کا
اپنی واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ھم یہہ تشبیہ ہے نفی قبول مین جب وقف کا پہر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن
نہین سو اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقيل تقبل ان وفق بان قال كان لفلان ثم اشتريته منه ذكره في اواخر الدعوى اور بعضون نے کہا کہ اگر
مسئلہ ثانیہ مین توفیق دی مدعی نے اسطرح پر کہ کہے گہر اول فلانے شخص کا تہا پہر مینے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے
قال ولو ادعى الملك لنفسه اولا ثم ادعى الوقف عليه تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی ملک کا اپنی ذات کے واسطے کیا پہر دعوی کیا
کہ وہ مجہپر وقف ہے تو مقبول ہے ھم منح الغفار مین اسطرح ہے اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو جب عدم تقیید مذکور ہے تو توفیق ممکن ہے
اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک تہا پہر بعد اسکے اسکو وقف کر دیا اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین توفیق نہین مگر
بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی كما لو ادعاها لنفسه ثم لغيره فانه يقبل
چنانچہ اگر اوسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پہر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال
لآخر اشتريت مني هذه الجارية فانكر الآخر الشراء جاز للبائع ان يطأها ان ترك البائع الخصومة واقترن تركه بفعل يدل على
الرضى بالفسخ كامساكها ونقلها الى منزله لما تقرر ان جحود جميع العقود ما عدا النكاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجہسے یہہ لونڈی خرید
کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہے اگر بائع نے جہگڑا کرنا چھوڑ دیا ہوا اور ترک خصومت اوس فعل سے متقارن ہے
جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اوسکو اپنے مکان مین لیجانا اسواسطے جائز ہے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ جمیع عقود کا انکار
سوای نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردها بعيب بعد
تمام الفسخ بالتراضي یعنی تو بائع کو لونڈی کا پہیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہے بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ھم اوس عیب قدیم
سے مراد وہ عیب ہے جسکی اطلاع نہوئی تہی قبل بیع کے والا وہ جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا
کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو یہہ فسخ ہوئی مشتری کے جانب سے پہر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا سلف

الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه و برهن علی النکاح یقبل برهانه اور نکاح تو ہرگز فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی
واسطے اگر زوج خود ہی نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعویٰ کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہے ہم نکاح محل فسخ نہیں کسی سبب سے
تو اگر عورت دعویٰ کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے
کہ اسکے بعد یوں کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجہ تھی سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت سے نکاح کا
دعویٰ کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مر گیا اور عورت آئی میراث کا دعویٰ کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانه اذا انکر
ثم ادعاه لا یقبل لانفساخه بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعویٰ کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ
ہو جانے بیع کے انکار سے۔ مسئلہ فسخ نکاح کے ہم سمجھے یہ تھا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں
مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا انمیں مذکور ہو اقر بقبض عشرة دراهم ثم ادعی انها زیوف او نبهرجة صدق بیمینه لان اسم
الدراهم یعمها بخلاف الستوقة لغلبة غشها اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعویٰ کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے انکی غش کے ہم
زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سوداگروں میں اوسکا لینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی ہو حموی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ میں ب مقدم
ہے نون پر جیسا کہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولذا لو ادعی انها ستوقة لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق لو کان موصولا
نهایة فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر مذکور یہ دعویٰ کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اسکی تصدیق
نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایہ تو تفصیل مذکور مفصول میں ہے نہ موصول میں ہم یعنی
تفصیل زیوف اور نبہرجہ میں اور ستوقہ میں در صورت انفصال بیان ہو یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطور انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ
کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درموں کے قبضہ کرنیکا اقرار کیا اور پھر دعویٰ کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق
نہ ہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب کھرے کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعویٰ کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انه قبض
حقه او قبض الثمن او استوفی حقه صدق فی دعوی الزیافة لو بین موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ
کیا یا اوسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان
کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونیکا دعویٰ مانند ہے دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی جیسا نہایہ میں ہے
کہ اگر پہلے قبض حق کا دعویٰ کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قوله جیاد مفسر
فلا یحتمل التاویل بخلاف غیره لانه ظاهر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف
غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مقتضی اسکا یہ ہے کہ نص سے زیادہ تر واضح ہو اسواسطے کہ اسکے
ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہا اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید
کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفا حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعید یا بعید تر ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضه قرض و بعضه ربوا و برهن علیه قبل برهانه قنیه عن علاء الدین الترجمانی فی الاقرار اقرار کیا
اپنے کسی قرضہ کا پھر دعویٰ کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض ربا ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی جیسا کہ قنیہ میں ہے علاء الدین سے ہے اور آگے کتاب الاقرار

بن آدم کا قال لا حق لک علی الف درہم فی ذالمقر لہ ثم سکت فی مجلسہ فلا شیء للمقر لہ الا ان یجیء اولا ثانیا وکذا الحکم فی کل ما فیہ الحق
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درم ہیں سو جسکے واسطے اقرار کیا اوسنے اوسکا اقرار رد کیا اور یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درم تیرے ہیں
یا فلانے شخص کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار میں ہے جس میں ایک شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین پر رد ہو گیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار ان کی قید اسواسطے لگائی کہ [illegible]
اور طلاق اور عتاق یا در نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید ہوا اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کر لیگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوسنے قبول کیا پھر
رد کر دیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کر دیگا تو رد ہوگا بتصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس کے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہاں مقر لہ منفرد بر رد اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ میں منفرد نہیں [illegible] بخلاف ہبہ کے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا
حق ہے اگر ایک ان میں منکر رجوع کرے تصدیق کے طرف قبل اس بات کے کہ شخص دیگر اوسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جس
میں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الکفایہ من ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ
ما کان لک علی شیء قط فبرھن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرھن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء
ای الحکم بالمال اذ المال قد یقضی ثم یبرأ بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجیء قبل برھانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منہ دفعا للخصومۃ اور جس نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء اور مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضا قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان پر مال دینے کا حکم کیا
اسکے بعد دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل ثانی میں آ چکا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے (ف) جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں مال دے چکا ہوں یا مدعی نے مجھے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی
سے ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہو کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ وہ کہیں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اوسمیں علما کے پانچ قول ہیں کما سیجیء فی الاقرار انہ لو برھن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی
کذبۃ او لیس لی علیہ شیء صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار میں آویگا یہ کہ اگر
مدعا علیہ نے مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اوسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر میں
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثنا میں ذکر کیا ہے [illegible] یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکر المدعی علیہ فبرھن
المدعی علی القصاص ثم برھن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال [illegible] برہان مدعا علیہ قبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص کے پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص کے یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے عوض مال کے ہم
یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اوسپر قصاص تھا مگر جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص کو
معاف کرا لیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرھن المدعی ثم برھن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یعملہا

اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رق مین اس طرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی غلامی پر پھر غلام گواہ
لایا کہ مدعی نے اوسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر اوس نے صلح کر لی ہو مدعی سے ہم یعنی برہان در صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر اول انکار
کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اوسکی برہان مسموع ہوگی ایضا کذا فی الفتح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء بحر
اور اگر مدعا علیہ نے ایفای دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اوسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر ہم یعنے صلح دعوی ایفا کو باطل
نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے ہے غیر حق بھی یا ابا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ المنکر
ثلث مائۃ یسقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا ان ذمتہ غیر مشغولۃ فی
زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور سراج الدین مین ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر
تین سو ہین تو چار سو مین تین سو ساقط ہو گئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور یہی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے
کہ مدعا علیہ منکر ہے اسکا ذمہ مشغول نہین اوسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہی واللہ اعلم وان زاد کلمۃ ولا اعرفک
دعوی کا دایتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجھکو نہین پہچانتا ہون اور نہ سوا اسکے چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجھکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا
مجھ پر کچھ نہین تھا ہرگز اور مین تجھکو نہین پہچانتا یا یون بولا کہ مین نے تجھکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہین اور نہ دینا اور نہ لینا
یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوئے اور نہ سوا اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفا دین یا ابرا دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر
شرح وقایہ مین ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہین ہوتا انتہی
وقیل یقبل لان المحتجب والمخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بعض وکلائہ بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ
لا یقبل اور بعضون نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفا دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہ اذیت ہوتی
ہو اپنے دروازہ پر غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ کو امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کرنے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اوسکو معلوم
کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ ان لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہہ
ستر ایسی قاضی خان کی محتجب وہ ہی جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی
نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال اھ درر فی اخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اوس
شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر بیچ آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مانع صحت
اقرار کا مانع نہین ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہو
تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اوسنے کہا کہ مین نے اوسکو کچھ نہین دیا پھر اوس نے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہے کہ شئی واحد مین دافع
غیر دافع ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے تعینے جبکہ دفع دین اور قضا دین کا دعوی ہو چکا اوسکے اقرار کا دعوی کرے اس طرح
کہ اوسنے یہہ اقرار کیا کہ دین اوسکو پہونچ گیا ہے مدیون سے یا مدیون نے اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی
الطحطاوی وتفسد اقر ببیع عبد من فلان ثم جحدہ صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اھ بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلانے شخص سے
پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہے ہم صحت انکار کا مطلب
یہہ ہے کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی علی اخر انہ باعہ امتہ منہ فقال الاخر لم ابعہا منک قط فبرہن
المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

اور ظاہر یہی کہ عطف راجح ہوتا ہو ابو یوسف کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق اور طلاق معلق اور غیر معلق
کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور یہہ خلاف نطق مین ہے اور مسک مین تو دونون کا اتفاق ہے ولو بلا عطف اذ بہ بلا سکوت
فالاخیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد جملہ غیر مستقلہ کے یا جملون مین عطف ہو لیکن ان مین سکوت واقع ہوا ہو لفظ مین یا سیز جو واقع ہوا اثنا خطبہ مین تو
استثنا اخیر کیطرف راجح ہے بالاتفاق اسیطرح مراد لعبد سکوت ہو کہ نفسے لطول او عطفہ بعد سکوتہ لغوا الا ان فیہ تشدید علی نفسہ
وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اوسمین لغو نہین جسمین سخت گیری ہے اوسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہم یعنے جسمین متکلم کی ذات پر وسعت ہو تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر مین اور یہہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جسمین سخت گیری ہو اپنی
ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ ہمین مین داخل ہوگی کذا
فی البحر مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدق الورثۃ تحکیما للحال ذمی مرگیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے
ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہی تو زمان گذشتہ مین بھی ثابت رہیگا تحریر مین ہے کہ استصحاب
ہوا اوس امر محقق کی بقا کا حکم ہے جسکا عدم مظنون نہین کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونیکے
مسئلہ مین ہم یعنی پنچکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ مین انتفاع پر قادر نہوا اوسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب
فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اوسکے موافق زمان گذشتہ مین حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق مین بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہین تو سابق مین بھی جاری نہتھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہو حجت
ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ مین نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ
فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث مضاف الی اقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے باب مین جو مرگیا سو اوسکی زوجہ ذمیہ نے کہا کہ مین
اسلام قبول کرچکی ہون قبل موت زوج کے تو مین اوسکی وارث ہون اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثونکا
قول معتبر ہو اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے تشبیہ یا بعد موت اقرب ہو یا قبل موت سو لہذا اسلام حادث بعد موت کیطرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل المتن دلالت کرتا ہو کہ یہہ مثال ہے
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہین وجہ خلل یہہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن مین متصل متن تھی تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا
اور دونون مین وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان مین آنے سے یہہ خلل پیدا ہوگیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف ہم مسئلہ مجہولہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول لمدعی الاسلام بحر واقع ہوا
اختلاف میت کے کفر و اسلام مین تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکے والدین ذمی ہین اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہوکر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر
المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی کما مر لقیہ نے اسلئے جسکے پاس کچھ ودیعت ہو اوس نے کہا کہ یہہ شخص میرے مودع
بالکسر جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اوسکا یہہ بیٹا ہے کوئی اوسکا وارث نہین سواے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اوس شخص کو تفویض اور
تسلیم کرے چنانچہ اس قول مین تسلیم مین واجب ہے کہ یہہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او
وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانت دار یہہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل یا مشتری

ہو پہت سے تو اوسکو ودیعت نہ دے فان اقر ثانیا بابن اخر له لم یکفل اقراره اذا کذبه الابن الاول لا له لما اقر له علی الغیر ہوا اگر امانت دار نے تیسرا
میت مذکور سکے دوسرے بیٹے کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مفید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہہ اقرار سے غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر
حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اوسکا کوئی تکذیب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو دونو وارث ہوں گے ولیست
ضمن للثانی حظه ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب لثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دیگا اگر ولد اول کو
ورثہ میت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کے کذا فی الزیلعی هم قول الضمان یہی صواب ہو چنانچہ شرح القدیر میں ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان
کذا فی الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشهود لم یقولوا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا
او غریما سواهم لم یکفلوا خلافا لهما جهالة المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثوں کے یا دین والوں کے اون گواہوں کی گواہی پر جنہوں نے یہہ نہیں کہا کہ ہم
نہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اطلاع ہی لفظ لا نعلم کا بلا حصۃ یعنی متن اور شرح کے نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہا کی یوں ہی کہ ارث ہو کی شہادت
سے ترکہ مقسوم ہوا جنہوں نے یہہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو ضامن نہ لیجائیگی وارثوں یا دین والوں کو بسبب مجہول مکفول له
کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک حاضر ضامن لیجائیگی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن احد شرحین لا نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور
شرح کا نسخہ ہے اوسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا بینہ للمجہول مضمومۃ العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک
شخص مستمر اکہ چھوڑکر مرگیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہیں لیکن اونھوں نے حصر وغیرہ کی گواہی نہیں دی تو
قاضی ترکہ قسمت کردے اور ضامن لیجائے ورثوں سے ضامن طلب نکرے دیتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا
حکم کرے هم تاخیر احتیاطا ہے واسطے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا
حکم دے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر رفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی
للقضاء ولو ثبت بالاقرار یکفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو ضامن لیں باتفاق امام اور صاحبین کے ولو
قال الشهود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا اسکے نہیں جانتے ہیں تو نہ ضامن لیں
بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وادعی علی اخر دارا لنفسه ولاخیه الغائب ارثا وبرهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی
مشاعا وترک باقیه مع ذی الید بلا کفیل جحد ذو الید دعواه او لم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان کذا فی النهایۃ ایک شخص نے دوسرے
ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑ کر
باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار
دعوی باقی لیا اوسکے پاس ترکہ اور صاحبین کا قول استحسان ہی کذا فی النہایۃ هم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم ہے غائب کے طرف سے استیفاء وارث
میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب
اوسکے پاس چھوڑنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی
تقضی منها دیونه اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے
مخاصم ہوکر میت کے طرف سے یہاں تک کہ اوسکے جائیگے متروکہ سے میت کے دیون لکن انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر
پھر معلوم کیجئے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کے طرف سے اوسمین جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطوں سے جو مشرح مذکور ہیں بحر الرائق میں هم
سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تھا کہ شارح بشروط ثلثہ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسری یہہ کہ اوسمین قسمت نہوگئی ہو تیسری
یہہ کہ وارث غائب اوسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میت کا ہے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شرط نہیں بلکہ بعض شرط

ہین اور بعض احکام اور ا وسمین آیندہ ہین ہذا کذا فی المحیط اور مختصراً و الحق الفرق بین الدین و العین اور حق یہہ ہی کہ دین اور عین مین فرق ہے ہم یہی حکم
الورثہ خصم نہین باقی وارثون کی طرف سے اوس دین کے دعوی مین جو میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھہ مین ہوا اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے
تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب گرچہ اوسکے ہاتھہ مین عین ترکہ نہوا سواسطے کہ دائن کا حق تمام ترکہ مین شایع ہے بخلاف عین مذکور کے اور بدائع
اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہہ ہے کہ دعوی دین مین بہی عین ترکہ کا کل ہاتھہ مین ہونا ضرور ہے بحر الرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے یعنے فرق مذکور
وہی حق ہے باقی سہو ہوا اور یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر وارث میت کی عین کا مدعی ہو فالشئ پر تو اگر
اپنا دعوی ثابت کری تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو
اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ میت نے اوسکو اوسکے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کرچکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب کے
حق مین دفع ہوگا کذا فی المحیط عن ابی السعود و حیثلہ او مثل العقار المنقول فیما ذکرنا الا ھہ درر اور اسیطرح اوسکے لینے غیر منقول مین ہے اور منقول کی
ہم امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر یعنے اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کری تو وہ اپنا حصہ لیگا اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چہوڑے گے
لکن حمد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقا و مثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لیا جائیگا ذی الید سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اور اسیکے مانند بحر الرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہوا اور اوسکے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہو اور زمین تو
خود محفوظ ہے قال و اجمعوا انہ لا یؤخذ لو منکرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اس پر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائیگا یعنی منقول
مین اگر ذی الید منکر ہو ہم محطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی
حکم ہے اوصی لہ بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شئ لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہہ وصیت ہر
چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع املاک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہی تو جیسی میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ہو
لو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوٰۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون صدقہ ہے تو وہ مال زکوٰۃ کی
جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہہ کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالیٰ کے ایجاب سے یعنے جس چیز مین حق تعالیٰ نے صدقہ واجب کیا ہے
اوسمین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوٰۃ مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکور مستغرق بدین
ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شروط سے کذا فی المحیط و ان لم یجد غیرہ
امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نیا دی سوائم مال زکوٰۃ کے یعنے اوسکے پاس سوا سے سوائم اور نقدین اور
اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین سے بقدر اپنی قوت کے رکہہ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوا اوسکے جب کچہ مال حاصل ہو تو بقدر اوسکے تصدق کرے
ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کا قوت رکہہ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا
کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکہہ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکہہ لے جو اوسکو کفایت کرے یہان تک کہ اوسکو
نیا مال حاصل ہو کذا فی المحیط اور فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی منزل الرجل بقبضہ
و لم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شئ بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یعنے مثلا اگر زید سے کلام کرون
تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھہ بیچ کرے بعوض اوس کپڑے کے جو مرد مال مین لپٹا ہوا ہے
اور اوس پر قبضہ کری بدون اوسکے دیکھنے کے پہر وہ فعل کری یعنے زید سے کلام کری پہر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پہیر دے تو اوسپر کچہ صدقہ
لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم ہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نہتی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ مالک کا
اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت و لو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ و ہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملکہ
قسم بوستگی ۱۲

تجارت بیچ

معزول ہی کے معزول ہوجاتا ہے غزل سکے یہہ کہ مر کر مرجائے یا اوسکو جنون مطبق ہوجائے غیر مرسل غلط ہی بلکہ صواب غیر مرسل ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے
یعنی اگر خصم نے یہ چاہا کہ حاکم کے بعد دعا بعد الموت بغیر شہرہ ہوا اور اگر شفیعکو خود مشتری نے بیع کی خبر دی تو بالاجماع طلب واجب ہی اگرچہ خبر کرنیوالا فاسق ہو اور حق ساقط ہوگا یہانتک
کی خبر پر مطلقا عمل لازم ہو خواہ وہ فاسق ہو یا غیر یا اوسکی تکذیب کرے کذا فی المحیط. ولو باع قاضی او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی
الصحیح ولوالجیۃ عبدا للدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین
القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن بل ولا یحلف بخلاف نائب الناظر قاضی یا اوسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہہ کہا ہو کہ
مین نے تجھکو امین مقرر کیا اوسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیۃ غلام کو بیچا دین والون کے ادای دین کے واسطے اور مال لیا سو اوسکا ثمن ضائع ہوگیا
قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمین سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اوس سے قسم بھی نہیں لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو رعایا کی مصالح معطل
ہوجاوین کذا فی التبیین ویرجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے بھرلے بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد کے طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی گیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیچنے کا حکم نہین دیتا جبتک
صاحب دین طلب نکرے کذا فی الحموی عن البحر. ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امر فاستحق العبد او مات قبل القبض
للعبد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ ویرجع
علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو واسطے دین والون کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا
قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری وصی سے ثمن بھرلے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا ہے تا کہ نائب بنا
حقوق عقد وصی ہی کے طرف راجع ہونگے اور وصی دین والون پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہین کی منفعت کیواسطے ہم جو کسیکے واسطے کام کرے
اور اوس کام کے سبب سے ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اوسی سے بھرلے جسکے واسطے کام کرتا تھا طحطاوی نے لکھا ہی ترجمہ ہے کہ شارح ترجیح دیا ہے
فتنبہ سکے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اوس مال مین سے بھر
لیگا یہی اصح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ای حتی ہلک کان الہالک من مال الفقراء والثلثان للورثۃ لما مر
قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور اونکو نہین دی یہانتک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا مال ضائع ہوگیا اور باقی دو تہائیان
وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنی قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاض عدل عالم برجم او قطع او ضرب قالہ
ان قد ثبت فی حد قضیت بہ فاذن تفعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای مخاطب تجھکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگسار کرنیکا یا ہاتھ
کاٹنے کا چوری مین یا مارنیکا حد مین جیسا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اوسکے فعل مین گنجایش ہے تنگی نہین بسبب واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی ایک یہی بات ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ
فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہی فعل مذکور کو محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کر لے اور علما نے اوسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانے مین اور عیون مین
ہے کہ اسی قول کا فتویٰ ہے چہ ہمارے زمانہ مین بسبب فساد قضاۃ کے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام اونکی ظاہر ہین
اور عمارک قطع وغیرہ کا نہ کرنا بحرالرائق مین لکھا لیکن پیچھے بعد اسکے مسئلہ شہید کی شرح آداب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع
کیا ہے چنانچہ مسئلہ ذکر کرکے روایت کی ہے قال ... کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر اونکا رجوع کرنا شیخین کیطرف

قول یہ ہے کہ طرف صحیح ہوا کذا فی السراج الوہاج قوله الا انی کتاب للقاضی القصیر دون تو قاضی کے خط میں اسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب تہمت
کے یعنی بضرورت احیاء حقوق اور مدد ہو اسواسطے کہ خیانت اسمیں کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو کان عالما اور بعضون نے کہا رجم قطع یا ضرب کا
قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت بعلت فساد اور غلطی کے اور یہہ امر عالم عادل میں نہیں ہے ہوا اور
اسمیں جانے ہو تو کرکہا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل خلاف الحق
قضا سے خالی نہیں اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف سے مذہب امام ہے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان
استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے اور بیان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق
ہو گی اور نہیں تو تصدیق نہ ہو گی مثال اوسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور حقیقت اوسکی اوسنے زنا کیا اور
سوال تفصیلی کیا تو اوسنے اقرار کیا چنانچہ اسمیں معروف ہے اور اوسپر میں نے سنگساری کا حکم کیا اور صدر سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ
اوسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں یہ کہے کہ اوسنے عمدا بلاشبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول
واجب ہے کذا فی النہر ولکن لا یقبل قوله لو کان فاسقا عالما کان او جاهلا للتهمة فالقضاة اربعة اسطرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی
فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہیں ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہو تو قاضی
اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعة الا ان یعاین الحجة ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا
قول مقبول ہے ہم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہیں شارح نے حجت کو تاویل سبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صب دهنا لانسان
عند الشهود فادعى مالكه ضمانه وقال الصباغ كانت الدهن نجسة وانكر المالك فالقول للصباغ لانكاره الضمان والشهود يشهدون
على الصب لا على عدم النجاسة ڈہلکا یا کسی آدمی کا تیل گواہوں کے سامنے سوا سکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی
عدم نجاست پر ہم ظاہر الجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ میں جلانا
درست ہے غیر مسجد میں اور اگر شرح وسیر حل کیجیے کہ اوس کی پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہے کذا فی
الطحطاوی ولو قتل رجلا وقال قتلته لردته او لقتله ابی لم تسمع قوله لئلا یودی الی فتح باب العدوان فانه يقتل ويقول كان القتل لذلك
وامر الدم عظيم فلا يقبل بخلاف المال اقول ابن ازيد اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور یوں کہا کہ میں نے اسکو قتل کیا بسبب اوسکے ارتداد کے یا
بسبب اوسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہ ہوگا تاکہ کشی اور شورش کا دروازہ نہ کھل جاوے یعنے اگر اوسکا قول بلاشہود مقبول ہو تو فساد
عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہے کہ قتل
اوسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ جھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیة من کتاب الاقرار هم خون کا امر عظیم ہے لہذا
مال میں ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاض معزول بلا يمين قال لزيد اخذت منك الفا قضيت بها
بالالف لبكر ودفعت اليه او قال قضيت بقطع يدك في حق وادعى زيد اخذه الالف وقطعه اليد ظلما واقر بكونهما اى الاخذ
والقطع في وقت قضائه وكذا لو زعم فعله قبل التقليد او بعد العزل في الاصح لانه اسند فعله الى حالة معهودة منافية للضمان
فيصدق الا ان يبرهن زيد على كونهما في غير قضائه فالقاضي يكون مبطلا صدر الشريعة تصدیق کیجائیگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم کے
جسنے زید سے کہا کہ مینے تجھسے ہزار درم لیے بکر کے واسطے حکم کیا تھا اور بکر کو دئیے یا قاضی نے کہا کہ مینے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں

[illegible]

اور زید نے اوسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا اقرار و ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ یہ دونون امر مین نے اخذ اور قطع اوس قاضی کی قضا کی حالت
مین واقع ہوئے تو اس صورت مین قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اوسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونیکے قول صحیح مین اسواسطے کہ زید نے قاضی
کے فعل کی اوس حالت معینہ یعنی قضا کے طرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہہ کہ زید گواہ لاوے جس پر کہ اخذ اور قطع حالت
قضا مین نہین واقع ہوئے تو اب قاضی سے بطل ہوگا اوس فصل مین کذا فی صدر الشریعہ ھ حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا شاہد ہے آگے
کہ ظاہرا قاضی ظلم کا حکم نہین کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہین کہ فعل اوسکا قضا مین بشہادت مدعی ثابت ہوا کذا فی العطایا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل
فی الاشباہ عزی بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ مین
نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اوسکو دسوان حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے
لینا درست ہے ھ صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب مذہب سے نقل کیا پھر اوسکے انکار مین مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ
اور خانیہ مین ہے کہ متولی کو دسوان حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ مین ھ اس مسئلہ کا بیان کرنا بے محل ہے علاوہ برین یہہ قول محرر اور منقح بھی نہین اشباہ
مین خانیہ سے یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف
دسوان حصہ متولی کے واسطے مقرر کردیا اور وقف مین ایک طاحونہ یعنی پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ مین بطور مقاطعہ جسمین متولی کی کچھ حاجت نہین
اور اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ لیا کرتے ہین تو متولی کا دسوان حصہ اسمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہین لیتا مگر بطریق اجرت تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی ملا بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف مین مقرر ہوا تو مراد اوس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو
اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور تخصیص کرے اور خزانۃ الاکمل اور والوالجیہ مین بطریق اجمال یون ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہین کذا فی
العطایا ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجرۃ کالنکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب
المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ مین کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہے کہ جو فعل کہ
قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو دونون کو اوسکی مزدوری لینا جائز نہین جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی
جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونون کو جائز ہے بقدر اونکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم
نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ھ خلاصہ مین ہے کہ قاضیکو سجلات وغیرہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور
نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہین اور اوسکے سوا ہی حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہین اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ
مین کہا اور اصح یہہ ہے کہ بقدر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور گاہ ہے ایک سطر کے لکھنے کی مشقت جسمین اجناس مختلفہ ہین زیادہ ہوتی ہے اس لکھے نقد کی
مشقت پر مین کہتا ہون اور عمادیہ مین ملتقط سے ہے اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ ہر ایک ہزار مین پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہین اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی
فقہ کے مناسب اور لائق نہین اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر مین اوسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اوسکی محنت کے اور بمقدار اوسکی صنعت اور
مانند اجیر حکاک اور نقاش کے مشقت قلیلہ مین اور شرح تمرتاشی مین نصاب سے منقول ہے کہ اجرت واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہہ قول ہمارے اصحاب کے
اصول سے مشابہ ہے اور کتاب السجلات مین ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کیطرف مرجع ہے
اجرت کا انتہی کذا فی العطایا وفیہا سے ولیس لہ اجر وان کان قاسما وان لم یکن من بیت المال مقرر اہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قاضی کیواسطے اجرت
نہین اگرچہ وہ قاسم ہو اور اسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو سے ورخص بعض لانعدام المقرر وفی عصرنا فالقول الاول منصور اور
بعضون نے بسبب نہونے امام مقرر کے اجرت جائز کہی ہے اور ہمارے زمانہ مین تو پہلا قول منصور اور مختار ہے سے ویجوز للمفتی علی کتب خطہ علی قدرہ
اذ لیس فی الکتبۃ بخصوصہ اور مفتی کو اجرت جائز ہے اوسکے لکھنے پر بقدر اوسکی کتابت کے اسواسطے کہ فتوی کتابت مین منحصر نہین یعنی اوسکی کتابت واجب

قرابتہ ولادٍ او زوجیتہ یا ورمنجملہ شرائط عدم قرابت ہی بسبب ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے لیکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی او عداوۃ دنیویۃ یا درمنجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں او دفع مغرم او جر نفع کما سیجی ؕ یا ہین جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنے یہہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت کی شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہے کہ بعض شرائط شاہد کے طرف راجع ہین او بعض سو پانچ وجوب قبول کی شرطین بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق او عدالت اور یہہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کے واسطے جر منفعت کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا دے اور یہہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہہ کہ مشہود بہ جو بیان ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طرف راجع ہین وہ یہہ ہین کہ دو نون شاہدون کا اتفاق ہو گواہی ہین اور یہہ شرط عام ہین جمیع انواع شہادت ہین اور جو بعض انواع ہین مخصوص ہین او منین سے اسلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی ہین اور منقدم دعوی حقوق عباد ہین اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمین توافق شرط ہے اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت ہین مگر بعد نسبت سے اور اصالت حد وارد قصاص کی شہادت ہین اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادۃ علی الشہادۃ ہین تو یہہ اداے شہادت کی شترہ شرطین ہین اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہہ دو نون تو تحمل اور ادا دو نون ہین شرط ہین اور معاینہ مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہہ سب بیس شرطین ہوئین اور اشیاء کا استثنا سے یہہ شرط سو زائد ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو عبار سمیع اکیس شرطین ہوئی ہین کذا فی الطحاوی و رکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہا معنی مشاہدۃٍ و قسمٍ و اخبارٍ للحال فکانہ یقول اقسم باللہ لقد اطلعت علی ذلک و انا اخبر بہ وھذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم بطل للشک اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوا اسکے نہین ہے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو متضمن ہونے لفظ اشہد بولنا گویا یون کہا کہ مین اللہ کی قسم کہاتا ہون کہ مقرر مین مطلع ہون اوس پر اور مین اوسکی خبر دیتا ہون اور یہہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر مین تو اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین ہوگیا یہان تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یون کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے مین گواہی دیتا ہون اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے ہم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمین محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ اشہد متعین ہوگیا شہادت ہین تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یون کہے کہ مین جانتا ہون یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک پر دلالت کرے جیسا کہ لفظ فیما اعلم یعنے ظنی کذا فی الطحاوی وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلث قدمناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے قاضی پر بمقتضاے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم سے مراد افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتون مین جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہم یعنی جب تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضاے شہادت کے سنتے ہی فورا حکم کرنا فرض ہوگیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں اشتراط تزکیہ صاحبین کا قول ہے مفتی بہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضاے شہادت حکم ہی دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اوسکے فاسق ہو جانیکے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اوسکے مرتکب ہونے اوس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ حلبیہ ابن ملک و ظاہرہ انکار فیتکفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نجانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تو کافر ہوگا

شہادت جلد ۳ ... (حاشیہ)

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کاشف سے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی
کفر در صورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ہم کا نہایک عالم ہی جسکا رسالہ ہے مسمی بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح دیکھیے آداءھا
عند الطلب دونحملہا کما مر اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو طلب کرتا ہو اور خوف
فوت حق کا ہو شاہد پر بلا طلب ادای شہادت واجب ہو ہم افتراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالی نے فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اوسکا دل گنہگار ہو تو یہہ تاکید برتاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہو دل کے طرف
جو شرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان نہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹہیرا بخلاف باقی اعضا کے جن کا تعلق اعضاء ظاہر
سو ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا ولا یأب الشہداء اذا ما دعوا یعنی انکار کرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہہ بہی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہئے شاہدون کو
اونکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیئے نہ کہ قاضی اونکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پہر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہوجاتا ہی اور اگر وہ شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہی گر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کاکی
مین ہی کہ شہادت عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور تتارخانیہ مین ہی کہ کچہہ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او
اداء ولیکن ادای شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہو جو بحرالرائق وغیرہ مین مشرح ہین انہا عدالت قاضی اور اوسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب تر مقبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العباد مین ہو بشرطیکہ اوسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی دوسرا
نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہوجاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح سنے شرط ساتوین
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہو قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا ہمارا یہہ ہے کہ ادا اور شہادت اوسپر متعین ہو دوسرا قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گہر پہنچنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوگا اور حق تعالی نے فرمایا
لا یضار کاتب ولا شہید یعنی ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو تیسرا علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سبقت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بہی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہہ ہی کہ جب وہان دوسرے موجود ہے جس سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہم طلب شی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادۃ
شاہد ہ شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بہی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور ادا کیا اونہون نے گواہی بہی کو
ہوا اور مقبول بہی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط ساتوین یہہ ہی کہ شاہد کو
وہ عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے عورت کو بار طلاق دی

پہنستی ہی سنے غلام کو آزاد کر دیا ہی یا ولی مقتول سنے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اُسکو زنا اور نکاح اور ہبہ اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اگر مجہر عدول نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبروں کی خبر بیان کریں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو اوسکو شہادت مین اختیار نہیں شرح اسبیجابی مین ہے کہ شاہد کو یہہ معلوم ہو کہ مشتری خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہہ ثابت ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی المحیط و مخفیا بتصرف وکذا الکاتب اذا تعیّن لکن له اخذ الاجر لا الشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحدیث اکرموا الشهود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب متعین ہو جاوے تو جیسا اوسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر دیگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سوار کر دیگا تو اوسکی گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود وہ عذر یہہ ہو کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ پیدل چلنے پر قادر نہو اور سواری کے کرایہ دینے کا مقدور رکھو اور یہہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یون روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان الله تعالی یستخرج بهم الحقوق ویدفع بهم الظلم یعنی کرم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ الله تعالی اونکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی البحر تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوّز الثانی الاکل مطلقا وبه یفتی بحر اور قول المصنف اور ابو یوسف نے شاہد کو کہانا مطلقا جائز کہا ہے اور اسیپر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکہا ہے اپنی شرح مین ہم تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کے لئے یا نہیں ہے یا اونہین کے واسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے وجب الاداء بلا طلب لو الشهادة فی حقوق الله تعالی اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت الله تعالے کے حقوق مین ہو ہم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق الله مین قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہہ ہے کہ حق تعالے کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہو تو شاہد بہی منجملہ اونکے ہی جن پر یہہ واجب ہی تو شاہد مدعی ٹہرا اس جہت الوجوب اور شاہد ٹہرا اس جہت تحمل الشہادة تو اور مدعی کی کچہہ حاجت نہوئی اور بعضون سے حق الله مین قاضی کو مدعی کہا ہو وہی کنایة کذا فی نهایة الاشباه اربعة عشر اور حقوق الله تعالے کے بہت ہین اونمین سے اشباہ مین چودہ شمار کئے ہین ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہہ ہو طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف وسرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت صلیبہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان سنے کہا لائق یہہ ہی کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو فقرا پر یا عبادتہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقرا پر وقف ہو یا مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی سنے اور یہی مختار علما یہہ ہو اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بے دعوی مقبول ہی اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہی اور اونہی مین اختلاف ہی بعضون سنے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور منیہ مین خلاف ہی صاحب محیط سنے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہہ ہو کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق الله ہے اور عتق عبد مین صاحبین کے نزدیک حق الله غالب ہی اسواسطے کہ حرمت ہی حقوق الله متعلق ہوتے ہین جیسے وجوب زکوة اور حج اور عید اور جمعہ اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر یفسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ سنے ادن گواہون مین جواب دیا جنہون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس مین ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأته ای باتنا وعتق امته وتدبیرها حقوق الله چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اوسکا مدبر ہونا ہم عورت عام ہی خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

نہیں اسواسطے کہ بطریکا رہنا رجعت مین شمار ہوگا تو لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ جو پہلے پر اوسکی ہمبستری مشہ(ور)ہوگا اب حرام ہوگئی اوراسیطرح تدبیر سے اوسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد و تدبیرہ شرح وہبانیہ اوراسیطرح ہر غلام کی
آزادی اور اوسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق
اللہ ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الایلاء کما عرف بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وھل یقبل جرح الشاہد حسبۃ
الظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہیں جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ
ہے کذا فی الاشباہ ہم حسبۃ مال سے جرح سو یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر مقبول ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سو مال
واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے
سو مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنے عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور کچھ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق
آمۃ اور اوسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکے طرف
اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی الراجح فلیحفظ اور نہیں ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنا بر قول
راجح تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین
مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوے مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترہا فی الحدود احب لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک بہا اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپاویگا وہ چھپایا جاویگا
تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیحیا پردہ در کے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہرچند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان
عام ہے لیکن اوسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے ازانجملہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ سے
بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم ستر اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی
کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہے کہ شاہد چوری مین لینا
کہے کہ اوسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بمنزلہ استدراک کی ہے
یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ٹھہری تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہے اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے
کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کا حق بھی نکھوا جاوے اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعای ملک وغیرہ کے تو شہادت اخذ مطلق
کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین مسروق منہ کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا
منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الطحطاوی **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اونمین قاضی
ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا مال اوسکے گھر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے
سوال کیا اونھون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے
دعوی کیا کہ اوسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے
کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ سبب اوسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اسکے
بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور
شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید مین صریح ہے اسمین
پردہ پوشی کے طرف تشیر ہے اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوجہا کی نفی ...

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو اور اگر ایسا نہو تو ابن زوجکی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط برہانی کا خلاصہ یہہ ہو کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور
ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں انمیں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہہ گواہی دی کہ اوس نے زنا کیا اونکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب
کہ باپ مدعی زنا ہو یا اوسکی ماں زندہ ہو تو گواہی اونکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقه بالزنا وقد برجلين والاخذ اور اگر مولی نے اپنے غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد ساقط ہوگی
یعنی اگر دو شاہد ہوئے کہ زنا کی گواہی دیں تو ہر چند کہ مولے پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهدا بعتقه ثم اربعة
بزنايه محصنا فاعتقه القاضي ثم رجمه ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاربعة ديته له ايضا لو وارثه اور اگر دو شاہدوں نے
اعتاق مولے کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اسکے مولے کو
اور زنا کے چار گواہ مولے کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر مولے غلام کا وارث ہو ولبقية الحدود والقود ومنه اسلام كافر ذكر لما لها
بقتله بخلاف الانثى حر ومثله ردة مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کافر مرد کے
اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اوس کافر کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کا ذکر نہ ارتداد مسلم ہے ہم مرد کافر
کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اسواسطے شرط ہوئے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کہ اوسکے اسلام پر عورتوں
کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اوسکا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ در صورت اصرار
اسکا بھی مآل کار قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد دونوں خلیفوں سے یہہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی
گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق سے اسلئے کی کہ معظم تقریر شرع اور طرق احکام انہیں دونوں کے زمانے
میں ہوا اور اونکے بعد اور خلفا میں نہ تھا مگر اونکا اتباع انتہی الا المعلق فيقع ولا يحد كما مر مگر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد ساقط ہو جائیگی چنانچہ عنقریب
مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اوسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولے پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود میں شہادت
عورات کی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی وللولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اوسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نسا کے واسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح ہم یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بحق ثبوت نسب نہ بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے
طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہاں اوسکی یہہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی
ہے عورات کے عیوب جیسے شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت زائد ہونا لونڈی خرید کرنے میں اسکو دریافت کی حاجت ہوتی ہے رتقی نے عورت مشاہدہ میں بالغہ عاقلہ والا
کی قید زیادہ مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونیکی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ہے
ابو یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاوس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال

النظر الیہ یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اوسمین جسکے
طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہو کہ لفظ نساء جمع محلی بالالف واللام ہے اور مراد اوس سے جنس عورت قلیل اور کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ حسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے یہہ کہ عورتون کی
گواہی اون امر مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہیں ہوسکتا از قبیل ولادات نساء وعیوب نساء انتہی ولا تقبل رجل واحد فی خلاصہ اور ایک
مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دی اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان
جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ بقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی
مقبول نہوگی یعنے اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل
شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو
یاد رکہنا چاہیے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تا خون معفت ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من
الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور
حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اونمین تو تنہا معلم کی
گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ہم ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہیں تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ
صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت
دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالی فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت
چار قسم ہو زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اون
امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہوسکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدہما
الاخری اور جدائی کرنا نچاہیے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالی تا یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع کے
نہیں ہوسکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہیں چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت
سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اونکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہو کہ عورات کی گواہی شرع
مین ثابت نہیں وخصہن الائمۃ الثلثۃ بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھہ مخصوص کی ہے اموال اور
اونکے توابع کے ساتھہ ہم یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھہ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں توابع اموال چنانچہ شرط
خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے
موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاتفاق
لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے تمام مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت مین یہہ
ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلا مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکہتا ہون اسکا
تو مقبول نہیں کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہیں مشتق الشہود مین ہو کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص مین شہادت لفظ ہا طلق ہین قال اللہ تعالی
واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ
منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص مین ارشادات بلفظ شہادت وارد ہے

کہ لفظ شہادت اقوی ہے اخبار اور تیقن سے کیونکہ یہ بینے مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے
اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کیکے لفظ میں منحصر نہیں اختیر مخصا تبصرف وکل ما لاتشترط فیہ ھذا اللفظ کطہارۃ الماء ورؤیۃ ھلال رمضان فہو
اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ بلفظ شہادت شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رؤیت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ
لوجوبہ اور مراتب ارکے بیچ میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد کی
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنے شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم تو اس سے
اوسکا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اوس پر عمل کیا جائے کذا فی الفتح وفی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب لخروجہ
من البطن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور ازانجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبدالبر نے
لیا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اوسکی
شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور روز جندی نے اوسمیں یہ
قید لگائی ہے کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوس نے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البحر والطحاوی لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ اثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بر
خلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی نے حکم کیا فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال
ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کر دیا اوس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ
فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادقہ
کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اسطرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے
مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی رعب داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے
واسطے کوئی اوسکے بدلے اجور مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل ہے
نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں انتہے نص سے مراد نص قرآنی ہے یعنی واشہدوا ذوی عدل منکم والمطاوی کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے
جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وہی ان علی حاضر یحتاج الشاھد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص کی ہو تو شاہد کو تین موضع کے طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یوں کہے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس ولو علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولھا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکو اوسکو

اوس وقت مسلم ہو جب کہ عربیت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا
نہیں ولہذا اشرنبلالی کا مختار یہہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہوا اور اسیطرح باپ جب کہ
اپنے فرزند کے لئے اسیطرح گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہی
خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاہد کو اوس کا
شرکت یا معاملہ پہنچنے سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا لازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینار اور درم کی خوش معاملگی میں معروف ہو پنجم یہہ کہ
ادای امانت میں ظاہر ہو ششم یہہ کہ راست گو ہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہے ما فی الطحطاوی والتعدیل من
الخصم الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یعتبر اور تعدیل یعنے عادل کہنا اوس مدعا علیہ سے جسکے طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیگئی صحیح نہیں ہے
جب کہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولے صحیح نہیں ہوگی سنئے کہ التعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اوسکے شہود اپنے
گمان میں مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوی میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ اون لوگون میں ہو جن کے طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیۃ و
المراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہو عدل الا انہ اخطأ او نسی ولو بزیادۃ اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ ہے یوں کہنے سے
کہ شاہد عادل ہیں خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہد نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اوسکی
تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا النسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ
عند الجحود ہو اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کریگا نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوے مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت اقبال دعوی ہے
تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچہہ حاجت نہیں اور مدعی کا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب
یمکن التحلیف فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی اور
بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم لینی جائز ہے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں بتا سکتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکہا ہے پھر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانہ میں خود مجہول ہے تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتا دیگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہے کتاب القضا میں قبیل تحکیم شاہ سے
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اوس کا نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ کہیں کہ تحلیف نہ کرا اپنے قاضیوں کو اوس
امر کی جسسے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہے علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تقدیسیہ کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہو اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نسبت خاطیا اور مجہول بتا سکتا یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ نفس
الواقع حال اسطرح ہو لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تفحص میں نہایت کوشش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور
کوئی مومن بلاعیب نملے چنانچہ قائل نے کہا ہے ۔ ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا ۔ کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ ۔ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیاں گنی جاویں والشاہد فضلا ان یشہد بما سمع او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے گواہی اوس امر کی جسکو سنے یا دیکہے بیع کی

مانند ہیں اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی بجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور ما سند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق کہنے کے ہو تو یہ اقرار
من جملہ مبصرات ہوگا ھ یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گواہی شی مسموع
اور مرئی دونوں ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو از مسموعات ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے
ہوا اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دیں گے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خریدار کی شہادت میں
بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور اقرار لسانی مسموعات سے ہوا اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم
کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اسطرح کہ اوسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا
گاہے آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مستند اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ اما بعد
فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت گرامی مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہیں اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو انکو اوسکے اقرار کی گواہی
دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا کیونکہ اقرار ہے اور اگر شاہد کے روبرو لکھا اور کہا کہ تم گواہ رہنا تو اگر ان کو اوسکا مضمون
معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگی کی کتابت تو بالضرور مستند اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی المحیط و قا
حكم الحاكم والغصب والقتل وان لم يشهد عليه ولو مختفيا يرى وجه المقر ويفهمه اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور
قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اوس وقت چھپا ہوا تھا اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکھتا ہو اور اوسکا اقرار سمجھتا ہو ھ خلاصہ میں ہے کہ
اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی تو در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد
مقر کو دیکھتے نہوں اور اوس کا کلام سنتے ہوں تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر در صورت آیندہ متن کذا فی المحیط و لا یشہد
على محتجب بسماعه منه الا اذا تبين القائل بان لم يكن في البيت غيره لكن لو فسر لا تقبل درر اور شخص دیوار وغیرہ کی آڑ میں ہو اوسپر
گواہی نہ دیوے اوس سے بات سنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری میں سوا اوسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سنی کو بیان کریگا تو گواہی مقبول
نہوگی کذا فی الدرر ھ یعنی جب کہ شاہد کوٹھری میں داخل ہوا اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اوسکے دروازہ پر بیٹھا اور اوس کوٹھری کی
کوئی راہ نہیں سوائے اوس دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی المحیط و حکی عن الخصاف او من تحملها ای الفاتحۃ ثم شہد
اثنين بانها فلانة بنت فلان بن فلان ويكفي هذه الشهادة على الاسم والنسب وعليه الفتوى جامع الفصولين یا شاہد عورت
کلام کرتی ہوا ایک جسم دیکھے اور دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے
اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ھ رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب اوڑھے عورت
کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آتا ہو اور دو مرد ہوں کہ کہیں کہ یہ
فلانی عورت ہے تو اوسکو گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ
بتاویں تو جائز لین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالۃ دے کذا فی المحیط و فی
مسئلہ ملتقط شارح کافی الحاوی عن محمد لا ينبغي للفقهاء كتب الشهادة لان عند الاداء يبغضهم المدعى عليه فيضرهم جواہر میں ہے
محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادای شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اور وہ
بغض اونکو ضرر کریگا ھ وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اون لوگوں سے جو شرعا محبوب ہیں یعنی اہل علم کی محبت شرعا لازم ہے اور تحمل شہادت
آخرکار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اوس صورت میں ہے جب کہ اہل علم میں تحمل یا ادای شہادت متعین نہو وان کان
بين الخطين بان اخرج المدعي خطا و اقرار المدعى عليه فانكر انه خطه فاستكتب فكتب وبين الخطين مشابهة ظاهرة على انهما

خطاً تماً واحداً لا یحکم علیه بالمال هو الصحیح خانیة ولو افتی قاری الهدایة بخلافه فلا یعول علیه وانما یعول علی هذا التصحیح
لان قاضی خان من اجل من یعتمد علی تصحیحاته کذا ذکره المصنف هنا وفی کتاب الاقرار واعتمد ما فی الاشباه اور اگر دو خطوں
میں تشابہ ہو بایں طور کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعاعلیہ کے خط سے سو مدعاعلیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعاعلیہ سے آزمائش کے واسطے
کچھ لکھایا گیا سو اوس نے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعاعلیہ پر ثبوت
مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا تو اوسپر اعتماد نکیا جائیگا اعتماد
تو فقط اوس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کی تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اونمیں سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہیں ایسا کہہ مصنف نے
اپنی شرح میں یہاں اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہہ ہے
کہ تشابہ خط اس سے زیادہ نہیں کہ مدعاعلیہ اقرار کرے کہ یہہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھپر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب
نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لکن فی شرح الوهبانية لو قال هذا خطي لكن ليس علي هذا المال ان كان
الخط على وجه الرسالة مصدراً معنوناً لا يصدق ويلزم بالمال ومثله في الملتقط وفتاوى قارى الهداية فراجع ذلك لیکن شرح
وہبانیہ میں ہے کہ اگر مدعاعلیہ کہے کہ یہہ میرا خط ہے لیکن مجھپر یہہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعاعلیہ کی تصدیق نہوگی
اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے تو اوسکی طرف مراجعت کرو ہم کہتے ہیں یہہ قول ہے قاضی النسفی کا
کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے
تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علما اسکے خلاف پر ہیں اسواسطے کہ لکھنا کبھی تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصاً ولا یشهد
على شهادة غيره ما لم يشهده عليه وقيده في النهاية بما اذا سمعه في غير مجلس القاضي فلو فيه جاز وان لم يشهده شرنبلالية
عن الجوهرة اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ وہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ کرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہہ قید لگائی
ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنی تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اوسکے گواہ کرنیکے تو اگر مجلس قضا میں اسکو سنے تو گواہی دینا
درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن الجوہرہ ہم وجہ جواز یہہ ہے کہ شہادت ثابت ملزم ہے اور یہہ تعلیل اسکی مفید ہے کہ
قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں وخالفه تصوير صدر الشريعة وغيرها اور نہایہ کی
قید مذکور اسکے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلے کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے
شہادت کو سنا تو اسکو اوسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول سمجھئے تو منافات مرتفع ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی وتوهم
لابد من التحميل وقبول التحميل وعدم النهي بعد التحميل على الاظهر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہہ قول کہ ضروری ہے تحمیل
یعنی گواہ کر دینے سے اور ضروری ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر ہم تو اہم عطف ہی تصویر پر اور سوا تینوں شرطیں تحمیل مصدر
باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول
نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نعم الشهادة بقضاء القاضي
صحيحة وان لم يشهدهما القاضي عليه وقيده ابو يوسف بمجلس القضاء وهو الاحوط ذكره في الخلاصة ہاں حکم قاضی
کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نکیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت
حکم کی بلا اشہاد اوسوقت صحیح ہے جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصہ وكفى عدل
واحد في اثنا عشر مسئلة على ما في الاشباه منها اخبار القاضي بافلاس المحبوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ

مشکلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے ازانجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالۃ
کی خبر اسیطرح مستورین کی خبران چیزون مین مقبول نہین شبہ قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین
جو دیگر شخص کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوے کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اسکو قید رکھے
پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللتزکیۃ ای
تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی
بالاجماع ہے تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہے جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہر التزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور
دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ ایسکو مزکی مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو
اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون صفتین اچھی اور مفلس نہو تا مال پاکر وہ کھانکھا نے اور اگر شہر کے محلہ مین یا اہل
بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر خبر معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاھد والخصم اور
شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے تو ترجم
کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تفسیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور کاہی جیم
اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام محمد کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو
مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی
سیکھ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی
مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصون کا ہونا زیادہ تر احتیاط ہے ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کیطرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ
عبد وصبی و والد لولدہ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صبی عاقل اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی
وقد نظمہا ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کئے ہین سو یون
کہا ہے ع ویقبل عدل واحد فی تقوم وجرح وتعدیل ولارش یقدر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھیرانے مین اور جرح اور تعدیل
شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید محرم کی قیمت ٹھیرانے مین اور تلف کردہ شی کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی
سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی نتھی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن
نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنی ہے کہ اوسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھیرانے مین مثلا ایک عادل کافی ہے
ع وترجمۃ والسلم ہل ہو جید + وافلاسہ الارسال والعیب یظہر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب
مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی ع وصوم علی ما مر او عند علۃ + وموت اذا للشاہدین یخبر
اور صوم مین چنانچہ مذکور ہوچکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہوچکا کہ ہلال رمضان مین
عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہہ روایت حسن کی ہے اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ درصورت علت مذکور
عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کا گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی
تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم یعرفہ المسلمون سالوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور

اور کہہ ذمی کا ہوا ہی امانت داری کیسا اوسکے دین اور زبان اور ہاتھہ مین اور یہہ کہ وہ ہوشیار ہے مجموعت نہین ہو پہر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اوسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانتداری یہہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہوا اور زبان کی امانت داری یہہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہوا اور ہاتھہ کی امانتداری شاید یہہ کہ سارق نہو اور بہتر یہہ کہ شائع کہا کہ اگر مسلمان نہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار مین ہے کذا فی الحلاصۃ وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادتہ ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط مین ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پہر وہ مسلمان ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہی اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اور مستی انجیل مین حرام ہے تو وہ فاسق ٹہیرا النصاری کے دین مین ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ اور جو شخص گواہی نہ دیجسنے اپنا لکہا دیکہا اور یاد نہ ہو اوسکو یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسیطرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نکرے اپنا خط دیکہکر بدون یاد کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ یہہ ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور مین تنگی رہی اختیار کی لہذا اونسے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مرد و زن سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بہی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکہنا ضرور ہے تو اگر اوسنے مسودہ کو دیکہا اور یاد نہوا اور اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اور میری مہر ہی تو اوسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اوسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی الفتح اور فقط تذکرہ مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ نأخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ یہہ ہے کہ شرط یہہ ہے کہ مسک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور یہی ہاتھہ مین نہو جبکہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین انتہے بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہہ قاضی اور راوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے واسطے انتہے اور ظاہر کلام شارح ماتن کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین آپس مین متفق ہین اور جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہوچکا اور اسیطرح درر علمی مین ہے البرہ نے کہا وجہ تطبیق یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مضمون مین بلا معاینہ گواہی درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین اگرچہ کسی معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود ہین کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح خانیۃ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے اور ولا ابو یوسف کے نزدیک اور مہر بقول اصح کذا فی البزازیۃ ہم شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور خصیبی کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہی سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین نہیسے ولا مین عدم قبول مقدم ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پہر اوسنے حلوانی کا قول عدم مذکور کیا اور ولا مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع مین چنانچہ علامہ عبد البر نے ذکر کیا ہے اور اسیکے مانند ہے بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور فتح القدیر اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب ثم نسب ہم تو جبکہ ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے صاحبین کے نزدیک سنا کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اوسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اوسکے فراش پر نہین دیکہی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی والموت ہم موت ہم تو جب لوگون نے کہا کہ فلان شخص مرگیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ کیا ہو بزازیہ

مین ہو کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہو کہ اگر انسان کی موت کی خبر
آئی پس اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہو تو جائز نہیں کہ اوسکی موت کی خبر دی جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دے کہ مین نے
اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب گاہے موت پر مقدم ہوجاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا
فی الظہیریہ والکفایہ اگر نکاح علم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے
حاوی مین ہو کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھا اور لوگون سے سنا کہ فلانی عورت فلانے
مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہیں کیا آثار در مین ہے کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الظہیریہ والدخول
بزوجتہ یعنی دخول بزوجہ یعنی یہہ بھی بتسامع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب وولایۃ القاضی یعنی ولا
قاضی ہم یعنے جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہیں کیا
بحر الرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیئے واصل الوقف یعنی اصل وقف ہم لوگ گواہی
دین کہ یہہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہیں کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور
خزانہ مین ہے کہ شرط نہیں بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کے طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ فی المختار کما مرّ فی بابہ اور قول
ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی تسامع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہوچکا وقف کے باب مین طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر
کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے
مقبول نہین انتہے اور مجتبے مین ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر نے
واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل سے مراد ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہوا اور جس پر وقف موقوف ہو
اور اگر ایسا نہیں تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور [illegible]
اور جہت کے واسطے مقرر کردینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہیں جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ
بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط العدالۃ او شہادۃ
العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثیٰ وہو المختار ملتقیٰ وغیرہ تو شاہد کو بتسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی
وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے ایسی جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہیں بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سے
سوا موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ شہرت
کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقیہ چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین مگر
مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بخبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کر جائز ہے دفع
حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے ہوا ہو اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہیں ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص
موجود نہیں ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہیں ہوتا اور اسطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہان کوئی موجود
نہیں ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور نصب و تقلید سلطان سے سو اوسکو کوئی معاینہ نہیں کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسطرح وقف
وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتی ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہوجاوین کذا
فی الجوہرہ اور ایک عادل کی خبر سے موت کی شہادت مین کافی ہو نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کیوقت

ایک ہی شخص رجوع ہو تو اوسکا طریقہ یہہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونون ملکر قاضی کے روبرو گواہی دین تو قاضی اونکی شہادت پر
حکم کریگا کذا ذکرہ ابو السعود وکذا شارح الوھبانیۃ بان لا یکون المخبر لہما وارثا و موصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر موت مین یہہ قید
لگائی ہے کہ وہ مخبر یعنی خبر دینے والا وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہے نہو اور حکمت یہہ ہے کہ وارث شاہد ہو اسواسطے مورث کی موت بیان
کرتا ہے کہ اوسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے وموضع فی یدہ شیء سوی رقیق علم رقہ و یعبر عن نفسہ والا فھو کبیر فلک ان تشہد
بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور تصرف مین کوئی چیز ہو سوا اوس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہے تو تجھکو اوس متاع مقبوض کی یون گواہی
دینا درست ہے کہ یہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل مین یہہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا متفرد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہو اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ تمام اسباب مین وہ دلالت قبض ہو تو اوسی پر اکتفا ہوگی اور ضرورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور
تصرف مین دیکھی ہو پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھی ہو پہلا آدمی اوسکی ملک کا دعوی کرے تو دیکھنے والے کو گواہی دینا جائز ہو کہ وہ چیز جسکی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کرسکتا ہو تو مجرد معاینہ قبض اوسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو اسباب و متاع کے مانند ہو تو اوس کی مملوکیت
کی گواہی معاینہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا یہہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو وہم ہوا کہا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون
عبارت مذکور کا یہہ ہے رقیق سے تحیر ہو یعنی جب تک سمجھانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اوسکی رقیت کی گواہی ندے اور غیر سمجھ مین اوسکی رقیت کی
گواہی دے تیسے یعنی معاینہ قبض سے مراد اوسکی یہہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اوسکی مملوکیت کی گواہی ندے معاینہ قبض سے مگر جب اوسکی
رقیت معلوم ہو اور یہہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا سوی رقیق یعبر عن نفسہ ولم تعلم رقہ والا فھو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی
شرنبلالیہ مین ہے شہادت قلبیہ بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ علت شہادت مین یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کے طرف عدول
ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہو بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی ندی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہوا لہذا علما نے کہا ہے
کہ جب انسان کو ان چیزون مثل خانہ کتب کے اسمین دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اوسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے دینا جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین ہے اور یہہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر دین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر
دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہین مگر جب کہ تیرے دل مین یہہ جم جاے
کہ یہہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو واسطے قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شلبی کے حاشیہ مین ہے خانیہ سے ولا لا اور نہین تو نہین یعنی
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اوسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو قال القاضی کذلک جاز لہ القضاء
بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو یعنی قبض اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اوس وقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اوسکی ملک کا دعوی کرے اور اگر دعوی نکرے تو جائز نہین ہم دعوی ملک کی قید شارح صاحب بحر کا تابع ہو کر
اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع منافی کی ہے زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہین
خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر سعدی آفندی نے کہا
کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہین پس خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی ولان

شرط المشاہدۃ للشاہد ان شہادتہ بالملک ... بمعاینۃ الید دلالۃ علی الصحیح ... فی الوقف والموت اذا فسر او قال لا اخبرنا بہ

أنّه به تقبل على الا صح خلاصة اور اگر شاہد لبتسامع قاضی سے بیان کریں کہ اوسکی گواہی لسامع سے ہو یا معاینۂ فعل سے تو گواہی بقول اصح مردود ہوگی مگر قضا اور موت میں جبکہ دو لوگ شاہد بیان کریں اور یون کہیں کہ ہمکو ثقہ یا موت کی خبر دی ہے اوسنے جسپر ہمکو بھروسا ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ حمونی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی ادا کرے اور اوسکی تفسیر کرے یعنی تسامع یا معاینۂ قبض کو ذکر کرے کذا فی الفرمینۃ عن الخانیۃ معنی لمتفسیر ان یقول شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قال لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہیں کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت لبتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے اور شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگون میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم باب القبول

وعدمه ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا او لا یصح فان الفاسق مثلا یصح قبولہا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب یہ شبہ کے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اھل الاھواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبون سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے حمونی نے عبارت ہی خواہش مذموم سے او رائی لیک فرقہ معین نہیں ہے بلکہ جو مخالف سنت کے ہو تاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے مغرب میں لکہا ہے کہ اہل اہوا وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کریں اور اہل قبلہ ہون یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہون اونکی گواہی اسواسطے مقبول ہوگی کہ اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں یہ اسکو نہیں ڈالا مگر اوسکے تدین نے یعنی یہ سمجھا کہ راہ حق یہی ہے اسی واسطے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے اسلئے یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور یہ کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور روافض فرقہ مشہور ہے اور خوارج وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کی صفات ثابت کریں اور تعطیل میں گویا مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالیٰ کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے نہر الفائق میں لکہا کہ اہل ہوی میں سے جن کی تکفیر ثابت ہے جیسا کہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں اونکی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے تو یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام کراہی کی اسپر دلالت کرتا ہے کہ صرف جو چہ فرقے شارح کے نہ فرق ہیں تو ذکر کیا کہ ان میں خطابیہ ہی بقدر الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لمذہبہم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہیں روافض سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر اوس شخص کے واسطے جو قسم کہائے کہ میں حق پر ہون تو اونکی شہادت کا مردود ہونا اونکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور اونکے مذہب کا ذکر باقی نہیں رہا کذا فی البحر یعنی اب مذہب والا کوئی باقی نہیں رہا خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفہ میں خروج کیا اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی طرف دعوت کی اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدا اکبر ہیں اور

باب القبول وعدمه

قیام شہادت ضمناً ہو۔ قصداً اور ضمناً جائز ہے تو قصداً جیسے کہ بیہ ہو کہ گواہی دے کہ زید نے اسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذافی الطحطاوی وتقبل

علی ذمی بوصیۃ وصیۃ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم بحر اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر

کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعاً کما مر وضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران

علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلماً علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم حقاً

وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم

کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہہ گواہی دی کہ

اوس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کا ذکا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافروں نے

گواہی دی کہ یہہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اوس نے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے وجہ استحسان یون

مذکور ہے کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہے اور

اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو حقوق

ضائع ہو جاوین جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر اقبول شہادت

اوس صورت میں ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر

مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اوسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی

الطحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو

حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی

الطحطاوی الا اذا کانوا اعواناً علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین

فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق

النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہوں تو اونکی گواہی مقبول نہیں

بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اوسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے

اور صراف کی اور جہازوں کے معرفوں کی یعنی جو تجار اہل جہاز کو مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اصناف اہل حرفہ کے چودھری اور مہتر کی

اور اوسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بنا و ٹی وکیلوں کی گواہی اور قبالہ نویسوں کی اور جہات کے ضامن داروں کی

گواہی مقبول نہیں مانند اون لوگوں کے جو شہر والوں کے بازار کو یا نخاسوں کے بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے

بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذافی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دین اور وہ خوشی سے رکھے اور عرفا سے

مراد پیشہ وروں کے رئیس اور محضر نقضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو

دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو اونکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور اونکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ اونکی

جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور دو کیل حقیقے کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد مہملہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی

یعنی کاتب وثائق وقبالہ نویس اونکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے سنکے رو برو اقرار کیا اور بیچا اور ضامن درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا

اگرچہ امر مذکور واقع نہوں اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرنے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ و

تشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں جو از بر باطل اور فعل باطل پر گواہی دے جیسے نخاسین کو بطور مقاطعہ

لیتا ہو یا اوسکے مثل اوسکے پر گواہی لکہتا ہو مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو ان پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال
ہوا ان لوگون کا جیسے شہرون مین سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہین انتہی تماسین بجای مہملہ ہو اور بعضی کتب مین تجاسین بجیم
تخاس سے یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فتشہد له عماله ونوابه ورعایاهم لا تقبل کشہادۃ
المزارع لو تبدا الامر خفی اور وہبانیہ مین ہو امیر کبیر نے دعوی کیا سو اوسکے عمال اور نواب نے اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو
مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب گناہی کے امیر کے خوف سے
مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لا تلیق به وهي حرفة آبائه واجداده والا فلا مروة له لو دنیئة فلا شهادة
له لما عرف فی حد العدالة فتح واقره المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال سے مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اوسکے لائق
ہی یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ الائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ پر مین مروت ہی اور بوالمروتی
اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی النہر اور ثابت
رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہو کہ ترک مروت مسقط عدالت ہو مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا
فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گہٹ جای اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہو روش نیک اور حفظ لسان اور سب کی عقل سے
اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بها ولو قضی صح وعمم قوله مطلقا ما لو عمی بعد الاداء
قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہی
اور مصنف کا مطلقا کہنا عام ہی اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہوگیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت تسامع جائز
ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہو کہ ادای شہادت مین اشارہ کی
تمیز کی حاجت ہی مشہود له اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہو کہ اوسکو کچھ خصم تلقین کردے اسواسطے
کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہوجاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت
اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ جسمین شہادت تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ
اشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہہ ہو کہ اخرس کو مطلقا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد ومملوک و
لو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا
فی حال صحته اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہو کہ جو ایک
ساعت مجنون ہوجاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ بیہوشی کے ہی نہر تو معلوم
ہوا کہ ہمیشہ مجنون سے ہو کذا فی الطحطاوی الا ان یتحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقه کما مر وبعد البلوغ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر
ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنی آزاد کرنیکے
حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا لو بعد ابصار واسلام وتوبة فسق وطلاق زوجة لان المعتبر حال الاداء شرح ملتقی اور اسیطرح
گواہی اندہے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای
شہادت کا حال ہی کذا فی شرح الملتقی ہم علت اسکا مقتضی ہو کہ اگر تحمل کے وقت اندہا ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین
ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مین جیسا کہ حکم صحیح ہو کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برده لعلة ثم زالت فشهد بها
لم یقبل الا اربعة عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہو جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو کسی علت کی وجہ سے اور علت

زائل ہوجائے پھر تمام اوسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصون کی گواہی مقبول ہے بعد ردّ کے غلام اور صغیر اور اعمیٰ اور کافر کی مسلم پر ہر حادثہ
اول کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ مین انکی گواہی مقبول ہے بعد ردّ شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے کسی کی گواہی
ایک حادثہ مین ردّ کر دی تو دوسرے حاکم کو اوسکی گواہی اس حادثہ مین قبول کرنا جائز نہین اگرچہ اوسکے نزدیک شاہد اہل ہو یہ فتح الغفار وغیرہ مین ہے
چار شخصون کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور مخنث اور متہم اور فاسق کی بعد ردّ شہادت مقبول نہین انتہے اور قبول شہادت اعمیٰ بعد ردّ
اس پر محمول ہے کہ تحمل و ادائے شہادت حالت بصارت مین ہوا اور تحمل و ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے
یعنی وکذا ابن البصائر بعد اسلام کذا فی الطحاوی ولذا قال الکمال احد الزوجین مع الاربعۃ ملحق اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین
اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہے چنانچہ نہر الفائق سے منقول گذرا ومحدود فی قذف تمام الحد وقیل بالاکثر وان تاب بتکذیب
نفسہ لان الرد من تمام الحد بالنص اوسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود
فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ ردّ شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے بنص قرآنی ہے ہم قاذف کے
حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جو حرام کاری کا عیب
لگاوین محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاوین تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نکرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے اور
نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہے تو ظاہرا عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مؤلم اور دردناک ہی کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم والاستثناء منصرف الیٰ ما
یلیہ وھو واولئک ھم الفٰسقون اور استثنا راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے اولئک ھم الفاسقون ہم مستثنیٰ یعنی الا الذین تابوا راجع
واولئک ھم الفاسقون کے طرف نہ لا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہوچکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد
واقع ہو تو اخیر جملہ کیطرف راجع ہوتا ہی مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کے طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین مین اور امام شافعی اور مالک
اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہو تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافرا فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ
بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اوسکی گواہی مقبول ہوگی
اگرچہ اکثر حد قذف بعد اوسکے مسلمان ہونیکے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا
تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے جملہ اہل شہادت ہے تو اسکی ردّ شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام
دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام ہونے کی حالت
مین مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو ردّ شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
ردّ شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اذا اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کذا فی النہر قبل
الحد یعنی محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ اوس مقذوف کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین گواہی
دین اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے گا تو آتی البحث سلامۃ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی
اوسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ انما یتحقق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی القذف
والمعروف بالکذب اور بحرالرائق مین ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے
بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ اوسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہوسکتا بخلاف سائر انواع فسق وتمامہ فیہ

وَلَو شَهِدَ لَو عَدْلًا لَا تُقْبَلُ أَبَدًا ملتقط لکن سیجیٔ ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول
شہادت مذکورہ آگے آویگی ھم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود
یہ ہے کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الفتح وصححوہ فی شہادۃ تقدم فی
الیمین وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ
لمنع الشارع عما یستحق بالیمین وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری
وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند
الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی مجوس کی اور جس حادثہ میں جو واقع ہو مجلس وغیرہ میں اور
اسیطرح لڑکوں کی گواہی مقبول نہیں ان حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر
واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اس شغل سے جسکے سبب مجوس مستحق صبر کا ہوا اور بسبب منع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات
نساء کی تو عدم قبول شہادت میں تقصیر انہیں کیطرف منسوب ہوئی نہ شرع کیطرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہے کہ فقط
عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہو جاوے انتہے تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت خبردار
رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ھم عبارت صغری ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر
ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہو گیا اور ہر مجوس کے فسق میں گفتگو ہے اسواسطے کہ گاہے انسان بتقصیر بھی
قید ہو جاتا ہے اور منع شرعی حق مجوسین اور نساء میں البتہ ظاہر ہے نہ اطفال میں کیونکہ وہ مشغول مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوجۃ
لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی ہر ایک
زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ھم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے
حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنی شریک کیواسطے اس چیز میں جو دونوں میں
مشترک ہو لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی
سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد
لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ کہ اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی
زوجہ کی منفعت پر جائز ہے ھم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدوں کے ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے
اور دو شخصوں نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولما فی جلد ۲ من
لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت شہادتہ فعلم ان الزوجیۃ
عند القضاء لا التحمل والاداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسوجہ سے کہ قنیہ میں ہے
کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت میں ہو تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الحاشیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور اداء شہادت کے وقت شارح
نے چاہا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور
حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اوس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہے جب زوجیت عند التحمل متحقق ہو
تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضائے عدت اوسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم مشروعیت زوجیت حالت اداء میں مسئلہ خانیہ میں مذکور

ہو چکی کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کی آبا و اجداد کے واسطے اگرچہ اصل اوپر تک ہو
یعنی دادا پردادا اور نانا پرنانا ہو دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ ہے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو ان میں
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی دیکھنا اونکو زکوۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی جو اونہوں نے حضرت
سائہنہ علی مرتضیٰ کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نکی تو حضرت علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
کہ حسن اور حسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے لعضی
روایت میں آیا ہے کہ حضرت مرتضیٰ نے اونکو قضا سے معزول کیا پھر اونکو بحال کیا اور روزینہ اونکا زیادہ کر دیا تو بعضون نے کہا کہ حضرت مرتضیٰ نے شریح کے
اسی قول کے طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اوسکے
بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب تحیلاق اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اوس نے
دعوی کیا کہ یہہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ [illegible] اوسکے والد نے زوجکے اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہو اس عورت سے تو
وہ لڑکی کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں عدم [illegible] کی شرح [illegible] ہے کہ [illegible] خانیہ میں قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول
یہہ ہو کہ بیٹا عزیزتر ہوتا ہے پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت [illegible] دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نرہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعید
عکس کے تھا کیونکہ یہہ شہادت اصل کی ہے فرع کے واسطے کذا فی [illegible] وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا
والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جب کہ اپنے باپ پر گواہی دی اپنی ماں کے واسطے اگرچہ اوسکی سوت کی
طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اوسکے باپ کے نکاح میں [illegible] اسکی مضرت پر ہو اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنیٰ میں اسواسطے
مقبول نہوئی کہ اسمین [illegible] منفعت ہے ماں کے واسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ
القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول [illegible] صاحب اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہی کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہیں
مگر مسئلہ قاتل میں جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکے طرف [illegible] القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت مسئلہ یہا
میں یون مذکور ہے کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر اونمین سے دو نے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا تو حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں
مگر اس طرح کہ اونمین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس تیسرے شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص حاضر کے حق میں گواہی مقبول ہے اور
حسن نے کہا کہ اسکے حق میں مقبول ہے انتہی ملخصا کبری میں ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے
نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی
الطحطاوی ملخصا والعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنے اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہین بسبب تہمت کے ہر وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے
تو گویا اپنے حق میں گواہی دی وسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی
اپنے غلام اور مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اوس مال میں جو دونون میں مشترک ہے اسواسطے کہ یہہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کو
واسطے ہی ایک راہ کذا فی الاشباہ فلہم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ میں ہے کہ مدعا علیہ کو جائز ہو کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے
حد قذف سے اور شرکت سے ہم بسبب مدعا علیہ یہ کہ شاہد غلام ہیں فلان مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہئیے اوسکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہیں تو طاعن
ناقامت بینہ لازم ہو اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہیں مدعی کا اور [illegible] گواہ قائم کر [illegible] تو گواہی مقبول ہے اھ [illegible] کے گواہ [illegible] مقبول نہیں [illegible]
ہیں کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی ولو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل
تا [illegible] لیکن خراج کل ارض معین والخراج للشاہد [illegible] شاہد سے [illegible] ہیں ہر کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی

... کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
... اور دفع مضرت نہین اور اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قراہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون لشیء من مصالحہ لو غیر نافذ او فی النافذ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل والا قبلت ولا احد
شیئا تقبل وکذا فی وقف المکتب انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گانون مین سے ہے تو مقبول نہین اور
اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کہ کہین کہ یہ ہمارے کوچہ کے مین سے ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب
تہمت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ پہوڑا چاہتا ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھہ نلونگا تو گواہی مقبول ہوا اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہے ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد کر
ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہوا
کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہی کہ شاہد کا اوسمین فائدہ ہی تو محل تہمت ہی ولا الاجیر الخاص لمستاجرہ
مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ وہو
معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی
اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص
ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع کی
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اون سے یعنی گہر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع سے جسکے معنے سوال و تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین اختلاف
ہی بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھہ کہاوے اور یہی مراد ہے قانع سے
جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور کو ذکر کیا ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد مین عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بہائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے
اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر ملخصا وسنی کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد
ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت اور ملازم ہے اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو انکے رئیس
کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسے خیاط اور حداد اور سنار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اوسکے
منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کرسکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم
آوے کیونکہ اوسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین لکھے ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ
لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہی کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کی بابت مقبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اوسکا محتاج نہین بخلاف اجیر
خاص کے ہم نے مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق
فعل کرے اور لواطت کراوے بعضے نالائق فعل کرے یعنی عورتون سے حال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتھہ مشابہت کرے فعلی
مشابہت یہہ کہ لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط
فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء

لعنت کری اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھہ مشابہت کرتی ہین وامّا بالتشبّہ فالمخنث
فی اعضائہ وکلامہ خلقۃً فیقبل ہمہا اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی نرم ہو اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اوسکی گواہی قبول
کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہہ امر اختیاری نہین پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا لحرمۃ رفعہا صوتہا درمختار یعنی گانے والی عورت
کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنیکے کذا فی الدر
ہم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی کیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی یعنی گانا
بہوا یعنی مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا خلاف حرام ہے
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بما قیدنا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو کذا فی الواقی اور اسی طرح
ہو راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے ومدمن الشرب علی اللہو مین مداومت شرط
ہو کذا ذکرہ الواقی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی
رد کرے اور یہہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کرے تو حرام نہین ہے ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا باجر درر وفتح زاد العینی فلو فی مصیبتہا
تقبل وکذا الواقی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان کالشرب للتداوی اور اوس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور کذا
واقی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر اور اختیار کے تو اوسکا نوحہ اپنی مصیبت
مین مانند شراب پینے کے ہوا علاج کے واسطے وعدوٌّ بسبب الدنیا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے
وہ عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ مین لٹا اوسکی گواہی
رہزن قزاق پر اور یہہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے کسی حق مین خصومت اور نزاع کرے تو وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر وحکاہ ابن کمال عکس الفرع لا اصل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع کے
عکس قرار دیا ہے تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمحبیۃ وقالا ما لم یفسق بسببہا
قالوا والحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو
گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہوئی ہے ہم یہہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع
الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزأ انتہی اشباہ مین اجتماع حلال وحرام
کے قاعدہ کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا دوسرے غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب
تعلمہ شرعاً فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ وغیرہ والعالم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من
التراکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوی مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کے ترک
کرنے سے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہے شرعاً یعنی احکام شرعیہ پھر جب کہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور جاکو
جانتے ہو کہ جاہل کو تعزیر دیوے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو سمجھے کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیساکہ ثابت اور لائق ہے
ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی تاکوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور استخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور

ولا شهادة الاشراف من اهل العراق لتعصبهم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کا یہ حال ہے
جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اوسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو یہ
گواہی دہی یعنی سرداری تو ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواهر الفتاوی ولا من انتقل من مذهب ابی حنیفة
الی مذهب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اوسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑکر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو جرات ہو ایک سے
دوسرے کی طرف انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اوسکی گواہی مقبول نہین انتہے طحطاوی
مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا ابا یع الاکفان
والحنوط لتمنیه الموت مصنف نے کہا ہے یعنی اپنی شرح مین اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا کرنے اوسکے
شخص کی موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اوسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والیکی کذا فی العالمگیریة وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بیع کے دو وکیل اور دو
دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین انتہے فتح القدیر مین ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے دلال جولاہا اور حجام اصح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشون کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادح شہادت کا ظاہر نہو
تو شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہوسکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتہے والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شهد انها
امرأته تقبل والحيلة انه يشهد بالنكاح ولا يذكر الوكالة بزازية وتسهيل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات
نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یون نکہے کہ مین وکیل تہا نکاح کا کذا فی البزازیة والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمده قدری افندی فی واقعاته وذکر المصنف فی
اجارة معينه معزيا للبزازية وملخصه انه لا تقبل شهادة الدلالين والصكاكين والمحضرين والوكلاء المفتعلة على ابوابهم ونحوه
فی فتاوی مؤید زاده اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات مین اور مصنف نے اوسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسمی معین الحکام کے
الاجارہ مین بزازیہ کے طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور ادنکی جو مدعی اور مدعا علیہ کو
قاضی کے پاس حاضر کرتے ہین اور وکیلان منفعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور ایسیہی مانند اوسکے مؤید زادہ کے فتاوی مین ہے ہم
فتاوی عالمگیری مین وغیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہ ہے کہ ادنکی گواہی مقبول ہے انتہے ظہیر الدین نے کہا
کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر رہتے ہین ادنکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین کوشش
کرتے ہین اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفیها وصی اخرج من الوصاية بعد قبولها لم تجز شهادته للميت ابدا اذا كالوكيل لو
ما اخرج من الوكالة ان خاصم اتفاقا والا فكذلك عند ابی یوسف اور فتاوی مؤید زادہ مین ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبہی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین ہم اگر خصومت نکی ہو تو ابویوسف کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد ازین تھوڑے سطرون مین آویگا ومدمن الشرب لغير الملهيات
لان الادمان يقطع بمباشرته الكبيرة فتردّ شهادته وما ذكره ابن الكمال غلط كما حرره في البحر قال وفي غير الخمر يشترط الادمان لان شرب
صغيرة اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ نشا پینے والیکی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اوسکی مردود ہو گی

[illegible] طحطاوی نے ذکر کیا ہو سو اسطے ہے چنانچہ بحر الرائق مین اوسکی تحریر کی ہو اور سوا ہو شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہی
[illegible] کہ [illegible] صغیرہ گناہ ہے ہم کہتے ہو شارح نے اتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ [illegible] غیر خمر مین ادمان شرط ہی خمر مین سوائے
[illegible] صدر الشریعہ کا قول مذہب کے مخالف ہے کافی مین ہو کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا کہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہو پوشیدہ
اور ادمان کا یہہ مطلب [illegible] ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسیوقت ساقط ہوگی جب کہ نشہ ظاہر ہو اور [illegible] سے
باہر [illegible] ہوکر نکلے اور اطفال اوس سے کہیلین تو ایسے شخص مین مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا انتہیٰ اور فتاوی قاضی خان مین
لکہا ہے [illegible] مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہو کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہے اور نہایہ مین ہو کہ ادمان
شرط نہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہے تو یہہ منقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہی بلافرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ کبیرہ
گناہ مین اشتہار شرط ہی لیکن سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے
کہا کہ یہہ غلط ہوا سواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہو اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہے انہی تو خمر مین [illegible]
اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہو دریافت کرنا چاہیئے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہی
اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللهو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبهۃ الاختلاف
صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کہیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط
نہوگی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ہم لہو عبارت ہو [illegible] خوش کرنیسے [illegible] اور قول [illegible] جو بمقتضای حکمت نہین اور
اور مراد کہیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کہیل مین داخل ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہے ومن
یلعب بالصبیان لعدم مروته وکذبه غالبا کافی اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھہ کہیلے اوسکی عدم مروت اور کذب کے
سبب سے غالبا کذا فی الکافی بعض لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہو غایۃ البیان مین [illegible]
ہو کہ اگر [illegible] نوجوانون سے کشتی کرے مجامع مین تو اوسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہو کہ اگر شیخ نوجوانون سے
مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اوسکی مقبول نہین کیونکہ وہ سخیف ہو والطیور الا اذا امسکها للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا
لاکله الحرام عینی وعنایة اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کہیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہو مگر جب کہ غیر کے
کبوتر کہینچ لیتا اور پکڑ رکہتا ہو تو مباح نہین بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ موجب
غفلت ہی اور [illegible] اسپر [illegible] کبوتر اڑانیکے واسطے کوٹھے پر چڑہتا ہو اور عورات [illegible] پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطحطاوی وفی
کل لهو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القضیب فلا الا اذا فحش بان یرقصهم
به خانیة لدخوله فی حد الکبائر بحر اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو طنبورا اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہو لوگون مین چنانچہ طنبور
اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنیکے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جب کہ [illegible]
[illegible] اور زیادتی کرے اسطرح کہ اوسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہی کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونیکے حد کبائر مین کذا فی البحر ہم کہتے ہین
بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایۃ مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہو وہ آلات مطربہ ہین [illegible] راگ کے یعنی طرب انگیز
باجے چنانچہ مزامیر [illegible] ہون یا قضیب کے چنانچہ [illegible] بطنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان الله تعالی بعثنی رحمة للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر
یعنی حق تعالی نے مجھکو بہیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا ستار [illegible] اور مزامیر کے مٹانیکے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی
وہ دف ہی نکاح مین [illegible] نکاح کے مانند ہی [illegible] حادثہ اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہو اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

فرق سلف و خلف

منہم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر مجمع اور نہایہ میں ہو کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق
یہ ہو کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے اور انمیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں
اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر اور صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علما مجتہدین تابعین ہیں
رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا
وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہو کہ ابو یوسف سے مروی ہو کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی
اوسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اوسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج
والروافض اگرچہ وہ باطل پرست ہو تو تبری سے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن برا کہنا بخلاف بدگو کے کہ اوسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا ہم ظاہر یہ مسئلہ متفق علیہا ہو اور
ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ
دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الایصاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلاں شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور
اوسکا دعوی کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں
کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواہی کسیکے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں
کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہو کذا فی الطحاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص
قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانیکا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا
ان اباہما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی
مقبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواہ وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور
فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہو کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کے کہ اوسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی
ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت لورثۃ
او غیرہم خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ و
عدمہ گواہی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی
دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اوسکی گواہی میت کے حق میں اسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب قائم ہونے
وصی کے بجای میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنیکا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو
اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئی ہم درصورت بقای وصایت وصی کا بجای میت کے ہونا ظاہر ہے اور دروقت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار
ما کان یعنی جب بجای میت کے ہوا تو گویا اوسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد
عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد لم تقبل اتفاقا [illegible] وکیل کے کہ اوسکی خصومت اور عدم خصومت
برابر نہیں تو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دی وکیل نے اپنے معزول ہونیکے بعد موکل کے حق میں اگر اوسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی میں پھر
گواہی دی بعد اپنے معزول ہونیکے تو گواہی اسکی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہم تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنی وکیل جسمیں خصومت کرنیکا
ہوا اوسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گویا والا تقبل لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی ہم اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل
کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہ ہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں
تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹہرایا کذا فی السراج وفی قسامۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

یقر فیہا ان یصیر خصما ولو ینتصب خصما بعد تقبل وھذان الاصلان متفق علیہما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الشہادۃ مین ہے کہ جو
شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمہ مین تو اوس مقدمہ مین گواہی اوس کی مقبول نہین اور جس کا مخاصم ہونا در پیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اوسکی
گواہی مقبول ہے اور یہہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اس کا اوسی شرح مین ہے ہم نے لیے سے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے
وکیل بخصومت ہے جب کہ اوسنے حاکم کے پاس خصومت کی پہر وہ معزول ہو گیا تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی کے
پاس اور مشتری سے خصومت کی پہر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بہمین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوس نے خصومت نکی اور
شفیع ہے جب کہ اوس نے شفعہ طلب نکیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحطاوی قید فا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم
فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندھما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہمنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے
غیر مجلس قاضی مین خصومت کی ہو پہر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی
اوس مقدمہ کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا نے جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ
بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درھم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل
بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی فخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو
اوس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پہر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی
مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوس نے
خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب مین ہے اھ باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہو
اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پہر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو اگر اوسی
اوسکی مرد دو چیز ہر ایک اوس حق مین جو وقت توکیل قائم ہے گر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو نیا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی
مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندھما خلافا للثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین
بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وھی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف ما لو وصیۃ بعین
کما فی وصایا الھدایہ وشرحہ وسیجئ تمامہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین
کی میت پر پہر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق
متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوسمین بخلاف اوس وصیت کے جو غیر معین مین ہو چنانچہ یہ وصایا ہدایہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اسکا
ذکر کتاب الوصایا مین آویگا ھم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہے اقرار وار یا تنع
شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہے تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اوسکا حق ترکہ مین ہے یعنی ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہے تو یہہ گواہی ہوئی جسمین وہ دونون
مین مشترک ہے اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پہر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری
چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہین وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانما تقبل اتفاقا
فی ظاہر الروایۃ لما لو شہد الوصیان علی افراد المیت بشئ معین لوارث بالغ تقبل بزازیۃ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث
کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی
وارث بالغ کیواسطے تو وہ مقبول ہوگی بزازیہ ھم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کیواسطے گواہی مقبول نہین جیسا کہ کذا فی الطحطاوی وکی

شہدوا فی مالہ ای المیت لانعدامہا ولو لصغیر لم تجز اتفاقا و لکبیر فی الوجہین ای اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہیں بالاتفاق
صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا لا تقبل الشہادۃ علی جرح
بالفتح ای فسق مجرد عن اثبات حق للہ تعالی او للعبد جسمین مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنی اوس فسق کے اظہار پر جو خالی ہے اثبات حق اللہ
یا اثبات حق العبد سے صح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہے اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسے حد اور حق العبد جیسے قذف یا قتل قہستانی نے کہا
جرح مجرد وہ ہے جس پر رفع خصومت مشہود علیہ مترتب ہو فتح القدیر مین ہے کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہے
حکم کے واسطے تو ضرور ہے کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہے اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی
شخص پر کیونکہ فاسق اوسکے دفع پر فی الحال قادر ہے توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بمجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہے کیونکہ اشاعت فاحشہ
نص قرآنی سے ممنوع ہے اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ دفع ضرر
اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہے لنتفی فان تضمنت قبلت
والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای
الشہادۃ بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد کذا اعتمد المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ منلا خسرو وادخلہ
تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ ۹ جرح مجرد پر گواہی مقبول
نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہے بلکہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ایک شخص سے ہو
جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بعد صدر الشریعۃ کے قرارداد کی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہے ملا خسرو نے درر و غرر مین اور داخل کیا ہے
اسکو فقہا کے اس قول کے تحت کہ دفع سہل ہے رفع سے یعنی قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہے بعد ثبوت کے دور ہٹانے سے اور اوسکی وجہ بیان کی ہے اور ابن
کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہے باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہے ہم ملا خسرو نے وجہ اول بیان کی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ
جرح مجرد کی خبر واحد کیون مقبول ہے قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت اور صدور بلفظ شہادت سے تو اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ
جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہے شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہے ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعدیل کے
رفع ہے شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہانتک کہ قاضی پر عمل بالشہادۃ واجب ہے جب تک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ
قاعدہ ہے کہ دفع اسہل ہے رفع سے اور یہی باعث ہے جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہے بعد تعدیل کے
بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہے انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہے کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت
حکم داخل نہین اور گواہی اوسی مین مقبول ہوتی ہے جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اوسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے
انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہے نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہے کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین
اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اوسکی یہ ہے کہ وہ معتبر نہین یعنی کہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول ہو
چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہے کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہے کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع
ہے قبول شہادت سے اور اوس شہادت کے موافق حکم کرنے سے تو مین جواب دونگا کہ مانع ہے لیکن یہ منع اس سبب سے ہے کہ خبر فسق مانع ہوا اونکی عدالت معلوم ہونے سے
سبب ہے کہ کوئی امر ایسا باقی ہوگیا جسنے شاہد کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو اونکی گواہی مقبول ہے
اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتا اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اوس کلام کا منافی نہین کہ فسق مجرد
کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہے اسواسطے کہ جسنے اوسنے یہ کہا لیکن اوسنے یہ بھی کہا ہے کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی

گواہی مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ہے اگرچہ لفظ طحطاوی معنا و ظاہر کلام الوانی و عزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام
ابن کمال ہے کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے خواہ قبل التعدیل یا بعد التعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قول خبر اہ قبل التعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس
باب سے اوسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اس باب میں اونکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اوسکا
یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہوا یہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی
تو اس قول کا یہی حاصل خلاف لفظی کے طرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن
یزکی الشہود سرا و علنا فان عدلوا قبلت شہادتہم اھ ملتقطا اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا کہ اور متن یعنی نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود
مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر اونکی عدالت ثابت ہو تو گواہی اونکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کیطرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا
کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شہادت مدعی میں مقبول نہیں انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا
مترجم نے لم یلتفت کیطرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا فجعلہ البرجندی علی قولہما لا قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹھیرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوچکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی
مثل ان شہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں
گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہے تو
مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں سبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنے استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی
تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ
لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر و اعتمدہ المصنف یا جرح کی گواہ شہود مدعی کے اقرار
کی گواہی دیں کہ اونہوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اپنے دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا
مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے و تقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم
او اقرارہم بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی
بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے اونکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر وہ شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اوس پر مترتب ہوا وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوتی کہ شاہدوں نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھیرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
اور قاضی بسبب اوسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود یا بطلان شہادت مقبول ہے
اور یہہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اوس باب سے ہے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نتھے اوس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود القذف

ہین اگر گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اوسکا باپ ہو کذا فی الجنایۃ یا کہ شاہد تاوقت ہو اور حالانکہ مقذوف اوسکا مدعی ہو اذا اتہم ذو ق ادرق صفوعہ او مستور فو اسنی کذا
وبقیۃ اوشیر کو االخصم ولم یتقادم العہد کما مر فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود و مدعی سے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو نہیں بیان کیا یا شہود نے مدعی پر الزام مال چرالیا
اور مال مسروق کی اونہین تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور
ہو چکا کہ شرب کا تقادم بو زائل ہو جانے سے یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہو اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون
نے آدمی کو مار ڈالا ایسا ہی ایضاح ہو کذا فی العینی او شرکاء المشہود والمدعی مالا یا گواہی دی کہ شہود و شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جس مین دعوی ہو
مال ہو ہم مراد یہ ہو کہ شاہد شریک مفاوضت ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہو گا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہو گا اور جبکہ شاہد نہین بلکہ
مدعی کا شریک ہی بدعا ہین والا اوسکا اقرار ہو گا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہو کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ و
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال لو لم یکلہ لم تقبل لانہ لا استحقاق للغیر ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی
نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور اونکو اجرت دی اوس مال مین جو میرا اوس مدعی کے پاس ہو اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول ہوگی
بسبب دعوی کرنے اختیار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہین جیسے شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہیں ٹھیرا اور یعنی جب یہ کہے گا کہ اجرت میرے مال سے
دی اور سوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہو گی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہو گی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہے جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا و دفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا خصم بالمعنی الشرعی لو قال لم اذ فعہ لم یقبل علی ان لا یشہدوا علی
زورا وقد شہدوا زورا او انا اطلب ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال اونکو بطور رشوت کے بھیج دیا تھا اس شرط پر کہ مجھ پر جھوٹی گواہی نہ دین سو اونہون نے اونہون نے جھوٹی گواہی دی اور مین اوسکا طلب کرتا ہون یا اجر
اونکو نہین دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ کریگا تو مانع شہادت شرعی ثابت نہو گی اور اگر کہے کہ صلح کر کے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین و انما قبلت فی ہذہ الوجوہ لانہا حق اللہ او العبد فمست الحاجۃ لاحیائہا اور ان صورتون مین تو گواہی اس واسطے مقبول ہے
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی حتی قال
المجلس ثم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا
ولو بعد القضاء وعلیہ الملتقی فافہم ایک گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس ہی میں
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونوں قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مقبول ہے سب چیز مین جسکی اوس نے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والاوہم خطأ و نسیان شہادۃ خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور کمی کی یہ مثال ہے کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونوں صورتون مین
مقبول ہے اس واسطے کہ رعب مجلس قضا سے کبھی ایسا ہو جاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اس واسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت خواہ اول نے
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہے پھر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہو گی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی تنقل قولہ
او ہمت وانہ یقضی بما بقی وہو عندنا السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال وسعدی ترجیحہ تنبہ وتدبر مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہے کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہو گا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہے اور
اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ سب قدر اکبر مقتضی ہے کیونکہ اس قول مین صریح خلاف ہے
مابین اہل مذہب کذا فی الطحاوی فتح القدیر مین ہے کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اور حق تو پندرہ سو کا

تو ہمین اختلاف ہو بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہو گا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط ما بقی کا حکم ہو گا یعنی ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دی پھر کہا
میں نے غلط کہا وہ پانسو ہیں تو فقط پانسو کا حکم ہو گا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اوسکے مانند ہو جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور
اسیکے طرف شمس الائمہ حلوانی کا میلان ہے انتہے مختصرا وان قال الشاہد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطا اور اگر شاہد نے
بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اوٹھ جانیکے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنابر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھ وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادہ
ہین شاہد مدعی سے اور کمی میں مدعا علیہ سے اسکو دھوکا یا دنیا دیکر صدر الشہید نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت میں ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی
چنانچہ زیادت یا نقصان میں اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تفریق مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس میں
اوسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کے طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کا نام نہ لیا تو مقبول ہے اسواسطے
کہ تہمت متصور نہیں ہے ان امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسیطرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی
واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب میں کذا فی الہدایۃ ھ مثلا حد غربی کے مکان کا شرقی ذکر کیا یا بعض نسب میں خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمر ابن محمد کے محمد بن
احمد بن عمر بول گیا پھر اوسی مجلس میں تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہیں کذا فی الفتح ط اور محیط و بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد دو یعنی ایک حد یا دو
میں غلطی کی پھر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس میں یا غیر مجلس میں تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہد یوں بولے کہ اوسکا نام فلانا تھا پھر اوسکا
نام فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولی بالقبول ہے اس گواہی سے
کہ بعد صحت کے مرگیا ھ یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو وارثوں نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید نے
گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولی ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا
جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول جواہر
الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اس کی گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو
زخمی نہیں کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولیٰ ہے اور اقدم ہو اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ھ اسلئے کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ
قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃ الغبن من یتیم بلغ من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ الوصی فی ذلک الوقت مثل
الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر بخلاف ما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اوس
یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولے ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس شے کو مشتری نے یتیم کے وصی سے خرید کیا اوسوقت میں یعنی
وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے جو وہبانیہ
میں ہے یعنی اوسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے ھ درر میں صورت مسئلہ یوں مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے اوسکا باغ جو یتیم کا تھا اوسکو
بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اوس نے دعوی کیا کہ بیع میں غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوسوقت میں بمثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ
اولے بالقبول ہیں انتہے اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ قنیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہو کذا فی المنیہ ھ شرح یہ ہے
میں ہو کہ جب بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور درصورت گواہی تو فساد کی
گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی و بینۃ کون المتصرف فی مرضہ تبایعا و تصادقا وتزوجا عاقلا اولی من بینۃ الورثۃ
مثلا انہ مختلط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تبرع خصومت کے تصرفات میں صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی اس
امر کی گواہی سے کہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھ یعنی زید نے گواہی قائم کی کہ اوسکے باپ نے اسکو اپنے مرض الموت میں ہبہ کیا اور حالانکہ
وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو زید کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت
اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر۔ ولو قال الشھود لا ندری کان فی
صحتہ او مرضہ فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق اپنی صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی
صحت کا دعویٰ کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الحاوی۔ ولو قال الوارث کان یھذی یصدق حتی یشھد انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر
وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہاں تک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ۔ وبینۃ
الاکراہ فی الاقرار اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخھما فان اختلفا او لم یؤرخا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ وعند
المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدوں نے تاریخ ذکر کی اور دونوں کی تاریخ
متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ ذکر نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہی قول مصنف
نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اختیار کیا ہے **فروع** مسائل شتی تاریخ بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ تمام وھبانیہ
فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مسئلہ [illegible] کے ساتھ وفی الاشباہ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ
اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی
صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ بیع ہیکو بائع کے ہاتھ
کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعویٰ کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس
ہوتا تو دونوں مسئلہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی۔ وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرھن فالبیع اولی اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے واختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا اور دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں
تو بیع الوفا کا قول اولیٰ ہے اور مقدم ہے باعتبار استحسان کے شھادۃ قاصرۃ تتمھا غیرھم تقبل کان شھدا بالدار بالارث ولا ذکرا انھا فی ید المنکر وشھدا
بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کریں اور شاہد تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گھر منکر
کے قبضہ میں ہے سو اور دو شاہدوں نے اوسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہونگی اسواسطے کہ اثبات قبضہ مدعا علیہ کی حاجت ہے کہ مدعا علیہ
مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر۔ او شھدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود
اور اونکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شھدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشھد آخران انہ
المسمی بہ یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اوس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ
فلاں شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہ نام اور نسب فلاں شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شھد واحد وقال الباقون نشھد مثل شھادتہ
لم تقبل حتی یتکلم کل شاھد بشھادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اوسکی شہادت کی
گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اوس کی سی گواہی کو نہ بولے اور یہی قول پر فتویٰ ہے شرح ملتقی والنفی المتواتر مقبول نفی متواتر
کی گواہی مقبول ہے یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اوس شخص کی کوئی گواہی
متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگی اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک
نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر اون مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضاء میں مذکور ہیں اور فوائد میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا
فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر شہود علیہم

گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اوس دن موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہہ ہے کہ شہادت حقیقت میں
مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والشهادة اذا بطلت في البعض
بطلت في الكل الا في عبد بين مسلم و نصراني فشهد نصرانيان عليهما بالعتق قبلت في حق النصراني فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض
میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اوس غلام میں جو مشترک ہو مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں لڑکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط
نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ھم بطلان البعض سے بطلان کل کی مثال یہہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک میں کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور
دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں
شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظهيرية قلت و زاد عليها خمسة اخرى معزية للبزازية میں کہتا ہوں اور اشباہ کے
محشی نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم از انجملہ یہہ ہے کہ لقیط ہے کافر اور مسلم کے قبض میں سو صاحب لقایہ نے دو شاہد کافر اوسپر
قائم کئے تو فقط کافر کے حق میں شہادت صحیح ہوگی اور از انجملہ یہہ ہے کہ کافر مر گیا اور اوسکے دو بیٹوں نے اوسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا
پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں صحیح ہوگی اور از انجملہ یہہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی
تو دونوں پر قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف في الشهادة

یہہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا یعنی اختلاف شہادت دو طرح ہے شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو وبنى الباب على اصول معدودة اس باب کے مسائل
کی بنا و احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ھم یہی معدود سے ہوتا اسم مکان اسواسطے کہ مکان تو خود باب ہے منها ان الشهادة على حقوق العباد لا تقبل
بلا دعوى بخلاف حقوقه تعالى سبحانه قواعد مذکورہ سے یہہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے
کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ھم یہہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہہ باب اختلاف شہادت کا ہے نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنها ان
الشهادة بالاكثر من المدعى باطلة بخلاف الاقل للاتفاق فيه اور از انجملہ یہہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اسکے کہ شہادت
کہ مدعا سے کمتر ہو کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ھم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اوسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت
باطل ہے بخلاف اسکے کہ اوسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنها ان الملك المطلق ازيد من المقيد لثبوته من الاصل والملك بالسبب
مقتصر على وقت السبب اور از انجملہ یہہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب مثل خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت
ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقتصر ہے ھم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور زیادہ ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کو مفید ہے
اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی ابتدا پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ
کی فرع ہے سو ہے ومنها موافقة الشهادتين لفظا ومعنى وموافقة الشهادة الدعوى معنى فقط وسيتضح اور از انجملہ موافقت شہادتین ہے
یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنے میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضرور ہے
اور یہہ آگے واضح ہوگا ھم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنے کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اوسمیں تطابق لفظی اور معنوی
دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اوسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کی مانند لفظا اور معنے
شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوى في حقوق العباد شرط قبولها لتوقفها على مطالبتهم ولو بالتوكيل بخلاف حقوق الله تعالى لوجوب اقامتها
على كل احد فكل احد خصم فكان الدعوى موجودة مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے
عباد کے مطالبہ پر اگرچہ وہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اوسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے
ہر شخص پر ھم ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ھم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اوسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باب الاختلاف في الشهادة

باعتبار وجوب اثبات کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا تواقفہا لا تقبل و
ھذا الحد الاصل المتقدمۃ سو جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہ ہوگی تو مقبول نہین اور یہہ ایک
قاعدہ ہو قواعد متقدمہ سے ہم شارح نے متقدم دعوی کو یہان قاعدہ لکھا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہو باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ متقدم دعوی کو سوا اب یہین دخل نہین فلو ادعی ملکا مطلقا فشہدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا
معنی کاملا تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک باسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک
ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدون نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہو یا ارث مین پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب اسکے کہ شہادت کمتر دعوی
مدعی سے ہے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنے کے چنانچہ مذکور ہو چکا تو اہد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا
باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہو فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر بیان ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا لمنہ الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر الا اذا کان ارثا
اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب اسکے کہ شہادت اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ
جب شہادت اکثر مدعی سے ہے تو مقبول نہین قلت وھذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال ابن الہمام
اور یہہ یعنی ملک سببی کے دعوی مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا مین ہو چنانچہ اسکو
شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک
مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یون دعوی کیا کہ یہہ غلام میرا مملوک ہو کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہون نے
ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہی بطور احتمال اور نتاج بطور یقین مفید
اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو
مقبول ہے مگر اسمین اختلاف ہو کذا لمنہ الفتح والحلبی بتمامہ واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق مین تیئیس صورتون کو مستثنا کیا ہے یعنی
اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہوا اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنے کی ہین طحطاوی نے کہا
حق عبارت یہہ تہا کہ شارح یہہ کہتا کہ اسی قول کے بعد فاذا وافقتہا قبلت والا لا مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے مجملہ صور مذکورہ چار صورتین
وہ ہین جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء من المجہول ہے جو مذکور ہو چکی انتہی مختصرا وکذا تجب مطابقۃ
الشہادۃ بین لفظا ومعنی الا فی لفظ مرادف مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنے واجب ہو ہم امام اعظم کے نزدیک مطابق شہادتین لفظا اور معنے
اور مطابق لفظی سے مراد یہہ ہے کہ دونون شاہد وایکے لفظ افادہ معنے مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی
گواہی دی اور دوسرے عطیہ کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا لمنہ الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیتہ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین بشرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند
شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑہائے ہین یعنی ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا متن یعنے اس مقام مین بخوف تطویل کے
مذکورہ کو ذکر نہین کیا وللمسائل مذکورہ کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کر چکا ہو بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبا
قالت الثلثۃ مطابق مذکور بطریق وضع واجب ہو نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہو اور یہی مذہب
ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو
یہہ گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنے غیر مشغول اور بریہ کے معنے بری ہین کذا فی

البحر ولو شهد احدهما بالنكاح والآخر بالتزويج قبلت لاتحاد معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اوسکا مرادف یعنے ہم معنے ہو كذا الهبة والعطية ونحوهما اور اسیطرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہہ صورت ہے کہ بریت یا ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی كذا في البحر ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طلقة وطلقتين او ثلاث ردت لاختلاف المعنيين اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں ہم دو سے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہو نہ منفرد بہ اور امام کی یہہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے كما لو ادعى غصبا او قتلا فشهد احدهما به والآخر بالاقرار به لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهدا بالاقرار به قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے ہم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کے دونوں اختلاف تہا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شہادتین میں شرط ہو کذا في الطحطاوی منصف وكذا لا تقبل في كل قول جمع مع فعل بان ادعى الفا فشهد احدهما بالدفع والآخر بالاقرار بها لاختلاف الجمع بين قول وفعل قنيه اور اسیطرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہیں بسبب جمع کرنیکی مابین قول اور فعل کے كذا في القنيه ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ كشهادة احدهما ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت واقترضت وفي الاقرار كنت بعت واقترضت فلم يمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا اعتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہو اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقترضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغہ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار کے ہو یعنی اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھہ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اوسکے بولتے ہیں بقصد اخبار كذا في الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بقتله عمدا بسيف والآخر به بسكين لم تقبل لعدم تكرار الفعل بتكرر الآلة محيط وشرنبلاليه بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمدا تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا في المحيط والشرنبلالیه ہم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تہا کہ شارح کہتا شرنبلالیه عن المحيط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف ومائة ان ادعى المدعي الاكثر الا اذا قال الا ان يوفق باستيفاء او ابراء ابن كمال اور گواہی مقبول ہو ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے یعنی استیفا یا ابراء دین کا ذکر کرے یہ کہ مال ہم یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار میں دونوں کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو میں منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوی کرتا ہو تو مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ مدعی مکذب ہے اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہاں اگر اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقعی میرے گیارہ سو تھے مگر میں نے سو وصول پالئے یا میں نے اوسکو معاف کردئیے تو دعوی اقل میں بھی گواہی مقبول ہے وَنَفَاذٌ فِی الدَّیْنِ اور یہ جو شرط موافقت بین الشہادتین لفظاً بحیث معنی و دین کے دعوی میں ہے تو اسمیں شاہد اوسکی طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحاوی وَفِی الْعَیْنِ تُقْبَلُ عَلَی الْوَاحِدِ کَمَا لَوْ شَہِدَ وَاحِدٌ اَنَّ ہٰذَا الْعَبْدَ لَہٗ وَاٰخَرُ اَنَّ ہٰذَا لَہٗ قُبِلَتْ عَلَی الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الَّذِیْ اتَّفَقَا عَلَیْہِ اتِّفَاقًا اور دعوی عین میں گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونوں غلام مدعی کے ہیں اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وَفِی الْعَقْدِ لَا تُقْبَلُ مُطْلَقًا سَوَاءٌ کَانَ الْمُدَّعِیْ اَقَلَّ الْمَالَیْنِ اَوْ اَکْثَرَہُمَا عزمی زادہ اور اثبات عقدین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہیں خواہ دعوی اقل المالین یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی ہٰذَا الْاَصْلِ بِقَوْلِہٖ فَلَوْ شَہِدَ وَاحِدٌ بِشِرَاءِ عَبْدٍ اَوْ کِتَابَتِہٖ عَلٰی اَلْفٍ وَاٰخَرُ بِاَلْفٍ وَخَمْسِمِائَۃٍ رُدَّتْ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ اِثْبَاتُ الْعَقْدِ وَہُوَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْبَدَلِ فَلَمْ یَتِمَّ الْعَدَدُ عَلٰی کُلٍّ وَاحِدٍ پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درہم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہیں اسواسطے کہ یہاں مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہر عقد مختلف ہوتا ہے بخلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار غیر ہے اوس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور نیز اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر وَمِثْلُہُ الْعِتْقُ بِمَالٍ وَالصُّلْحُ عَنْ قَوَدٍ وَالرَّہْنُ وَالْخُلْعُ اِنِ ادَّعَی الْعَبْدُ وَالْقَاتِلُ وَالرَّاہِنُ وَالْمَرْاَۃُ لَفٌّ وَنَشْرٌ مُرَتَّبٌ اِذْ مَقْصُوْدُہُمْ اِثْبَاتُ الْعَقْدِ کَمَا مَرَّ اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق میں اور قاتل مدعی ہو صلح میں اور راہن رہن میں اور خلع میں زوجہ مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن میں لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیوں کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وَاِنِ ادَّعَی الْاٰخَرُ کَالْمَوْلٰی مَثَلًا فَکَدَعْوَی الدَّیْنِ اِذْ مَقْصُوْدُہُمُ الْمَالُ فَتُقْبَلُ عَلَی الْاَقَلِّ اِنِ ادَّعٰی الْاَکْثَرَ کَمَا مَرَّ اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوی دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیوں کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہم توضیح وعادونی مذکورہ بہطریح ہے کہ غلام سکے مولے نے کہا کہ میں نے تجھکو پندرہ سو درہم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درہم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتیں کذا فی الدرر وَالْاِجَارَۃُ کَالْبَیْعِ لَوْ فِیْ اَوَّلِ الْمُدَّۃِ لِلْحَاجَۃِ لِاِثْبَاتِ الْعَقْدِ اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت میں ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہیں سو ایک شاہد نے اوسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفای منفعت کے اجرت کا استحقاق نہیں تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح وَکَالدَّیْنِ بَعْدَہَا لَوِ ادَّعَی الْمُوْجِرُ وَلَوِ الْمُسْتَاْجِرُ فَدَعْوَی عَقْدٍ اتِّفَاقًا اور اجارہ دین کے مانند ہو مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر میں بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہیں خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل

کی ہو تو یہہ اجارہ اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دیں اور دوسرا پندرہ سو کی اور موجر مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھہ مقصود نہین
بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوی ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اوسکے
اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالالف ای بالف مطلقا استحسانا
ای کالہما اور صحیح ہے نکاح اقل یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے اونکے
نزدیک نکاح باطل ہے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہے اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین
پھر متبوع تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضاء بالنکاح لازم ہو گی
کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ بالجر لشہادۃ ارث بان یقولا مات وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان
لازم ہی اسطرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا ہم جر میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے
طرف [illegible] کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے متروکہ مین ولہذا مورث کی لونڈی مین وارث پر استبراء واجب ہی اور
وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور تجدید محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہ ہو اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم
نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد بیع بسبب عیب کے کر سکتا ہی تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی
ہی الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر لان
الاید [illegible] عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہی مگر یہہ کہ شاہدین گواہی
دیوین مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اوسکا مالک تھا یا اوسکے ہاتھہ کی یعنے اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دیوین
یا اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یہہ یعنی شہادت ملک
یا قبض مغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی
ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضرورتا ثابت ہو گئی ہم وقت موت قبضہ ثابت ہوا تو ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب
اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ غاصب اور امانتدار اگر بلا بیان
مغصوب اور امانت کے مر جاوے تو مغصوب اور ودیعت اوسکی ملک ہو جاتی ہے اوسپر ضمان واجب ہوکر شرعا کذا فی الفتح ملا خسرو نے درر مین کہا تا موت
قائم تصرف دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہوتی تو البتہ وقت
مالک کو بیان کر دیتا پھر جب اوسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف مین تھا سو اوسکا مملوک تھا انتہی ملخصا ولا بد مع الجر المذکور
من بیان سبب الوراثۃ ببیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضروری یعنی سبب جیسا ہو کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی ہی یا فقط پدری بھائی ہی
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولی کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولی ہے میت کا جسنے اوسکو آزاد کیا اور کوئی
اوسکا وارث نہین سوای اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہے چند معانی مین کذا فی الظہیریۃ وبقی شرط ثالث وہی قول الشاہد لا وارث لہ
ولا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سوای مدعی کے یا مین کسی وارث کو
نہین جانتا سوای اسکے ورابع وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی اور باقی رہی چوتھی
شرط وہ یہہ ہی کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالثہ اور رابع کو بزازی نے ذکر
کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین وان شہدا بید حی منذ اعوام [illegible] ردت لقیامہا

تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین تو گواہی مقبول نہین اور میت کے دین مین مطلقاً مقبول نہین جب تک کہ شاہدین یون نہین کہ وہ مرگیا اور کوئی مال
موجود ہو کذا فی البحر قلت ويخالفه ما في معين الحكام من ثبوته بمجرد بيان سببه وان لم يقولا مات وتركه عليه انتهى والاحتياط
لا يخفى مین کہتا ہون بحرالرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام مین ہے ثابت ہو جانے دین کے بمجرد بیان سبب مین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا
اور دین اوسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہین ہے یعنی بحرالرائق کے قول مین احتیاط ہے تا مال مین تو قبر رہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے
کہا کہ اول یعنے بحرالرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت مین بسقدر کافی ہے کہ قسم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعى
ملكا في الماضي وشهدا به في الحال لم تقبل في الاصح كما لو شهدا بالماضي ايضا جامع الفصولين مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور
شاہدین نے اسکی فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین قول اصح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین هم ادعاه
ملک ماضی تو نفی ملک فی الحال کا ہو اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین اسناد ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشهادة على الشهادة

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا هم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے
اور نیابت بدنی نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد کبھی بسبب سفر وغیرہ کے
ادای شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہو تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ
کثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت ہو اونکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدر المختار هي مقبولة وان كثرت استحسانا
في كل حق على الصحيح الا في حد وقود لسقوطهما بالشبهة شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروعین کثرت ہو اور لعقد وہ مقبول ہے بطریق
استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین بسبب ساقط ہو جانے دونون کے شبہہ سے وجاز الاشهاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کو
ہر طرح یعنی بعذر و بلا عذر هم خزانۃ المفتین مین ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے
عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت فافی موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر
حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقله القهستاني عن قضاء النهاية فيه كلام فانه نقله عن الخانية عنها وهو
خطأ والصواب ... اهنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمین کلام ہے سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ کی
اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہے هم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب
القضا مین ہے کہ اصل جب مرجاوے تو اوسکی فرع کی شہادت مقبول نہین تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تونے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ کا
خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانه نقله عنها عن الخانية چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہے شرح ملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے
اسیطرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واكتفى الثاني بغيبته بحيث يتعذر ان يبيت باهله واستحسنه غير واحد وفي القهستاني و
السراجية وعليه الفتوى واقره المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اسطرح کہ
متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا
ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین هم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا مین حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی
قول ظاہر الروایۃ ہے تاتارخانیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادای شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر مین رات
تک نہ آسکے تو شہادت جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ او كون المرأة مخدرة
لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام قنية یا حضور اصل متعذر ہو بسبب عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت
اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیہ وفيها لا يجوز الاشهاد لسلطان وامير اور قنیہ مین ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہین هم یعنی جب کہ

سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکل محبوس فی سجن
غیر حاکم الخصومة نعا ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہو اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ہاں
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ کے مشائخ مختلف ہیں بعضوں نے
کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہو اور اگر والی کے محبس میں ہو اور
نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشہاد لا الاداء
کما مرّ اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید سب عذرات مذکور یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشین عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا وتشترط
شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں
ہوں وما فی الحاوی غلط کبیر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہی کذا فی البحر ہم حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی مقبول نہیں کذا فی
الطحطاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہی ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذاک خلافا للشافعی
متغایر ہونا اس اصل کی دو فرعکا اور اوس اصل کی دو فرع کا شرط نہیں بخلاف شافعی کے ہم یعنی یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کو دو شاہد متغایر ہوں بلکہ دو
شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد کو کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا وہی شاہد دونوں کے
ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہی کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو
ابنہ بحر اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اوسکا یہ ہی کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں ہم یہ ضرور ہے کہ اصل فرعکو گواہ کرے اسلئے کہ فرع اوس
اصل کی گواہی پر گواہی دیگا جائز نہیں اگر سامع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردّہ ارتدّ
قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں فرعکو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو اوسکے
نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں
مسیئی یعنی بدکار ہو بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا وقال لی اشہد علی شہادتی
بذلک ہذا اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہ ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ
بکذا وعلیہ فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہی اپنی اس شہادت پر اور اوس نے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اوس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں اوسط عبارت
ہی اور اس میں پانچ شین ہیں اور اوس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہی کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اوسکی شہادت
اور عبارت مختصر پر سرخسی کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہی چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہی اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے طول یہ عبارت ہی
کہ سامع قاضی کے نزدیک کہے اشہد ان فلانا شہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد
علی شہادتہ بذلک اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ
ابو اللیث اور اوسکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیلہ

ط
میں گواہی دیتا ہوں کہ فلان منصف سامنے گواہی دی بسبات کی کہ فلان شخص کا فلانپر اسقدر مال ہے اور مجکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ اوسکی گواہی پر گواہی دوں اور میں اوسکی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۱۲

نہیں پہچانتا ہو تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دیگا اس بات کے اثبات کی کہ یہہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ یہہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم المدعی الاشتراک لما بسطہ القاضیخان اور اشتراک کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہو چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان سے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہون اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلۂ خاصہ یا اس شہر مین
میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا
فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباہا الی فخذہا بجدہا اور اگر شاہدین نے مسئلۂ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہیں یہان تک کہ
اسکو اوس کے قبیلۂ خاصہ کے طرف نسبت کرین چنانچہ اوسکے دادا اسکے طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اوس سے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک
قبیلۂ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلۂ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد سے کی ہے خلاصہ یہ ہے الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہے اور دار رفع اشتراک کا ایضاح مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلۂ خاصہ کے ہے اس واسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہے
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھہ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اس واسطے
کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی وتکفی
نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو ومن
اشہد علی شہادتہ ثم نہاہم عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لانہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصہ جس شاہد نے کسی کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اوسپر گواہی
دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اوسکو عنقریب ذکر
کر چکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو
مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے
کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط کے یعنے اوسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور بان
اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما حررہ ابن الکمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوسنے جھوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اوس نے
اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم شہادت زور کے ظہور کی یہہ
صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچھہ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ
عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زور کا اثبات گواہون سے اس واسطے کہ وہ منجملہ نفی ہے
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکے طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر علیہ الفتوی
سراجیۃ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاتا ہے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد بازاری
ہو تو قاضی اوسکو بازار مین بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہم نے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح ہمارے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزادا

تشہیر یا ہو وحبسہ بھی درمیان ہے اوسکا مارنا اور قید کرنا بہی زیادہ کہا ہے کذا فی المجمع ھم فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے
واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہ اذا رأی سیاسۃ اور بحر الرائق مین ہے اور ظاہر کلام فقہا سے یہ ہے کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جہوٹے گواہ کا مونہہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکہے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا
اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اوسپر تعزیر نہین ہے
اصرار کی یہہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ مین نے یہہ جہوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پہرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدۃ توبتہ الی رأی القاضی
علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنیکی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبہی مقبول نہین یعنے اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہین ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبہ یفتی علمی وغیرہ مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ ھم اسواسطے کہ گناہ سے اوسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنیکا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی کا پلٹنا
اور پہر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہے نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ او
نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہہ ہے کہ شاہد کہے کہ مین پہرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی مینے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ھم چنانچہ یون کہنا کہ مینے جہوٹی
گواہی دی یا مین جہوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تہا شہادت مین یعنے ناحق پر تہا مسکین کذا فی الدرر فلو انکرہا لا یکون
رجوعا تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہین والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی
بحسب الجنایۃ لما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا
دوسرا قاضی ہے رو برو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا مین تو اوسکی توبہ بہی
مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوی کیا
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینیکا ارادہ کیا تو
مقبول نہین بسبب فاسد ہونے دعوی کے ھم یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل
ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ھم یعنے اگر یہہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا اون پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونون
شاہد نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشاء اقرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا فعل
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اوسپر حکم نکرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدین پر
ضمان نہین اور اونکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہین کذا فی المنح ھم قبل حکم ضمان نہین بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور

باب الرجوع عن الشہادۃ

مین مذکور ہو چکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گہوڑی
اور اوسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا و بعد لا لم تفسخ الحکم مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہو گا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تہا یا اوس سے بالا ہو کذا فی البحر بسبب راجح ہو جانے خبر اول
کے قضا سے ہم اگر شارح نے تو ضیح کذا الترجیح الجز الاول من الشاہد لتقضا یہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور دہ مطلوب
مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہد دن کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہوسکتا تعجب تناقض سے اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الکافی بخلاف ظہور کون
الشاہد عبدًا او محدودًا فی قذف فان القضاء یبطل و یرد ما اخذ و تلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود مما اتلف الحاکم
اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل ہو جائیگا
ہے اور مقضی لہ پہیر دیگا جو اوسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطا حاکم سے ہے کہ اوسنے حال شہود کا تفحص نہ کیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیًا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا
الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دینگے مشہود علیہ کے اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع
ہوئے تعدی کے راہ سے اور ساتھہ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اوسکا جواب یہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہے جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار ہو اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بہ
یفتی بحر و بزازیۃ و خلاصۃ و خزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نہ کیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ
و خزانۃ المفتیین و قیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھہ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا
فکالثانی ذکرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہو یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکہا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل یہ کہ مبیع
کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے و لہذا مقضی علیہ کو اوسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ
لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اوسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا ہو اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے
حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پہر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی اور راجع پر اوسکا ضمان واجب ہے
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہی کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بہی پہر گیا تو
دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنی ایک ہی شاہد و ان رجعت

امرأة وبین رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جاوے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضمان دے گی اسواسطے
کہ شہادت پر ایسے شخص باقی ہیں جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں میں سے دونوں عورتیں شہادت
سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں گی اسواسطے کہ ایک شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوة من
رجل وعشر نسوة لم تضمن اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں میں سے تو کوئی تاوان نہ دیگی اسواسطے کہ اس قدر شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثة
الارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیوں کے ہم اسواسطے کہ نصف حق
مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف ہوا اگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس یعنی اگر
ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھ حصوں کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں
پر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو دو عورتیں بجای ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہوگیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر
پھر گئے تو تاوان پر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن النصف لما ورجعن فقط اور صاحبین نے
کہا کہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے ہم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں
اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے
نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمهر المثل او اقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح میں جس نے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر سے کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے
کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت
اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوی کیا نکاح کا اور دو گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر گواہ شہادت
سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر یا اقل کذا فی العالمگیریة عن الذخیرة وان زاد علیه ضمناها وهی
المدعیة وهو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیں اسکو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا
ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر
اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کی برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو
زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریة عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ
راجع فی النکاح پر مطلقاً ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو
شهدا باصل النکاح باقل من مهر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلة بین البضع والمال اور اگر شاہدوں نے اصل نکاح کی گواہی دی
عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب
موہم ہے کہ مسئلہ اولے میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں کہتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر
ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو متقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی
مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے اظہار تعظیم کیواسطے کیونکہ اوس سے نسل
حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شهدا علیها بقبض المهر او بعضه ثم رجعا ضمناه لها لاتلافهما المهر بخلاف اوس صورت
کی کہ اگر شاہدوں نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کر دینے مہر کے

وكذا هنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونوں
شاہد ضمان دیں گے اور اسی قدر کا جو کم ہو گیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دیں اُسقدر کا جو زیادہ ہو گیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو
بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے اس غلام کو اس
مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدوں نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکو ہزار درم ضمان دیں کیونکہ انہوں نے
اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے یہ غلام دو ہزار کو لیا اور اس پر ثمن ہے اور مشتری اسکا منکر ہے
سو شاہدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اس واسطے
کہ انہوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين
ضمنا الثمن یعنی اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ہی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دیں اور
اگر دو شہادتوں میں گواہی دی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دیں کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت میں مقتضی یہ بیع ہے
اور دوسری صورت میں ثمن پہلا مال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن
الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة واياما اختار برئ الآخر وتمامه في خزانة المفتين اور اگر شاہدوں نے بائع پر
دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت اسکی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان یعنی ہزار کا اور چاہے
مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے بمدت یکسال اور دونوں میں سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا اسکے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا
خزانۃ المفتین میں ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدوں نے بھی
گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں میں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے
وقت دو ہزار درم پھر لیں اونکو ایک ہزار حلال ہیں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اوس نے
بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہیں شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو دو ہزار اوس نے شاہدین کو دیئے ہیں اونکو پھیر لے اور جو شاہدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دیئے تھے وہ بائع سے پھیر لیں کذا في العالمگیریہ عن المضمرات ہم مسئلہ
اخیرہ کا جو بیان عالمگیری کا ہے صحیح تر تھا تو خزانۃ المفتین سے لہذا ترجمہ اوسکا ترجمہ مناسب دیکھا وفي الطلاق قبل وطي وخلوة ضمنا نصف
المال المسمى او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں
اگر مہر مسمی نہو ولو شهدا انه طلقها ثلثا واخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلث لا
فيه الحرمة الغليظة اور اگر شاہدوں نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ اوس نے
اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے اونکو غیر کے سبب
حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہیں اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات
ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی الفتح حلبی نے کہا قبل دخول دونوں گواہیوں کی قید ہے ولو بعد وطي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی
طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہیں ہم یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر جتنا جو
مہر مثل پر زیادہ ہو کذا فی الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول واخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر
وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر چاروں شاہد
گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دیں کذا فی الاختیار ولو شهدا بعتق

فیجاً ضمنا القیمة للمولی مطلقا ولو معسرین لانه ضمان الاتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونون گواہی سے پھر گئے
تو غلام کے مولے کو اسکی قیمت کا ضمان دین مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہون اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق
الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ھدایہ اور ولاء یعنی حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے
شاہدون کی طرف تو حق ولاء اونکے طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ فان فی التدبیر ضمنا ما نقصه وھو ثلث قیمته اور تدبیر مین شاہدین ضمان دین
اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہم یعنی شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر
ہونیکا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدین اسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فن ولو
مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیة قیمته وتمامه فی البحر اور اگر مولے مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اوسکے ثلث ترکہ سے اور شاہدین کو
اوسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم یعنی اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث ترکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا اور
قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدون پر وارثون کیواسطے کذا فی البحر وفی الکتابة یضمنان قیمته کلها وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت مین
شاہد ضمان دین اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنی بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنی شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درہم پر مکاتب کیا بمدت یکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدون نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولے کو اختیار دے سو اگر
وہ تضمین شاہدین اختیار کرے تو اوسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نرہے گا کیونکہ اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے اتباع
مکاتب اختیار کرے تو شاہدون سے ضمان نہ لیگا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیه الیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب
آزاد نہوگا یہانتک کہ شاہدون کو ادا کرے جو اوسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کرین زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدون نے مکاتب سے
لیا ہے اگر ہو اوس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہین مولے کو تو زائد کو خیرات کرین چنانچہ صورت مذکورہ مین پانسو اونکو حلال طیب ہین اور پانسو کو خیرات کرین
پھر قدر حساب ہی طریق کا والولاء لمولاہ ولو عجز عاد لمولاہ وردت قیمته علی الشہود اور ولاء مکاتب کی اوسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز
ہوگیا ادای بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدون کے تو پھر آویگا اپنے مولے کیطرف اور مولے اسکی قیمت جو شاہدون سے لیچکا ہے وہ شاہدون کو پھیر دیگا فن وفی
الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنة وام ولد لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد مین شاہدین ضمان دین ام ولد کے نقصان
قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھیرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اوسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونون قیمتون کے مابین ہے
ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولے منکر ہے سو قاضی نے اوسکے ام
ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہوا اور مولے زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دین کذا فی البحر عن العینی
وھکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہو سے تو شاہدون پر
سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیة قیمتہا امة للورثة وتمامه فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد ہو گی
اور شاہد وارثون کو ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے وفی القصاص الدیة فی مال الشاہدین
ولا یقتلان اور قصاص مین دیت ہو شاہدین کے مال مین اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہوں قتل نہ کئے جائینگے ہم یعنی شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا
سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدون پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے کہ شاہدون کے مال سے
تین سال مین دیت لیجائیگی اور شاہدون پر کفارہ نہین اور میراث سے وہ محروم نہین یعنی اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہون تو دونون اوسکے وارث
ہونگے کذا فی البحر ولم یقتصا لعدم المباشرة اور شاہدین سے قصاص نلیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدون نے اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل نہین کیا
جو قصاص اون پر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اتفاقا اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کرنیکی گواہی دی تو اون پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہوا اون پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شهود الفرع برجوعهم لان الشهادة فی مجلس القضاء صدرت منهم اور ضمان لازم
ہوگا شہود فرع پر بسبب انکے رجوع کے بسبب شہادت ہونے تلف کے انکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی ہے اسواسطے
اور قاضی کا حکم انہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شهود الاصل بقولهم بعد القضاء لم نشهد الفروع علی شهادتنا او
اشهدناهم وغلطنا نہ ضمان ہے شہود اصل پر اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے
انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادت اصول کریں تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اونہوں نے تحمیل شہادت
کا انکار کیا اور حالانکہ وہ نفس در ستے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنها لعدم اتلافهم ولا الفروع لعدم رجوعهم اور اسیطرح اگر اصول
کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اون پر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع کے ولا
اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہیں فروع کا اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انہوں نے
غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہو گیا وہ نہیں لوٹتا انکے قول سے اور نہ فروع اپنی گواہی سے پہرے بلکہ انہوں نے غیر کے
رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پہرے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ
قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی اور وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے
چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے اونہیں کی شہادت معاینہ
کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں اونکے اور یہ کذا فی الدرر وضمن المزکون
ولو الدیة بالرجوع عن التزکیة مع علمهم بکونهم عبیدا خلافا لهما اور ضمان دیں مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگر چہ ضمان
دیت کا ہو بسبب پہر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف شہادت
کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے
تو خوبی شہود کی بیان کی پہر اس سے پہر گئے تئیں اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا پہر زانی
سنگسار ہوا پہر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہ گمان کریں کہ وہ آزاد
ہیں تو اون پر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطا فلا اجماعا اور خطا کے ساتھہ تو مزکیوں پر ضمان نہیں بالاتفاق لیکن اور صاحبین کے
ہم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ میں نے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الطحطاوی وضمن شهود التعلیق قیمة القن ونصف المهر قبل الدخول اور ضمان
دیں شہود تعلیق نے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں
داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی پہر دو اور شاہد وقت
وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پہر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین و
علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف ماحصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور انکو شاہدوں نے یہہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق لشرط مانع تہی تو شرط پائی جانیکے
نزدیک تلف شہادت ہوا اپنی علت کے طرف نسبت کیا گیا ہو نہ مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء
منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شهود الاحصان لانه شرط بخلاف التزکیة لانها علة العلة ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان
شرط ہے بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پہر سب گواہ
شہادت سے پہر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں ہم یہہ جو کہا کہ شارح
کہتا کہ تزکیہ علة العلة ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی جو وجود شرط کے شہود ہیں وہ پہر جائیںگے

بیانات شہود تعلیق میں ہو یا قولہ وحدہم علی الصحیح یعنی اگر نہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بلا رجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح اون پر ضمان
نہیں کذا فی العینی شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہی ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال فی
ضمن شاہدی الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب یعنی بدلے کہا ارضمان دو شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے
اور تفویض سبب ہے بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیلے اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت
اپنی ذات کو طلاق دی اور یہہ ماجرا قبل دخول تہا پھر سب گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہے اب شرط اور علت اور سبب اور علامت میں
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اوسکے طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں ہے وکالت بفتح وکسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہہ
کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اور بہروسا کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم امر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
بمعنی مفعول یعنی جسکے طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بہی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں
(حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہہ بہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو ومناسبتہ ان کلا من الشاہد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم
توکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بہیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر ووجہ استدلال یہہ ہے
کہ یہہ بہیجنا بطریق توکیل تہا اور شرائع سابقہ ہماری واسطے حجت ہیں جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
العینی ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں
ہم ابو داود وترمذی نے اس سند سے روایت کی جسمیں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بہیجا کہ آپ کے واسطے
قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اوسکو بعوض دو دینار کے بیچا پہر ایک دینار سے دوسری قربانی خرید کی اور ایک
دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اونکی تجارت کے لیے برکت کی دعا
کی اور سند اسکی ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق
ہے وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر الطلاق والعتاق
والوقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر
زواہر الجواہر وسیجیء ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہان تک کہ طلاق
کو بہی شہید نے کہا اور اسی عموم پر فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نکرسکے گا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد کے توکیل عام کی یہہ بہی مثال ہے کہ جو کچھہ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہہ ہے کہ
تو میرا وکیل ہے اس گہر کی خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ

فرق شرط سبب علت علامت

کتاب الوکالۃ

یعنی ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجائے اپنی ذات کے توکیل
عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین
تو وکالت باطل کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو
اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ
کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے
اوسمین تصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہے کہ توکیل عام نے الجملہ معلوم ہے تو اگر بالکل معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے
کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنیٰ وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنیٰ ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے
کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنیٰ تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا
کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت
حفظ کے ہے ممن یملکہ ای المتصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے
اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم اصل تصرف کی مالکیت سے مراد یہہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا
ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیعون اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہہ قول بنی ہے اس پر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملکیت تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل
اوس ولایت تصرف کو موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق و
عتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل
کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کا مالک نہین اور معلوم
ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکے ولی کے
اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر و نفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ
کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف
مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ
کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا
او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور
موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مر گیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل
نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد وصح خلافا لہما بیع صید وان امتنع
المؤکل لعارض النہی کما قدمنا انتہی اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع
فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیعمین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف
مین سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون
کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ فروخت کرنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور خرید جالب مبیع اور سالب ثمن ہے
اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو صرف مجور صبی اور عبد دونون کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل مین نفاذ شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہین لا یخفی ان الکلام
الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل فلذا لم یقل و یقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب یعنی صحت وکالت مین گفتگو ہے
نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسی واسطے مصنف نے یہان یون نہ کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر ہم ہدایہ اور وقایہ اور درر غرر
مین وکیل کی شرطین یون مذکور ہین کہ یعقل العقد و یقصدہ یعنی وکیل مین شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے تعقد کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کے طرف سے واقع نہو گی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن بیان گفتگو
صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھہ حاجت نہین ثم ذکر ضابط الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ
لنفسہ یہ مضمون سے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے
ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ
وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض
کے توکیل کا مالک نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ در صورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین مصرح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فیشمل الخصومۃ تو توکیل شامل
ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل العقد اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصومت
وغیرہ کو شامل ہے خصومت لغت مین جھگڑا ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال
یا انکار کیا تو حقیقت شرعی یہہ ہے خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ
فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسیواسطے مصنف نے کہا تو صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہو مخاصم کی رضامندی سے قال
جوازاہ بلا رضاہ و بہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم امام اور صاحبین کا خلاف
لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونیکے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی
دلیل یہہ ہے کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ جواب مستحق ہے مخاصم پر
اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوئے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اوسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ
فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی
ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کہا ہے اسکو نہایہ مین اور فتوے کے واسطے یہہ ہے کہ اسکو حاکم کی رای پر مفوض کرنا چاہیئے کذا فی الدرر درر مین ہے کہ اگر
قاضی کو قصد اور تعنت ہی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر
رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضای خصم اور یہہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض
الی الحاکم بنابر سابق تہا جب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تہے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین نقصان ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل
مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین
اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر
ہو یعنی اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہے ہم یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ مخاصم انتظار نکرے اسلئے کہ محیط مین ہے کہ اگر موکل حاضر نہین یا مسافر ہو
تو توکیل خود بخود لازم نہین بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہئے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کرتا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہین کرتا تو توکیل
پر راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایہ مین ایسے مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ بمنزلہ حضور ہے

سکتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور ہم بیان کر چکے ہیں قولہ ویکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا
کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ھم سیداوس یہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادۂ سفر
امر باطنی ہے تو اوسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور بدون اوسکا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اوسکے حال
کو ملاحظہ کرے اور اوسکے سامان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو
جو مردوں سے مخالطت نہیں رکھتی ہو چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھم پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں حاضر ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیا کے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او
حائضا او نفساء والحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم بالتاخیر جیسے حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جب مخاصم
تاخیر جواب پر راضی نہو کذا فی البحر ھم اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہوگا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضاً او محبوسا من غیر حاکم ھذا الخصم
فلو منہ فلیس بعذر بزازیہ یعنی یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع
ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ ہے سجنا ھم اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار میں ہے اوسکو حبس سے نکالے اور دعوے کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی
کرے اگر تاخیر دعوے سے راضی نہو پھر اوسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوے خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اوسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا
خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر از عمیم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ
الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوے کے بعد کذا فی القنیہ ھم رجوع جائز ہے اگرچہ ابتدا کی ہو اور قنیہ میں اکیدن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا
فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا فیرسل امینہ لیحلفہا مع شاہدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصمین
اختلاف کریں عورت کی پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت ہو علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین دو شاہد دیکے ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوینگے
تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہان یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے کہا اور دو اور شاہد گواہی دینگے حلف یا نکول پر وان من الاوساط
فالقول لہا لو بکرا وان ہی من الاسافل فلا فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھم عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں
در صورت باکرہ البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیای دنیا و دین بھی اہل
کرامت کی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن
المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسیطرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے لینے میں وکالت صحیح نہیں درصورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھم ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق
موکل کا مراد ہے ھم اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اوسکا وکیل اور
استیفا میں حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حد و قتل ٹل جاتی ہیں شبہا سے اور شبہ ہے معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے
یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی والحقوق عقد لا بد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ وتق

الطالب

وَصَحّ مِن اِقرارٍ یتعلّق به مادام حیًّا ولو غاب تاتا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہی چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق
وکیل سے متعلق ہین جبتک وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کذا اصح ابن ملک ھم اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا
کہ مینے اس گہر کو بیچا یا موکل کا فلانا گہر مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کے طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہہ گہر موکل نے بیچا تو وکیل ہنگا فضولی
ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اوسکے وصی کے طرف منتقل ہونگے نہ موکل کے طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم
وصی قائم کرے اور یہی قول مقبول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت وکیل بعض کی ولایت موکل کے طرف منتقل ہوگی تو قہستانی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے
انتہی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن محجورًا بشرطیکہ وکیل محجور یعنے ممنوع التصرف نہو ھم یہہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ اونکی وکالت جائز
ہے لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کے طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع وتسلّمہ وقبض ثمن ورجوعٍ بہ عند استحقاقٍ وخصومۃٍ
فی عیبٍ بلا فصلٍ بین حضورِ موکّلہ وغیبتہ لانّہ العاقد حقیقۃً وحکمًا حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبض
کرنا اور ثمن کا پہیر لینا یا پہیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اوسکے
غائب ہونیکے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃً وحکمًا ھم عقد قائم
ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹہیرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکمًا عاقد
ہوا لکن فی الجوھرۃ لو حضرا فالعھدۃ علی الآخذ الثمن لا العاقد فی اصحّ الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ
حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکّل تتعلّق الحقوق بالموکّل اتفاقًا ابن ملک
فلیحفظ فقولہ لا بدّ فیہ ما فیہ ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کے طرف کی تو حقوق
عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا اصح ابن ملک سو اسکو یاد رکہنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کے طرف ضرور ہی جو خلل
ہی جو سہین ہے اور اسیواسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے [illegible] ھم خلاصہ یہہ ہے
شارح یہہ ہی کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا [illegible]
کہا براذیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہی یعنی خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک سے کہا کہ یہہ غلام مینے موکل کے [illegible] بیچا اور وکیل نے
کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ [illegible] طرف راجع [illegible]
کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہہ ہی کہ وکیل وکیل نرہا فضولی ہوگیا اور عقد موقوف رہا [illegible] موکل کی اجازت [illegible] تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل
مگر جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو ہمین اختلاف [illegible] کہ وکیل [illegible]
[illegible] کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط ہے کہ [illegible]
تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد ہے وشرط الموکّل عدم تعلّق الحقوق بہ ای بالوکیل لغوٌ باطل [illegible] اور شرط کرنا موکل کا کہ متعلق ہو حقوق
کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوھرۃ والملک یثبت للموکّل ابتداءً فی الاصحّ اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے شروع سے
قول اصح مین ھم یہہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پہر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب
الوکیل بشرائہ ولا یفسد نکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
خرید کرنے سے ھم یعنے اگر وکیل نے اپنے باپ کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تہی اور اوس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو یہہ باپ
آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہی سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہوئی نہ وکیل کی
یہہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بہی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر ادر کرسنے کے قول کے
خلاف کا کچھہ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہے ولکن ھذا تابناء علی للموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او
زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار اور اوسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے ہم یہہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہو نہ ابو طاہر کے
کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لابد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لایستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کو موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں
ہو تا اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جاویگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمدا وانکار وعتق علی مال وکتابۃ وھبۃ وتصدق واعارۃ
وایداع ورھن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ یکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمدا سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین تو وکیل سے نسبت وکیل کے عقد مذکورہ مین محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا
ہم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کے طرف سے ہی تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کے طرف سے
ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع مین حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہی
طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین ولدفعہ لہ صح ولو مع نھی الوکیل استحسانا
ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھہ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ کرے بواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اوسکو پہنچ گیا اور اوس مین کچھہ فائدہ نہین کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی وتقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لو لموکلہ ان واقع ہوتے ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے
مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنے اگر فقط وکیل بیچنے کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھہ واقع
ہوگا وہ دونون برابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ہم یہہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے ولو دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین یعنی یتیم بجای وکیل یتیم وصی یتیم کے صورت اوسکی یہہ
ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسری بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اوس کا دینا تضییع ہے اور وکیل صرف نے الصرف سنئے جیسا کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا بسبب افتراق عاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ الوکیل عبدا ماذون لا دین

ملہ یہان تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کیطرف منسوب کریگا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا ۱۲

لیکن وکالت منصرف ہوگی اوسکے طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہے ترجمے نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہو گا
مقصود موکل کی تحصیل پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکہے یعنے اوسکے مقدور کو دیکھے اوسکے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دار او
عبد جاز ان سمّی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گہر یا غلام کی خرید کا
تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ
غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہوں یا جو ہم یہہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے
بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گہر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گہر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار
اختلاف اغراض اور پڑوسیوں اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز و قاضیخان کا تابع ہے اور
صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہاں گہروں میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا
ہی منح الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہوں خرید کر تو
صحیح نہیں جب تک گیہوں کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی و الا یسمّ ذلک لا یصح و الحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکله بشراء ثوب
او دابۃ لا یصح و ان سمّی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور لاحق بجہالت جنس کی
اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہیں اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم تتمہ
ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ کی خلاصہ یہہ ہے کہ جسکی خرید کی بابت وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کرے تو وکالت صحیح ہے اور اگر
سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہیں بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع
مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے ورنہیں تو صحیح نہیں اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جوہرہ
کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بشراء طعام و بین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا
ادام کلحم مطبوخ او مشوی و بہ قالت الثلثۃ و بہ یفتی عینی و غیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور
اوسکی مقدار بیان کر دی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف میں اوس طعام پر جو مہیا ہے
کہانیکے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کہانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بہنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسیکا فتوی ہے
کذا فی العینی و غیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہوں اور اوسکے آٹے سے اور
مصر کے عرف میں طعام کہتے ہیں پختہ گوشت شوربہ دار کو کذا فی البحر الحاصل موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت
باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اوسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے و فی الوصیۃ له ای للشخص بطعام یدخل کل مطعوم و لو
دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمیں شیرینی ہو چنانچہ
سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہہ ارادہ کیا کہ آگاہ کرے کہ یہہ حکم
وصیت کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی و للوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ و لوارثہ او وصیہ ذلک بعد
موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکله ذلک ای الرد بالعیب و کذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پہیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے
جب تک کہ مبیع اسکے ہاتہہ میں ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا
وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پہیر دینا اور اسیطرح جیسے وکیل کا حکم ہے ہم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور
مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اوسکو پہیر دیجاویگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہو گا تو موکل پر پہیری جاویگی اور

موکل اسی سے خصوصیت ہے بسبب یمین کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وھذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتھاء
الوکالۃ بالتسلیم اور یہہ یعنی رد بالعیب اوس وقت ہے جب کہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کر دی اور اگر اوس نے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اسکو
پہیر دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب تمام ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل باع فاسدا فلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع
قنیہ بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ھم مطلقا
یعنی اگرچہ بیع مشتری کو دیچکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بغیر اوس سے پہیرنے بدون
اوسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا بالاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو جائز
ہے روک رکہنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہے اسواسطے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ
خلاصہ اور اگر وکیل نے اسکو بثمن حال خرید کیا پہر بائع نے ثمن دینے کی کچھہ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فے الحال جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصہ ھم یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پہر بائع ثمن کی مدت
ٹہیراوے کذا فی الطحطاوی ولو وھبہ کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل
موکل سے تمام ثمن پہیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پہیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ھلک المبیع
من یدہ قبل حبسہ ھلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتہہ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہو گی اور ثمن ساقط نہو گا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتہہ مین تو بہی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پہر موکل نے ثمن دیا سو ہلاک ہو گیا یا اسکو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک
ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع فیھلک بالثمن وعند الثانی کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کی تو وہ مبیع کے مانند
ہے تو ہلاک مبیع کی ثمن سے ہوئی یعنے اوسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے ھم مبیع کے مانند ہے یعنے اوس مبیع کے مانند
جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جب کہ حبس مبیع کر لیگا استیفاء ثمن کے واسطے تو اوسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہو گا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہو گا اب وکیل موکل سے نہین لیسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پہیر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو جیسا کہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف عینی
اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پہر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھہ اعتبار نہین حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد مین اور
حقوق عقد مین وہ اصیل ہے تو اب کچھہ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد
بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہو گا صاحب عقد کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہو گا قبل قبض تو عقد باطل ہو گا اسواسطے کہ عاقد
کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسواسطے
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسلام کی یہہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیوے اور قبول سلم
کی یہہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والقبول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ
بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اوسکے بہیجنے والے کی مفارقت

بہتر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد مین ہو نہ قبض مین ق اُستُفِید صحۃ التوکیل بھما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ
عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہہ تہا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا ق وکّلہ بشراء عشرۃ ارطال
لحم بدرھم فاشتری عشرین رطلا بدرھم مما یباع منہ عشرۃ بدرھم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درھم خلافا لھما والثلثۃ قلنا انہ
امر بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس طل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے وہ خرید گوشت اوسکا خرید کیا
یعنی بیس طل ایکدرم سے اوس قسم کا گوشت جو دس طل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس طل سے دس طل بعوض نصف درم کے بخلاف
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک بیس طل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کے
طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس طل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ھ خلاصہ جواب یہہ ہے کہ وہ دس طل
کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ق ولو اشتری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہین یعنے مثلا جو گوشت کہ بیس طل ایکدرم کو بکتا ہے اوسکو دو درم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے
واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ھ غیر موزون کی یہہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض
سو درم کے تو اوس نے لیے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک
کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا
فی المحیط ا ھ بنصف ق ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجھا لنفسہ صح منہ والفرق فی الوانی غیر الموکل
لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل
کی غیر ہی تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولی خرید کرے موکل کی غیبت مین جبتک وکیل نے
امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرلیگا تو صحیح ہوگا کذا
المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہے ھ غیر موکل کی قید ہو اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین
نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے
واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شئے معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید
کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ
نکاح اون عقود سے ہے جنکی اضافت موکل کے طرف ضروری ہے اور اوس کا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جب کہ اوسیکے طرف منسوب اور
مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہرصورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی المطلع ادی
مختصرا ق فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ
یعنی تو اگر وکیل نے شئے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی
اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ھ یہہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفا پر
ق وان لیشتری شیئا بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اوسکو وکیل کیا
غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا
ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے
اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہین تو وکیل کے واسطے ق ولو توافقا انہ لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو

وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری لہ
احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الامر والا لا اذ لیس للوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا
بخلاف وکیل البیع کما سیجیء معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک
چیز خرید کی بقدر اوسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھہ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کے طرف سے ہوا
اگر ایسا نہین یعنے کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کے طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھہ خرید کرنا
بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھہ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا الشراء بہما بالالف وقیمتہما سواء فاشتری
احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیزون کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے
اون دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے
ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الامر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون
سے ہزار کی باقی سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا
بعوض ہزار درہم کے امر کیا سو اوسنے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم
خرید کرلے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصد کے یعنے حاصل ہوا دونون غلامون کا ہزار درہم کو وجوزاہ
ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر اتنی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امرہ
مدیونہ بشراء شیء معین بدین لہ علیہ او عینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ ا ور
اگر ایک شخص نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اوسکا اوسپر ہی اور ہیکو اوسنے معین کردیا یا بائعکو معین کردیا تو خرید صحیح ہی
اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹہرایا جائیگا قبض دین مین عتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائعکو دینے سے بخلاف غیر المعین
لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الامر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین بیع یا بائع
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر بیع یا بائعکو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی
البحر وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات
عندہما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوسپر ہے
بنا ہی خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک
دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے
مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹہری
بدون اس بات کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجئے اور یہہ جائز نہین کذا فی البحر والمحتار ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر ادسنے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اوس
پر ثابت ہے تو اوسکا امر صحیح ہے بسبب ٹہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کیواسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو یعنی
جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اوسنے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہے خدا کا جیسا کہ کہا ہے

لو امر الاجیر المستاجر بمرمتہ بما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ ولذا لو امرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ و ینفق علیہا صح اتفاقا للضرورۃ
لانہ لا یحل الاجر کل وقت فیحل المؤجر کالمؤجر فی القبض یہ سب صحیح ہے اور ایسا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اوسکی مرمت کا جسکو
اوس نے اجارہ لیا اوس اجرت سے جو مستاجر پر ہے اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کی خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور
اوس پر خرچ کرے تو امر اوس کا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز
قبض اجرت میں اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی هم موجر بفتح جیم عبارت سے عین مستاجر ہے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی
شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز و بعد الوجوب قیل علی الخلاف الی اخرہ فراجعہ میں کہتا
ہوں اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ اگر موجر کا یہہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضوں کے نزدیک
بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اوسکے طرف مراجعت کر هم بیان خلاف یہہ ہے کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہیں بدون
تعیین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا نقلہ الطحطاوی و لو آمرہ بشرائہ بالف
و دفع الالف فاشتری و قیمتہ کذلک فقال الامر اشتریت بنصفہ و قال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اوسکو امر
اوسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اوسنے ہزار روپے سو وکیل نے اوسکو خرید کیا اور قیمت اوسکی ہزار ہی ہے سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو میں خرید کیا
اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے و لو کان قیمتہ نصفہ فالقول للامر
بلا یمین درر و ابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف و تبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ
تحریف و صوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اوسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہے
صدر الشریعۃ کے تابع ہوکر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا ہے کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونوں صورتوں میں بدون
قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول بعدم حلف تحریف ہے اور ٹھیک بات یہہ ہے کہ بعد
حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی هم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت میں کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو ادعای تحریف در حق افاضل بلا
بدگمانی ہے اور تخطیہ بے محل ہے و ان لم یدفع الالف و قیمتہ نصفہ فالقول للامر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر لما قلت لکن
فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی الرجوع بالبینۃ فتنبہ اور اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دئے اور حال یہہ کہ قیمت اوسکی پانسو ہے
تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہے مصنف علیہ نے درر کا تابع ہوکر چنانچہ مذکور ہوچکا میں کہتا ہوں لیکن اشباہ میں ہے کہ وکیل کا قول
معتبر ہے قسم کے ساتھہ گر چار صورتوں میں گواہ کے ساتھہ قول اوسکا معتبر ہو تو خبردار رہنا اس اختلاف سے هم طحطاوی نے کہا یہہ استدراک صحیح
نہیں ماقبل پر کیونکہ وہ موکل میں ہے اور یہہ وکیل میں تو اس عبارت کی کچھہ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ میں تصدیق قول وکیل مذکور ہے
تو نفی یمین اسکو لازم نہیں انتہی ملخصا و ان کان قیمتہ الفا تحالفا ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اوسکی ہزار
ہو تو موکل اور وکیل دونوں قسم کھائیں پھر دونوں میں عقد فسخ کیا جاوے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی و کذا لو امرہ بشراء معین من غیر بیان
ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا او ان صدقہ بائعہ علی الاظہر و قال الامر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن موجبہ
الحالف اور اسیطرح اگر اوسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنیکا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ میں نے اوسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اوسکا
وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اوسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونوں قسم کہاوینگے بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن میں
اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کہانا ہے هم تصدیق بائع کی تصحیح میں اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضیخان
باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا افادہ الطحطاوی و ان اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الامر

امرتک بشرائه بمائة وقال المامور بالف فالقول للآمر بيمينه فان برهنا فبرهان المامور لانه اكثر اثباتا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا
مقدار ثمن میں یعنے تسمیۂ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ میں نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تونے ہزار درم سے
خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ پھر اگر دونوں گواہ لاویں تو وکیل کے گواہ مقدم ہیں باعتبار کثرت اثبات کے ولو امره
بشراء اخيه فاشترى الوكيل فقال الآمر ليس هذا المشترى باخي فالقول له بيمينه ويكون الوكيل مشتريا لنفسه والاصل ان
الشراء متى لم ينفذ على الآمر ينفذ على المامور بخلاف البيع كما مر في خيار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کی خرید کرنیکا
سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہیں تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹھیریگا
اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار شرط
کے باب میں مذکور ہوچکا یعنے در صورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد عليه اي على الوكيل لزعمه عتقه على موكله فيؤاخذ به
خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیہ ولو
امره عبد بشراء نفسه الامر من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوكيل لسيده اشتريته لنفسه فباعه على هذا الوجه عتق
على المال وولاؤه لسيده وكان الوكيل سفيرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے
مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی
طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے
طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور
غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فی الحطاب وان قال الوكيل اشتريته ولم يقل لنفسه فالعبد ملك المشتري و
الالف للسيد فيهما لانه كسب عبده وعلى العبد الف اخرى في الصورة الاولى بدل الاعتاق كما على المشتري الف
مثلها في الثانية لان الاول مال المولى فلا يصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے اس غلام کو خرید کیا اور یہہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے
خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار درم دونوں صورتوں میں مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے
ہزار درم پہلی صورت میں واجب ہیں عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہیں مانند اوسکے دوسری صورت میں اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولا کا
تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہیں رکھتا وشراء العبد من سيده اعتاق فتلحقه احكام الشراء فلذا قال فلو شرى العبد نفسه لنفسه
الى العطاء صح الشراء اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجاوینگے تو اسیواسطے مصنف نے
کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے
كذا في الطحطاوي كما صح في حصته اذا اشترى نفسه من مولاه ومعه رجل آخر وبطل الشراء في حصة شريكه جیسے صحیح ہے خرید
غلام کے حصے میں جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مالک سے اور حالانکہ غلام کے ساتھہ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے
ساتھی کے حصے میں ہمارا مراد یہہ ہے کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف ما لو شرى
الاب ولده مع رجل آخر فانه يصح فيهما نوع الخانية من حيث الاستحقاق والفرق انعقاد البيع في الثاني لا الاول لان الشرع
جعله اعتاقا ولذا ابطل في حصة شريكه لئلا يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک مرد
کے ساتھہ شریک ہوکر کہ یہہ خریداری دونوں شریکوں کے حق میں صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع میں استحقاق کی بحث سے اور
دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہہ ہے کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت میں یعنے باپ کی شرکت میں نہ پہلی صورت میں یعنی غلام کی شرکت

مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو عتاق قرار دیا ہے ولہذا بیع باطل ہے غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقة
والمجاز کے ہم شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہو کیا وجہ ہے کہ بیع مذکور مین غلام مین عتاق اور اوسکے شریک کے حق مین مفید
ملک نہووے خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنے مجازی یعنے عتاق مین اور معنی حقیقی
یعنی ثبوت ملک مین اور حالانکہ جمع بین الحقیقة والمجاز جائز نہین قال لعبد اشترلی نفسك من مولاك فقال لمولاه بعنی نفسی لفلان ففعل
ای باعه علی هذا الوجه فهو للآمر فلو وجد به عیبا ان علم به العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد
للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیئے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے
شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوسمین کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو
غلام جانتا تھا تو پہیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار
کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق لانه
اتی بتصرف آخر فنفذ علیه وعلیه الثمن فیهما لزوال الحجر بعقد باشره مقارنا باذن المولی دیا اور اگر غلام نے یہہ کہا کہ بیچ مجھکو
فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھہ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کہ نہ اسطرح کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا
اوسنے دوسرا تصرف کیا تو اوسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونون صورتون یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل
ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھہ متصل ہوکر کذا فی الدرر ہم یہہ جواب ہو سوال
مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ وکیل یہان غلام ہے اور غلام مجور التصرف ہو تو چاہیئے کہ حقوق بیع اوسکے طرف راجع نہون فرع مسئلہ متعلقہ
شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درهم فباع بالف ومائة نفذ ولو بمائة دینار لا ولو خیرا خلافا
دو درہ وکیل نے جب امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہوا ایکہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے
گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصة
والدرر ہم یہہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہہ تہا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم فصل یہہ فصل ہے بیع اور شراء اور غیر ہما کی وکالت
کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارة والصرف والسلم ونحوها مع من ترد شهادته له للتهمة وکیل بیع اور شراء اور اجارہ
اور صرف اور سلم اور اونکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھہ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہے بسبب تہمت کے
ہم مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھہ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع باہمی اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا
اوس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکے ہاتھہ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ
موکل کے باپ بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولے معلوم ہوگیا کذا
فی البحر الا من البحر وجوزاه بمثل القیمة الا من عبده ومکاتبه اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے کہ
اذا اطلق له الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعه لهم بمثل القیمة اتفاقا وکیل کو تخصیص نکرنے کے ہاتھہ بیچنا جائز نہین اگرچہ موکل وکیل کو
علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھہ تیراجی چاہے تو جائز ہوگا اوسکا بیچنا اون لوگون کے ہاتھہ بمثل قیمت باتفاق امام اور
صاحبین کے کما یجوز عقده معهم باکثر من القیمة اتفاقا ای بیعه لاشرائه بالاکثر منها اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا اونکے ساتھہ
درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت پر بالاتفاق ہم شارح نے
کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید مین کما لو باع باقل منها بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عنده خلافا

لہما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بھی جائز
نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بہم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ
غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور
اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت کثیر قیمت سے اور عوض
اسباب کے ہم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان
بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو
قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد
کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہو گا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ
شراء من وجہ فیہ اور جائز نہیں عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درہم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف
بیع ہے ایک اعتبار سے اور خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وھو بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع
للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لہا وتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع
ادھار سے اگر بیع میں توکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا
ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوے ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ
دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے
بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا
ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت مین ادھار سے بیچنا اوس صورت
مین جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہو گا
اسی کا فتوے ہے کذا صحح ابن ملک ومتی عین الآمر شیئا تعین الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل
کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درہم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درہم نقد سے
بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیع مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اوسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کر چکے
اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اوسی جنس مین تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں واقتیا تقییدا بزمان ومکان اور البتہ
وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاظہر وکذا
الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی
وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہو گا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برای
فلان او علمہ او معرفتہ وباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او الا بحضرۃ فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ
الفتوی جعلہ ما لا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر
الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر مین لکھا ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست
اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کی

روبرو کہ بدون اونکے بیع جائز نہوگی اسیکا فتوی ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوی طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سے وکیل گیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا پھر روغن
مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید کر نا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو بھلا مفید نہین بلکہ اوسکو مضر ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہین خواہ اوسکی تاکید نفی سے کرے
یا نکرے چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درم سے سو اوس نے ہزار نقد سے بیچکی تو بیع موکل پر جائز
ہوا اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اوسکی واجب ہے
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوس نے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اوس نے
تاکید بنفی نکی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہوا اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور خلاصہ اسکا جو شرح مین ہے یہہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر اونکی تصریحات سے اس
وقت مین ایسی شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی و لو اخذ رهنا و كفيلا بالثمن فلا ضمان عليه ان ضاع الرهن في يده او
توى المال على الكفيل لان الجواز الشرعي ينافي الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اوس پر تاوان نہین اگر
رہن ضائع ہوگیا اوسکے ہاتھہ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے ھ ہلاکی مال کی صورت یہہ ہے
کہ ضامن پر رجوع کرے اور قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاوے لہذا بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنے حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر
مرجاوین کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الهداية و تقييد شراءه بمثل القيمة و غبن يسير وهو ما يقوم به مقوم اور وکیل کی خرید مقید
بمثل قیمت ہی یا غبن قلیل کے ساتھہ غبن قلیل وہ ہے کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف کار کرتا ہو کذا فی الدرر و غبن یسیر کا دوسرے معنے اوپر ادر
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و هذا اذا لم يكن سعره معروفا وان كان سعره معروفا بين الناس كخبز و لحم و موز و
جبن لا ينفذ على الموكل وان قلت الزيادة ولو فلسا واحدا به يفتى بحر وبناية اور یہہ یعنے وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھہ ہو تب ہی
جب کہ نرخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھہ بیع نافذ
نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبناية وكله ببيع عبد فباع نصفه صح لاطلاق التوكيل
و قالا لا الا ان باع الباقي قبل الخصومة جاز والا لا وهو استحسان ملتقى و هداية و ظاهره ترجيح قولهما والمفتى به خلافه بحر وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا الا قبل خصومت کے
تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہہ استحسان ہے کذا فی الملتقى والهداية اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ
اوسکے خلاف ہے کذا فی البحر ھ امام کی دلیل یہہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ شرکت ایضا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف
مراد ہو جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین و قيد ابن الكمال الخلاف بما يتعيب بالشركة والا جاز اتفاقا فليراجع
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین ایک قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو تلاش کرنا چاہیئے کتب فقہ مین ھ بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی و في الشراء يتوقف على شراء باقيه قبل الخصومة
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہو اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے تسلیم کر

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو ردّ مبیع بعیب علی وکیله بالبیع ببینةٍ او نکوله
او اقرارہ فیما لا یحدث مثله فی هذه المدة ردّہ الوکیل علی الآمر اور اگر بیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بینہ سے وکیل پر یا اسطرح کہ گواہون
کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر ولو باقرارہ
فیما یحدث لا یردّہ ولزم الوکیل اور اگر رد بیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو
وہ لازم ہے الاصل فی الوکالة الخصوص وفی المضاربة العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہے اور مضاربت مین عموم ہے م ولہذا
وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہو وفرّع علیه بقوله فان باع
الوکیل نسیئةً فقال امرتک بنقدٍ وقال اطلقتَ صُدّق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے
بیع کی اودھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل
وکالت مین خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربة صُدّق المضارب عملاً بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی
تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے تعنے مضارب نے اودھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا
کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرّف احد الوکیلین معاً لو وکّلهما
بکلامٍ ولو الآخر عبدًا او صبیًّا او مات او جُنّ نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا اون دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھ ہی
وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو هم اسواسطے
ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی رای سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رای سے اور صبی اوس تصرف مین تمیز
اجتماع سے کوئی مانع نہین اور ہمین رای کی حاجت ہے اور توکیل بلفظ واحد نہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکّلهما علی التعاقب بخلاف
الوصیّین کما سیجیء فی بابه مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت مین نافذ ہے جب کہ موکل نے ان شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ
بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا الا
فی خصومةٍ بشرط رأی الآخر لا حضرته علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے
نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے هم خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہو کہ شور و شغب کا سبب
ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین وکیل ثانی کی رای مشروط ہو تو اگر بدون رای ثانی کے وہ منازعت
ہو گا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الا اذا انتهیا الی القبض فحینئذٍ یجتمعان هم خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل
منتهی ہون قبض کی طرف یعنی جب خصومت منتهی بقبض ہو تو جائز نہین یہانتک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوهرة وعتق معیّنٍ
وطلاق معیّنةٍ لم تعوّضا بخلاف عتق معوّضٍ وغیر معیّنٍ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق
مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے هم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین رای کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا
تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہین وتعلیقٍ بمشیئتهما ای الوکیلین
فانه یلزم اجتماعهما عملاً بالتعلیق قاله المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین ہو اسلئے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھ کہا ہے
مصنف نے هم چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون کو کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہوا اسواسطے
کہ جزا دو شے کے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہین ہوتی ایک شے کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاهره
عطفه علی لم تعوّضا انها تعلیم من العینی قال الله تحقق العبادة ولا تعلقا بمشیّتهما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا

لم یوضا پر ہے چنانچہ عینی اور در سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یون تہا و لا تعلقا بمشیتہما سو تامل کر ہم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ بتصرف احد الوکیلین
انفذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جنکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے و فی تدبیر و رد عین کو دیعۃ
و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصہ اور بتصرف احد الوکیلین انفذ نہین مگر تدبیر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب
اور مبیع فاسد کے پہیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیء منہ وحدہ کا
سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پہیر لیگا تو اوسکے پوری کا تاوان دیگا یعنے درصورت
ہلاکی شے مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اوسمین سے کچھہ قبضہ کرنے کا تہا یعنے موکل نے یہہ نکہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے
کذا فی السراج ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ شے مسترد کے پوری تاوان ہونے کی کیا وجہ ہو لائق تو یون تہا کہ وکیل
پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شے کے قبض پر مامور تہا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکو نصف پر قبضہ کرنے کا نہ امر تہا بلکہ اجتماع
وکیلین امر تہا پہر جب اوسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اوسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور
تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کا نفع ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ و قضاء دین
بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا کرنے مین ایک وکیل کافی ہے بخلاف اوسکے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی
ہم استرداد عین اور قبض مبیع اور اقتضای دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اوسمین موکل کی
غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہین و بخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء
والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اسی
طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کی تو یہہ چہہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے
انفراد درتنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیا مذکورہ پانچ ہین نہ چہہ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹہرائین ایکصورت یہہ کہ دونکو
ساتہہ ہی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہہ کہ علے التعاقب کیا چونکہ اشیا مذکورہ مین رای اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً
بادشاہ نے ایک محل یا ایک مقدمہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف الا فی مسئلۃ ما
اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اوس مسئلہ مین جسمین واقف کر دیا اپنے
وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی
الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادای دین کا وکیل خواہ ادای دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی
نکیجائیگی ادائی دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہوا اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اسکو عمادی نے شرح بیان کیا ہی اور مصنف نے
اوسپر اعتماد کیا ہم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہو چنانچہ اوسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل
ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقات مین علت اوسکی یہہ مذکور ہے کہ اس کا کرنا اوسپر واجب نہین لیکن تنویر الابصار مین ہے کہ وکیل پر جبر
ہوگا دفع دین کا جب کہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال و مفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر
علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا کہ عدم
جبر وکیل کا مفاد یہہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادای دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہوگا جیسے کہ چنانچہ
وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

یا زید اوسکے ہاتھ نہ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنی افعال مذکورہ اوسپر لازم لنفسہ نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ
بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ
خلافا لما افتی بہ قاری الہدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جب کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا
یا اوس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد عقد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اوسکو وکیل کیا خصومت
مین مدعی کے طلب کرنیسے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فے الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہی کہ قاری
ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین
وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فلیتدبر مین
کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہی کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر
انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ
اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر
البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بہولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ اوسنے پورا اسکو بیان کیا ہی
ہم واقعۃ الفتوی یہہ ہی کہ جب وکیل ہوا دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملاکر پانچ
مسئلے ہوئی خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضاء دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو
اوس پر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا
بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی خصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر
یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہوچکا الوکیل لا یوکل الا باذن او بعموم
الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز
ہوا کہ اوسکو تصرفات مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہہ ہی کہ جس
کام مین وکیل ہوا اوس مین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلا بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا
لیکن تقاضائے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہی اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے لا اذا وکلہ فی دفع زکوتہ فوکل آخر
ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ اضحیۃ الخانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جب کہ وکیل کو
دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اوسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتہے کو وعلی ہذا القیاس جو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو
دی تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نہوگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیہ جسنے موکل نے زید کو قربانی خریدکرنے
پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز رکہی تو جائز ہے
اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ ابن مالک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا
وکیل جب کہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہی کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ
فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود بہ اور ہر وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹہیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز
ہی بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہے
بخلاف اوس صورت کے جب کہ دو وکیل مقرر کئی اور ثمن ٹہیرادیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین سے زیادت ثمن اور ختیار مشتری ہیں کذا فی الہدایہ۔ والتفویض الی رأیہ کاعمل برأیک کالاذن فی التوکیل
الا فی طلاقٍ وعتاقٍ لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ۔ اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے
یوں کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے میں مگر طلاق اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق
اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ ان سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہیں ہو سکتا کذا فی القنیہ ہم یہہ حکم بنظر تفویض کے ہے
اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلاشبہہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکّل الوکیل غیرہ بلا وبلا
اذنٍ وتفویضٍ ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے
غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز کیا
تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہے سو یہاں حاصل ہے
الا فی ما لیس بعقدٍ نحو طلاقٍ وعتاقٍ لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد
نہیں جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل اور جواجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونوں
تعلیق بالشرط کی قابل ہیں تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وکذا ابراءٌ عن الکتابۃ قنیہ
وخصومۃٍ وقضاء دینٍ فلا تکفی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیہ اور دین سے ابرا کرنے میں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادای دین
میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ہم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہے اسمیں یوں ہے کہ اگر وکیل
ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اوسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل
بیع کذا فی الطحطاوی ولو فعل اجنبیٌّ فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراءٍ فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذاً اور
اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے میں کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ ہوگا جب کہ وہ
نفاذ پاوے۔ وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فہو ای الثانی وکیل الامر وحینئذٍ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت
الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور
اس وقت میں وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور وہ دونوں وکیل معزول ہونگے موکل اول
کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ
من صنعہ بخلاف اعمل برأیک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل
صریحاً لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے
اس قول میں کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بہی اوسکی صنعت ہے بخلاف اس قول
کہ عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جای کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اوسکو اپنے نائب کا معزول
کرنا جائز ہے بدون صراحت کے کہ اوسکو معزول کرنا صریحاً مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی کے وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل
وکالۃً عامۃً مطلقۃً مفوضۃً انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر
اور در روایت کرکہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوی ہے کذا فی زواہر
الجواہر وتنویر البصائر قال لرجلٍ فوّضت الیک امر امرأتی صار وکیلاً بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک
فی امر امرأتی فلا یتقید بہ درر کہا ایک مرد نے کہ میں نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس مین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ یعنی تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہوگی اوسی مجلس کے ساتھہ کذا لفی الدرر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا ومن لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ
فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبدا او مکاتب او ذمی او حربی فی مال صغیرۃ الحرۃ المسلم او شرای واحد منھم بہ او زوج صغیرۃ
کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اوراس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا لفی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص ان مین سے بعوض اوس مال کے کچھہ خرید
کرے یا نکاح کر دے اسیطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لو
یثبت الایصاء اذا الی الجد ابی الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنیکا
پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین ہے پھر دادا کے وصی کی پھر اوسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا ہے پھر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضور
الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد ابی الاب اور ماکے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ
اوراسیطرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے
وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو ان اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانھما من جملۃ حفظ الصغیر خانیہ اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا لفی الخانیہ **فروع** مسائل لمحۃ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقید بہ وفی الاب یعم کل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم کے تصرف کیساتھہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کیساتھہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی
العمادیہ یعنے اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق
عقد باشرہ للیتیم الیھما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد ما بلغ فہو صحیح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کے طرف اوس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل ہون یتیم کے واسطے بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کیواسطے
بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ لوگ حقوق عقد سے
اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا لفی الطحطاوی
وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ لوکالۃ اور اشباہ
مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خریدنا اپنی
ذات کیواسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطور وکالت کے کذا ذکرہ الطحطاوی کہا اشباہ کے جس نسخے پر حموی نے حاشیہ لکھا ہے اسمین بجای
وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے

تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے میں وکیل کرے سوا سنے اوسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ
شیٔ مامور سے پھر سے اور مامور لینے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہہ باب ہی خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے
بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہی دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہاں یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ
والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضے کا
یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور یہی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور
بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا بمعنے اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہی لیکن عرف میں تقاضا بمعنے مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف
مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہی اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب
بحر نے فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ تقاضا کرنیوالا
وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ ہی منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی
الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے
اوسکی جنس کے واسطے وہ وکیل ہوا ورسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہی قبض کا
نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسالۃ وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ ارسلتک یعنی
میں تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں
تجھکو امر کیا اوسکے قبض کرنے کا یہہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنے زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای
الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ہم ملازمت عبارت ہی ساتھہ رہنے سے جسکو خصومت
اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر ووکیل قبض الدین
یملکہما ای الخصومۃ خلافا لہما کوکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہی خصومت کا برخلاف صاحبین
کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں وکیل بقبض العین اتفاقا جیسے
قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا
سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اوسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل
قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد
بالعیب کا وکیل تو مالک ہی خصومت کا قبض کے ساتھہ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا ولا امر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم
بھیجا موکل نے وکیل کو اور کہا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرے دین مگر تمام ہو وکیل نے دین قبض کیا سوا ایک درم کے تو اوسکا قبض مذکور جائز
نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور اسطرح نہ قبض کرے
ایک درم سوا ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برھن
المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ فصار ہو اگر مدیون کے
گواہ نہوں ادائی دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائی دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

رجع لبطلانه وبدونه لا لتبرّعه پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھیرے بسبب تبرع اور احسان کے ادّعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدّقه الغریم امر بدفعه الیه عملا باقراره ولا یصدّق لو ادّعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اوسپر ادای دین کا حکم کیا جائے گا بنا برعمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہو گی اگر وہ ایفای دین کا دعوی کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدّقه فی التوکیل فبها وتمّت والا امر الغریم بدفع الدین الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پھر اگر غائب آیا سو اوس نے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور جو سوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائے گا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم ساتھہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھیرا لہذا اوسپر دوبارہ ادای دین لازم ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصه اور مدیون وکیل سے دین پہیرلے اگر دین اوسکے ہاتھہ میں باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع لا عملا بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہیں لیسکتا اوسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنی جب اوس نے دین دیا اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھیرا لہذا رجوع نہیں کرسکتا الا اذا کان قد ضمّنه عند الدفع لقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا ما اخذه الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره گر مدیون نے وکیل سے دین پہیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لیگا نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہیں کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم بالضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ان تو اوسکا وکیل ہی لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھہ سے دوسری بار اپنا دین لے لے تو وکیل ضامنی دے اوسکا کہ مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال له قبضته منك علی ان ابرأتك من الدین وهو کما لو قال الاب للختن عند اخذه مهر بنته اخذته منك علی ان ابرأتك من مهر بنتی فان اخذته البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هنا بزازیة یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ میں نے تجھہ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے کے وقت کہ میں اس شرط پر تجھہ سے لیتا ہون کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا اسیطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیہ وکذا یضمنه اذا لم یصدّقه علی الوکالة بان کذّبه او سکت والتکذیب ودفع له ذلك علی زعمه الوکالة فهذه اسباب للرجوع عند الهلاك اوسیطرح وکیل سے مال لیگا جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دونون سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجاوے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ بقدر دفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہہ کہ قبض کری بشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو در صورت عدم تصدیق موکل فان ادّعی الوکیل هلاکه او دفعه لموکله صدّق الوکیل بحلفه پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوه المذکورة کلها لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو پہیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حضور موکل غائب وان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلك او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب الا

مدیون گواہ لایا اس پر کہ یہ شخص وکیل نہیں دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر یعنی عدم وکالت کے اقرار پر یا اوس نے وکیل سے قسم لینی کا
ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب اسکے کہ اسنے مدیون سکا اوس چیز کو ثابت کرنا چاہا جسکو اوس نے واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مدفوع حق ہی غائب کا
اور دافع اوسکا پھیر لینا چاہتا ہے کذا فی المحیط ولو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ان اگر مدیون گواہ لایا
اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے مقبول ہے کہ منقض
موکل کے جانب سے ہے کیونکہ اثبات البیان ثابت بالبیان کے مانند ہے کذا فی المحیط ولو مات الموکل و ورثہ غریمہ او وہبہ
لہ اخذہ قائما ولو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ
کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اوس کا تاوان لے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق
کر چکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ لا یحلف علی ان الدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار
کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کہائیگا کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ
فصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت دار نے اوسکی تصدیق
کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم نہو گا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جیسے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی
ہے اور یہاں مذہب مذکور ہے تو کچھ معارضہ نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا اور اگر امانتدار وکیل کو دیگا تو پھر استرداد و امانت
کا اختیار نہ ہوگا کسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءہا من المالک وصدقہ
المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقر علی الغیر اور یہی حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو
دینے کا حکم نہو گا کیونکہ یہ اقرار ہے غیر شخص پر ہم یہ علت ہر دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقالہا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ
امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیہما لاحتمال ظہور وارث غیرہ
انتہی اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانتدار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے
دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانتدار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق میت کا نہو اور ہر دو صورت میں انتظار ضروری ہے
وارث اور وصی میں دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کی احتمال سے یا دوسرے وصی کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بہ مالم یبرہن
اور اگر امانتدار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہو گا جبتک وارث گواہ نلاوے موت پر
الا ایضا لو کان الدین للمیت وصدق الدافع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہے ...
امانتدار اور اوسکے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونیکے کہ مدعی شخص وصی میت کا یا وکیل ولو کان وصیا فدفع الی بعض
الورثۃ برئ عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعض وارث کو دیا بقدر حصہ میں یا تو مدیون فقط اوس وارث کے حصے ہو
بری الذمہ ہو جاویگا نہ باقی وارثون کا مواخذہ اوسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کدفعہ
لہ او ابراءہ او اقرارہ بانہ ملکہ دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم کالم یبرہن اور اگر ایک شخص کو بقبض مال کا
وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے جیسے ادا دین یا ابرا دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دیدے اگر چہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نلاوے اپنے دعوی پر یعنی جب مدیون نے ادائی دین کا دعوی کیا مثلاً تو اوس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسے سپرد کرنا لازم ہوا
...نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونیکے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکورہ سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائی دین بجز ...

دعویٰ ثابت نہوا تو اسکے حق میں تاخیر نہو گی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافاً لزفر اور مدیون کو جائز
ہے کہ قسم لینا مثلاً ادای دین کے انکار میں موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی قسم میں بخلاف زفرؒ کے ولو وکّلہ بعیب
فی امۃ وادعی البائع ان المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لا یقبل
النقض بخلاف ما مر خلافاً لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس لونڈی کے عیب
راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد بعیب نکرے جب تک مشتری قسم کھاوے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں یہہ ہے کہ قضا یہاں فسخ
ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک رد بعیب ہو گا یعنی اگر رد بعیب کے ہم قائل ہون
تو قضا فسخ ٹھیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے
نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمیں تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا
ظاہر ہو قسم نکھانیکے وقت اسواسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر مجبور تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ میں نہ ٹھیری
کذا فی الکافی فلو ردھا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدق البائع علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقاً فی الاصح لان
القضاء لا عن دلیل بل الجہل بالرضی فتظہر خلافہ فلا ینفذ باطناً نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پھر
موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہو گی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین بقول اصح
میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہو گا باطن میں کذا فی النہایۃ
والمامور بالانفاق علی اہلی او بنائی او القضاء لدینی او الشراء او التصدق عن زکوتی اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من
مالہ ناویاً الرجوع کذا قیدہ المصنف فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعاً بل یقع التقاص استحساناً ان لم یضف الی غیرہ
اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنیکا موکل کے اہل یا بنای عمارت پر یا مامور ہو اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنیکا جب کہ وہ رکھ چھوڑے
وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونیکے وقت رجوع کی نیت کر کے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے شارح
فاضل نے یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہو گا بلکہ مقاصہ واقع ہو گا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اوس مال کو غیر موکل کی
طرف نسبت نکیا ہو یعنی خرچ کے وقت یون نکہا ہو کہ یہہ میں اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا ہو یا مطلقاً دیا ہو مع رجوع کی نیت
یون ہو گی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو محفوظ رکھا اور اوس مال کا جو روپیہ صدقہ دیا اپنے مال سے محسوب دی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید فاسد ہے
اتفاقی ہے فلو کانت وقت نفاقہ مستہلکۃ ولو بصرفہا فی دین لنفسہ او اضافۃ العقد الی دراہم نفسہ فیرد صار مشتریاً
لنفسہ متبرعاً بالانفاق لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم تلف ہو چکے
اگرچہ اسکا سبب ہلاک یہ کہ مامور نے دین ذاتی کی طرف صرف کرلئے تہے یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا خریدنے
کے وقت مثلاً کہ میں اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہو گا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جاویگا اور اہل وعیال کے
خرچ کرنے میں متبرع اسطرح ہو جاویگا یعنی موکل کے مال سے مجرا نکر سکیگا اسواسطے کہ درہم وکالت میں متعین ہو جاتے ہیں کذا فی النہایۃ
والبزازیۃ ہذا فی الانفاق اما فی الشراء والصدقۃ ہی فکذلک بحر الرائق میں مصرح ہے جب کہ وکالت میں دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک
ہو گئی تو وکالت باطل ہو گی پھر اگر مامور خرچ کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہو گا تو اسکو موکل سے نہیں لیسکتا کذا فی الطحطاوی نہر فی الملتقی لو امرہ
ان یقبض من مدیونہ الفاً ویتصدق فتصدق بالفٍ لیرجع علی المدیون جاز استحساناً تاتارخانیہ یعنی اگر موکل نے وکیل کو امر کیا
کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کرے سو اوس نے ہزار صدقہ کئے اپنے مال سے تاکہ پھر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے یہہ مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول مین قال الشیخ کل
العزل الّا اذا تعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہے تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اوسکو معزول نہین کر سکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اوسکا حق فوت ہو جاوے اور اگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اوسکے معزول کرنیکا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق ونکاح
[illegible] فقبلہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر
[illegible] تو برقرار رہیگا ہم وکالت دوری یہہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ
جب کبھی مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم موکل کو معزول کرنیکا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے ہے یعنی عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ اتی بالشرط فطلّقت شرح وھبانیہ یعنی اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت مین جو
معلق بشرط ہو یہی قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل مشافہۃ وبکتابۃ بالکتوب بعزلہ وارسال رسول
ممیز عدلًا او غیرہ اتفاقًا حرًّا او عبدًا صغیرًا او کبیرًا صدّقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وکیل کا معزول
کرنا مشافہۃ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کرے یہہ مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین
ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہو گیا اذا قال الرسول ان الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہے جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلا بدّ من احد شطری الشہادۃ عدد او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کی چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین
جو اول مذکور ہو چکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہے جو اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچانا اور باکرہ کو
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر واسطے مشتری کو اور مجبور اذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی نسبت
ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدّمنا انہ متی صدّقہ قبل ولو فاسقًا اتفاقًا ابن ملک اور ہمنے
مقدم ذکر کیا کہ جب وکیل مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرّع علی عدم لزومھا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی ہے اپنے قول آئندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
ولشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شیء بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شئے معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط واقفیت اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شئے غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ اوسکا موکل
نہ جانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل القاضی والامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور یہی حکم نسبت بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہے اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہے یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام مسجد یا عید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین علمت بعزلہ
ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کسامر وکیل کیا کسیکو بقبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہو اگر اسکو
موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوجاتی ہے ہم نقل حق مدیون یون ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہوتو
مدیون مفرد ر سینے فریب خوردہ ہوجاویگا درصورتیکہ ادای دین بوکیل الا اذا علمہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کرجاوے تو اب اسوقت مین وکیل معزول ہوجائیگا پہر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ بری وبعدہ لا لانہ دفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہوگیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب اسکے مدیون نے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہوگیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پہر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے
دینے سے دین ادا نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرھن نفسہ بحضرۃ المرتھن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کرنے کے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہوگیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہوچکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت
وکیل کی بمقتضای غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیل یعزلہ کلما وکلتک فانت معزول یعنی اور نہیں ہے اوس قسم سے جسمین
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمین کچہہ نہیں اور نہیں ہے اوس قسم کو
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجہکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجہکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمین حق وکیل متعلق نہیں۔
وقولہ الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیبۃ لا وکیل او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل یحرر المولی بقولہ لما وکلتک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشیء فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول کے
کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کردیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجہکو وکیل نہیں کیا معزول نہوگا مگر یہہ کہ موکل وکیل سے یہہ کہے کہ واللہ مین تجہکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحود لا عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار معزولی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت
کرے ترک وکالت پر ہم یعنی انکار موکل اوس صورت مین عزل ہے جب کہ وکیل بہی وکالت کو چہوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ
وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ لا ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہو اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہو اور وجہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ماورای نکاح کے انکار فسخ ہے پہر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر مین ہو کہ یہہ رجوع نہین

تو اسمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور جحود و ہتا یعین بیستا جرین مین خلاف ہی
اور منیہ مین یہ ہی کہ جحود رجوع ہے اسواسطے کہ جحود فسخ ہی انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہی اور
ظاہر اسمین کی تصحیح تبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہی کذا فی الطحطاوی ۔ وینعزل الوکیل بلا عزل بنھایۃ الشیء الموکل فیہ کما لو
وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہا الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنیکے اوس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کر لیا یا اوسکو نکاح کا
وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی
عند محمد و عند ابی یوسف یشترکان ویتخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ بیع کی اور معلوم نہین کہ
پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک ہین اور مختار ہین چاہین بیع قائم
رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر
وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرا وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما
یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین ایک کو مرجانے
سے اور اوسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا
ہی اسیکا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ
کا قول قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ مطبق بالکسر کا ہمیشہ مستوعب ہی اور بعضون نے معنے دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین ۲ والحکم بلحوقہ مرتدا لانہ لا تعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل
معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اوسکے
جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ھ یعنی جب کہ مرتد ہو گیا پھر وکیل پھر دار الحرب مین جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب کا حکم کر دیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو
نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ
لا تبطل بہذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل لا ینعزل
بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جانو کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے
شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور موکل کی موت اور اسکے جنون سے ھ مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے
کہ مرتہن بیچنا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزل بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ
او الطلاق بزازیۃ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے
کذا فی البزازیہ ھ یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی
البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ وفیما عداہا من اللازمۃ لا تبطل
بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت وبخلاف الدر فیہ نظر مین کہتا ہون اوسکا حاصل یہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ
بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت وکیل سے بسبب جنون اور
ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت سے خارج ہوجانے سے

هم مناسبت یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کے طرف حاجت ہے بلکہ گاہے بغیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ھی لغۃً
قول یقصد به الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت میں دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے تنبیہ یہ قید منازعت
و مسالمت اور یمین و دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اوس پر
تنوین داخل نہیں کی جاتی وجمعها دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی ہے کذا
فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیهما محافظۃ علی الف التانیث فکن مصباح العلوم میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں
یعنی دعاوی اور فتاوی میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے هم عبارت ممکن ہے مصباح میں لون ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے
کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو سے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی البحر الرائق وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد به طلب
حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع میں دعوی عبارت ہے اوس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق اپنی
غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار هم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا اور قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی
کے روبرو دعوی مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے
اثبات حق غیر مقصود ہے اوراسی طرح اقرار بھی ودفعه ای دفع الخصم عن حق نفسه دخل دفع دعوی التعرض فتسمع به یفتی بزازیہ
دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی
ہے کذا فی البزازیہ هم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اوسکے دفع تعرض کا مطالب ہون
تو یہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جبتک اوسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جائے اور جب اوسکو حجت
ملے تو تعرض کرے کذا فی الخلاصہ بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیۃ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ هم صورت
اوسکی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعوی کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اوس شخص پر جبر نکیا جائے گا دعوی میں اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی البحر الرائق وهذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنی تعریف دعوی میں او دفعه عن نفسه کا قول
زیادہ کرنا اوسوقت ہے جبکہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجئے هم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی یعنی دفع کو تعریف شامل
نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف میں داخل ہے، اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہے
اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں ہے کیونکہ دفع سے کف المنازعۃ مراد ہے فان ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج الیه القید سو اگر حق سے
وہ ارادہ کیجئے جو وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید کے زیادت دفع کی حاجت نہیں والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای
لا یجبر علیها اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑ دیا جاوے یعنے حاکم اوسے زبردستی دعوی نکرواوے والمدعی علیه بخلافه ای
یجبر علیها اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاوے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدة
قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیه عند محمد وبه یفتی بزازیہ ولو القضاة فی المذاهب لا یعتبر علی الظاهر و به افتیت مرارا
پھر تو اگر ایک شہر میں دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہر علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا میں نے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر هم علامہ مقدسی
نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر احتیاط کرنا انسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہو اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ
کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فالاعتبار للسواء فالعبرۃ للمدعی علی نحو ما مر انما مطلقا فی البحر [illegible] المدعی
علیه لکن فی اعتباره لغیره بالنسبۃ الیهما کما مر اور اگر مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] اور اگر دو قاضیون کی بابت یا دہ کی ولایت ہو برابر ہر ایک محلے

مفلس مشہور کا دعویٰ اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اوسنے اوسکو مال قرض دیئے ہین ایکبارہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اوس سے غصب کرلیا لوٹ لیا ہو تو ایسا دعویٰ غیر مسموع ہی کذا فی البحر اور یہی پر یقین کیا ہے ابن الفرس نے فوائد بدریہ مین وَحُكْمُهَا وُجُوبُ الْجَوَابِ عَلَى الْخَصْمِ وَ هُوَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ بِلَا أَوْ بِنَعَمْ حَتَّى لَوْ سَكَتَ كَانَ إِنْكَارًا فَتُسْمَعُ الْبَيِّنَةُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَخْرَسَ اخْتِيَارٌ وَ سَنُحَقِّقُهُ اور دعویٰ کا حکم واجب ہونا جواب کا ہی مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرسکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے۔ یعنی قضے نکول کی شرح مین وَ سَبَبُهَا تَعَلُّقُ الْبَقَاءِ الْمُقَدَّرِ بِتَعَاطِي الْمُعَامَلَاتِ اور دعویٰ کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے ساتھ معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیرہ ذلک جاری ہے تو دعویٰ کرنا اوسی قسم سے ہی جو بقاء عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعویٰ نہ مسموع ہو تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فَلَوْ كَانَ مَا يَدَّعِيهِ مَنْقُولًا فِي يَدِ الْخَصْمِ ذَكَرَ الْمُدَّعِي أَنَّهُ فِي يَدِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ مَرْهُونًا فِي يَدِهِ أَوْ مَحْبُوسًا بِالثَّمَنِ فِي يَدِهِ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعویٰ کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہہ کہ محبوس ہو واسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وَطَلَبَ الْمُدَّعِي إِحْضَارَهُ إِنْ أَمْكَنَ لِيُشِيرَ إِلَيْهِ فِي الدَّعْوَى وَالشَّهَادَةِ وَالِاسْتِحْلَافِ اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر ممکن ہو تا اوسکا اگر بغیر مشقت لانا ممکن ہو مشقت تو مدیون پر حضار اوسکا واجب ہی تا اوسکی طرف اشارہ کیا جاوے دعویٰ اور شہادت اور استحلاف مین وَذَكَرَ الْمُدَّعِي قِيمَتَهُ إِنْ تَعَذَّرَ إِحْضَارُ الْعَيْنِ بِأَنْ كَانَ فِي نَقْلِهَا مُؤْنَةٌ وَإِنْ قَلَّتْ ابْنُ كَمَالٍ مَعْزِيًّا لِلْخِزَانَةِ اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حضار عین کا اسطرح کہ اوسکے لانے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت بخزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہی ہلاک عین مین تو شارح کا یہان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی البحر أَوْ هَلَاكِهَا أَوْ غَيْبَتِهَا لِأَنَّهُ مِثْلُهُ مَعْنًى قیمت بیان کرے اگر حضار اوسکا متعذر ہو اوسکے ہلاک ہوجانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنے کے یعنی قیمت اوسکی مماثل معنوی ہو وَإِنْ تَعَذَّرَ إِحْضَارُهَا مَعَ بَقَائِهَا كَرَحَى وَصُبْرَةِ طَعَامٍ وَقَطِيعِ غَنَمٍ بَعَثَ الْقَاضِي أَمِينَهُ لِيُشَارَ إِلَيْهَا اور اگر حضار اوسکا متعذر ہو باوجود اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بہیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اوسکے طرف اشارہ کیا جاوے وَإِلَّا تَكُنْ بَاقِيَةً كَفَى فِي الدَّعْوَى ذِكْرُ الْقِيمَةِ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعویٰ مین ذکر قیمت کفایت کرے وَقَالُوا لَوِ ادَّعَى أَنَّهُ غَصَبَ مِنْهُ عَيْنَ كَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ قِيمَتَهَا تُسْمَعُ فَيَحْلِفُ خَصْمُهُ أَوْ يُجْبَرُ عَلَى الْبَيَانِ دُرَرٌ وَإِنْ قُلْتَ وَلِهَذَا لَوِ ادَّعَى أَعْيَانًا مُخْتَلِفَةَ الْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَالصِّفَةِ وَذَكَرَ قِيمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً كَفَى ذَلِكَ الْإِجْمَالُ عَلَى الصَّحِيحِ وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهُ أَوْ يَحْلِفُ خَصْمُهُ عَلَى الْكُلِّ مَرَّةً اور فقہاء نے کہا ہی کہ اگر دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی کی فلانی چیز غصب کی ہی اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعویٰ مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی در صورت انکار یا اوس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی در صورت اقرار کذا فی الدرر و ابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب سماع دعویٰ غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعویٰ کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہہ اجمال کافی ہے صحت دعویٰ مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہر اعیان مختلف الجنس چنانچہ اناج اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جوار مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وَإِنْ لَمْ يُبَيِّنْ قِيمَةَ كُلِّ عَيْنٍ عَلَى حِدَةٍ لِأَنَّهُ لَمَّا صَحَّ دَعْوَى الْغَصْبِ بِلَا بَيَانٍ فَلَأَنْ يَصِحَّ إِذَا بَيَّنَ قِيمَةَ الْكُلِّ جُمْلَةً بِالْأَوْلَى قیمت مجمل کا دعویٰ مسموع ہی اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعویٰ غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وَقِيلَ فِي دَعْوَى السَّرِقَةِ يُشْتَرَطُ ذِكْرُ الْقِيمَةِ لِيُعْلَمَ كَوْنُهَا نِصَابًا أَوْ لَا أَمَّا فِي غَيْرِهَا فَلَا يُشْتَرَطُ عِمَادِيَّةٌ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعویٰ مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اوس کا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا مین تو بیان قیمت شرط نہین

بسبب حاصل ہے مقصود کہ ہم ملتفت ہین ہے کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے موالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دوکان
یا اوسکے محلہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انّه ای العقار فی ید المدعی علیه لیصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گہر یا باغ
مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تاکہ وہ مخاصم ٹہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان ہوتا عقار کا
کذا اسنے لکھا ہے ونہ یطالبه بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مرّ اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور
ہو چکا ہم مذکور یہہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یده فی العقار بتصادقهما
بل لا بدّ من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرهما بخلاف المنقول لمعاینة یده اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اوسمین تصادق متخاصمین سے ثبت قبض
ہو بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہہ کہ شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے آپ مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم هذا لیس علی
اطلاقه بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا ہم یہہ یعنے شتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر اسکے الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا
دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمین ملک کا سبب ذکر نہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید
فلا یفتقر الی البینة لان دعوی الفعل کما تتحقق علی ذی الید تتحقق علی غیره ایضا بزازیة اور غصب کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے
دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بہی صحیح ہے کذا فی البزازیة ہم شارح نے دلیل سے
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوے مین فرق ہے فعل سے مراد غصب یا خرید ہے وذکر انه یطالبه به لتوقفه علی طلبه
ولاحتمال رهنه او حبسه بالثمن وبه استغنی عن زیادة بغیر حق فافهمه اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ
سو بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونیکے احتمال سے اور شتراط مطالبہ سے بغیر حق کے
زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اسکو سمجہہ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ کافی ہے
ہے اوس سے ولو کان ما یدعیه دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیره ذکر وصفه لانه لا یعرف الا به اور جسکا مدعی دعوی کرتا ہے اگر دین
خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنے چاندی سونا ہو یا سوای اسکے تو اوسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہین
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہہ کہ گیہون مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کہری یا کہوٹی اور ذکر وصف کی اوس وقت حاجت ہے جب کہ
شہر مین کئی قسم کے روپیہ یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی البحر ولا بد
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر برّ دینا علیه ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی مین بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کا تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت
جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر ففی السلم انما له المطالبة فی مکان
عقده اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اوسکو مطالبہ جائز نہین مگر اوسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا و
فی نحو قرض وغصب واستهلاک فی مکان القرض ونحوه بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وسأل
القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتها والا لم یتوجه علی الخصم لا یسأل لعدم
وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچہے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجہہ پر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے

البتہ صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فَاِنْ اَقَرَّ فِیْہَا اَوْ اَنْکَرَ فَبَرْهَنَ المُدَّعِی قُضِیَ عَلَیْہِ بِلَا طَلَبِ المُدَّعِی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ یعنی اوسکو ہراوے اور مدعی کو جتاوے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اوسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا یُبَرْهِنْ حَلَّفَہُ الحَاکِمُ بَعْدَ طَلَبِہٖ اِذْ لَا بُدَّ مِنْ طَلَبِہِ الیَمِیْنَ فِی جَمِیْعِ الدَّعَاوِی اِلَّا عِنْدَ الثَّانِی فِی اَرْبَعٍ عَلٰی مَا فِی البَزَّازِیَّۃِ اور اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابویوسف کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہاوے کہ مین راضی نہین ہوا عیب سے تہ شفیع قسم کہاوے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا تہ عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یون قسم کہاوے کہ زوج نے اوسکو نفقہ نہین دیا اور نکچہہ اوسکے واسطے چہوڑ گیا تہ مستحق قسم کہاوے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قَالَ وَاَجْمَعُوْا عَلَی التَّحْلِیْفِ بِلَا طَلَبٍ فِی دَعْوَی الدَّیْنِ عَلَی المَیِّتِ بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی اوسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجہکو ادا کیا اور نہ تیرے بعوض کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر وَاِذَا قَالَ المُدَّعٰی عَلَیْہِ لَا اُقِرُّ وَلَا اُنْکِرُ لَا یُسْتَحْلَفُ بَلْ یُحْبَسُ لِیُقِرَّ اَوْ یُنْکِرَ دُرَرٌ اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نلے بلکہ اوسکو قید رکہے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اوسسے قسم لینا چاہیے وَکَذَا لَوْ لَزِمَ السُّکُوْتَ بِلَا اٰفَةٍ عِنْدَ الثَّانِی خُلَاصَۃٌ قَالَ فِی البَحْرِ وَبِہٖ اَفْتَیْتُ لِمَا اَنَّ الفَتْوٰی عَلٰی قَوْلِ الثَّانِی فِیْمَا یَتَعَلَّقُ بِالقَضَاءِ انْتَهٰی ثُمَّ نَقَلَ عَنِ البَدَائِعِ الاَشْبَہُ اَنَّہُ اِنْکَارٌ فَیُسْتَحْلَفُ اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصہ بحر الرائق مین کہا اور اسیکا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی ما فی البحر پہر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تر حق یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی ہم متبادر یہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کے طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی مُلَخَّصًا قَیَّدْنَا بِتَحْلِیْفِ الحَاکِمِ لِاَنَّہُمَا لَوِ اصْطَلَحَا عَلٰی اَنْ یَحْلِفَ عِنْدَ غَیْرِ قَاضٍ وَیَکُوْنَ بَرِیْئًا فَہُوَ بَاطِلٌ لِاَنَّ الیَمِیْنَ حَقُّ القَاضِی مَعَ طَلَبِ الخَصْمِ وَلَا عِبْرَۃَ لِیَمِیْنٍ وَلَا نُکُوْلٍ عِنْدَ غَیْرِ القَاضِی تہنو تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کہاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مدعی کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فَلَوْ بَرْهَنَ عَلَیْہَا اَیْ عَلٰی حَلْفِہٖ یُقْبَلُ وَاِلَّا یَحْلِفُ ثَانِیًا عِنْدَ قَاضٍ بَزَّازِیَّۃٌ اِلَّا اِذَا کَانَ حَلَّفَہُ الاَوَّلُ عِنْدَہٗ فَیَکْتَفِی دُرَرٌ سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کہائی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہو گی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاویگی قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی ہو تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر وَنَقَلَ المُصَنِّفُ عَنِ القُنْیَۃِ اَنَّ التَّحْلِیْفَ حَقُّ القَاضِی فَمَا لَمْ یَکُنْ بِاسْتِحْلَافِہٖ لَمْ یُعْتَبَرْ اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہو گی معتبر نہو گی ہم یہہ مسئلہ مغایر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہائی

باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہے کہ قاضی یہ کہ یا قسم کہائی مدعی کے استحلاف سے ہے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الچلپی وکذا لو اصطلحا
ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وحلف ای المدعی لم یقض من الخصم لان فیه تغییر الشرع اور اگر متخاصمین نے
اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کہا جاوے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کہائی تو مدعا علیہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسمیں بگاڑنا ہو شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہو کہ قسم مدعا علیہ پر ہو کہ
نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پہیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہے ولا یمین علی المدعی لحدیث
البینة علی المدعی اور قسم مدعی پر نہیں جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہیں یہ حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی
اور ابو داود اور نسائی میں بروایت ابن عباس یوں ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور
قسم اوس پر ہے جو انکار کرتا ہو طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین میں تقسیم فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہو
اور دوسری وجہ یہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہو اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہو جبکہ
وہاں معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاهد و
الیمین ضعیف بل رده ابن معین بل انکره الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہو بلکہ اوسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہو بلکہ اس
حدیث کے راوی نے اوسکا انکار کیا ہے کذا فی العینی مسلم اور ابو داود نے ابن عباس سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بیمین وشاہد کذا فی التیسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے
عینی سے نقل کیا کہ راوی حدیث کا ربیعہ ہو سہیل بن ابی صالح سے اور سہیل اپنی روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر
ہونے اوسکے راوی کے تو ابو داود نے ... کیونکہ یہ مسئلکی انتہی برهن المدعی علی دعواه وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انه محق فی الدعوی او علی ان الشهود صادقون او محقون فی الشهادة لا یجیبه القاضی الی طلبته لان الخصم لا یحلف

طلبته

مرتین فکیف الشاهد لان لفظة اشهد عندنا یمین ولا تکرار للیمین لانا امرنا باکرام الشهود ولذا لو علم الشاهد ان القاضی
یحلفه ویعمل بالمنسوخ له ان یمتنع عن اداء الشهادة لانه لا یلزمه بزازیه گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے
یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لیجیئے کہ وہ اپنے دعوی میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کہاویں کہ وہ سچے ہیں یا اس گواہی میں
حق پر ہیں تو قاضی اوسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ خصم سے دو بار قسم نہیں لیجاتی تو شاہد سے دو بار کیونکر قسم لیجاویگی اسواسطے
کہ شہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دو بار قسم نہیں لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم و تکریم شہود کے مامور ہیں اور اسیواسطے اگر شاہد سمجھے
کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سے باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہیں کذا
فی البزازیہ ہم امیدوار ہیں ہندوستان میں نصاری کی کچہریوں میں شاہدوں پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد سمجھا کہ حلف ادای شہادت میں ہوگی تو گنجایش
تو ہو بسبب اسکے کہ ... ہونگے واللہ اعلم والبینة للخارج فی الملک المطلق وهو الذی لم یذکر له سبب احق من بینة
ذی الید لانه المدعی والبینة له بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق میں اولی بالقبول ہیں قابض کے گواہوں سے اسواسطے
کہ خارج مدعی ہے اور گواہ اوسکے واسطے ہیں موافق حدیث کے ملک مطلق وہ ہے جسکا سبب مذکور نہو جیسے خرید یا میراث ہم صورت اوسکی یہ ہو کہ
غیر قابض نے ایک گہر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسیطرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونوں گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونوں
نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے
حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی
خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب لا یتکرر کالنتاج فالبینة لذی الید اجماعا کما سیجیء ...

دعوی ہو اوس ملک کی جو مقید بسبب ہے جیسے نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اوسکے مقبول ہیں بالاجماع چنانچہ آگے آویگا ہم صورت نتاج یہہ ہو کہ ہر ایک نے
گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ دونوں کے گواہ مثبت ملک ہیں اور قابض کے ساتھ ترجیح
ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہہ ہو کہ دونوں نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اوسکے بالقبول ہیں
تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے وتقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ
بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط
اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہا لینے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس میں ہو سنے الحقیقۃ مدعا علیہ یوں کہنے سے کہ
میں نہیں قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ کر رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوس کا آفت سے نہیں مانند گونگے اور بہرے ہونیکے
قول صحیح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہے یعنے مستحب ہو نہ واجب وھل یشترط القضاء
علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت وقدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا
شرط ہی حکم دینا انکار قسم کے بعد فورا اس میں خلاف ہے کذا فی الدرر اور اس خلاف میں میں نے کسی قول کی ترجیح نہیں دیکھی یہہ کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت میں ہم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو
شک پڑے طریق قضا میں چنانچہ گیا ہوں میں ہے یہہ کہ مدعی نے مہلت لینگے تو یہہ کہ امید صلح ہو اقارب میں کذا فی الطحطاوی فقضی علیہ
بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ
پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکے طرف التفات نکیا جائے گا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر
تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے بینہ اور یمین اور نکول وزاد فی الاشباہ ستۃ بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ
وعلم قاضی علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا
فورا فرأوا مذبوحا لساعتہ حکم بانہ قاتلہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ میں طرق قضا سات شمار کیے ہیں گواہ اور اقرار اور
قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتواں یقینی قرینہ چنانچہ خالی گہر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہڑی
چہری لیے نکلا پہر اوس گہر میں فورا لوگ داخل ہو گئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکہا تو شخص خائف اوسکا قاتل
ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا ہم اسمیں گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا
مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامت یہہ یمین میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو
[illegible] کذا فی الطحطاوی ثالث فیما بینہ وبین [illegible]
خصمہ ولا یحلف [illegible] مدعی کو شک پڑا اوسمیں کہ اوس نے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہہ ہے یعنی اچہا
ہو کہ مدعی اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام میں واقع ہونے سے بچے ولو ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان المدعی
مبطل حلفہ والا بان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلفہ بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نہ مانے سوا قسم کے اگر اوسکا ظن غالب یہہ
کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہا ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہا ہو کذا فی البزازیہ ہم کہتے ہیں
بنا اس مسئلہ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم اور اگر شک ہے تو قسم نلے اور مدعا علیہ
اگر بطلان دعوی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہا سکتا ہے اور نہیں تو قسم نکہاوے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین
لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اوسکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے یہہ کہہ چکا ہو کہ میرے

[illegible]

گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اوس قول کے جو شرح مجمع مین ہے محیط سے اور شرح مجمع مین محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ
نہین ہین پس دعویٰ پر پھر دو گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کر چکا اور محمدؒ کے نزدیک مقبول ہین
اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہون مگر پر وہ بھول گیا تھے یہی خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین
سراجیہ سے قول محمدؒ کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ ثم اقبل البیّنة بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ
مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح بقول شریح الیمین
الفاجرۃ احق ان ترد من البیّنة العادلة ولان الیمین کالخلف عن البیّنة فاذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ
لم یوجد اصلاً بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق تر
ہے عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ونظہر
کذبہ باقامتہا ای البینة لو ادعیٰ الا ای انالی بلا سبب فحلف ای المدعیٰ علیہ ثم اقامہا حنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی
طلاق خانیہ خلافاً للاملا الدرایہ اور ظاہر ہوتا ہی کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعویٰ بلا اظہار
سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من
الخانیہ برخلاف ملا ق درر مین کہا صواب یہہ ہی کہ اوس کا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا
کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کیساتھ ہو یا بلاسبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب
لا نبطل کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کر کے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اوس پر دین نہین ہے پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کئے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادا و قرض پایا گیا اور اسی قول مذکور پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف
فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعة جحدہا ہو او ہی بعد عدة وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدة واستیلاد تدعیہ الامة ولا یتأتی
عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ او بالعکس وولاء عتاقة او موالاة ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا
عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اوس استیلاد مین جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اوسکے بالعکس
یعنی ادعای استیلاد مولے سے حاصل نہین ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح دعوی
کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور
ولاء عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولاکا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان مین قسم نہین ہے یہ اشیاء سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافاً للصاحبین رجعت مین بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت
مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف
المنکر فی الاشیاء السبعة ومن عدہا ستة الحق امومیة الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل
الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعۂ مذکورہ مین اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے اوس نے ام ولد ہونیکو نسب مین ملایا ہے
یا رق مین خلاصہ یہہ ہی کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ مین سوای حدود کے وتسمیۃ کل قذف ولعان فلا یمین اجماعاً الا اذا

العلم اي انه لا يعلم انه كذلك لعدم علمه بما فعل غيره ظاهرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہو علم پر یعنے نفی علم پر یعنی یوں قسم کہا ہو
کہ وہ نہیں جانتا ہو کہ دعوی مدعی کا ایسا ہو غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہم
الا اذا كان فعل الغير شيئا يتصل به اي بالحالف وقد مر مثاله بقوله فان ادعى مشتري العبد سرقة العبد او اباقه وثبت
ذلك له يحلف البائع على البتات مع انه فعل الغير وانما صح باعتبار وجوب تسليمه سليما فرجع الى فعل نفسه فحلف
على البتات كذا قالا ولكن التعبير مطلقا بخلاف العكس دره عن الزيلعي غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہے بار خدایا مگر جب کہ
غیر کا فعل ایسی چیز موجود ہو حالف سے متصل اور متعلق ہوا اور مصنف نے اس پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے کہ اگر غلام کے مشتری نے غلام کی
چوری یا بھاگ جانے کا دعوی کیا اور یہہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کہائیگا باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین کی اس
اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہائیگا اسواسطے
کہ حلف علی القطع ہو کر [illegible] نفی علم کی [illegible] اور وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی
نفی علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی [illegible] البحر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہو پہر اوسنے یقین پر
قسم کہائی تو کافی ہے اور دعوی ساقط ہوگئی اور بالعکس اسکے نہیں ہے یعنی بجائے حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اوسپر
واجب نہیں اوسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا کذا فی شرح المجمع عند قوله [illegible] اذا قال المنكر لا علم لي بذلك ولو ادعى العلم حلف على
البتات كموت مورث ادعى قبض دينه انتهى اور شرح مجمع میں زیلعی سے منقول ہے یہہ یعنی یمین علی العلم اوسوقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجہکو اس امر کا
علم نہیں ہوا اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کہائیگا چنانچہ اگر وارث نے صاحب ودیعت کے قبض کرنیکا دعوی کیا
[illegible] یعنی قبض صاحب ودیعت پر [illegible] ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوسپر یمین علی القطع لازم ہوگی ۔ قوله على
قوله وفعل غيره على العلم يعني وان ادعى بكر سبق الشراء له على زيد انه [illegible] ولا بينة له يحلف خصمه وهو بكر على العلم
اي انه لا يعلم انه اشتراه [illegible] اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دعوی
[illegible] کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اوسکا خصم یعنے بکر قسم کہائیگا علم پر یعنی یوں قسم کہا ہو کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اوسکو خریدا
کیا تبلیغ اوسکے دلیل کی [illegible] غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے [illegible] جو زید کہتا اسواسطے کہ وہ
[illegible] كذا اذا ادعى دينا او عينا على وارث اذا علم القاضي كونه ميراثا او اقر به المدعي او برهن الخصم
[illegible] على العلم یعنی جب کہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکے میراث
ہونیکا اقرار کیا ہو یا مدعا علیہ اوسکی میراث ہونیپر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہائیگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ مدعی کہو کہ یہہ غلام
جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کہائیگا کہ میں نہیں جانتا
کہ وہ [illegible] اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لیگا [illegible] اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں مذکور ہو
چکی اور برہان [illegible] یہہ ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہہ چیز اوسکی ہو اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا
[illegible] مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہو اور اوسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث
نے گواہ قائم کیے [illegible] تو وہ علم پر قسم کہائیگا خلاصہ یہہ ہے کہ دعوی عین میں تحلیف وارث علی العلم کی یہہ شرط ہے کہ امور ثلثہ میں سے کوئی
امر ہو کذا فی الطحطاوی وكذا ادعاهما اي الدين والعين الوارث على غيره يحلف المدعا عليه على البتات كموهوب وشراء وذكر
دعوی کیا دونوں کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائیگا کہ اوسمیں مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید [illegible]

مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی نے اوس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر تو اسکے بعد تو یہہ گواہی
مذہب امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ آتی بہا فھی شھود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال
فحلف ثم برہن علی الحق قبلت خانیہ وبہ جزم فی السراجیۃ انتہی اور اسیطرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یوں
کہ جب تو قسم کہا جاوے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اوس نے قسم کہائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا
ہے سراجیہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا و تقبل البینۃ لو اقامہا بعد یمین کشرح بن و قیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ و عکسہ ابن مالک
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے
یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کے طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاھد لا
شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسیطرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے
کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میرے گواہی نہیں پھر اوس نے گواہی دی اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ
مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے کے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال

فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ
مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اوسکے مدعا پر سو مدیون نے اوسکی قسم کی درخواست
کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کرکے حاضر کر پہر مجہہ سے قسم لے تو اسکو اسمیں اختیار ہے کذا فی القنیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد
واللہ اعلم مصحف ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے مہر کرتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل
حقی کا یہہ مطلب ہو کہ میرا حق تہیلی میں سربمہر کرکے حاضر کر پہر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ
تعالی او لیذر وھو قول واللہ خزانہ وظاھرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے
نام پاک سے جل وعلے بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کہانیوالا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کہائے یا نہ قسم کہائے اور یمین باللہ یہہ قول ہے
کہ واللہ کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کہائے تو یمین نہوگی اور میں نے اسکو صریحا نہیں
دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تتارخانیۃ لان التحلیف بہما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق
اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ
وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت
لگے تو یہہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاءہ علی قول
الاکثر کذا فی خزانۃ المفتین وظاھرہ انہ متفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا
فلا فائدۃ بحر واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پہر اوس نے قسم نکہائی تو اوس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ
نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتین اور ظاہر یہہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا
اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا کہ فائدہ تحلیف یہہ ہوتا ہے کہ خاطر مدعی مطمئن ہوجاوے جب کہ مدعی پر
دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کہائی تو مدعی اوسکی تصدیق کریگا انتہی تو تحلیف بطلاق وعتاق
باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہوئی قلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہدوا علی
السبب کالاقراض لا یفرق وان شہدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق

کہا قسم کہا ئی کہ اوسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد ونّے سبب مال پر گواہی دی جیسا کہ اقراض پہر تو فرق کیا جا ئیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جا ئیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید یون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اوسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہے کہا سنے الطحاوی کی شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمدؒ نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے اور البتہ یہہ مسئلہ مقدم گذر چکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہوجاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک مثال ذکر کرتے ہین کہ مدعا علیہ کو کہ تجکو قسم ہے اوس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرا اوپر اس شخص کا مال نہین ہے وقیل یغلظ بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھہ مقید کیا ہے یعنی نو مسعود ف الصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید قاضی کا اختیار ہے یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اوسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجاوے یعنی یون نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم ہے اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیط علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاھرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمانی یہہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکانی یہہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم اوس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم اوس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم اوس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرنی ہر دین والے پر اسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نلے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسیطرح ہنود سے گنگا کی قسم نلے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہے اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے مصباح العلوم مین ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدھریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبما ذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہہ لوگ کس کی قسم کہا دین وبقی تغلیظ آخر بان یقول لہ القاضی علیک عھد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گرچہ کہ قسم دنیا اوس کا طریقہ یہہ ہے کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجپر عہد ہے خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی البنیہ اور قاضی گونگے سے یون کہے کہ خدا کی قسم کہا کہ تیرا اوپر اسکا حق نہین ہے کہ یہہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اوس کا

الہا ہوئی اور وہ اس پر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اوسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم آرما لو قال انی قد
حلفت بالطلاق انی لا احلف فیحرر مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکہا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ مین قسم نکہاؤن گا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا ندیگا ہم ثابت ہوچکا ہے کہ استحلاف مین احد السخا صین کے
الحاق ضرر سے قطعی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہے تو بموجب اسکے حلف بطلاق کے دعوی مین مدعا علیہ معذور رہیگا اور
قسم نکہانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اوس نے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا یا طلاق کی قسم کہاکر اور اگر اوسکی قسم لحاظ کیجیے تو ابطال حکم
شرع لازم آتا ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہہ باب ہے دو شخصون کے ہم قسم کہانے مین لما قدم
یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اوس نے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبائعان
فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ تبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
مین یا اوسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کے مقدار مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر
کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہے پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن بدرہم سمرقندیہ تہا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دینار تہا اور مشتری
نے کہا بدراہم تہا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کیواسطے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت
مین معارضہ نہین ولن اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر تبایعین نے ثمن اور مبیع
سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ لونڈی تیری ہاتہ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہہ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لاوین تو بائع کے
گواہ اولے ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولی ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی
التحفۃ عن العنایۃ وبرہان المشتری لو فی المبیع نظرا الی اثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلاث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الاخر فبہا اور اگر تبایعین تینون صورتون مین عاجز
ہوگئے ثبوت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہوگیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جہگڑا اوٹہہ گیا ہم صور ثلثہ مین سے ایک صورت یہہ ہے
کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما
بدعوی الاخر حلفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر تبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوی سے تو دونون
قسم کہاوین جب تک کہ بیع مین خیار نہوا اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ہم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا
منکر ہے فلاصہ مین ہے کہ اگر مشتری کو خیار رؤیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہیں لیکن حموی نے کہا اور خیار ہین بائع
بہی مشتری کے مانند ہے وبدا بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا ہم اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وہذا لو کان بیع عین بدین اور
یہہ یعنی مشتری کی قسم شروع کرنا اوس وقت ہے جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ولا بان کانت
متقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو بطور یہ کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ہم

باب التحالف

بیع متقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہٍ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور نقط نفی پر قسم اقتصار
کرے بقول اصح ہم یہہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہاوے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے
کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بھی ضم کرے
تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما او طلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ق
لاینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما جبرا اور بیع فسخ نہین ہوجاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین
کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ
کرنیکی حاجت نہین ومن نکل منھما لزمہ دعوی الاخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان
والسلعۃ قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نکہاوے اوسکو دوسری قسم کہانے والیکا دعوی لازم ہوجائے گا قاضی
کے حکم کردینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع بعینہ موجود ہو تو دونون
قسم کہائین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافھما فی الزق
فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہے جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات
ہو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا
اسکی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے گہی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پہیر دینے کو جسکی تول بیس رطل
ہے تو بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین
اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو پہیر آتا ہے اور مشتری منکر ہے کذا فی البحر کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی
انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظھیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین خلاف کیا
چنانچہ مشتری یون کہتا کہ مین نے اس غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ شرط نہین کی تو
بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہو چنانچہ عنقریب
مذکور ہوچکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقید باختلافھما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف
فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رھن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور
مبیعکی خلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیعکے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا
چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے
یہہ شرط کرلی ہو کہ وہ بنا ادای ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اوسکا منکر ہوا اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اسکی شرط
بیع کی تہی کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بہی یہی حکم ہے یعنے
قول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور خلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ
اور زفر اور شافعی نے کہا انہین بہی دونون قسم کہاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ
بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہوجانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہوجانے سے
اوسکی ملک سے یا عیب دار ہوجانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک
مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہوجانے سے بیع فسخ ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استہلک فی ید البائع عند الشاری اور قسم کہا ئیگا فقط مشتری مگر جب کہ مبیعکو بائع کے پاس غیر مشتری نے
تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونون قسم کہا دینگے اور اگر مشتری نے مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹہریگا اور تحالف نہین جبکہ
اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد و الشافعی یتحالفان و یفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری
دونون قسم کہا دین اور فسخ بیع ہوگا ہالک کی قیمت پر و ہذا لو الثمن دینا فلو تقایضا تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما او یرد
مثل الہالک او قیمتہ اور یہہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہوگی کہ ثمن دین یعنی درہم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونون قسم کہا دین
بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پہیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت پہیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز
ہو لہا ولو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم و الآخر دنانیر تحالفا و لزم المشتری رد القیمۃ
پہر اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن درہم ہین اور دوسرے نے کہا دینار
ہین تو دونون قسم کہا دین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین
مات احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین
بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اونمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونون کے
پہر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین تو دونون پر قسم نہین ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ
الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجمہور و صرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری یعنی مبیع کے ہلاک
ہونے کے بعد تحالف نہین مگر یہہ کہ بائع راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر پہلا تو اب دونون پر قسم آویگی یہہ بنا استثنا کو تحالف کے طرف پہیرنا
اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کے طرف پہیرا ہے حاصل اس استثنا مین علما مختلف ہین اکثر علما کے نزدیک یہہ
استثنا تحالف کے طرف منصرف ہو اسواسطے کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہے تو مقدر یہ کلام یہہ ہو کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا
ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام مین کیونکہ تقدیر
کلام یون ہے کہ لا یتحالفان بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت مین قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی
مختصرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف مین بسبب لازم نہونے کتابت کے و قدر
راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد و المسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین قدر راس المال مین بعد
زائل کردینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا فان
ان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا و عاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار
ثمن مین بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونون قسم کہا دین اور بیع پہر ثابت ہوجاویگی حاصل جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا
اور مشتری کا حق بیع مین چنانچہ قبل اقالہ تہا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکہتا اسواسطے کہ وہ
عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری
الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع
اور ثمن مقبوض ہوا اور مشتری نے اوسکو اوسکے بائع کے طرف پہیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اوسکو پہیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین خلافا
لمحمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فللمرأۃ ان کان مہر المثل
شاہدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر

تسلیم کیا ہو یا اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جا دے باقی میں اور صورت میں مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے دم بدم تو ہر جز اوس کا بمنزلہ عقد ہے یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بسبب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو ما بقی گویا معقود بعقد ہے لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود بعقد مستقل نہیں بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں بسبب تلف ہونیکے تو باقی در کل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم النکاح او لا فی بیت لهما او لاحدهما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک
اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اوس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہے یا ایک شخص کا اون میں سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع هو هنا ما کان فی البیت ولو ذهبا او فضۃ فالقول لکل واحد منهما فیما یصلح له مع یمینه زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع میں جو متاع ہے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی ہو تو زوجین میں سے ہر ایک کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اوس متاع میں جو اوسکے لائق ہے یعنی زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمربند اور کتابیں اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور بستر ہے اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اوس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑا و اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منها یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول له لتعارض الظاهرین درر و غیرها مگر جبکہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اوس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا ہم مثلا زوج زرگر ہے کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف کا مرجح ٹھہریگا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف و القول له فی الصالح لهما لان لها وما فی یدها فی یده والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بها لان ظاهرها اظهر من ظاهره وهو ید الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اوسکا جواب بیان کیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتها لانها خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان یکون لها بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہہ کہ زوجہ کے گواہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وهذا لو حیین وان ماتت مکنها او احدهما وادثۃ مع الحی فی المشکل الصالح لهما فالقول فیه للحی ولو رقیقا وقال الشافعی ومالک الکل بینهما وقال ابن ابی لیلی الکل له وقال الحسن البصری الکل لها وهی المسبعۃ وتمامه فی الخانیۃ بتسعۃ اقوال اور یہہ جو مذکور ہو چکا اوس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے مر گیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنی اوس متاع میں جو دونوں کے لائق ہو خلاف کیا تو اوس میں زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے
کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ میں
سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور حنفیہ میں نو قول شمار کئے ہیں ہم اقوال تنبیہ میں بیان کئے ہیں پہلا قول امام کا ہے جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع
مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول
کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن شبرمہ اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا
کہ گھر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہے ۹ قول
مالک کا کہ کل مال دونوں میں برابر ہے کذا فی البحر عن خزانة الاکمل ملخصا ولو احدهما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا وقالا والشافعی هما
کالحر فالقول للحر فی الحیوة وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب
ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت میں مقبول ہے حر کا قول زندگی میں اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف
حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین اور شافعی نے
کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں اعتقت الامة او المکاتبة او المدبرة واختارت نفسها فما فی البیت قبل العتق
فهو للرجل وما بعده قبل ان تختار نفسها فهو علی ما وصفناه فی الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوس نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گھر میں ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد
آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق میں مذکور کیا ہم یعنی دونوں حروں کے برابر ہیں حکم میں
کذا فی المنح وفیه طلقها ومضت العدة فالمشکل للزوج وقبل ثبته بعده لانها صارت اجنبیة لا ید لها اور بحر الرائق میں ہے
کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اوسکے وارثوں کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف باقی
نہیں ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثه اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کو طلاق میں ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسیطرح
زوج کے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اوس کا جواب فکذا یکون لوارثه ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وهی فی العدة فالمشکل لها لانه لم یطلقها بدلیل ارثها اور اگر زوج مر گیا
اور زوجہ عدت میں ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اوس نے اوسکو طلاق ہی نہیں دی اوسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف
المؤجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینه ولیس للمؤجر الا ما علیه من ثیاب بدنه اور اگر موجر اور مستاجر نے
اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو اوسکے بدن پر
کپڑے ہیں ولو اختلف اسکافی وعطار فی الات الاساکفة والات العطارین وهی فی ایدیهما فهی بینهما بلا نظر الی ما یصلح
لکل منهما ومثله فی السراج اور اگر کفش گر اور عطار نے جھگڑا کیا کفش گروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں طرح کے
ہتھیار دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہ رعایت نہوگی کہ کفش گروں کے
ہتھیار کفش گر کے ہیں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور یہ بیان اسکا سراج میں ہے ہم آلات مذکورہ دونوں میں اسواسطے
برابر ہونگے کہ کبھی ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی چونکہ

معروف بالفقر والحاجة مر بعبده غلام وعلی عنقه بدرة وذلک بدار فادعاه رجل معروف بالیسار
فانه عادة صاحب الدار فهو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی میں مشہور ہے اوسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن پر

روپیہ یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس نہ کور کے گہر مین سے سوا اس غلام کا اس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہے
اور صاحب خانہ نے بھی اوس کا دعوی کیا تو وہ غلام اوس شخص کا ہے جو مالداری مشہور ہے بدرہ اوس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دس ہزار روپیہ یا
سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس ولذا لو کان عبد فی منزل رجل وعلی عنقه قطیفة یقول الذی هو علی عنقه هی لی وادعاها
صاحب المنزل فهی لصاحب المنزل اور اسیطرح ایک جاروب کش سے ایک مرد کے گہر مین اور اسکی گردن پر تخت کا بالاپوش ہے جسکی گردن
پر وہ کہتا ہو کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہے ہم کہتے ہین اور مسئلہ سابقہ مین انہون نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی
الظهیریة رجلان فی سفینة بها دقیق فادعی کل واحد السفینة وما فیها واحدهما یعرف ببیع الدقیق والآخر انه ملاح
فالدقیق للذی یعرف ببیعه والسفینة لمن یعرف انه ملاح عملا بالظاهر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہے سو ہر ایک نے ناؤ اور
آٹے کا دعوی کیا اور ایک شخص ان مین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہے اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اوس کا ہے جو آٹا بیچنے مین مشہور ہے اور ناؤ اوسکی
جو ملاحی مشہور ہے بنابر عمل بظاہر حال ولو فیها راکب وآخر ممسک وآخر یجذبها وآخر یمدها وکلهم یدعونها فهی بین الثلثة
اثلاثا ولا شیء للماد اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہے اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہے اور تیسرا اوسکو اپنی طرف کہینچتا ہے اور چوتہا اوسکو
بہاتا ہو اور سب اوس کا دعوی کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہے اور بہانے والے کا اوسمین کچھ نہیں ہے شاید کہا اسواسطے بہانیوالے
کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی المحیط رجل یقود قطار ابل وآخر راکب ان علی کل بعیر للراکب متاع فهی له والقائد اجیره و
ان لا شیء علیها فللراکب ما هو راکبه والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامه فی خزانة الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار
کہینچتا ہو اور دوسرا شخص سوار ہو اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اوسکے ہین اور قطار کہینچنے والا اوسکا مزدور ہے اور اگر اونٹون
پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جسپر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کہینچنے والے کے ہین بخلاف گائی بیل اور بہیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا
خزانۃ الاکمل مین ہے ہم کہتے اگر گائی بیل یا بہیڑ بکری کو ایک شخص کہینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعوون کے دفع کرنے مین یعنی مدعا علیہ نے اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دیا ہم کہتے دفع
دعوی قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح اور اسیطرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے
اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع بعض الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر
لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جب کہ مصنف نے پہلے اسکو ذکر کیا جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اوس کا جو خصم نہیں ہوتا
قال ذو الید هذا الشیء المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیه او اعارنیه او اجرنیه او رهنیه زید الغائب
او غصبته منه من الغائب وبرهن علیه علی ذلک دفعت الخصومة لا هالکه وقال الشهود نعرفه باسمه ونسبه او
بوجهه وشرط محمد معرفته بوجهه ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وهو یعرفه الا بوجهه لا یحنث ذکره الزیلعی
وفی الشرنبلالیة عن خط العلامة المقدسی عن البزازیة ان تعویل الائمة علی قول محمد انتهی فلیحفظ [illegible] ذو الید نے
کہ یہ شی جسکا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی ہے یا عاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہے زید نے
جو غائب ہے یہان سے یا مین نے اسکو شخص غائب سے بغصب لیا ہو اور اسپر گواہ پیش کئے یا وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے تو
ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اوسکی
روشناسی ہونے کی شرط کی ہے تو بموجب قول محمد اگر قسم کہائی کہ مین فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت سے تو
حانث نہ ہوگا ذکر کیا اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے

قولی پہر انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے کذفی فقت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہ لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان
دفع ہوجائیگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنی مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور
غاصب کا قبضہ خصومت نہیں ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پہر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا
غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کردینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذوالید
بالحیل لا تندفع وبہ یوخذ ملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے
دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پہر
کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور پسا ذ گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی
ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید سپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجاوے
زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی
ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وھذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ
علماء کما بسطہ فی الدرر اولان صورھا خمس علینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ
عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین شرح سے یا مخمسہ ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنی ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن
اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہے اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت ہم
اور نسب کے ساتہہ روشناسی بہی ضرور ہے چوتہا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی
لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہے اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال
وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ وہی اد
ھی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ والودیعۃ قال فلا تزاد
علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسیطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ
اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گہر مین مجکو زید غائب نے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو
نکال لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تہی سو مین نے اوسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب
گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتہہ ملحق ہے بزازی
نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہے وان کان ھالکا او قال الشہود اودعہ
من لا نعرفہ او اقر ذوالید بید الخصومۃ کان قال ذوالید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق
بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ
منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب لما سیجی حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہلاک ہوگیا ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو
ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضۂ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید
کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے
کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجہہ سے یا یون کہا چرا لیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغۂ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی
کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چرا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجہہ سے یا اوسکو غصب

کرلینا مجہہ سے فلانے غائب سے چنانچہ عنقریب اس کا ذکر آویگا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جاویگی وھل تندفع بالمصدق لا العینیۃ کا ہی اذ بلہ اور کیا خصومت دفع ہوگی لنسبیہ غصب رغصب قول صحیح یہہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ھم یعنی اگر مدعی نے یون کہا کہ یہہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ نے بسبب غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی اوسکا مندفع نہوگا وقال ذوالید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرھن علیہ لاتندفع فرق الکلی لما قلنا اور ذوالید نے دعوے غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اوسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہوا اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے کہ ھم ملنے مالک وغیرہ میں اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام عین اور معرفت شہود کو شارح مشتمل کر چکا ہو اور دعوی خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہو اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی او رھن من فلان تندفع مع البرھان علی ما ذکر کہا ذوالید نے مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہو پھر مجلس حکم میں بولا کہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کے جانب سے تو خصومت دفع ہوگی گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جاویگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا کہ جب کہتے ہے اوسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف آگے تصریح کرتا ہو ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرار یمنع الدفع بزازیۃ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذوالید کے اول قول پر یعنے اوسکے دعوی ملک پر تو قاضی اوسکو خصم قرار دیگا اور اسپر حکم کریگا بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذوالید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ ذخیرۃ المخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے شخص غائب سے خرید کیا اور ذوالید اوسکی دفع میں کہا میرے پاس اوسی فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذوالید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذوالید گواہ نلاوے بسبب اتفاق ہونے دونون کے اس پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذوالید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذوالید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جب کہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اوسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنے ذوالید سے مدعی اوسکو لیوے گا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وھی عجیبۃ اور اگر ذوالید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اوسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضاء علی الغائب نہ لازم آوے ذوالید کے اقرار سے اور یہہ مسئلہ عجیب ہو یعنی انکار میں تو تسلیم ہوا اور تصدیق میں تسلیم نہیں ھم طحطاوی نے کہا کہ میں ہرگز کچھہ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذوالید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسیطرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھہ عجیب نہیں اسواسطے کہ اوسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار الدرر وغیرھا علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال ولو ادعی انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذوالید ان ھذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت بلا اقرھا ان الید لذلک الرجل پھر منحصر کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوی پر قید اتفاقی ہے سو اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اور اس سے فلانے غائب نے غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذوالید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذوالید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہو ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ

لا تندفع ثم بناء على ذی الید البداء ان ذلک الغائب استحسانا کذا فی البزازیۃ اور اگر بجای دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے جس سے سرقہ کا دعوی ہے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہو از روی استحسان کے کذا فی البزازیۃ وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوئے کہ زید کی ملک ہے اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ھم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء او بہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خریدکا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شے خریدہ کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمحقہ متفرقہ کے قال المدعی علیہ لی دفع ثم جاء فی المجلس الثانی صدق مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجائیگی کذا فی لعصر للعلامہ عی تحلیف مدعی الایداع علی البتات دعوی مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوسکے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین لگتی تو یہہ کلام دفع غرض خلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی وللہ تحلیف المدعی علی العلم وتمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا بزازیہ مین ہے ھم جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع مین اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکہی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وقال بنقل امتہ فان برہنت انہ اعتقہا قبل الدفع للعتق ما لحجتہ المتولی ابن مالک سوالے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ موکل نے مجھکو آزاد کر دیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک موکل نہ آوی کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب کما مر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ھم خارج وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدھما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ھم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اوسیکی حجت مقدم ہو گی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جس نے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت مین وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ھذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ قضی للمدعی لانہ ما ذکر تاریخ غیبتہ لا ملکہ فلم یوجد التاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام و ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ ہوا ہے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بہر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اوسکے

غائب

الطحطاوی هذا اذا لم یؤرخا فان ارخا فالسابق احق بها اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونوں نے تاریخ بیان
نکی ہو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے
کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو ارخ احدهما فهی لمن صدقته او لذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ
احدهما و لم ار من نبّه علیه فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہوچکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا
اوسکو جسنے اوسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسمیں ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحا آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجب
رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجة له فهی له وان برهن الاخر قضی له اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہیں تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برهن احدهما
وقضی له ثم برهن الاخر لم یقض له الا اذا ثبت سبقه لان البرهان مع التاریخ اقوی منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت میں جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند یہاں دونوں دعوں میں تاریخ ثابت ہوا ہو اسواسطے
کہ سبقت نہیں ہوسکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے ہی تاریخ
مذکور کی یا مع التاریخ تاریخ سابق مراد ہو کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرهان خارج علی ذی ید ظهر نکاحه الا اذا ثبت سبقه
ای ان نکاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہوچکا مگر اوس صورت میں برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکرا سبب
الملک بان برهنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفه بنصف الثمن ان شاء او ترکه انما خیر لتفریق الصفقة علیه
اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف شئے کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اوسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے میں کہ اوسپر
صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اوسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر وان ترک احدهما
بعد ما قضی لهما لم یاخذ الاخر کله لانفساخه بالقضاء فلو قبله فله اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑ دیا دونوں کیواسطے
حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی تمام کو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے اور اگر قبل حکم
ایک مدعی نے ترک کی اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وهی ای ما تنازعا فیه للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما
قبضه من الاخر الیه بحر اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونوں نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونوں نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے ثمن اوس نے دوسرے سے لیا کذا فی البحر ہم سبقت تاریخ کا اوسوقت اعتبار ہے جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وهو لذی الید ان لم یورخا
او ارخ احدهما او استوی تاریخهما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے وهو لذی وقت ان وقت احدهما فقط والحال انه لا ید لهما وان لم یوقتا
فبینهما ان لکل نصفه بنصفه اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونوں میں سے ایک نے وقت کی ادعا لا الکہ دونوں کا
وقت بیان کیا ۱۲

مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا
ہو چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب اسکا مکرر یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل
ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج پر ہی اصل ہی اور اسنے جو بیان
عادل کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب ہم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ میں بعد نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف
مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر مگر عمارت کی یہہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہہ میری اینٹ ہی میں نے اس سے دیوار بنائی
اور خارج نے بھی اسیطرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ
انسان گاہی اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اسکو مٹی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی
کیا کہ یہہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک
مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبض میں اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی اسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی
ہی اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ
نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہی کذا فی الطحطاوی ولو برھن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید
علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے و دونوں میں
سے ہر ایک دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید
تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اوسکے قبضہ میں چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہی ہم وقت کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت ضہیر کے واسطے حکم ہو گا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد
یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہو گا ہم جواب
میں کہتے ہیں ہر شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا ہے تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے
شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور دونوں بالاجماع ساقط ہوا بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تھاترا اتفاقا ... اور اگر فریقین کے گواہ خرید
کے ساتھہ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا
بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے
نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل
تو مفسر کی ترجیح ہو گی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی
موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس
کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاھدین والآخر اربعۃ فہما
سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی لیکر اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے
چار گواہ قائم کئے تو دونوں برابر ہیں اسمیں یعنی اقامت شہادت ماخوذ نہیں اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں وکذا لا ترجیح
بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسیطرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے
کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھہ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی
کے گواہ اعدل ہوں تو ترجیح واقع نہو گی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص اون سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا

تو حکم مستقر نہو سکیگا مالک حال پر کذا فی المحیط دار فی یدی رجل ادعاہا رجل نصفہا و آخر کلہا و برہنا فللاول ربعہا و الباقی للآخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف

ایک گہر ہی ایک شخص کے قبضہ مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسری مرد نے تمام گہر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گہر ثابت ہوگا اور باقی گہر یعنی تین چوتہائی دوسرے مدعی کی بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہی کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اس واسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سی پہر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا و نصفا فالمسئلة من اثنین و تعول الی ثلثة اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گہر اول مدعی کا اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل و نصف مجتمع ہوئی تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اس واسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کرڈالا جاوی چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمة اربعة ما یقسم بطریق العول اجماعا و ہو ثمانیة میراث و دیون و وصیة و محاباة و دراہم مرسلة و سعایة و جنایة رقیق اور معلوم کرکہ انواع قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹہہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنی جمع ہون کہ متروکہ مین اونکی پوری ہونیکی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چہوڑ گئی تو مسئلہ چہہ سے ہی اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئی کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتی تو ارباب دیون مین بطریق عول متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہہ صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسری کے واسطے ربع مال کی اور تیسری کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوی اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسری مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوی سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہی کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کیواسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہی کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ غلام نصف آزاد کیا جاوی اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوی اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین داخل کردین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہی کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکہہ پہوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دیدیا گیا تو عبد جانی کی دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہی کہ غلام مدبر سے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاء جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الکافی

عله پہلی صورت کی تین سہم زوج کے ہین اور تین سگی بہن کے اور ایک سہم اخیافی بہن کا ۱۲

عله قیمت مین محابات کرنی

عله بشرطیکہ میت کا مال اور کچہہ نہو اور دراہم وصیت کرجانے نزدیکین ۱۲

وبطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ
دو فضولیوں کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھہ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے
نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتھہ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونوں بیعوں کو جائز کہا تو دونوں مشتریوں کو خیار
ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل کے ہے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ وبطریق المنازعۃ عندہ والعول
عندہما وہی ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ وللآخر بنصف ذلک اور تیسری
قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ
کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہوچکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین
کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ
ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہہ دوسرا مسئلہ بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز
رکہی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک
ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال سبکو کفایت کرے یا کفایت نکرے اور ورثہ جائز نرکہیں تو غلام کے تین
ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث
صاحب نصف کا کذا فی الخلاصۃ وہی دبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ
فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ
اونکو زیلعی اور عینی نے شرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکوں میں ایک
مولے نے اوسکو سو درہم دئیے یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتھہ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو سو درم بطریق دین کے دئیے پہر
عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی دائن میں بطریق اثلاث منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا
اسواسطے کہ اداشت مولے اوسکے شریک کے نصیب میں صحیح ہے نہ خود اوسکے نصیب میں دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم
دین دئیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو
درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمدا قتل کیا اور
مقتول عمدا کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کردیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دیوے
تو پندرہ ہزار فدیہ دیوے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دسہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دیوے
تو دونوں خصموں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتہا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو
مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اوسکی قیمت دیوے پانچوان مسئلہ یہہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمدا قتل کیا اور ہر مقتول کے دو
وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کردیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو
چوتہائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی
بطریق منازعت کے کذا فی الخلاصۃ وفی غرر البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او
ممیزا فلاحدہما شائعا وللآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوئی ہو
بوجہ اوس حق کے جو ثابت ہو کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اوس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق

تمیز نے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہو ہم بہتر یون تہا کہ شارح یون کہتا فی ومنہ
اور مین شائع تھا اسواسطے کہ اسمین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تہا شائعا فی البعض دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہو کذا فی الطحطاوی
وقسمته هما فی ثبتاه فیما علی الشیوع فعولیة والا فمنازعة فلیحفظ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دو حق ساتھہ ہی بطریق شیوع کے ثابت
ہون تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور خلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین
ولو الدار فی ایدیهما فهی للثانی نصفها لا بالقضاء ونصفه به لانه خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبضہ مین ہو یعنی ایک شخص
نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہو نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہو ہم مدعی ثانی کو
نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہو تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہوچکا بلا منازعت تو اوسکو نصف
ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبضہ مین ہے اوسمین خارج اور ذی الید کے
گواہ جمع ہوے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ایدی ثلثة و
ادعی احدهم کلها واخر نصفها واخر ثلثها وبرهنوا قسمت عنده بالمنازعة وعندهما بالعول وبیانه فی الکافی اور اگر
گھر تین شخصون کے قبضہ مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو
وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہو ہم امام کے نزدیک
قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم ہوسکے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک [illegible]
[illegible] سہم سے قسمت ہو ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چھبیس سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح الطحطاوی
مین تشریح مجمل سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کردیا ولو برهنا علی نتاج دابة فی یدیهما او احدهما او غیرهما
وارخا قضی لمن وافق سنها تاریخه بشهادة الظاهر اور اگر دو مدعی گواہ لاوین ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضہ مین یا
ایک مدعی کے قبضہ مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضہ مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدایش کی تاریخ بیان کی تو
اوس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم جسکی تاریخ جانور کی عمر
کے موافق ہو اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فلو لم یؤرخا قضی بها لذی الید سو اگر دونون
مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولهما ان فی ایدیهما او فی ید ثالث اور دونون
مدعیون کیلیے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقهما بان خالف او اشکل فلهما
ان کانت فی ایدیهما او کانا خارجین وان فی ید احدهما قضی له هو الاصح قلت وهذا اولی مما وقع فی الکنز و
الدرر والملتقی فتنبه اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو بلکہ جانور کی عمر کے ساتھہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت
کچھہ معلوم نہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضہ مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضہ مین
ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقهما بہتر ہے
اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکھہ لے ہم وجہ اولویت یہہ ہے
کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کے کہ اونمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت
برهن احد الخارجین علی الغصب من زید والاخر علی الودیعة منه استویا لانها بالجحد تصیر غصبا گواہ

لایا ایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکہی تو دونون برابر ہین یعنے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلہ مین مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے جو ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
متساوی ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشهادة والحدود والقصاص والقتل كذا فی نسخة المصنف وفی نسخة
العقل وعبارة الاشباه والدية یعنی لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل مین اسیطرح ہے مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہے ہم وجہ
حریت مسلمین یہہ ہے کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرت آزاد
تہے حیثیت ہے تا ہین حریت اصل ٹہیری تو قاضی ظاہر حیثیت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے
لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے یہ کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اوسپر حد قذف
جاری نہوگی جبتک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو
تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہے اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم [illegible] قالوا فی [illegible] علی مجہول الحال انه حر ام لا انه عبد
فانكره فقال انا حر الاصل فالقول له لتمسكه بالاصل اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹہیری تو اگر شخص مجہول الحال جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین ہے دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین اصلی حر ہون تو اوسیکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الكم اور کپڑے کے پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنیوالے سے
علم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے جن مین قابض یا اوضح ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہے بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اوسکے قبضہ مین ہے تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پہر اگر اوسنے قسم کہائی تو بری الذمہ ہوگیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا لنتے لابس تب اسواسطے احق ہوا کہ اوسکا تصرف ظاہر تر ہے آخذ آستین
کے مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹہیرا اور جسنے خارج اور ذی الید اولے ہے خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قایم کریگا تو اب
وہی احق ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراكب احق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق
ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ جانور میرا ہے
تو سوار احق ہے بسبب ظاہر تر تصرف ومن فی السرج اولى من رديفه اور جو شخص زین پر بیٹہا ہے وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچہے بیٹہا ہے یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین تقدم کی دلیل ہے وذو حملها ممن علق كوزه بها لانه اكثر تصرفا اور
جسکا بوجہہ جانور پر لدا ہے وہ احق ہے اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اوسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجہہ
والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا وسکون میم اوس بوجہہ کو کہتے ہین جو پیٹہہ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی والجالس على البساط والمتعلق به سواء كجالسيه وراكبي سرج اور جو فرش پر بیٹہا ہے اور جو فرش کو پکڑے ہے دونون تصرف
مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو فرش پر بیٹہے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہے اسواسطے کہ قبضہ

بیٹھنا فرش کا قبضہ نہیں یا اُس قبضہ اسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گھر میں ہوتا یا کہ وہ فرش اوٹھا لیجاتا کذا فی الدر کمن معہ ثوب وطرفہ
مع الآخر لا هُدبتہ ای طرفہ الغیر منسوج لانہا لیست بثوب یعنی جالس اور متعلق برابر ہیں مانند اون دو شخصوں کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے تو وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ میں کپڑے کا بہ یعنی جھیر ہے هُدبہ یعنی کپڑے کا طرہ
بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہیں ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لهما لاحتمال انہا فی ید غیرهما
وهنا علم انہ لیس فی ید غیرهما یعنی بخلاف اون دو شخصوں کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اوس گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونو
کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصوں کے سوا کسی اور کے
قبضے میں ہو اور وہاں یعنی مسئلہ جلوس فرش میں معلوم ہو چکا ہے کہ فرش دونوں شخص کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی
والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب
فبان تکون الخشبة مرکبة فی الاخری للدلالة علی انہما بنیا معا ولذا سمی بذالک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اوس
شخص کی ہے جسکی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی
آدھی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار
میں مرکب اور پچی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونوں دیواریں ساتھ ہی بنی ہیں اور اسیواسطے اس کا نام تربیع رکھا
گیا کیونکہ اسوقت میں دیوار مربع بنائی جاتی ہے ثم اتصال دو طرح پر ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونوں دیوار ون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں
آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب
ہوں کذا فی الدر المختار وعینی کہا اتصال تربیع کی حقیقت میں اختلاف ہے اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ ہے کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیواروں سے دونوں طرف سے اور دونوں دیواریں متصل ہوں اوسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ یا کہ دیوار مربع
ہو جائے قبہ کے مانند تو اسوقت میں کل شئے وسکے حکم میں ہونگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او هرادی کقصب
وطبق یوضع علی الجذوع اوسکی دیوار نہیں جسکی دیوار میں اتصال ملازقت ہے یعنی لگا ہی بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار میں نقب اور ادخال
ہے یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمیں داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہیں جسکی ہرادی ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیوں پر رکھی جاتی ہیں هرادی
جمع ہے ہردیہ کی بکسر ہا مع القصر اور درر میں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیوں پر رکھی جاتی ہیں اور اون پر مٹی ڈالی جاتی ہے اسکے
اہل ہند اوسکو نیگا یا برگہ یا تختہ یا چھاپ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا بل یکون
بین الجاذین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الهرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیہ بلکہ بنگے والی دیوار دونون
پڑوسیوں میں مشترک ہے اگر دونوں اوسمیں جھگڑا کریں اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدهما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل
لذی الجذوع کذا فی العینی وغیرہ اور اگر ایک شخص کی دھنیاں ہوں دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھنے کا حق ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ دیوار دھنیوں والے
کی ہے کذا فی الملتقی اور یہ اسیاں اسکا عینی وغیرہ میں ہے ثم محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و
مجاورت اور وضع جذوع وغیرہ اور مجاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے

کذا فی الطحطاوی وَاَمّا حقّ المطالبۃ برفع جذوعٍ وُضِعت تعدّیًا فلا یسقط بابراءٍ ولا صلحٍ وعفوٍ وبیعٍ واجارۃٍ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دہنیان ظلم سے رکہی گئین اونکے اوٹہا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فے الاشباہ من احکام الساقط لا یعود تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ھم یعنی اگر دہنیون کا مالک اونکے اوکہاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کر ہی تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اوس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دہنیان رکہنے والا یا جسکی دیوار پر دہنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہو اور اگر صاحب دیوار دہنیان رکہنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکہے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فے الطحطاوی و ذو بیتٍ من دارٍ فیھا بیوتٌ کثیرۃٌ لذی بیوتٍ منھا فی حقّ ساحتھا فھی بینھما نصفان کالطریق اور ایک کوٹہری اور دالان والا مثلاً اوس گہر کے جسمین بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس شخص کے مانند ہی جسکی بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس گہر مین سے اوسکے صحن کے حق مین تو صحن گہر کا دونون مین نصفا نصف ہی راہ کے مانند ھم یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پہرنے مین اور اسباب رکہنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانّہ یقدّر بالاراضی بقدر سقیھا بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جہگڑا کرین تو اوسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے ھم یعنی آبپاشی مین تہوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے ہی تو جتنی زمین زیادہ ہوتی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہو تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برھنا ای الخارجان علی ید کلٍّ منھما فی ارضٍ قضی بیدیھما نصفین اگر دو شخص غیر قابض گواہ لاوے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین ہتا تو دونون کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برھن علیہ ای علی الید احدھما او کان تصرّف فیھا بان لبّن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرّفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا ہتا اسطرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹین پاتہین یا عمارت بنائی تو اوسیکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے ھم یعنی ہمکن اشیای مذکورہ اوسکے قبضہ کی دلیل ہے ادّعی الملک فی الحال وشھدا الشھود انّ ھذا العین کان ملکہ تقبل لانّ ما ثبت فی زمانٍ یحکم ببقائہ ما لم یُوجد المزیل مدعی ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تہی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایکبار زمانہ مین تو اوسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہی جب تک وہ چیز پائی نجاوے جو اوسکے ثبوت کو دور کر دے کذا فے الدرر صبیٌّ یعبّر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حرٌّ فالقول لہ لانّہ فی یدِ نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہی یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجہتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اوس کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہی یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فے الدرر فان قال انا عبدٌ لفلانٍ لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید لکونہ لا یعبّر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اوسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ھم یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے واسطے دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار صغیر کا حق مین معتبر نہین علی الخصوص جبکہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فے الطحطاوی فلو کبر وادّعی الحرّیّۃ تسمع دعواہ کما تقرّر انّ التناقض فی دعوی

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوگا اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماںکو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد ثبوت کے
بطلان کا احتمال نہیں رکہتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ اولد کی تابع ہو پہر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین بہی درست
صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانه ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصته اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتها ایضا
علی الصحیح من مذهب الامام کما فی القهستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بہی اعتاق کی
مانند محل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماںکو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے
بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسیطرح ماں کا بہی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب پر چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے وتقلاہ
فی الدر والمنح عن الهداية علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف
اوس قول کے جو کافی مین مبسوط سے منقول ہے هم درر مین ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماںکو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد
مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیرے چنانچہ موت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہہ منقول ہے
کہ حصہ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد نے
امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پہیرا جاویگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر مین اور اسیطرح شمس
الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ صاحب ہدایہ کا قول مرجوح ہو اگرچہ اوس نے اوسکی تصحیح
کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارة المواهب وان ادعاہ بعد عتقها او موتها ثبت منه وعليه
رد کل الثمن واکتفیا برد حصته وقیل لا یرد حصتها فی الاعتاق بالاتفاق انتهی ملخصا اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہو اور اگر
بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کرنے اوسکی ماں کے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور سب ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور
صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پہیرا نجاوے انتہے کلامه تو اس اختلاف کو یاد رکہنا
چاہئے ہم اس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامة المذکورة لاکثر من حولين

من وقت البیع وصدقه المشتری ثبت النسب بتصدیقه وهی ام ولده علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور
اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیچنے کے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا
نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے هم
ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین
ہوتی اور بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے
لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر لعبہ ہیم پورے
دو سال مین لونڈی جنے گی تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی المختار یقینی لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر ان صدقه فکالاول والا فکالثانی
لاحتمال العلوق قبل بیعه والا فلا بائی تو یہہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے چوبیس مہینے تک تو اگر
مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول سئلہ کا مند ہی یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے
کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا
نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البينة له عند الثانی خلافا للثالث
شرنبلالیه وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جہگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ مین نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد ہوا

اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی ہے کہ یہ ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح
گواہ بھی اسیکے مقبول ہیں امام ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب امام محمد کے کذا فی الشرنبلالیہ شرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین
احدهما لدون ستة اشهر والآخر لاكثر فادعى البائع الاول ثبت نسبهما بلا تصديق المشتري اور شرح مجمع میں ہی
ہے کہ اگر لونڈی جو مشتری کے پاس ہو دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بائع نے اول ولد کا
دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ
دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں توآمین ہیں کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوی
بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عنده
واعتقه بعد بيع مشتريه ثبت نسبه لكون العلوق في ملكه ورد بيعه لان البيع يحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے
پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے
علوق کے بائع کی ملک میں اور بیع اوسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہیں لہذا بیع بلحاظ حق
دعوت منقوض ہوگی وكذا الحكم لو كاتب الولد او رهنه او آجره او كاتب الام او رهنها او آجرها او دبرها ثم ادعاه فيثبت
نسبه وترد هذه التصرفات بخلاف الاعتاق كما مر اور اسیطرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا
اجارہ دیا یا اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہہ تصرفات مذکورہ یعنی
کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے
کہ عتاق محتمل ابطال نہیں باع احد التوأمين المولودين عنده وعلقا عنده واعتقه المشتري ثم ادعى البائع الولد
الآخر ثبت نسبهما وبطل عتق المشتري بانه ظهر حريته وهو حرية الاصل لانهما علقا في ملكه حتى لو اشتراهما حبلى لم يبطل
عتقه لانها دعوة تحرير فتقتصر عليه وغيره وبتمام به المصنف بیچا ایک توام کو توآمین مولودین سے یعنی وہ توآمین جن کا علوق اور
تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت
ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اس امر کے سبب جو زیادہ وارا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتق حریت
عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بائع کی ملک میں رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خریدا اور
بعد اوسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے اون میں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی
کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت
تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہیگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحيلة اسقاط دعوى البائع
ان يقر البائع انه ابن عبد له فلان فلا تصح دعواه ابدا المجتبى پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ
ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کے ولد مبیعہ فلانے غلام کا بیٹا ہے تو ابد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ غیر کے
نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں وقد افاده بقوله قال عمرو لصبي معه او مع غيره هو ابن زيد الغائب ثم قال هو ابني لم يكن
ابنه ابدا وان وصلية جحد زيد بنوته خلافا لهما لان النسب لا يحتمل النقض بعد ثبوته حتى لو صدقه بعد تكذيبه
لثبت ازالبتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے
کہ یہہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید غائب اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل النقض کا نہیں یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا بھی مذہب ہو کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی نکیا تہا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا وقد لا یسہون عبارۃ العمادی کما زعمہ منلا خسرو ولما افادہ الشرنبلالی اور سہو اسواسطے یعنی چونکہ نسب محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو اوسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہوسکتی نفی کرنے سے تو اب کچھہ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھہ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہو منلا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہو اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صحیح ظاہرا یہہ سہو ہو کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہو کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مقید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی اقرار ثانی کی ظاہرا میرے نزدیک کچھہ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اوسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا وہذا اذا صدقہ الابن والا بد ونہ فلا الا اذا عاد الابن الی التصدیق لبقاء اقرار الاب اور یہہ جو ثبوت نسب صغیر اوس صورت مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ہم یہہ تفصیل وہان جاری ہو جہان صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرہن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا بہائی ہو سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست وارثہ ثم ادعی انہ وارثہ وبین جہۃ الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون پھر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہو ہم جامع الفصولین مین ہو کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعی بنوۃ العم لم یصح مالم یذکر اسم الجد اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بہائی ہو تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برہن انہ اقر انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا علی خصم ہو وارث او دائن او مدیون او موصی لہ اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہو کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابیہ وہو مقر بہ او لا فلہ اثبات نسبہ بالبینۃ عند القاضی بحضرۃ ذلک الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوسی مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیہ فلو اقر بہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یاخذہ من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جائیگا دعی کے دینے کا اور یہہ امر قضا نہین اوسکے باپ پر یہان تک کہ اگر وہ مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برہن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم کلفہ

الابن للبینۃ بذلک وتمامہ فی جامع الفصولین من الفصل الثانی بعد الثلاثین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند
کہا جائیگا کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اس پر کہ تو اوس کا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہیں اور قول صحیح یہہ ہے
کہ اوسکی تحلیف ہی علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہو اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یوں قسم کہائے کہ میں نہیں جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے
اور وہ مرگیا ہے پہ قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی
پر لازم ہوگی اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں سے ستائیسویں فصل ہے ہم جامع الفصولین میں باقی بیان یہہ ہے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے
انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھیریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہے ملخصًا اور یہہ بیان تمام
فصل میں ہے ستائیسویں کذا فی المحیط السرخسی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم ھو عبدی وقال الکافر ھو ابنی فھو
حر ابن الکافر لینال الحریۃ حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ پس مسلمان کہتا ہے کہ وہ میرا غلام ہے
اور کافر کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنیکے آزادی کو فی الحال اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنی
دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہیں تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر برعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل
ہوتا لیکن اوسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم دار الاسلام وعزاہ للتحفۃ
للحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو
تحفہ کے طرف تو اس حیثیت کو یاد رکھنا چاہئے قال زوج امرأۃ لصبی معہما ھو ابنی من غیرھا وقالت ھو ابنی من غیرہ
فھو ابنہما ان ادعیا معا والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ
میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھ ہی
دعوی کیا اور اگر ساتھ ہی دعوے نہیں کیا تو اوسمیں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ھم تفصیل مذکور یہہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا
بیٹا ٹھیریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ ابتدا اسکے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوے کیا پھر زوج نے کہا
کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح
ظاہر نہیں تو عورت کا قول بہتر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط التصدیق مرد یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان
نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہاں رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوسکا
نسب ثابت ہوگا کذا استنبطہ الطحاوی من شرح [illegible] ملخصا وھذا لو غیر معبر والا بان کان ممیزا فھو لمن صدقہ اور یہہ یعنی دونوں کا ولد
ہونا اس صورت میں ہے کہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما
وفراشہما یفید انہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنی زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں
کا ہے [illegible] کہا یہہ علت ہے مصنف کے اس قول کی فھو ابنہما اور بہتر یہہ تھا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ
اشتراھا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے بچی
[illegible] وہ لونڈی مستحق بالغیر [illegible] نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم
خصومت منع کا دن ہے یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وھو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ
معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہے مغرور وہ
شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اوس سے [illegible] پھر وہ مستحق غیر نکلے فلہذا قال و

كذا الحكم لو ملكها بسبب آخر اى سبب كان يعنى كما لو تزوجها على انها حرة فولدت له ثم استحقت غرم قيمة ولده يه بهى
واسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوای خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا
اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیگا اوس عورت کے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومة فلا شئ على ابيه لعدم المنع كما مر وارثه له لانه حر الاصل فى حقه فيرثه سو اگر مغرور کا
لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے
اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپکے حق میں تو وہ اوسکا وارث ہوگا فان قتله ابوه او غيره و قبض الاب من ديته قدر قيمته
غرم الاب قيمته للمستحق كما مر لو كان حيا سو اگر ولد کو اوسکے باپنے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اورنے قتل کیا اور باپ نے اوسکا
خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان دیگا باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد ولو لم يقبض شيئا
لا شئ عليه وان قبض اقل لزمه بقدره عينى اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نلیا تو اوسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اوسکا
خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوسپر تاوان اوسکی مقدار کے سوا نہیں لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها اى بالقيمة فى الصورتين
كما يرجع بثمنها ولو هالكة على بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیرلے دونوں صورتوں میں یعنی ملک اور تزوج میں جیسے
لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اوسنے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا
تاوان دیا تو بائع سے اوسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرلے وكذا لو استولدها المشترى الثانى لكن انما يرجع المشترى الاول
على البائع الاول بالثمن فقط كما فى المواهب وغيرها اور اسیطرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے
لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرها الذى اخذه منه المستحق للزومه
باستيفاء منافعها كما مر فى باب المرابحة والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبها مر فى متفرقات القضاء ويجئ فى الاقرار
نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنیسے چنانچہ مذکور
ہو چکا باب المرابحہ والاستحقاق میں تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات میں گذر گئے اور کتاب الاقرار میں
بھی اوسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل تحفہ شارح کے التناقض فى موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان میں معاف ہے منجملہ
مواضع خفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا میں صحیح ہے اور بعد
اوسکا نکاح اوس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہوں سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہہ ہے کہ زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور
دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہو میراث کا تو دعوے مسموع ہے کہ اوسکا عذر ہوا سلئے کہ مستعجل حال زوجیت اکثر ہوتا
خفائے بینونت سے ظاہر ہے اور از انجملہ یہہ ہے کہ ایک کپڑا رومال میں لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اوسکو کھولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع
ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح سنتے ہیں کذ لفظ الطحطاوی عن حواشی الاشباہ لا تسمع الدعوى على غريم الميت
دعوی مسموع نہیں میت کے غریم پر یعنے وارثوں اور مدیون سے علامہ بیری سے کہ کلام سے یہہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہاں
وارث میت ہے اور حموی نے ہمکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا وهب جميع ماله لاجنبى وسلمه له فانه تسمع
عليه لكونه زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہیں مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر گیا اور اوسکے قبضے میں کردیا تو اوسپر
دعوی مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ میں ہے کہ اوسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو
تو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی لا يجوز للمدعى عليه الحلف بالطلاق الا اذا ادعى عليه بالطلاق الا فى دعوى العين ليتذكر فيه من الوديعة

فی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کو عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اوسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ جس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور وصی کو دین مین انکار جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہرا دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرهان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہین برہان کے ساتھہ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی عبد آبق مین هم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جب غیر میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ مین نے دین نہین پایا اوس سے اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گروی ہے اور نہ میرے طرف سے کسی قابض نے کچھہ قبض کیا میرے امر سے اور نہ مین نے اوسکو معاف کردیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسیکو اوس پر حوالہ کیا انتہے اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجاے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کہائی تو اوسکو دیا جاے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہو اپنی بہلائی سے اوسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھہ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھہ حاجت نہین ہوتی دعوی مین مگر چہار صورتون مین اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہون کے ساتھہ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر اور استحقاق عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی مین هم یہہ چہار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اوسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا تہا اور وہ مرگیا اور اوس کا میرے اوپر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت کرے اگر گواہ اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر وصی کو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہوا اور اثبات دین کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اوسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تا کہ اوس کا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جاے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اونکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے دائن کے حق مین اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے تو وہ ثمن پہیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہے تاکہ پھیر جانے پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہے اور اوس نے اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجهول الا فی ست اذا اتهم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی دعوی رهن مجهول ودعوی سرقة وغصب وخیانة مودع قسم لینا حق مجهول غیر معین پر نہین مگر چھہ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجهول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین هم ایکشخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچھہ تلف کیا یا مدیون

کہا کہ مین نے کچھہ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تہا اور مدعا علیہ نے قسم چاہی تو قاضی اوسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہے ویسی ہی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھہ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت مال یتیم و وقف اور رہن مجہول کی یہہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوس کا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے اگر دعوی غصب اور سرقہ کے دعوی مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی ما لو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضاً ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نکہاوے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی مین مذکور ہے قسم ہو مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اوسکا یاد رکہنا واجب ہے کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا ولیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہو گی اوسکی قسم کہانے کے ساتھہ اور اوسپر بیان قیمت لازم کیا جاویگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہاوے یعنی یون کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم نتہی پہر مغصوب منہ سے بہی قسم لیجاوے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہو گا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مذکورہ چاہے اوسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے اگر مدعی قسم کہاوے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لیگا اور غاصب خواہ قسم کہاوے یا نکہاوے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہو گا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہاوے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہہ کتاب ہے اقرار کے احکام مین ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالی (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالے نے چاہئے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہے لہذا اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچہہ فائدہ نہ تہا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوی مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اوسپر یا اوسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہین قر الشیء جب کہ شیئ ثابت اور مستقر ہو وشرعاً اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوی لا اقراراً اور اصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اور یہ اخبار کہ ایک راہ سے ہے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوی ہوگا نہ اقرار ہے اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثم فرع علی کل من الشبہین پہر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر ہم یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تہا لہذا بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فالوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ یوماً من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال کا ہو کیا اور جب کہ اوس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوس کو تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہو گا جب کہ مقر اوس مال کا مالک کسی دن بہی ہو

بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب موجود نہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک
نہتا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہہ غلام خالد کا ہے پہر زید اوس کا مالک ہوا کسی طرح سے تو اوسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے
مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پہر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی
وجہ سے مقبول نہوئی پہر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسکے المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم اشتراہ عتق علیہ
ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم اشتراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار
کیا پہر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہوجاویگا اور اوس کا ثمن بائع سے نہ پہیر لیسکیگا یا ایک گہر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پہر اوسکو خرید لیا
یا اوس کا وارث ہوا تو وہ گہر وقف ہوجاویگا اوسیکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی غیر پر
ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرھا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے اور اگر یہہ اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بسبب عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ
موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول یعنی لفظ وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہوا اور اگر انشا ہوتا تو تخلف
صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظ وضعی کا تخلف نہین ہے وصح اقرار العبد الماذون بعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف
دارہ مشاعا والمرأۃ بالزوجیۃ من غیر شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے
پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گہر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سے بلا شہود
صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوس کا اقرار
تبرع ہوتا اور اوسکے جانب سے اور عبد ماذون تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار
تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہی نہ غیر کو مالک کر سکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار
صحیح ہوا بسبب اوسکی اخبار ہونیکے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تام نہین ہوتا بلا وجود قبض کے یہی اوسیطرح زوجیت کا
اقرار انشا ہونے کی جہت سے صحیح ہوا اور بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ
بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ
کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیہ اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شی معین کا اقرار کیا بنا بر اوس
اقرار کے یہی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہان تک کہ اگر جہوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو
زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی سے مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہہ ابتداءً ہبہ ٹہیریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیۃ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول
لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے کہ وہ
میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اوس کا اقرار بہی کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بہی کیا ہی تو اب دعوی
مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹہیرایا ولو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف
علی الاقرار بل علی المال پہر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اوس سے قسم لیجاویگی یا نہین فتوی یہہ ہے
کہ اوس سے اقرار پر قسم نلیجاویگی بلکہ مال پر مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی [illegible] فاما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی
دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اوس کا حق جو مدعا علیہ پر [illegible]

مقر یا اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم مجھپر یا میرے غلام پر
تو صحیح ہے اسواسطے کہ ہر صورت موصلے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر کذا فی التبیین وجہالۃ المقر لہ تمنع صحۃ الاقرار ان تفحشت کقولہ لواحد من الناس علی کذا
اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون میں سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہے
لا لاحد ھذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی
زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا
جائےگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن اختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا
ہے مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب
حق کو گا سے مقر بھول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اوسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہہ
ہے کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان
مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ
وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوسنے مجہول بیان کیا مانند شیء اور حق کے بیان
چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کہال اور صغیر
آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہے
یا حق تو اوسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ
کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر
ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم سے ساتھہ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اوسکے بیان
کرنیسے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درہم سے
کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب
الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصح فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے
اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون
نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب شرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا
کہ نصاب عظیم ہے شرعاً اسواسطے صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور دوسرا سبب نصاب پر واجب ہوگا اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن
خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا
کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ
کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی کان پچیس
اونٹ سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار ہم جنس کے پچیس ہی ادنی نصاب ٹھیری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار
نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم جس مال مین زکوۃ واجب نہین ہے اگر مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ
مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوس مقر نے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت
دوسو درم چاندی یا بیس مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام وکذا فی دراہم بالجمع

مالِ الزکوٰۃ اعتبر قیمتہا کنصابًا او تین نصابون سی کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علیّ اموالٌ عظامٌ یعنی مجھپر بڑی مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصاب ہین اسواسطے معتبر ہوئے کہ تین اقل جمع ہی وفی دراھمَ ثلٰثۃٌ اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وَفی دراھمَ او دنانیرَ او ثیابٍ کثیرۃٍ عشرۃٌ لانّہا نہایۃُ اسمِ الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہائی اسم جمع ہی تو وہی اکثر ٹھیرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانّہا اقلّ مدلولِ جمعِ الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہہ مبنی ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درہمًا درہمٌ علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا درہمًا ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃُ درہمٍ اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علیّ کذا درہمٍ تو سو درم لازم ہونگے وفی درہمٍ او درہمٍ عظیمٍ درہمٌ والمعتبر الوزن المعتاد الّا بحجّۃٍ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علیّ دُرَیہمٌ بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علیّ درہمٌ عظیمٌ ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اوس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہو نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درہمًا احدَ عشرَ اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا کذا درہمًا گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف ہی کذا فی المنح وکذا وکذا احدٌ وعشرون لانّ نظیرہ بالواو احدٌ وعشرون اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا وکذا درہمًا اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ دس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر کے واو کے ساتھہ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانّہ اقلّ نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلّث بلا واوٍ فاحدَ عشرَ اذ لا نظیر لہ فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو متفرق تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علیّ کذا کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا عدد مفسر کوئی مانند نہین تو بتیسر لفظ تکرار پر محمول ہوا وَمَعَہا فمائۃٌ واحدٌ وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مائۃٌ واحدٌ وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھہ مائۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربّع مع الواو زِید الفٌ اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھہ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاویگا اسطرح کہ الفٌ ومائۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اوسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمّس زِید عشرۃُ الافٍ اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ الاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الافٍ والفٌ ومائۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدّس زِید مائۃُ الفٍ اور اگر لفظ کذا چھہ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ الفٍ وعشرۃ الافٍ والفٌ ومائۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی ایک لاکھہ گیارہ ہزار ایکسو اکیس لازم ہونگے ولو سبّع زِید الفُ الفٍ اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الفٍ ومائۃ الفٍ وعشرۃ الافٍ والفٌ ومائۃٌ واحدٌ وعشرون یعنی گیارہ لاکھہ گیارہ ہزار ایکسو اکیس وھٰکذا یعتبر نظیرہ ابدًا اور اسیطرح عدد مبہم کی نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ او لہ قِبَلی فہو اقرارٌ بدَینٍ لانّ علیّ للایجاب وقبلی للضمان غالبًا اور اگر یون بولا کہ لہ علیّ یعنے اوسکا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اوسکا میری جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہے ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ مین وہی ثابت ہوتا ہی جو عین نہو اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اوسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالبا استعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی ومع ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانّہ یحتملہ مجازًا

قال لی علیک الف فقال اتزنه او انتقدها او اجلنی به او قضیتک ایاه او ابرأتنی منه او تصدقت به علیّ او وهبته لی او احلتک به علی زید ونحو ذلک فهو اقرار له بها لرجوع الضمیر الیها فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ انکو وزن کرلے یا انکو پرکہہ لے یا ان کی مجہکو مہلت دی یا مین تجہکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجہکو وہ معاف کر دی ہین یا تو نے مجہکو وہ خیرات مین دی ہین یا ان کو تو نے مجہکو ہبہ کر دیا ہی یا مین نے تجہکو وہ زید سے دلائی ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار کے طرف ان سب الفاظ مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہہ جواب ٹہیرا کلام اول کا یعنی اثبات اوسکا نہ انکار اور نہ کلام جدا گانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستهزاء فان کان وتشهد الشهود بذلک لم یلزمه شیء اور یہہ یعنے اقرار اوسوقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہوا اور گواہ خوش طبعی کی گواہی دین تو اوسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستهزاء لم یصدق اور اگر مخاطب کو خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اوسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتصاحب او ما استقرضت من احد سواك او غیرك او قبلك او بعدك لا یکون اقرارا لعدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکہہ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر یا کہ مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار نہوگا بسبب نہہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کے طرف تو یہہ کلام جدا گانہ ٹہیرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشك اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ جو کلام کہ صلاحیت رکہتا ہی جواب ہونیکی نہ ابتدائی کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹہیرایا جاتا ہی اور جو لیاقت رکہتا ہی ابتدائی کلام ہونیکی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکہتا ہی چنانچہ یہہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جدا گانہ ٹہیرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان اقرارا مطلقا اور یہہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوسوقت ہی جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی هذا او افتح لی باب داری هذه او جصص لی داری هذه او اسرج فرسی هذا او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقرارا منه بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجکو میرے اس غلام کا کپڑا دیدے یا میرے لیے میرے اس گہر کا دروازہ کہولدے یا میرے لیے اس گہر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندہ دے میرے اس گہوڑے پر یا مجکو اس گہوڑے کا زین یا اوسکی لگام دے پہر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکے طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گہر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتہہ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتہہ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فهو اقرار له بها وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجہپر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہین تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب مین بجای بلی کے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذا فی الجوهرة اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بہی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوهرة والفرق ان بلی جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جوابه بالنفی اور فرق بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہی کہ بلی استفهام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفهام منفی کا جواب ہے اوسکے نفی کر دینے سے قال الایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال و عتق و طلاق و بیع و نکاح و اجارة و هبة اور سر سے اشارہ کرنا بولنے والے آدمی کا اقرار نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ گونگے یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ میں گونگے قائم مقام اوسکے بولنے کے بقول معتبر ہو سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا اسنے الطحاوی بخلاف افتاء و نسب و اسلام و کفر و امان کافر و اشارۃ محرم لصید و الشیخ براسه فی روایة الحدیث و الطلاق فی انت طالق هکذا و اشار بثلاث اشارة الاشباه و زاد الیمین کحلفه لا یستخدم فلانا او لا یظهر او لا یدل علیه و اشار حنث عمادیة فتعرف بطلان اشارة الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوی دینے میں اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارہ میں شکار کے طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت نلیگا یا اوسکا بھید ظاہر نکرے گا یا اوسپر دلالت نکری گا اور پھر سر سے اشارہ کیا تو حانث ہو گا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون میں باطل نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر له حلوله لزمه الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینه کاقراره بعبد فی یده انه لرجل وانه استأجره منه فلا یصدق فی تاجیل واجارة لانه دعوی بلا حجة اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانے کے ساتھ چنانچہ اوس کا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اوس نے اوسکو بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارہ غلام میں اسواسطے کہ وہ دعوی ہے بدون حجت کے اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اوس کا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر له فیهما اور اس وقت میں قسم لیجا یگی مقر لہ سے دونون میں یعنی تاجیل اور اجارہ میں یعنی درصورت عدم گواہ مقر بخلاف مالو اقر بالدراهم السود فکذبه فی صفتها حیث یلزمه ما اقر به فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوته بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اوسکی تکذیب کی درمون کی صفت میں یعنی اونکے سیاہ ہونے میں اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون گے جس کا اوسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہے درمون کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا عوارض میں مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور عوارض مین منکر کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول له فی الاجل لثبوته فی کفالة المؤجل بلا اشتراط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل میں بدون شرط کرنے کے اسواسطے کہ ضمانت میں مدت نوع ہے نہ عارض کہ شرط پر اوس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امة متنقبة اقرار بالملک للبائع کذا فی جراب نقاب والی لونڈی کا خرید کرنا اقرار ہے بائع کا اقرار جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعة والاعارة والاستیهاب والاستیجار ولو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواه لنفسه ولغیره بوکالة او وصایة للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید اور مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکہنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید وکیل سے ہو تو یہ تمام امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہو گا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائه عن جمیع الدعاوی ثم الدعوی بها العام التناقض کرنا فی الدرر قبیل کتاب الاقرار وصححه فی الجامع خلافا للتبیین الخ بخلاف اوسکے ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنے کے [illegible]

و ہدایہ کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ اقرار کرنا شخص کا اپنے مال کے جسیم و غادی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کے طرف سے بھی اوسپر دعوی کرے ہی ذکر
کیا ہے اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ ابتیاع اور
استیجار اور استعارہ اور ہبہ لینے کے اقرار ملک مبیع و منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہے اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں
اسواسطے کہ بیع مثلا شاید بائع کے ہاتھہ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوئی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحطاوی ووفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ھذا کان اقرارا وان قال ابیعہ ھذا لا ویؤیدہ مسئلۃ
کتابتہ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح توفیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھہ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہے اوسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شرنبلالی ہے
اوسکی کتابت اور بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اوسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہم تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اوسکا
دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہے تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی قولہ
علی مائۃ ودرھم کلھا دراھم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہے وتمام
درم ہین یعنی سو درم اور ایک درم اور اسیطرح کیل اور موزون از روے استحسان کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی سے کرائی جاوے کہ سو درم مراد ہے یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درم بیان ہے مائۃ کا عادت
ہین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ وہان ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کیل
اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوسکتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر کیل اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت
نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وشاۃ بان یفسر المائۃ لانہا مبھمۃ اور اس قول مین کہ اوسکا مجھہ پر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب
کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم یذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیھما لاستوائھما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجھپر
ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجاویگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثۃ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثۃ دونون کیطرف
پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان مایصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درھم فی درھم دیرا اور قاعدہ کلیہ اس قسم مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹھا لیجانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کہ اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایکدرم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درم
اول لازم ہوگا نہ درم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین کذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درھم لزمہ الثوب ولم اره فلیحرر

انگشتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمہ مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور
اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہے تو
یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے وبخاتمٍ تلزمہ حلقتہ وفصّہ جمیعًا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوس کا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے
کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیفٍ جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اوس کا میان اور پرتلا اور لوہا لازم ہے وبحجلۃٍ
بجیم بیت مزین بثیاب وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحای مہملہ پھر جیم عبارت ہے اوس
کوٹھری سے جو آراستہ ہے پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے
کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑے سے بنایا جاتا ہے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپرکھٹ ہے اور اسبا اختلاط
مفارقۃ سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وتمرٍ فی قوصرۃٍ او بطعامٍ فی جوالقٍ او فی سفینۃٍ او ثوبٍ فی مندیلٍ او فی ثوبٍ یلزمہ
الظرف والمظروف لما قدّمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے
مین سب ظرف مظروف سمیت اسند لازم ہوگا اوسی دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے
ہین ومن قوصرۃٍ مثلًا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مثلاً ٹوکری اور مثل اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسی
واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوبٍ فی عشرۃٍ وطعامٍ فی بیتٍ فیلزمہ المظروف
فقط لما مرّ اذ العشرۃ لا تکون ظرفًا للواحد عادۃً جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم
ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃٍ فی خمسۃٍ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ
لما مرّ والزمہ زفر بخمسۃٍ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ لہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علی قصد کیا یا ضرب حساب کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے
اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ہم چونکہ ضرب مقتضے انفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط
پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تونے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تونے یہ ارادہ
کیا کہ ہر درم کے پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوسنے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر
اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت
نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف
ہے فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مرّ فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی سے معنے مع مراد رکھیگا چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق مین
ومن درھمٍ الی عشرۃٍ او ما بین درھمٍ الی عشرۃٍ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃً اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ
بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل
ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرا اور تیسرا درم کا وجود نہین ہوسکتا بدون پہلے درم
بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کے وہان دونون حدین داخل محدود نہین ہم امام کے نزدیک محدود مین حد [illegible]
ہوتین اسواسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کے داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین
ہوسکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا
فی الدرر فلذا قال وفی لہ کرّ حنطۃٍ الی کرّ شعیرٍ لزماہ جمیعًا الا قفیزًا لانہ الغایۃ الثانیۃ سوا ایک قفیز کے یعنے بسبب لفظ مذکور کے
مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کے

صحیح ہوا ازینجہت کہ اسطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اور سکا ولی افعال مذکورہ صادر کرنا اسواسطے کہ اوسکے کسیکی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور
سبب مبہم کے اقرار کی یہہ صورت ہو کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہو کذا فی الدرر و اما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر
سببا غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہو اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے جیسا کہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہو کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے
تو اوسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہو تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے خیار مین تو بھی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہو اور جبکہ
اقرار مین اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہو احتمال فسخ کا نہین لہذا اوسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہین مگر جبکہ متوفی نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہو باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سو اسیواسطے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہو اور
قول تو منکر کا مقبول ہے تنبیہ در صورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی دین کو کہ
اوپر ہزار درہم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کا قرار بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی یعنی دین کا اقرار ضامنی کے سبب با ینطور کہ
اختیار ہو مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہو جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہو بخلاف اوسکے جو مذکور ہوا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امرأتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد و قود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہو ویسے ہی انگلیون کے پورون کے لکھنے سے ہوتا ہو تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درہم ہین یا لکھ میری
گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فی الخانیہ ہم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہو اور اقرار خبر اور تو دونون ایک نہون گے حقیقت
مین بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر و قدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین ہم کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سواد دستخط کچھہ لکھا یا گیا اور دستخط لکھا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہو اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی الطحطاوی بتصرف احد الورثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جس کا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اوسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اوسکی
وراثت مین پایا ہو وہ ادای دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع ہم مثلا سو درم کا دعوی ہے اور سو درم پائے یا دو وارث مقر کو صرف تین

الا تو وارث کو سو درہم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہیں کہ اگر دس درہم میراث مین پاوے تو بھی اوسپر سو درہم لازم ہونگے وقیل
حصتہ و اختارہ ابو اللیث دفعا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اسی قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے
مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اوسنے اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم ہوگا مگر بقدر اوسکے حصے کے ولو شہد
ھذا المقر مع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت و ھذا اعلم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی
علیہ باقرارہ فلتحفظ ھذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھہ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی
مقبول ہوگی اور اس سے یعنے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھہ یہہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار
کرنیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنے عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
ھم مجرد اقرار سے دین لازم آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھہ گواہی دیتا اور گواہی مقبول
ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر
اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوسکا اول اقرار معتبر نہیں اور اوس اقرار سے دین لازم نہیں مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار
حجت ہی اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسپر حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھیرے تو ظاہر ہی اسواسطے
کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الکافی ولو اشہد علی الف فی مجلس و اشہد رجلین آخرین فی مجلس آخر
بلا بیان السبب لزم المالان الفان کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردونکو گواہ کیا
دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو
ہزار لازم ہونگے ھم بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلا ہزار درہم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ
شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو
اتحد السبب او الشہود او اشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن ملک بخلاف اسکے کہ اگر
سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے
پھر یہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنے پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک
ھم اتحاد سبب کی یہہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہی کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری
مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ معرفہ
یا نکرہ جبکہ معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا ھم اول او ثانی کی معرفہ
ہونے کی صورت یہہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرار مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر اسیکو دوسری بار اقرار کہے
اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علی الف پھر کہے لہ علی الف ثمن ہذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہی کہ کہے لہ علی الف پھر دوسری بار اقرار کرے
کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہہ ہی کہ اول یہہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف تمامہ فی الطحطاوی ولو نسی الشہود
افی موطن ام موطنین فھما مالان ما لم یعلم اتحادہ وقیل واحد و تمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا
یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ
مین ہی اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر

ہو وہی کذا فی الدرر ھم اور طرفین کے نزدیک اوسکے قول پر التفات ہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اسیطرح کا حکم جاری ہوگا اگر مقر کا وارث دعوی کرے کہ میرے مورث کے اقرار میں اوسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاویگی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار میں ولان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیھم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اوسکے وارث کا دعوی مذکور مقر لہ کے وارثوں پر ہو تو وارثوں پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ مقر اپنے اقرار میں جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہہ باب ہے احکام استثنا میں اور جو استثنا کے ہم معنے ہے اقرار کے بدلنے میں جیسے شرط اور مانند اسکے ھم جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہو کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اوس غلام کا مثل جو میرے قبضے میں نہیں آیا ھو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولھم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء دہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کی بولنے سے بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہہ ہو کہ ابتدا اسے یوں کہے کہ اوسکے میرے اوپر سات درم ہیں اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کتنفس وسعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا میں متصل ہونا مستثنے کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا موہنہ بند کرلینا یعنی کوئی شخص مقر کا موہنہ بند کرلے اسی قول پر فتوی ہے والنداء بینھما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر لہ کو بابین مستثنی اور مستثنے منہ کے ضرر نہیں کرتا اسواسطے کہ ندا اسناد ہی کے آگاہ کرنیکے واسطے ہے اور تاکید کیواسطے ہے یو اسطے تعیین مقر لہ ھم جوہرہ میں ہے کہ اگر منادی مقر لہ نہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درھم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال جیسے مقر کا یوں کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں اے فلانے مگر دس درم بخلاف لک علی الف فاشھدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشھاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہیں سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اور قسم سے جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہے تو حیلولت شہادت سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناؤہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جس کا اقرار کر چکا ہے اوس میں سے بعض کو نکال ڈالے تو اوسکا استثنا کرنا صحیح ہے اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علمای نحو کے نزدیک ھم فرا کے نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالے کا یہہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کھذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذھب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اوس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہے مگر اوسکا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہے بنا بر مذہب قوی والا لاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان الاستثناء الکل لیس برجوع بل ھو استثناء فاسد ھو الصحیح جوھرۃ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہے اگرچہ اون چیزوں میں ہو جو قابل رجوع ہے چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الجوہرۃ ھم جوہرہ میں ہے کہ بعضوں کے نزدیک استثنا کل رجوع ہے اور بعضوں کے نزدیک رجوع نہیں ہے استثنا فاسد ہے اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کا استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہہ یعنی استثناء مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہے کہ صدر کے لفظ سے ہو یعنی یا اوسکی ...

باب الاستثناء

چنانچہ اس کا ذکر آوے گا ہم استثناء بلفظ صدر کی مثال نسائی طوالق الا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی
وان بغیرہما نحو عبیدی احرار الا ہؤلاء الا سالماً وغانماً وراشداً ومثلہ نسائی طوالق الا ہؤلاء الا زینب وعمرۃ وہندۃ
وہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغایر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا
سوائے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہندہ کے
اور حالانکہ یہی مشار الیہم یہی ہیں اور اسکے سب غلام یہی سب عورتیں ہیں تو استثناء صحیح ہے وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح
فلا یستحق شیئاً اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقہا ستا الا اربعاً صح ووقع ثنتان اور اسیطرح یہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہے سوائے ہزار کے اور حالانکہ اوسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثناء صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثناء کی شرط ایہام بقاء بعض
مستثنیٰ منہ ہے نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی چھ طلاقیں سوائے چار طلاقوں کے تو طلاق صحیح ہوگی اور دو طلاقیں واقع ہونگی
ہم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہے تو جیسے کہ ایہام اوسکو [illegible] ہے جیسا کہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الا سالماً
وغانماً میں تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اسکے سوا
کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ کا ایہام بقا بلا شک ٹھہرا انما صح استثناء الکیلی
والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی القیمۃ استحسانا لانہا تثبت
فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہے استثناء کیلی اور وزنی اور ایسے معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا دراہم
اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی و وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر جیسے چاندی اور سونے کیطرح
تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس راہ سے کہ کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے
ایک جنس واحد ٹھہری اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوسکتے ہیں تو انمیں استثناء کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی
ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درم سے اسطرح کہ لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ
متفاوت القیمۃ ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثناء ٹھہرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصا وان استغرقت القیمۃ
جمیع ما اقر بہ لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثناء درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اوسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء
الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرہا علی مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر قیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فلیحرر بخلاف اس قول کے کہ اوسکے
میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثناء کے مساوی سے تو استثناء باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثناء ہے کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثناء لغو ٹھہریگا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی
سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثناء صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے ہم دہلی نے
کہا کہ ظاہر اس مسئلہ میں دو قول ہیں یعنی دو روایتوں پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنسیں واللہ تعالیٰ اعلم واذا استثنی عددین
بینہما حرف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی
الاصح بحر اور اگر ان دو عددوں کو استثناء کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اوسکو نو سو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کمتر شک استثناء میں کمتر کا مثبت ہے
واذا کان المستثنی مجہولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک

فی المخرج فیحکم بخروجہ الا قل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میرے اوپر سو درم
ہین مگر کچھہ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا ھ اور قلت ثابت
ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکیاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان
شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر کان کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھہ ملایا
یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط مستحق یقینی کی چنانچہ
یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونیوالی
ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق ام لا ولم ار قدمنا فی الطلاق ان المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلک لتساوی التعلیق
قالہ المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین سو مینے اسکو مصرح نہین دیکہا اور ہم نے
کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعائی مشیت قول معتمد یہہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بہی ایسا ہی ہو بسبب مساوی
ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہا لدخولہ تبعا فکان
وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گہر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گہر سے اسواسطے
کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ھم چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اس کا یہہ مکان ہے
مگر اوسکی عمارت میری ہے یعنی مقر لہ کی نہین ہے وان قال بناءہا لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتی لو قال وارضہا
کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گہر کی عمارت میری ہے اور اوسکا
عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گہر کی
عمارت میری ہے اور اوسکی زمین تیری ہے تو عمارت بہی مقر لہ کی ٹھیریگی اسواسطے کہ عمارت گہر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گہر کی عمارت زید کی
ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ھم اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ
اسواسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پہر جب اوسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم و
نخلۃ البستان وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کہجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے
مانند ہے امر مذکور مین ھم اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا نباتات
مین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھہ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصدا
واجب ہوتا ہے نہ تبعا وان قال مکلف لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی
الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وہو فی ید المقر لہ فان سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار
کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جسپر مینے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھہ ملاکر بولا اور غلام کو
معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہون گے اور نہین تو لازم نہون گے صفت عدم قبضہ
پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد
رکہنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر
مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہون گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اوسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مینے اوسپر

دینہ نہیں کیا تو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہوا اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں كقوله من ثمن خمر او خنزير او قال ثمنا
او خمرا او ميتة او دم فيلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بينة فلا يلزمه چنانچہ اس قول میں کہ اوسکے مجھپر
ہزار درم میں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھہ ملا کر کہی ہو الا
کہ مقر لہ اقرار کر کے پہچانا ہو مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے یا امور مذکورہ میں سے گواہ قائم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہوں گے ولو قال
له على الف درهم حرام او ربوا فهي لازمة مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلها عند غيره اور اگر یوں اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہیں تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کسی کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوسپر قبضہ نہیں کیا اور اسکو بائع مذکور
کے ہاتھہ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہیں اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحاوی ولو
قال على الف زورا او باطلا لزمه ان كذبه المقر له والا بان صدقه لا يلزمه اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم ہیں بطریق
زور یا بطلان کے تو اوسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کرے تو اوسپر کچھ لازم نہیں والاقرار بالبيع
تلجئة هي ان يلجئك ان تاتي امرا باطنه على خلاف ظاهره فانه على هذا التفصيل ان كذبه لزم البيع والا لا اور بیع تلجئہ کا اقرار
کرنا اسی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجئہ یہہ ہے کہ تجھکو مضطر کرے اوس امر کے کرنے
پر جسکا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہو ہم صورت اضطرار یہہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا
حال بتا کر بیچ ڈالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہے ولو قال له على الف درهم زيوف ولم يذكر السبب فقيل
لما قال على الا جياد اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہیں اور اوسکا سبب مذکور نکیا کہ ثمن بیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اوسنے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول امام … زیوف جمع ہے زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ لئے جاویں ولو قال له على الف من
ثمن متاع او قرض وهي زيوف … لم يصدق مطلقا لانه رجوع اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلا تو اوسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او وديعة الا انها زيوف
او نبهرجة صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا
نبہرجہ تو اوسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اسیطرح … درم … اور اگر … وان قال ستوقة او رصاصا فان وصل
صدق وان فصل لا لانها دراهم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہیں مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگ کے ہیں تو اگر ستوقہ اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر جدا بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکی دونوں طرف چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق في وديعة او غصب … او ادعى ثوبا اذا جاء بمعيب ولا بينة او
اوسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھہ اس قول میں کہ میں نے اوس سے کپڑا غصب کیا یا اوسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیبدار
لادے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں وصدق في له على الف ولو من
ثمن متاع متصلا الا انه ينقص كذا الا ان الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے …

اس ہزار درہم سے ہر ہانی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہوں سات مثقال کے کذا فی المحیط۔ متصلاً وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق فی لفصۃ استثناء
القدر لا الوصف کالزیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کر کے بولا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح
ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کی جیسا کہ کہوٹا ہونا۔ ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فھلکت فی یدی بلا تعد
وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھ سے
ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تونے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طور
سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت
کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الحاوی وفی قولہ اعطیتنیہ ودیعۃ
وقال الآخر بل غصبتنیہ لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تونے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے
نے کہا بلکہ تونے غصب کیے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ہم اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا
اقرار نہین کیا یعنے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا
مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہو کذا فی التبیین وفی ھذا کان ودیعۃ او قرضا لی
عندک فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب
الضمان اور اس قول مین کہ یہہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اوسکو تجھ سے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ
مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبضہ اور تصرف کا اول اقرار کیا پہر اوس سے لینے کا
اقرار کیا اور لینا سبب تاوان کا یعنی جب اوس نے اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پہر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہوگی
وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذا او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی ورد الی او خاط
فلان ثوبی ھذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضرورۃ [illegible] بخلاف
الودیعۃ اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہہ گہوڑا یا اپنا یہہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گہوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا
یا اوسکو یہی کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو مین نے اپنے گہر مین رکہا اور فلانے شخص نے اسباب کو [illegible] یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ
کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ
قبضہ اور تصرف اجارہ مین ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارہ مین قبض استیفاء منفعت کے واسطے ضروری ہے [illegible] استعمال [illegible]
تو ثابت ہوگا قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقرار کے۔ ھذا الالف ودیعۃ فلان لا بل ودیعۃ فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی [illegible] لہ لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شیء لانہ لم یقر بالید
یہہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر اس کا مثل ہزار درم ثانی مقر لہ کے
لازم ہونگے بخلاف اس قول کے کہ یہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کے کہ مقر پر ثانی مقر لہ کے واسطے کچھہ
واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکھنے کا اقرار نہین کیا۔ فی ھذا اذا کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا [illegible]
یہ جب کہ دراہم معین ہون اور اگر غیر معین ہون تو [illegible] اسواسطے دو ہزار درم مقر پر لازم ہونگے۔ فقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم و
مائۃ دینار وکر حنطۃ لا بل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا اور اس قول
مین کہ مین نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے غصب کیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کیواسطے

اشیاء مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقرلہ واحدا یلزمہ اکثرھما قدرا و افضلھما وصفا کما لو اقر لہ الف درھم بل الفان او الف درھم جیاد لا بل زیوف او عکسہ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنے ایدا حد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں سے مقدار میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اوسکی میری اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یون اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہری درم ہیں نہیں بلکہ کہوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درمونکا اقرار کیا پھر کہرون کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فھو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہی مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہی ولیکن اگر مدیون یا مودع مقرلہ کو تسلیم کریگا تو اداے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ھبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وھو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصہ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اوس قول کے جو کہ یہہ مذکور ہوچکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹہیریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اوسیواسطے حاوی قدسی میں کہا ہے اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین میں عاریت ہی تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ نکہے تو صحیح نہیں مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور حاوی قدسیکے موافق اکثر کتب معتبرہ میں ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلہ میں فتوی کے وقت ھم شرح وھبانیہ میں تتمہ سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانیکا دین ہے اور مقرلہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے اور حق قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہوجائیگا اور راول وکیل کے مانند ٹہیریگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر اجبر و تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اوسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق ملک مقرلہ کا مفید ہے اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجے کہ مقرلہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلہ جو خلاصہ کی موافق ہی تصدیق مقرلہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا سنح للطحطاوی

باب اقرار المریض

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض وسیجی فی الوصایا یہہ باب ہی اقرار مریض کے احکام میں مریض وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہوا اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض میں اور آگے آویگی کتاب الوصایا میں اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ باثر عمر رضی اللہ عنہ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فاروق سے مروی ہوا اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہی اوسکے تمام ترکہ میں اور ایسی صورت میں اثر بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمیں قیاس کو گنجایش نہیں تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الحواشی ولو بعین فکذلک الا اذا اعلم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی منحتہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض میں معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری میں تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین میں تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی میں ہے عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتداء کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی البحر و اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت میں ابتدائی تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایۃ

برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلۃ صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب
شیٔ یشمل الوارث وغیرہ وصح قضاءً لا دیانۃ فیرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الآخرۃ حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ ای لظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابراء دین کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوسپر کچھہ حق نہین چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہے اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہین صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا مہر کے دین کے کہ اوس کا ابرا حیلۂ مذکورہ سے صحیح نہوگا
صحیح کذا فی البزازیۃ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے ھم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر
تو یہہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیٔ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میری باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریۃ تھی تو یہہ ابرا صحیح ہوگا اور اوسکے زوج کا دعوی اسمین نہ سنا جائیگا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ مین اسی طرح کہکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہے ھم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی
اور شیخ صالح وغیرہ نے مسلم نہین رکھا ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار ہے عین کا وارث کے واسطے جسے بعینہ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہے وہ مفروض ہے دین مین نہ عین مین خلاصہ یہہ کہ ابرا بالفعل سے البتہ جائز ہے دین مین اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہے وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھہ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے دین کا اقرار ھم اسکو حدیث
دارقطنی نے روایت کیا ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اوس صورت مین باطل نہین
جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر او طلق زوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ وما زاد غیرہا فیرث الکل
فرضا وردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو موروث بحکم وصیت کرنے
کی کچھہ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح وتصدیق السلطان
او نائبہ وکذا الوقف ہنا خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اوس کا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہے تصدیق
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم جبکہ کوئی
وارث نہو تو اوس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہے لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھیری طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجہا ہے
وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ
او علی عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہوا اور مانند اسکے
اپنی وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کرلینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہوگا ھم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تہا اوسکو مین نے اوس سے پایا یا جو میری وارث نے میری چیز غصب

کی تھی یا اوسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برئ نفذ ذلک کلہ لعدم مرض الموت اختیار
اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر وہ صحیح وسالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا
فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض
وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر ومیجی عن الصیرفیۃ اگر پہلے مقرلہ مرا پھر مریض مرگیا اور
مقرلہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اوس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آویگا
صیرفیہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے
اوس فرزند کو جو مقرلہ کا باپ ہے چھوڑ کر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہو صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار
صحیح نہو کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ
لفلان الوارث فاستہلکتہا بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار
کرے تو وہ جائز ہے اور صورت اوسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرۃ قا
الحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی
کلا حق لی قبل ابی وامی وھذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ ھذا الشیء الفلانی ملک ابی وامی کان عندی
عاریۃ وھذا حیث لا قرینۃ وتمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی
اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین ازانجملہ اقرار مریض سے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
اور ازانجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہا کہ میرا کچھہ حق نہین میرے باپ اور ماکی جانب اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور ازانجملہ نفی
حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماکی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہو اور پورا بیان
اسکا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ املاک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے
مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھہ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ
لوارثہ ثم برئ من مرضہ وامر القاضی بتسلیمہ الی الوارث فاذا مات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ وانما تنتقض بعد
الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجائے تو وارث
مقر بہ کو پھیرے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑے جاتے ہین
والعبرۃ لکونہ وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اوسکے وارث
ہونے کا موت کیوقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب
نہ وارث ہونے اوسکے بھائی کے یعنے ہرچند اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا
الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاۃ فیجوز لما ذکرہ بقولہ مگر جبکہ مقرلہ وارث ہوگیا
موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس
قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر وابن اذا زال الحجب باسلام
او بموت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کیا تو اقرار
صحیح ہے بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بھائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اوس کا حجب ہوگیا

زایل ہوجانی اوسکے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح ہوگا اسواسطے کہ بہائی کی میراث قدیم سبب سے ہی نہ جدید سبب سے وبخلاف
الھبۃ لھا فی مرضہ والوصیۃ لھا ثم تزوجھا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وھی حینئذ وارثۃ اور بخلاف اجنبی
عورت کے ہبہ کرنیکے اپنے مرض الموت مین اور اوسکے واسطے وصیت کرنیکے پہر اوسکے ساتہہ نکاح کرلینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے
کہ وصیت تملیک ہی بعد موت کے اور اوس وقت تو عورت مذکورہ وارثہ ہی مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ
دراھم قد استوفیتھا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اوسکی بیٹی
مردہ پر اوسکے دس درم تہے سو مین اونکو لیچکا اور اوس مقر کا ایک بیٹا ہی جو اوسکا انکار کرتا ہے تو اوسکا اقرار صحیح ہی اسواسطے کہ میت
وارث نہین اما لو اقر لامرأتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترکت منھا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین
مہیر فیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پہر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چہوڑا
عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیۃ ولو اقر فیہ لوارثہ
وللاجنبی بدین لم یصح اصلا فالمحیط عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف
محمد بن حسن کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجھول النسب ثم اقر بنوتہ وصدقہ وھو من اھل التصدیق ثبت نسبہ
مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جس کا نسب معلوم نہین پہر مقر نے اوسکی
فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکہتا ہے یعنے حال بیان کرسکتا ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوسکا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث
ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اوسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت ہو اسطرح پر کہ مجھول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اوسکا نسب معروف ہو کسی شخص سے تو اقرار
صحیح ہی بسبب ثابت نہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ مین ینابیع سے ولو اقر لمن طلقھا ثلثا یعنی باینا فیہ ای فی مرض موتہ
فلھا الاقل من الارث والدین ویدفع لھا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیہ
اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق باین دی اپنے مرض الموت مین تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین مین وہ اوسکو ملیگا
اور کمتر اوسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک نہ ٹہیریگی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ ھم طلاق
باین کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہہ بہی شرط ہے کہ اثنای عدت مین مقر مرجاوے اور اگر بعد عدت مریگا
تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقھا بسؤالھا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التھمۃ
عزمیہ اور یہہ حکم مذکور اوس وقت ہی جب کہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پہر جب عدت ہوچکی تو اقرار جائز ہوگا
بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ ھم تہمت یہہ تہی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اوسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ زیادہ
میراث سے زیادہ ملے پہر جب عدت گذرگئی تو یہہ تہمت بہی باقی نرہی ولو طلقھا بلا سؤالھا فلھا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لھا لانھا
وارثۃ اذ ھو فار واھملہ اکثر المشایخ لظھورہ من کتاب الطلاق اور اگر اوسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب کے تو اوسکو میراث ملیگی
جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اوسکا فار ہی اور اس قول کو اکثر مشایخ نے
بیان مذکور نہین کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجھول النسب فی مولدہ او فی بلد ھو فیھا وھما
فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وعلیہ ثبت نسبہ ولو المقر

مرتضیاً واذا ثبت شارك الغلام الورثة اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین اور جسکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین
وہ وارد ہوا ہو حالانکہ مقر اور مقر لہ اوس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا
بیٹا ہے اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہوچکا اور اثبوت
مین یعنے درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک
ہوگا فان انتفت هذه الشروط يؤاخذ المقر من حيث استحقاق المال فلو اقر باخوة غيره كما مر عن الينابيع كذا في
الشرنبلالية فليحرر عند الفتوى تو اگر یہہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا
اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہوچکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیے م اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ
من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
مین ہے یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم ہوگا اگرچہ
نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے ولو کذبه او کان معروف النسب من غیره لزمه ما اقر به ولا یثبت نسبه
کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہے تو اگر یون کہتا فلو انتفی احد هذه الشروط وقد اقر له بمال یؤاخذ به المقر تو البتہ واضح تر
ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر محرر ہے اس مقام کی کذا فی
الطحطاوی مختصرا ۲ والرجل صح اقراره ای المریض بالولد والوالدين قال فی البرهان وان علیا قال المقدسی وفیه نظر لقول
الزيلعي لو اقر بالجد او ابن الابن لا يصح لان فيه حمل النسب على الغير بالشرط الثلثة المتقدمة في الابن اور یہان مرد کا
اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے ان تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہوچکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہے
اگرچہ والدین اوسکے ہون یعنے دادا پردادا اور مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار
کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر ۲ و
بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدته وعن اختها مثلا واربع سواها اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری
زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط
خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے اپنی زوجہ کہنے کا اقرار اوس وقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور
کسیکی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ معتدہ نہو اور جب کہ سوا اوس عورت کے چار عورتین
اوسکے پاس نہون تب صحیح ہے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہے بشرطیکہ وہ عورت
رضاعت سے حرام نہو مقر پر ۲ و صح بالمولی من جهة العتاقة ان لم یکن ولاءه ثابتا من جهة غیره ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار
یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولی ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوس کا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة صح اقرارها بالوالدين والزوج
والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولی ہے الاصل ان اقرار الانسان علی نفسه
حجة لا على غيره قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکره من صحة الاقرار
بالام کالاب هو المشهور الذی علیه الجمهور وقد ذکر الامام العتابي في فرائضه ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء
السراج لان النسب للآباء لا للامهات وفيه حمل الزوجية على الغير فلا يصح انتهى ولكن الحق صحته بجامع الامهات كلها

فکانت کالاب فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے چنانچہ اکثر علماء نے اور
عتابی نے اپنی فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح شرح سراجیہ میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور
اسمیں حل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت جہالت کے یعنی اصل
ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا اعتبر بالولد ان شہدت امرأة ولو قابلة
بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہہ اقرار صحیح ہے کہ یہہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی
جنائی یعنی ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہے جب کہ منکوحہ ہو اور
شہادت قابلہ تعیین ولد میں اوسوقت شرط ہے جب کہ ولادت پر تنازع ہوا در تعیین ولد میں اختلاف ہو التوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة
جحدت ولادتها فبحجة تامة لما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بدون حجت تامہ
صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقها الزوج ان کان لها زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا
اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو وهو مطلق فان لم تکن کذلک ای مزوجة
ولا معتدة او کانت مزوجة وادعت انه من غیره فصار کما لو ادعاه منها لم یحتج فی حقها الا بتصدیقها اور
صحیح ہے اقرار ولد مطلقاً اگرچہ تنہا وہ اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا شوہر والی ہو اور یہہ دعوی
کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں
اوسکی تصدیق ہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت ینبغی ان یحمل ما ذکرت لما اذا وجد غیره لو آنکه فی الحال میں کہتا ہوں باقی رکھی یہہ صورت
کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوا اسکے زوج کے اور وہ یہہ دعوی کرے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھیرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہوسکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا
مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث
ہوتا ہے تو اسمیں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق هؤلاء اور صحت اقرار میں اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے
ہم یعنی جب مرد نے یہہ اقرار کیا کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہہ میرے والدین ہیں یا یہہ زوج
اور یہہ میرا مولی ہے عتاقت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا
اقرار اوسکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسه لما مر انه بمنزلة المتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ
لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا
اوسی کا ٹھیرے گا ولو کان المقر له عبد الغیر اشترط تصدیق مولاه لان الحق له اور اگر مقر له غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اوسکے
مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہے وصح التصدیق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت
اور صحیح ہے تصدیق مقر له کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتها مقرة لانقطاع
النکاح بموتها ولهذا لیس له غسلها بخلاف عکسه مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے
زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اوسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد
موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر
بنسب فیه تحمیل علی غیره لم یقبل من غیر الولاد کما فی الدرر لتعذره بالجد وابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد

وإن أقرّ لابن لا يصحّ الإقرار في حق غيره إلا ببرهان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اوس نسب کا جس میں غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا
کہ یہہ میرا بھائی یا چچا یا دادا یا پوتا ہے تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولد کی قید لگائی
چنانچہ درر مین ہے کہ بسبب فاسد ہونے اوس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنه إقرار اثنين لما مرّ في باب ثبوت النسب فالتحفظ
اور از انجملہ یہہ اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہیئے ہم یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان
سے سوا اسی قسم سے کہ مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہو نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک
شخص ہوگا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی
الطحطاوی وكذا الوصية له المقرّ عليهما والورثة وهم من أهل التصديق اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اوسکے
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہون ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق مین مندرج ہے لیکن دونون مین یون فرق ہو سکتا ہے کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہوا اور
دوسری صورت مین اقرار مقر اور علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ويصحّ في حق نفسه حتى يلزمه أي المقرّ الأحكام من النفقة والحضانة والإرث
إذا تصادقا أي على ذلك الإقرار لأن إقرارهما حجة عليهما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہے تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اوس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہے
ہم نفقہ اوسوقت ہے جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مترجم لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہین لیکن یہہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت البالغة ہو اور اوسکی بیحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فإن لم يكن له أي لهذا المقرّ وارث غيره مطلقًا لا قريبًا كذوي الأرحام ولا بعيدًا كمولى الموالاة عيني وغيره ورثه سوا اگر اوس مقر کا
سوای مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولای محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوسکا وارث
ہوگا ہم یہہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور رہیگی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی
الطحطاوی وإلا لأن نسبه لم يثبت فلا يزاحم الوارث المعروف والمراد غير الزوجين لأن وجودهما غير مانع قاله ابن الكمال
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کرسکتا
وارث مشہور سے اور وارث سے مراد وہ وارث ہے جو مانع ارث مقر لہ ہو وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے [illegible]
ارث ہے کذا ذکرہ ابن الکمال وللمقرّ أن يرجع عن إقراره لأنه وصية من وجه زيلعي أي ولأن صحة [illegible] المقرّ كما في البدائع [illegible] لكن
نقل المصنف عن شرح السراجية أن بالتصديق يثبت النسب فلا ينفع الرجوع فليحرّر [illegible] پہر روایت کہ مقر کو
اپنے اقرار سے پہر جانا جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزیلعی یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر لہ نے اوسکی
تصدیق بہی کر دی کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شرح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیئے فقط [illegible] کہ وقت ہم ظاہر از یلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شرح بدایہ سے ثابت ہوا [illegible]
اور اس مقامین اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہہ ہے کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہوا اور تصدیق مقر لہ کی پائی جائے
تو اوس مین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہوا اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرضکہ دونون کلام ہر دو مقامون مین صحیح ہین
کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن مات أبوه فأقرّ بأخ شاركه في الإرث فيستحق نصف نصيب المقرّ ولم يثبت نسبه لما تقرّر أن إقرار

مقبول ہوگا فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سوا وس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بہائی ہے تو مقر لہ اوس کا شریک ہوگا اور ثابت ہو گیا تو
وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسیکے حق مین مقبول ہے
قلت بقی لو اقر الاخر بابن هل یصح قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار هذا الا ان منتہا
صریحا ولناهر کلامهم تسوفایہ مترجم مین کہتا ہون باقی رہگئی یہہ صورت کہ اگر بہائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بہائی کہے کہ یہہ
شخص میت کا بیٹا ہے تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہین علمای شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہوا اوسکی نفی کا
یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے
کہ مقر وارث ہو تو اگر بہائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آتا ہے کیونکہ بہائی وارث
نہین رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین تصریح نہین دیکھا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ یہہ
اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضای کلام حنفیہ یہان یہہ ہے کہ اگر مقر مین نصاب شہادت
موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثون سے ہو اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت
نہوگا کذا فی الطحاوی وان ترک شخص ابنین وله علی اخر مائۃ فاقر احدهما بقبض ابیہ خمسین منها فلا شیٔ للمقر وللاخر
خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المایۃ قالہ الاکمل قلت وکذا
الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ هنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اوسکے دوسرے
شخص پر سو درہم دین ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوس کا باپ پچاس درہم اون مین سے لیچکا ہے تو فرزند مقر قبض کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ اوس کا
اقرار اوسکے حصے کی طرف پہر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درہم ملینگے یون قسم کہانیکے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے
باپنے سو درہم سے نصف پائے یہہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام
دین قبض کر لیا لیکن یہان دیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی مترجم پہلی صورت کی قسم بہائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے
اسواسطے کہ اوس پر اوس سے زیادہ مطالبہ نہین جو اوس پر واجب الادا ہے اور اگر بہائی قسم کہائے تو مقر پچاس درہم مین اوس کا شریک ہوگا
اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بہائی قسم کہائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہا جائے گا کہ میرے باپنے کچھ نہین لیا تو اوسکا
حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درہم کذا فی الطحاوی فصل فی مسائل شتی یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت
الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبہا زوجہا صح اقرارها فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج
وهذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وهی فی الاشباہ عورت
آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوس کا اقرار اوسکے زوج کے حق مین بہی صحیح ہے
امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے باعث حبس کیجائیگی اور اوس کا ساتھہ چہوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوجکو ضرر ہو اور یہہ ایک
مسئلہ ہے اون چہ مسائل سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل
اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ستہ کے ایک مسئلہ وہی جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر مستاجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹہکانا نہین مگر شی
مستاجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا
کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور
مدعی کا ایک بہائی ہو تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بہائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جب کہ ولد حرہ کا دعوی کیا ہو تو

بہائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح نہوگا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پہر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تہی اور مشتری نے اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے و ینبغی ان یخرج الضامن کان فی اجارة غیرہ فاقر لآخر بدین فان له حبسه وان تضرر المستاجر وهی واقعة الفتوی ولم نرها صریحة اور لائق یون ہو کہ یہہ مسئلہ بہی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پہر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اوس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہہ واقعہ بغرض فتوے طلب ہوا تہا اور مین نے اوسکو صریح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا وعندهما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم درر قلت وینبغی ان یعول علی قولهما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمها الاقرار له او لبعض اقاربها لیتوصل بذلک الی منعها بالحبس عنده عن زوجها کما وقفت علیه مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکره المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہو گی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جاوے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہی کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکہے اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اسکی حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جب کہ مین مبتلا بالقضا ہوا تہا ایساہی مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہو اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ یہ کہ یہہ حیلہ اپنے پاس رکہنے کا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہو نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسیکی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجهولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقها المقر له ولها زوج واولاد منه ای الزوج وكذبها زوجها صح فی حقها خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہیں اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد مذکور ہی رقیق نہوگا لا فی حقه یرد علیه انتقاص طلاقها کما حققه فی الشرنبلالیة شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر انتقاص طلاق مفوضہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہو جسکا ماحصل یہہ ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسی عورت کے ساتہہ خاص ہوا تہا اور جواب اعتراض کو کافی نہین سمجہتا ہی کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسکو خاص تہا اسواسطے کہ طلاق مین ہمارے نزدیک عورت کا اعتبار ہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص مین سے نہین ہے کذا فی الطحطاوی وفی حق الاولاد ای اولاده المولود لهم حق مین اوس کا اقرار صحیح ہو وفرع علی حقه بقوله فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقوله والاولاد احرار لثبوت عتقهم قبل الاقرار وما فی بطنها وقته اعوانهم علم قبلا اقرارها بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ وہ جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہین بسبب انکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجهول النسب حرر عبده ثم اقر بالرق لانسان وصدقه المقر له صح اقراره فی حقه فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پہر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اوسیکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثه وارثه ان کان له وارث یستغرق الترکة والا فیرث الکل او الباقی کافی وشرنبلالیة المقر له پہر اگر غلام آزاد مر گیا تو اوسکا وارث اوسکی میراث پاویگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث مین لیسکے اور اگر ایسا نہو یعنی اسکا کوئی مطلقا وارث نہو

اوسی سے حد شرب کے باب میں الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست نے کہا کہ اقرار صحیح نہیں ہوا اس لیے کہ وہ ان مین جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہے یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اوسنے شراب پی ہو تو اوسکا اقرار صحیح نہیں تو اوسپر حد قائم نہو گی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مسئلا موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشرب المکرہ لا یعتبر بل ہو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکام الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پلایا تو اوسکا اقرار معتبر نہو گا بلکہ وہ مثل اغماء یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے میں انکے تمامی نہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکام میں ہی ہم یہ کہتے کہ اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوس سے ساقط ہوا اور مستی قضاء صلوٰۃ ساقط نہیں المقرلہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر انہ یرتد بالرد مقرلہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اقرار مردود ہو جاتا ہے رد کرنے سے ہم یعنی جب مقرلہ مقر کی تکذیب کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہو گا مگر سوا صورتوں آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ستۃ علی ما ہنا تبعاً للاشباہ تکذیب مقرلہ مبطل اقرار ہے مگر چھ صورتوں میں جو جب اوسکے جسکو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف منجملہ سواضع ستہ اقرار کا اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہے اوسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اوسکی حریت ثابت ہو گی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقرلہم کی ضرور ہی صحت اقرار اور تصدیق مولای عتاقت بہی شرط ہی اور یہاں اوسکے خلاف ہی مگر یہہ کلام اوس پر محمول ہے کہ جب مقرلہ تصدیق سے طرف عود کرے بعد تکذیب تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابہی بیان کرچکے ہیں اور اس حمل پر متفرقات بحرالرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقرلہ نے اوسکو رد کیا پھر اوسنے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوسکا غلام ٹہیریگا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہو گا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں صاف یہی منقول ہی کہ جب مقرلہ وقف کو رد کرے پھر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر اسی تقصیر پر ہوگی سوای طلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول ارتد اسعاف میں ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اوسنے وقف کو قبول کیا پھر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہو گا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کرے گا تو پہر جائے گا والطلاق والرق فکلاہما لا یرتدان رد طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقرلہ کے رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو مورث سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہو گی والنکاح ثمانی متفرقات قضاء البحر فانہا ثمانیۃ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحرالرائق کی کتاب القضا کی متفرقات میں مذکور ہی اور پورا اوسکا بیان یہاں نہیں ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح سے مکر ہو پھر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحرالرائق کی متفرقات میں یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم اره الآن انتہے یعنی نکاح کا اقرار میں نے ابتک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحرالرائق کو نکاح میں توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو مشارحکو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہیں واستثنی مسئلتین من الابراء وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابرا سے مستثنی کیے ہیں اور وہ دونوں یہ ہیں کہ ضامن کا ابرا کرنا مکفول سے نہیں پہرتا اور مدیون کا ابرا کرنا اوسکے یوں کہنے کے بعد کہ مجھکو بری الذمہ کردو پھر جب طالب نے اوسکو بری الذمہ کرو یا نہیں پہرتا تو مستثنے دس مسئلے ہوئے سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتیں متن میں مذکور ہیں

اور چار صورتیں شارح نے بتائی ہیں لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت تو صورتیں مستثنیٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں
تدقی وکالۃ الوھبانیۃ وممن صدقہ فیما تدکرہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور جب کہا اوس نے تصدیق کی وکالت
وغیرہ میں پھر اسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہے طحطاوی نے کہا فیما کا مرجع ضمیر میں یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور
وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت
یوں کیجیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر مثل ثمن معین خریدی کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہہ رد وکالت
مقبول نہیں لنفسہ وھل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابراکے صحیح ہونیکے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس میں
مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد
والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وھذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا
یہہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کر دینا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہہ قاعدہ جید ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے صالح احد الورثۃ وابرأ ابراء عاما او قال
لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظھر فی ید وصیہ من الترکۃ شیء لم یکن وقت
الصلح وتحققہ تسمع دعواہ حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وسنحققہ
فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اوسکو ابراء عام کر دیا یا یوں بولا کہ میرا کچھہ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی
نہیں رہا یا یوں کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پایا یا مانند اسکے کچھہ اور لفظ بولا پھر اوسکے باپ کے وصی کے پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے
وقت نہ تھی یعنی اوسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعوی اوس چیز سے مسموع ہے بنابر
قول صحیح کے کذا فی صلح البزازیہ اور کچھہ تناقض نہیں اور عابد الابراء میں بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچھہ حق باقی نہ رہا یعنی اوس متروکہ
سے حق باقی نہ رہا جسکو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابراء مخصوص دیون ہے اور
اوس وقت میں عدم صحت براءت کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونیں چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب
ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح میں ہم سب حصہ پانے کی یہہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو کچھہ والد کا متروکہ لہ گون پر تھا اوسکو میں نے
پایا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اوسکا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی
خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یوں کہتا او ادعی بعد
الصلح شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک واشھد
علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ھذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا
لانا نعلم انہ مضطر الی ھذا الاقرار شرح وھبانیۃ قلت وجزم شارحھا الشرنبلالی انہ لا یفتی بھذا الفرع لانہ لاعذر
لمن اقر وغایتہ ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ھذہ ونحوھا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما
در قضاء ہے اقرار کیا ایک مرد نے اوس مال کا جو دستاویز میں مرقوم ہے اور اوسپر گواہ کر دیا پھر اوسنے دعوی کیا کہ بعض مال مقربہ قرض ہے
اور بعض بیاج سے مجھہ پر پھر اگر گواہی قائم کریگا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنیں
مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

بمقرلہ کو اسکے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہہ ہی کہ کہا جاوے یعنے اس کا فتوی دیا جاوے کہ مقرلہ سے اسکی قسم لیجاوے بموجب قول ابی یوسفؒ کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ میں اور اسکے مانند میں مختار ہی میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے ادبین جو مذکور ہو چکا تو سمجھ لے آقر بعد الدخول من هنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انه طلقها قبل الدخول لزمه مهرها بالدخول ونصفه بالاقرار یعنی بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اوس نے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہاں سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہی اقر المشروط له الریع او بعضه انه ای ریع الوقف یستحقه فلان دونه صح واسقط حقه ولو کان الوقف بخلافه جنکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہوا وس نے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ میں تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعله لغیره او اسقطه لا لاحد لم یصح اور اگر اوس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اوسکو ساقط کردیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشا و جعل سے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب سمجھ اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط له النظر علی هذا التاسر فی الوقف وذکر فی الاشباه ثمه وهنا ان الساقط لا یعود فراجعه اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہو اوس کا حکم بھی علی هذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہوچکا اور اشباہ میں وہان یعنی کتاب الوقف میں اور یہان یعنے کتاب الاقرار میں اس قاعدہ میں کہ ساقط پھر عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف مراجعت کر القصص المرفوعة الی القاضی لا یؤاخذ رافعها بما کان فیها من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انه لا یؤاخذ بما فيها الا اذا اقر بلفظه صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہوں تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون سے جو اون میں مندرج ہی اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا میں مذکور کر چکے ہیں کہ اوسکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جب کہ پیش کرنیوالا بلفظ صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال له علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیه خلافا للثانی فی الاول قلنا هی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمه اتفاقا کسی نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہیں میری دانست میں یا بجائے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول میں یعنے فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب دیتے ہیں طرفین کے طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عوام میں ہاں اگر علمت کا لفظ کہا یعنی معلوم کر چکا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہیں تو اوسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرة انفس مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابه وادعی الطالب کما عبر به فی المجمع وقال شراحه ای المنفرد به انه هو لزمه الالف کلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا اور غاصب نے دعوی کیا ہی کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہی اور تو معلوم کر چکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہہ عبارت ساقط ہی اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر سے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح منفرد بالغصب کی ہی والتوجیه ذکره ابن فرشته اور ابن فرشتہ نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہی ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کو غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاهر انه یخبر بفعله دون غیره فیکون قوله کنا عشرة رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناه کلنا صح اتفاقا لانه لا یستعمل فی الواحد ہم ابن فرشتہ کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر ہی کہ مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اوس کا یہہ قول کہ ہم دس تھے سبب ہوا رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہاں اگر مقر بولے کہا کہ ہم سب نے

ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ وجہہ میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی بثلث ماله لزید بل لعمرو
بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیء و قال زفر لکل ثلثة ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے
واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہوا اور اوسکے سوا کسیکو کچھہ
نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھہ نہیں حضرت زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہی کہ اسیطرح تین شخصوں کے
واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیة فی الثلث و قد اقر به للاول فاستحقه فلم یصح رجوعه بعد
ذلک للثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث
مال میں ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص
کے واسطے وصیت کر نیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشیء ثم ادعی الخطأ لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع
دیانة قنیة کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطاے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہیں مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع
طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق
کا اقرار کریگا تو خطاے مذکور میں اوسکی تصدیق نہو گی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرھا فافتی بعضهم بصحته
ظہیریة اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہی مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریة
هم تجنیس اور قہستانی میں ہی کہ در صورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیء محال و بالدین بعد
الابراء منه باطل شیء محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کر دینے کے باطل ہی هم شیء محال کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا
کہ مجھکو زید نے فلانے مہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مر چکا اور ازانجملہ یہہ ہی کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا
تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہی علی احد القولین کذا فی الطحطاوی ولو بمهر بعد هبتها له علی الاشباہ اقرار دین بعد ابراء
باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوجہ کو بنا بر قول اشبہ هم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زوجہ نے اپنا مہر بخش دیا پھر زوج نے
ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوس کا اقرار صحیح نہیں اور یہہ اوسکے مخالف نہیں جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور [illegible] سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی
زوج کی حیات میں تو گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو پھر مذکور [illegible] (عمادی) سے معلوم
ہوا کہ اقرار صحیح نہیں مگر بعد مہر مثل کے پھر شارح مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراء کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابراء کر دے پھر
زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی اقسم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام و انه اقر له بعد ذلک المصنف
فی فتاواہ قلت و مفادہ انه لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمه کالاول وهی واقعة الفتوی فتامل ان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب
کی جہت سے بعد ابراے عام کے اور یہہ دعوی کرے کہ مدیون نے اوس کا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہی میں
کہتا ہوں اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا بھی جس کا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اوسکا حکم مانند اوسکے
ہی یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر هم اس عبارت اور عبارت سابقہ میں فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت میں یوں اقرار کیا کہ فلانے کا مجہہ پر اتنا
ہی اور دوسری عبارت میں اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجہہ پر باقی ہے اور دونوں میں ایک ہی حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی الفعل
فی المرض احط رتبة من فعل الصحة مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے هم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت میں

بخلاف صحت کے فعال مذکورہ صحیح ہو اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا
بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال سے نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ
صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تنبیہ وتمامہ فی الاشباہ ٭ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنے اگر ناظر وقف کا
نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت مین
صحیح ہے نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ مین ہے ٭ وفی الوہبانیۃ ٭ اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ٭ فبینۃ الایہاب
من قبل تہدر ٭ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل
غیر مسموع ہے ھ اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہو چکا ٭ واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ٭ وفی القبض من ثلث
الترکات یقدر ٭ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا ھ متن مین ہے کہ اگر
مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کو مینے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اوسکے ثمن پر مینے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اوسکی
تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ
٭ ولیس بلا تشہد مقرا تعدد ٭ ولو قال لا تخبر فخلف یسطر ٭ اور اس قول سے مقر نہوگا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اوسکو بحکم اقرار نہین شمار
کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین خلاف مسطور ہے ھ اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درہم ہین تو یہہ اقرار
نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہے وجوب بالزور کی اثبات سے سبب یا کہ نہی ہے معنے نفی ہے یعنے تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے
میرے اوپر ہزار درہم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہے کہ یہہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہے کہ یہہ اقرار
ہے قنیہ مین کہا یہی تو اضح ہے کذا فی الطحاوی ٭ ومن قال ملکی لذا کان منشئا ٭ ومن قال ہذا ملک ذا فہو مظہر ٭ اور جس نے کہا
کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنے انشاء بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر
یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے اسکا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین ٭ ومن قال لا دعوی لی الیوم عند
ذا ٭ فما بعدہ من بعد منہا تشکر ٭ اور جس نے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوسکا
[illegible] سوا دعوی کے شریح کا انکار ہے یعنی مقبول نہین ھ اور اگر دعوی کسی سبب حادث ہوگا تو صحیح ہوگا اور اگر یون کہا کہ مین نے
اپنے ہر دعوی کو چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحاوی واللہ تعالی اعلم

کتاب الصلح یہہ کتاب نو بابون پر مشتمل ہے متخاصمین کے احکام مین ھ مصالح علیہ اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو
مثلا زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا پھر خالد نے کہا کہ تم مجھ سے سو درم لیکے اور حویلی کا دعوی ترک کرو تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہے
مناسبتہ ان الانکار یفضی الی الخصومۃ المفضیۃ الی المصالحۃ ٭ مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہے کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑا کو
ہو اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ٭ ہو لغۃ اسم من المصالحۃ ٭ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہے وشرعا عقد یرفع النزاع
ویقطع الخصومۃ ٭ اور شرع مین صلح عبارت ہے اوس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہے ٭ رکنہ
الایجاب مطلقا ٭ رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے ٭ والقبول فیما
یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول ٭ عنایۃ ٭ وسیجیٔ اور رکن صلح کا قبول کرنا ہے مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ اسم
مین تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایہ اور آگے اسکا بیان آویگا ھ صلح بلا قبول اوسوقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب نے
شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درہم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی مدعی کے جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی
وشرطه العقل لا البلوغ والحرية اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبي مأذون ان عري عن ضرر بين تو
صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کے جانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہی ایک یہہ کہ محض نفع
دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس میں نہ ضرر تیسرے یہہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعض
حق پر صلح کی تو اگر دعوی کے گواہ نہوں تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ صورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہیں اور مال کا نفع
ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور جسمین نہ ضرر ہو
نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہی کہ صلح کری ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے
کہ یہہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی وصح من عبد مأذون ومكاتب لو فيه نفع او صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے
اگر صلح میں نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کی شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اوسکو شامل رہتا جسمین نہ نفع ہی نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح
وشرطه ايضا كون المصالح عليه معلوما ان كان يحتاج الى تسليمه اور یہہ بہی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوی وہ معلوم
ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گہر میں اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ
مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعوی کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کری تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار
نہ بیان کری اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وكون المصالح عنه حقا يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال
كالقصاص والتعزير اور یہہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جسپر عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر
ہم حق سے مراد یہہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اوس کا
ہی زوج مدعا علیہ سے منکر ہے اور اسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کری تو یہہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہی نہ حق زوجین تو
عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی منت دشنام ہو صلح کرنا اور جو
تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہراً صلح جائز نہیں اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہی کذا فی الطحطاوی معلوما كان المصالح عنه او
مجهولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھہ مال غیر معین کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے کچھہ دیکر صلح کی
تو صحیح ہی لا يصح لو المصالح عنه مما لا يجوز الاعتياض عنه كحق شفعة وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ
اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی
کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری صلح کری شفیع سے بسبب اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شی پر اس شرط پر کہ گہر مشتری کو
تسلیم کری تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھہ قیمت نہیں تو بمقابلہ اوسکے
مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی اور حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کری تو جائز ہے اور یہہ
عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھہ مال دیکر
صلح کی کہ وہ معاف کردی تو یہہ صلح بہی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اوسمیں حق العبد ہے لیکن حق اللہ اوسمیں غالب ہی اور مغلوب ملحق
بالمعدوم ہی اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سوا اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے
پاس نہ لیجائی اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہی اور اسی طرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ويبطل به الاول والثالث
وكذا الثاني لو قبل الرفع للحاكم اور باطل ہوتا ہی صلح سے اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بہی باطل ہوجاتی

صلح ہو اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لا حد زنیٰ و شرب مطلقاً صلح صحیح نہیں حد زنا اور شراب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالش
کی ہو یا نکی ہو ھم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھہ مال پر تاکہ وہ معاف
کردے تو یہہ باطل ہے اور عفو کرنا اوسکا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھہ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہیں اور اوسکا مال پھیر دینا چاہئے
قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہےٰ کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیه ان کان المدعی به مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم
والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانه اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سے کافی ہے مدعا علیہ
قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے
مدعی کے جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھہ حاجت نہیں اسواسطے
کہ خود متن میں موجود ہے انتہےٰ لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اوسکا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بد من قبول المدعی
علیه لانه کالبیع اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ
یعنی صلح اس صورت میں بیع کی مانند ہے ھم اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ میں نے بیچا تو
قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمه وقوع البراءة عن الدعوی ووقوع الملك فی مصالح علیه وعنه لو مقرا اور حکم یعنی اثر
مترتب صلح کا واقع ہونا برائت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ھم اور استمرار
مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وہو صحیح مع اقرار و سکوت وانکار اور صلح
مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھہ ھم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیر) اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہراوے انتہےٰ اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح
نہیں جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمه کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فیجری فیه احکام البیع کالشفعة
والرد بعیب وخیار رؤیة وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اس وقت میں تو صلح میں بیع کے
احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ھم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھروں میں
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اوسمیں مدعی عیب پاوے تو اوسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو
نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا خیار شرط کرے تو صحیح ہے
ویفسده جهالة البدل المصالح علیه لا جهالة المصالح عنه لانه یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنے مصالح علیہ کا
نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرة
علی تسلیم البدل اور شرط ہے قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ھم حلبی نے کہا یہہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہے اس کا عطف یسقط پر
صحیح نہیں انتہےٰ یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہے کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہے اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی
ای المصالح عنه رد المدعی حصته من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک
غیر نکلے اوسیقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنے بدل صلح سے پھیر دیوے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دیوے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیرے
وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصته من المدعی لما ذکرنا لانه معاوضة وهذا حکمها اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ مستحق ملک
غیر نکلے اوسیقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت
معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمه کاجارة ان وقع الصلح عن مال بمنفعة کخدمة عبد وسکنی دار فتشترط التوقیت ان احتیج الیه

والاستیفاء اجارةً اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہو اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط
ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے واسطے ہم توقیت شرط ہو اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت
توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدهما وهلاک المحل فی المدة
اور باطل ہوتی ہو صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل مبطل صلح
اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو اسقدر میں صلح باطل ہوگی اور یہہ قول ہے محمد کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع
عن منفعة بمال او بمنفعة عن جنس اخر ابن کمال لانه حکم الاجارة اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے
یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم منفعت کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا یعنی درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنی دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں اجارہ منفعت کا متحد
الجنس سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضة فی حق المدعی وفداء یمین
وقطع نزاع فی حق الاخر اور پچھلی دو قسمین یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہی مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہو دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں
مدعی کے حق میں معاوضہ ہونا ظاہر ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا ہونا ظاہر ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا فلا
شفعة فی صلح عن دار مع احدهما ای مع سکوت او انکار اور اس صورت میں تو شفعہ نہیں اور صلح میں جو گھر سے ہوئی ہو مدعا علیہ کے سکوت
یا انکار کے ساتھ یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کرلی
تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہی کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور
یہہ اوسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجته فان
کان للمدعی بینة اقامها الشفیع علیه واخذ الدار بالشفعة لان باقامة البینة تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن
له بینة فحلف المدعی علیه فنکل شرنبلالیه لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہوجائے اثبات دعوی میں تو اپنی
مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو گواہوں کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ کے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بیع میں تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں یا وقتیکہ شفیع طلب
سو وہ قسم کہاوے کذا فی الشرنبلالیه وتجب فی صلح وقع علیها باحدهما او باقرار لان المدعی یاخذها عن المال فیؤاخذ بزعمه اور شفعہ
واجب ہی اوس صلح میں جو واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اوس سے مواخذہ کریگا
بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اس میں شفعہ ثابت
ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصته من العوض ورجع بالخصومة فیه فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض
اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اور بعض مستحق میں خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا
تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتھ میں باقی رہے بلا خصومت احدی پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ
بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تھی تو وہ مدعی عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کله او فی بعضه
اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کے طرف رجوع کرے کل مدعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح
عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے هذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع به رجع بالمدعی نفسه

لا بالدعوی لان اقدامه على المبايعة اقرار بالملكية عينی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اسوقت ہی جب کہ صلح بلفظ
بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پہیرلیکر رجوع اسلیے الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ
ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر ملکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ میں ہے وهلاك البدل كلا وبعضا قبل التسليم له اي
للمدعي كاستحقاقه كذلك في الفصلين اي مع اقرار او مع سكوت وانكار اور ہلاکی بدل کی قبل التسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اسی طرح دونوں فصلوں میں یعنے صلح مع الاقرار میں اور صلح مع السکوت والانکار میں ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو پہیرلیگا اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوے کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہو تو بقدر ہلاکی صلح
باطل ہوگی اور باقی میں باقی رہیگی کذا في المنح وهذا لو البدل مما يتعين والا لم يبطل بل يرجع بمثله عینی اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق
کے مانند ہونا اسوقت ہی جب کہ بدل اوس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ
مثل کو مدعی پہیرلیگا مدعا علیہ سے کذا في العيني صالح عن كذا الى المتن والشرح وهو انه صالح عن بعض ما يدعيه اي عين يدعيها المدعی في الذين
کما سیجئ فلو ادعى عليه دارا فصالحه على بيت معلوم منها فلو من غيرها صح قهستاني لم يصح لان ما قبضه من عين حقه صلح
کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوسکا حق ہے لیکن بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے
دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے صلح کی اوس گہر کے
ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اوس گہر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا في القهستاني شارح کہتا ہے اور شرح کے نسخوں میں
عن بعض ما يدعيه ہے اور متن عبارت یوں تہا کہ صالح على بعض ما يدعيه وحيلة صحته ما ذكره بقوله الا بزيادة شيء آخر كثوب او درهم في البدل فيصير
ذلك عوضا عن حقه فيما بقي اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی
دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درہم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلا گہر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ اوس
گہر کی ایک کوٹہری اور چار درہم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہوا اسواسطے کہ کوٹہری کے سوا جو مدعی کا حق گہر میں باقی رہا اوسکے عوض میں درہم یا کپڑا
ہوگیا او يلحق به الابراء عن دعوى الباقي اي صلح ببعض مدعا بہا سو ابرا ملحق کیا جاوے باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے
کہ گہر کے دعوی میں ایک کوٹہری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے ابرا کردے لكن ظاهر الرواية الصحة مطلقا شرنبلالية ومشى
عليه في الاختيار وعزاه في العزمية للبزازية وفي الجلالية لشيخ الاسلام وجعل ما في المتن رواية ابن سماعة لیکن ظاہر الروایة
یہہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقا خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا في الشرنبلالية اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ
میں بزازیہ کے طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہرایا ہے ہم ظاہر الروایة پر یہہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض
عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے برات باقی عین سے اور فقہا کا قول ہے کہ ابراء اعیان باطل ہے تو یہہ
مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح درصورت ابراء ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اس کا جواب شارح اپنے اس
قول میں دیا وقولهم الابراء عن الاعيان باطل معناه بطل الابراء عن دعوى الاعيان ولم تصر ملكا للمدعى عليه ولذا لو ظفر
بتلك الاعيان حل له اخذها لكن لا تسمع دعواه في الحكم اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے سو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ
دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور وہ اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہوجاتے ہیں اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کرچکا ہے
پاجاوے تو اوسکو اون کا لینا جائز ہے لیکن اوسکا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا ہم بہتر ہے کہ شارح یوں کہتا تبطل الابراء عن الاعيان اور دعوی
الاعيان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا حاصل جواب یہہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ ابرا

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوس کا لینا حلال ہے اگر پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعویٰ کرنا
بعد الابرا صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا الصُّلْحُ عَلٰی بَعْضِ الدَّیْنِ فَیَصِحُّ وَیَبْرَأُ عَنْ دَعْوَی الْبَاقِی اَیْ قَضَاءً لَا دِیَانَۃً فَلَوْ ظَفِرَ بِہٖ اَخَذَہٗ
قہستانی وَتَمَامُہٗ فِی اَحْکَامِ الْاَشْبَاہِ مِنَ الدَّیْنِ وَقَدْ حَقَّقْتُہٗ فِی شَرْحِ الْمُلْتَقٰی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لیلیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام
دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقی میں تحقیق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو
بلا خلاف مطلقا صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان سے ہے تو اگر اعیان مغصوبہ ہلاک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو براءت
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے براءت صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو براءت صحیح نہیں دیانۃً یعنی کہ جب مالک اونکو پا جاوے تو اونکو لے مگر قضاءً براءت صحیح ہے تو قاضی مدعی کا
دعوی بعد براءت کے نہ سنیگا اور اسیکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وَصَحَّ الصُّلْحُ عَنْ دَعْوَی الْمَالِ مُطْلَقًا وَلَوْ بِاِقْرَارٍ اَوْ بِمَنْفَعَۃٍ
اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی موجر
سے کہ موجر اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وَعَنْ دَعْوَی الْمَنْفَعَۃِ وَلَوْ بِمَنْفَعَۃٍ عَنْ جِنْسٍ اٰخَرَ اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وَعَنْ دَعْوَی الرِّقِّ اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہے وَکَانَ عِتْقًا عَلٰی مَالٍ وَیَثْبُتُ الْوَلَاءُ لَوْ بِاِقْرَارٍ وَاِلَّا لَا اِلَّا بِبَیِّنَۃٍ درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھیریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قُلْتُ وَلَا یَعُوْدُ بِالْبَیِّنَۃِ رَقِیْقًا وَکَذَا فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ اَقَامَ بَیِّنَۃً بَعْدَ
الصُّلْحِ لَا یَسْتَحِقُّ الْمُدَّعِیْ لِاَنَّہٗ بِاَخْذِ الْبَدَلِ بِاخْتِیَارِہٖ نَزَلَ بَائِعًا فَلْیُحْفَظْ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جاویگا
اور اسیطرح ہر جگہہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھیرا دیا گیا ہمکو یاد رکھنا
چاہیے وَعَنْ دَعْوَی الزَّوْجِ النِّکَاحَ عَلٰی غَیْرِ مُزَوَّجَۃٍ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اوسکا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وَکَانَ خُلْعًا
وَلَا یَطِیْبُ لَوْ مُبْطِلًا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھیریگا اور مدعیکو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی وَیَحِلُّ لَہَا التَّزَوُّجُ لِعَدَمِ الدُّخُوْلِ اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطے
عدم دخول کے وَلَوِ ادَّعَتْہُ الْمَرْأَۃُ فَصَالَحَہَا لَمْ یَصِحَّ وِقَایَہ وَنِقَایَہ ودرر وملتقی وَصَحَّحَہٗ فِی الْمُجْتَبٰی وَالْاِخْتِیَارِ وَصَحَّحَ الصِّحَّۃَ فِی دُرَرِ
الْبِحَارِ اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وَلَوْ قَتَلَ الْعَبْدُ الْمَأْذُوْنُ لَہٗ رَجُلًا
عَمْدًا لَمْ یَجُزْ صُلْحُہٗ عَنْ نَفْسِہٖ لِاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ تِجَارَتِہٖ فَلَمْ یَلْزَمِ الْمَوْلٰی لٰکِنْ یَسْقُطُ بِہِ الْقَوَدُ وَیُؤْخَذُ بِالْبَدَلِ بَعْدَ عِتْقِہٖ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا تو اوس کا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونیکے وَلَوْ قَتَلَ عَبْدٌ لَہٗ اَیْ لِلْمَأْذُوْنِ رَجُلًا عَمْدًا وَصَالَحَہُ الْمَأْذُوْنُ عَنْہُ جَازَ لِاَنَّہٗ مِنْ تِجَارَتِہٖ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کے طرف سے صلح کرلی اولیای مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اوسکی

حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد الشراکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہے سو
بائع نے اوس سے صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے
صریحاً متناقض ہے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر خریدا ہے بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہے کذا فی الطحطاوی قال الاصل ان کل
عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلثۃ مذکورۃ فی بیوع الاشباہ الکفالۃ والشراء والاجارۃ فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی
وغیرہ کا یہہ ہے کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں
یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو اونکی طرف مراجعت کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہے
اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہو گا چنانچہ خانیہ میں ہے اور شرا میں شرط یہ ہے کہ ثمن اول کے مغائر ہو مثلاً کم یا اوس سے زیادہ
ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی کا ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہو گا والاجارۃ مثلہ فی القیاس کذا فی الطحطاوی

اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ
گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچھہ حق نہیں فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ
ہے صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمیں مدعی کا یہہ اقرار ہے کہ دعوی
مبطل ہے اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعا علیہ حق بطل الصلح بحر قال المصنف وہو مقید باطلاق
العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچھہ حق نہیں تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت
اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعی بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شیء علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بکر نے
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچھہ حق نہیں تو صلح باطل ہے تو ظاہر ہوا عدم حق لبعد الصلح میں یہہ قید ہے کہ ظہور عدم
حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
دعوی البزازیۃ انہ لو ادعی الملک بجہۃ اخری لم یبطل فلیحفظ پہر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی
ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے
کہ بطلان صلح اوس وقت ہے جب ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق
نہیں بطریق میراث کے پہر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھہ حاجت نہیں کہ بزازی
نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں قید لگائی ہے تو اسمیں کچھہ اشکال نہیں والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ
ما یمکن تصحیحہا بعد اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر علم دعوی
فاسدہ وہ ہے جسمیں تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی بہ رفع تناقض ہے مثلاً اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا جو مسلمان سے ہو تو باطلہ وہ ہے جسکی
تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ صلح سے دعوی [illegible] نائحہ یا مغنیہ یا القصور محرم سے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان
الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہولۃ فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی
فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا مصنف کی تحریر وہی ہے جو متن میں بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی
فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ [illegible] اوسپر شبہ کیا ہے کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں
اوسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور [illegible] تو صلح صحیح ہے انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ
الصلح غیر صحیح مطلقا لتصحیح الصلح مع بطلان الدعوی انما ہو عند لا صحۃ الشرعیۃ اخر الباب واقرہ ابن الکمال وغیرہ فتامل

الا ستحقاق كما مرّ فراجعه اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقا خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو
تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھہ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر عتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ
نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہوچکا تو اوسکے طرف مراجعت کرو ھم طحطاوی نے کہا تجھکو قول صحیح بہ معلوم ہوچکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل
پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گہر مین دعوی کرے پہر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح
ہوا سواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کو معین کردینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصحّ الصلح عن دعوی حقّ الشرب وحقّ الشفعۃ
وحقّ وضع الجذوع على الاصحّ اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب اور حق شفعہ اور دیوار پر دہنیان رکہنے کے حق سے بقول اصح ھم شرب بکسر
اول عبارت ہی پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہوچکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسواسطے
کہ حق شفعہ مال نہین جس کا معاوضہ درست ہوا اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت
عدم بینہ مدعی قسم کہانی پڑے والاصل انّہ متی توجّہت الیمین نحو الشخص فی ایّ حقّ کان فافتدی الیمین بدراہم جاز حتّی فی دعوی
التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حدّ ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق مین ہو سوا وس نے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فی الدرر ھم دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو عیب لگایا
اور یہہ قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سوا وس نے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہی کہ مثلا عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا ہی اوس مرد کا میرے پیٹ سے سوہر مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان
کان دینا بعین ینتقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹجاتی
ہی دونون کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنیسے وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض
فلا یصحّ اقالتہ ولا نقضہ لانّ الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو لیکن بمعنے استیفای بعض حق
اور اسقاط البعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہین اور نہ اوس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہین پہر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد
رکہنا چاہئے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بعد دعوی
الہلاک لم یصحّ الصلح فی الصور الثلاث سراجیۃ اور اگر گہر کے دعوی سے صلح کی اوسمین ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درمون کے دینے پر کہیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہین تینون صورتون مین کذا فی
السراجیۃ قیّد بعدم دعوی الہلاک لانّہ لو ادّعاہ وصالحہ قبل الیمین صحّ بہ یفتی خانیۃ مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کرلے قبل قسم کہانیکے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیۃ فا
یصحّ الصلح بعد حلف المدعا علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ [illegible]
ہوجائے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پہر جہگڑا قائم نکرے ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل [illegible]
الوصیّ عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانّہا تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو [illegible]
نہین مگر وصی کے دعوی مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پہر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبیّ فاقامہا تقبل وکذا لو طلب یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پہر اوس نے گواہ قائم کئے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نلی جاویگی کذا فی الاشباہ [illegible] یعنی اگر وصی بعد صلح کے [illegible]

یتیم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم لی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ
وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں
اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونون قولون کو قنیہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ہم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا
قول ہے چنانچہ معین المفتی میں ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون
اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتاخرون والاول اصح بزازیۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا
دعوی سے دعوی یعنی مدعابہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف
طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ
اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اوسکی یہہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح
عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذ
اشباہ وغیرہ صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہوگیا تو صلح باطل ہوگی
اور اسکو پھیرے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین

یہہ فصل ہے دعوی دین میں الصلح الواقع علی بعض جنس ما لہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربا صلح کہ واقع ہوا اوس
مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب ہے وہ لینا بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور ازالہ کرنا معاوضہ نہین ہے
بیاج کے سبب یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ کمی اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور واقع کیا لفظ بقدر کا
حق پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اسوقت میں یعنی جب کہ صلح مذکور
اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہوئے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ہم بدل
صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہو اور درحقیقت یہان بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور دوسری مثال میں فقط مدت کا اسقاط
حق کرے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر ہم اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی
مائۃ زیوف او صلح صحیح ہے ہزار کھرے درہم سے کھوٹے سو درہم پر ہم اس مثال میں مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہے ولا یصح عن
دراہم علی دنانیر مؤجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو
عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنی دینارین کی جنس نہین ہے کہ اخذ بعض حق ٹھہر کے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہی عقد صرف کا
تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہیں ہزار درہم موجل سے پانسو
درہم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض
ہوا اجل کا اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولے کے اسواسطے کہ احسان مولے کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او
عن الف سود علی نصفہ بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں
ہزار سیاہ درہم سے پانسو سفید درہم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونو
کے طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہہ کہ اوس نے صلح کرلی جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں
اور دائن او مدیون کا احسان یہہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہیں چنانچہ سفید درہم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی
یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی المحیط اذا قال لغریمہ اذا ادیت الیّ خمس مائة غدا من الالف لی علیک علی انک بریء من الخمس مائة الباقی
فقبل وادّی فیه بریء وان لم یؤدّہ ذلک فی الغد عاد دینه کما کان لفوات التقیید بالشرط داین نے اپنے مدیون سے
کہا کہ اے آ میرے پاس پانسو کل اوس ہزار سے جو تیرے ذمہ ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا
اور ادا کیے دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اوس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوس کا دین پورا پھر آ دیگا چنانچہ پہلے شرط سے تھا بسبب
فوت ہونے شرط کی تقیید کے هم قول مذکور مین شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علے تو گویا داین نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی
ہے براءت مین تو در صورت عدم ادا شرط ثابت ہوگی وجوهها خمسة هم هذا احدها والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابراء
مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین ایک اون مین سے یہی صورت ہے جو مذکور ہوچکی اور دوسری صورت یہہ ہے کہ اگر داین نے کل کی قید نلگائی
تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہے هم صورت مسئلہ یہہ ہے کہ داین نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ
تو بری ہے باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہہ ابرای مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت
معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نرہی والثالث وکذا لو صالحه من دینه
علی نصفه یدفعه الیه غدا وهو بریء مما فضل علی انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه کان الامر کالوجه الاول لما قال لانه
صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اسیطرح اگر داین مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اوسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل ندے تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ داین نے کہا اسواسطے
کہ اس قول مین براءت کی صریحاً تقیید ہے هم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا
نکریگا تو سب دین اوسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایة والرابع فان ابرأه عن نصفه علی ان یدفع الیه ما بقی غدا فهو بریء ادّی الباقی
فی الغد او لم یؤد لانه بدأ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہہ ہے سو اگر داین نے مدیون کو بری کردیا نصف دین سے اسپر کہ ادا کرے اوسکو باقی نصف
کل دن تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ داین نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق
بصریح الشرط کان ادیت الیّ کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقه بالشرط صریحا باطل لانه تملیک من وجه
اور پانچوین صورت یہہ کہ اگر داین ابرا کو صریح شرط کے ساتہہ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا
صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتہہ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے هم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر دے
تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنے ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتہہ منافی نہیں اور
تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونون معنون کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحروف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو
چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایة والتوضیح وان قال المدیون لآخر سرًّا لا اقرّ لک بمالک
حتی تؤخره عنی او تحطّ عنی ففعل اذ ان التاخیر والحط صحّ لانه لیس بمکره علیه اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی داین سے مخفی کہا کہ مین
تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر ندے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکرڈالے سو داین نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح
ہے یہہ مسئلہ اسواسطے کہ مدیون داین پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کرسکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے
پورا دین نہیں لیسکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قاله سرًّا اخذ منه الکل للحال اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو داین مدیون سے پورا دین فی الحال
هم اعلان سے مراد یہہ ہے کہ درخواست تاخیر اور اسقاط اون لوگون کے سامنے کی اور یہہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پہر اعلان کیا
اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان مین پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جب کہ داین ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کچھ کہ دیگا تو علانیہ یا اقرار کر لیگا تو

مقبوض مین ثابت ہوتی ہے نہ اوائی دین مین قرض سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اسکا مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے سہام پر منقسم ہوگا ھ مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اوس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک ساکت کو دس درم کا وکذا المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے ھ مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچدرم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہوگئے اوسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنے شریک مدیون پانچ درم پاویگا اور دوسرا شریک دس ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھہ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ھ امام کے نزدیک تاجیل احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہوا اور یہہ دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا با وجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب کالاستیفاء یعنی بہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ دلینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ھ یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اوسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا ذاہن ٹہیریگا تو دوسرا شریک ضامن شریک کا و علی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیون سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہہ قبض نہ ٹہیریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین مہر اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین کرسکتا اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ موجب مال ہے تو جنایت خطا کی صلح مین قابض ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحیلۃ اختصاصہ بالقبض ان یہب الغریم قدر دینہ ثم یبرئہ او یشتریہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کرے پہر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے ھ مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اوس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اوس چالیس درم مین دوسرا شریک ثانی کی شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفا من تمر مثلاً ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ وحررت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بہر کہجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین ہے یعنی جسقدر اوسکا حصہ اوتنا کہجور کا ثمن ٹہیراوے پہر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہہ مذکور ہوچکا کتاب الشرکہ مین یعنی اگر اوسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بہر کہجور بیچے پہر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درم اوسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹہیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال فان اجازہ الشریک الاخر نفذ علیہما وان ردّہ ردّ لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل ھ دو رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو دونون نے دیا تہا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکہے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہوجائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے ھ یعنی جب کہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کئے پہر ایک شریک نے دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دئے تہے سو اوسنے لیلئے تو یہہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بہی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضای شریک ثانی کے صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کہیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اوسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدر مع بعض توضیح لغمو لوکانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہے

کیونکہ فی البحر جیسے طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں یون ہی کہ جائز ولو فی الجمیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ میں ہو یعنی جواز مخصوص بعض مصالح نہیں بلکہ جبکہ وہ سب میں فسخ کرے تو جائز ہے

فصل فی التخارج

یہہ فصل ہے تخارج کے احکام میں اور تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث باہم اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھہ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدھم عن الترکۃ وہی عرض او ھی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب بفضۃ دفعوھا لہ او علی العکس او عن نقدین بھما صح فی الکل صرفا للجنس بخلاف جنسہ خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ زمین اور باغ ہے بعوض اوس مال کے جو اونہون نے اوسکو دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس متروکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اونہون نے اوسکو دی یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہی تخارج عن النقدین لنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اوس تخارج میں جو منجملہ عقد صرف کے ہی یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما باحد النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج صحیح نہیں مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس میں سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر متروکہ میں درم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہو جاوین اور باقی درم باقی متروکہ مثلاً اسباب کے مقابلہ میں پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کچھ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود کے احتمال سے ولابد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیۃ والجلالیۃ ولو بعرض جاز مطلقاً لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت میں جو وہ دین بدلا نہیں بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اوس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہی ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیلے اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین صلح میں ابراء مدیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین میں اوسکو وہ معاف کردین تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابراء میں مالک کرنا ہی دین کا اوسکو جسپر دین ہی اور یہہ صحیح ہے تو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے ہم اس حیلہ میں باقی وارثون کا فائدہ یہہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہہ نہین کہ اوس کا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی صدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعاً منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کرین بطور احسان کے اور اوسکے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر سبنے وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے ہم اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا ضرر کہ

اسواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی معراج الدرایہ او قرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء
وقبلوا الحوالۃ وھذا احسن الحیل ابن کمال یا باقی ورثہ مصالح کو قرض دین بقدر اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کرین مصالح سے دین کے سوا
اور ترکہ سے بعوض اوس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہو اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرین
اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلون سے کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا
ضرر ہی احسان کرنیسے کذا فی الطحطاوی والاوجہ ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتھہ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اوسکے دین کے پھر مصالح
اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ھم اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صریح
وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار
شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہین اور اوسمین دین نہین اوسکی صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر خلاف ہی اور قول صحیح صحت
صلح کا کذا فی الزیلعی بسبب معتبر ہونے شبھۃ الشبھۃ کے شارح کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہی ھم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت مین خلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی
عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبھۃ ربوا آتیہ صحت یہہ ہی کہ یہہ سود کا شبھۃ الشبھۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اوسکے
ہونیکے پھر یہہ احتمال ہی کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبھۃ الشبھۃ ہی اور عدم صحت مین شبھۃ سود کا معتبر ہے نہ شبھۃ الشبھۃ وقال ابن الکمال
ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز
نہین اور اگر ہم جنس نہین تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت مین خلاف ہی ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل او موزون
فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانھا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامھا فی یدھم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضھا لم یجز ما لم یسلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجھول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ
جہالت اوسکی موجب نزاع نہین بسبب قبضہ ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتھہ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجھولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ھم خلاصہ یہہ ہی کہ اگر ترکہ مجھولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہین تو
جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان تسلیم کی حاجت
ہی اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کیواسطے اور باطل ہے قسمت ترکہ کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہین ہوا وسمین صلح
یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اوس صورت مین صلح اور قسمت باطل نہین جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹہیریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی
بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ھم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع ہو گیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع
فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے
ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جو آب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالحوا ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار
نہین کہ صلح کیجاے تخارج وارث پر یا قسمت کیجاے دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ مین جسکو دین محیط نہین ھم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اولی
و بہتر ہی طحطاوی یہ نہ کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعلا الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین الخ

کہا اسوجہ سے کہ ابرا عن العیب بلا بدل صحیح ہے اسیطرح بدل کے ساتھہ بہی صحیح ہے کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے ۵ ولو زال العیب عنہ بطل الصلح
اور اگر عیب بیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہوگی یعنی اگر مثلا غلام یا جانور کی آنکھہ جالا یا ناخنہ سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھہ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہے
اور بدل صلح پہیر دیا جاوے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہے کذا فی المحیط ذی سہ ومن قال لمن تحالف فتبرأ فلم یحلف اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر
تو قسم کہاوے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنے پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں جیسا کہ
مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے گی اسواسطے
کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی المحیط ذی سہ ولو کان مع الاجنبی کصلحہ + اگرچہ مدعی نے قسم کہائی تو صلح
باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں ہم مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کہاجائے
اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کہائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر
فلانا شخص یعنے غیر مدعی قسم کہاوے تو مال مجہہ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی المحیط واللہ تعالی اعلم و استغفر اللہ الحلیم الغفور

کتاب المضاربۃ یہہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب
مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین کے چلنے پہرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پہرتا
ہے نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہے اور صاحب مال کچہہ اپنا مال کاٹ کر
مضاربہ کو دیتا ہے کذا فی النہر وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت
فی المنفعت کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سے ہو اور عمل مضارب کے جانب سے ہم مثلا حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیئے
کہ اون سے تجارت کرے اور منفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے
ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہہ مال تجکو بطریق مضاربہ
یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اسی شرط پر کہ آدہی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سوجو فائدہ حاصل
ہو اوسمیں تیرا آدہا حصہ ہے یا یون کہے یہہ مال لے آدہوں آدہ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی الحاوی عن
الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت آغاز کہا ہے
شروع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک نہ بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض سے
بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہیری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں
ومن حیل الضمان ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض
فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوا ایکدرہم کے پہر شرکت
عنان منعقد کرے اوس باقی درہم سے اور اوس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور منفع دونوں
میں برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کہا اسواسطے
خاص کیا کہ اوسمیں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے مشروط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجاویگی اور مفسد
اشتراط عمل واحد ہے نہ اطلاق محیط الدرر کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ راس المال میں شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور
توکیل ہے عمل کے ساتھہ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے
کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہوا اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہوا تو دونوں اوسمیں شریک ہیں

وغصبہ ان خالف وان اجازہ رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت کے سبب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ
رب المال بعد اس خلاف کے اوسکو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب خلاف سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اوسکی
خریدی سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ ان فسدت
فلا ربح للمضارب حینئذ بل لہ اجر مثل عملہ مطلقا ربح او لا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلاثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے
اگر عقد مضاربت کا فاسد ہو جائے تو اب اسوقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت میں نفع
حاصل ہوا یا نہو زیادہ نہ دی جائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط کے
زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرطہ لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شئ لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ
فتھوا استثناء من اجر عملہ مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اوس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے
دس درہم کا شرط کر لینا تو اوسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجرت عمل سے یہاں
محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہرچند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شئ لہ سے لیکن شارح نے
مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیھا ایضا کصحیحۃ لانہ امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے
مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا
دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنے یہہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل
کرنیسے وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہہ کہ اپنے واسطے مال سے فائدہ شرط نہیں کیا ومع شرطہ للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل
کے واسطے مشروط ہونیکے تمام مال دینا قرض ہے بوجہ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون میں یہہ ہوئی کہ
تمام نفع محنت کرنیوالے کا صاحب مال لیگا تو یہہ مضاربت نہیں ہے قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا
مالک ہو اور ملک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سراسر نقصان ہے اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونون سے
بخلاف قرض کے کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہے نہ اوسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھیرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف
وشرطھا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہیں ۱ شرط راس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا
عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت میں
ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت
ہونا راس المال کا اثمان سے جیسا کہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت
شرکت ہے فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر سکہ اور فلوس رائجہ
کذا فی الدرر وھو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا
دو ہزار روپیہ وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے صورت اشارہ یہہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو
درہم دئے اور اونکی مقدار معلوم نہیں ہے تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور بصورت
اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے واما المضاربۃ بدین فان
علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر غیر شخص پر [illegible]
[illegible] ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعہ وضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر [illegible] دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک [illegible]

اور مضارب کہے کہ ثلث نفع مشروط ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہو مقبول اسواسطے ہی کہ صاحب مال اوس زیادت کا منکر ہی جسکا مضارب مدعی ہو کذا فی الخانیہ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ مین ہی جسمین اشتباہ ہی سو اسکو سمجھ لے ھم اشباہ کی عبارت یہہ ہی القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہی مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہو انتہی الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہی اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہی صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا کہ انہون نے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ ایسا نہین داخل ہے نہ خارج کذا فی الططاوی وتملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تقید بمکانٍ او زمانٍ او نوعٍ البیعَ ولو فاسداً بنقدٍ ونسیئۃ متعارفۃ اور مضارب مالک ہی مضاربت مطلقہ کو اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیچنے کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کر یا مدت متعارفہ کے ساتھ ھم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹہرے اور مال اوسکے ہاتھ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بھما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہی اور خرید و فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہی والسفر براً وبحراً ولو دفع له المال فی بلدہ علی الظاھر اور مالک ہی سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنے زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنابر قول ظاہر ھم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہی امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہی ضرب فی الارض سے یعنی سیر کرنا زمین مین تو بمقتضائے لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہی والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہی ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنے تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو ولو لرب المال فانه لا تفسد به المضاربة کما یجیء اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اوسکو اختیار ہی اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وتملک الایداع والرھن والارتھان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعھا او یغرسھا جاز ظھیریۃ اور مضارب مالک ہی کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس گرو رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر ٹہیکے پر سفید زمین یعنے خالی زمین کو تا اوس مین کہیت کرے یا درخت لگاوے لے تو جائز ہے کذا فی الظھیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقاً علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہی حوالہ کا یعنے ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقاً کشادہ دست اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگرون کی معمول العمل سے ہی لا المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسه الا باذن او اعمل برأیک اذ الشیء لا یتضمن مثله مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دیسکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر جب مالک کا اذن پاوے یا یون کہدے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہی ھم عدم تضمن مماثل علت عدم جواز مضاربت کی علت ہو نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اذ الشیء لا یتضمن مثله والاعلی منه تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اوس صورت مین جائز نہین جب کہ اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الططاوی ولا الاقراض والاستدانۃ وان قیل له ذلک ای اعمل برأیک لانھما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیھما فیملکھما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور ادہار لینے کا اگرچہ قول مسند کو اوس سے کہا گیا ہو

قیمتہ احد الشریکین حصتہ ولم یضمن بسبب لما الی لعتقہ لایضمنہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہوا
غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ کے مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصے مین بسبب آزاد ہو جانے غلام کے
بلا صنعت مضارب اور کوشش کریگا آزاد شدہ غلام اداے قیمت مین بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب بھی رشتہ دار کا مالک ہوا اور
مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کی بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر وکما
اشتری لشریکہ من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لا نظر فیہ للصغیر اور اگر خریدا کسی غلام کو
خرید کر کے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اوس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین
صغیر کی کچھ رعایت نہین ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک مین وہ علت ہے جو مضارب مین مذکور ہو چکی یعنے
عدم حصول نفع شریک وفی المأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لھما زیلعی اور عبد
ماذون مین ہے جب کہ اوس غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولے پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہوا ورنہین تو آزاد
نہوگا بخلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط یا نہو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور
صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا
فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب
جسکے پاس ہزار درہم ہین بطور نصف منفعت پر اوسنے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار
درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اوس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت مین پھر قیمت اوسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیساکہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ
ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی
مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹھیریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربح کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا
اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک مین مضارب کی صنعت کو دخل نہین اور ضمان لازم نہین ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا
سعی لرب المال فی الالف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اوسکی چوتھائی یعنی ساڑھے
بارہ سو درہم مین سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کردے ہم ہزار راس المال کی بابت سو اور ڈھائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے مین ٹھیرے
ولو قبض المال بعد قبضہ الفا من الولد تضمین المدعی ولو مفلسا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور
صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونیکا
یعنے تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی مین بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی مین ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسلیے شرط ہوا تاکہ
لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی اب
بالکل منفعت مین داخل ہو گئی تو اب نصف مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی مین کھل گئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہ تزوجہا
ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب پر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پھر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تھی مضارب سے
ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زناکار نہ ٹھیرے ولو صارت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا
فلو معسرا فلا سعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تمامہ فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جاویگی اور مضارب
دیگا مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہوا اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہین اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہین کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق
مین ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اوسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہین پائے اور تفصیل مضارب مین مالداری کی قید بحر الرائق مین مذکور ہے

اور فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقاً ضمان ہے اور یہ مشکل ہے اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ امر ولد پر مشتمل نہیں
اور مال اسکے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک کہ راس المال نہ نکلے گا تب تک لا رقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی

الحلبی **باب المضارب یضارب** یہ باب ہے اوس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے

لما قدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب
المضارب اخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وھو یملکہ فاذا عمل تبین
انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت کا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی
عمل تجارت کر کے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو یہ ظاہر مذہب ہے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب
ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہیں مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان
وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسدہ ہو تو تاوان نہیں گرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اوسمیں اور مالک میں مشروط ہے در صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی
اجیر ٹھیرے گا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر
مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے
وکذا لاضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان
تو فقط غاصب پر ہے ولو استھلکہ الثانی او وھبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے
خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی ولو اختار اخذ الربح
ولم یضمن لیس لہ ذلک پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب
ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اوسکو یہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھیر گیا اور مالک کو غصب کے
حاصل رہنے کا اختیار نہیں کہ تضمین بدل ہے نفع لینے میں غاصب ہے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع و دفع بالثلث وقد قیل للاول
ما رزق اللہ بیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن
دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جسقدر اللہ تعالیٰ فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو
مالک کیواسطے نصف نفع ہے بموجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹا حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے
ثلث مشروط ہے ولو قیل لہ ما رزقک اللہ بکاف الخطاب للمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف
فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کے جو تجکو اللہ تعالیٰ روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہو یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا
اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال تہائی نفع پر دیا اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالیٰ منفعت روزی کرے وہ ہم
تم میں نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار
کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا اسلئے کہ مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اوسکو
سوا دو تہائی کے کچھ نہیں ملا سو وہ دو تہائیاں دونوں میں نصفا نصف ہو گئیں تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ
من ربح فذلک اور قول سابق کے مانند ہی یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو یا جو چیز تو نفع میں پاوے یا جو نفع تجکو ہو اور تو
یا جو کچھ تجکو نفع ہو اوسمیں یوں کہنا کہ جو سمجھ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجکو بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے

وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل والباقی بین المالک والاول اور اسیطرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم منفعت
مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما رزقت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف والمالک
فیما بقی لانہ لم یربح سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہو اور مضارب اول نے
مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب
اول نے سوای نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک
النصف وللثانی کذلک ولا شئ للاول لجعلہ ما لہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اسکا نصف میرا ہو یا جو
اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہوا اور اسی طرح مضارب
ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں اسکے سبب کر دینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر
کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے
مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان تعیین کر دینے کی سبب سے اسواسطے
کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے ... مسئلہ یہ ہو کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھمیں اور تجھمیں نصفا نصف
ہو سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصہ کے
ہے وہ ثلث ہے سو باقی ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط
لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی
عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ھنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اور اس کا
شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں
برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولیٰ کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی
طرح یہ مسئلہ صریح بڑی اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرحیں یہاں خلط واقع ہوا ہے تو اس سے اجتناب کیجیو ہم نے اسکے ایک نسخہ میں
یوں دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ ولعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہے حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلہ میں
مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل یصح الشرط ویکون لسیدہ وان لم یشترط لا یجوز انتہے حق یہ
ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحطاوی ولو عقد ھا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاہ
لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ دین لانہ اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولے
کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ یہ عمل کا شرط کرنا ہے مالک پر والا صح لانہ حینئذ لا یملک کسبہ واشتراط عمل رب
المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ویسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے
کہ اس وقت میں مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ مالک کا تخلیہ کا
مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ
اور ثالثہ میں وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ لانہ
کالاجنبی اسیطرح مانع صحت عقد ہے عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ
اسنے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح رہیگا چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھ اور وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب گویا اجنبی ہے

مضاربت کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پھر کوفہ مین تجارت کے واسطے آیا تو اب کو نفقہ
بیچ مال مضاربت کے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا مستعار تھا سو وہان سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی زائل ہوگیا
انتہی مختصرا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکا نفقہ ہے جب تک اوس نے مال نہین لیا اسی سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ
ایسا نہین ہوا اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجھا ہو منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی اوقہو
اس عبارت سے وہی ہے جو بسطور سابقہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ وبمالہا او خلطہ باذن او بمالین رجلین انفق بالحصۃ واذا قدم
رد ما بقی ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کی اذن سے
یا دو شخصون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ کے حصہ صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پھیرے اور جسقدر زیادہ صرف کیا
دستور سے اوس کا تاوان دیگا ھم خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بالقول راجح اس اعتراض کو
بیچ بعض حواشی مین لکھا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے
مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرے مضاربت کے مال مین تو اوسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس خرچ کو مالک سے نہین لے سکتا
یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب خرچ کر چکا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال
پورا کر لیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھیرایا
جاتا ہے اور راس المال ہالک نفع کے طرف پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر
کچھ نہین یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و
الصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو بھلے حساب کرے جو اوس متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز
کی اجرت کو اور مانند اسکی اور مصارف جنکو ملا لینے کی سوداگرون مین عادت ہو اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجھکو اتنے مین پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید تا کہ دروغ نہو وکذا یضم الی راس المال ما
یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال
مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلالی کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانیکا کذا فی
النہایۃ ھم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑیکا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے
راس المال کے ساتھ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ھم کتاب المرابحہ مین مذکور ہو چکا کہ ملانے مین عادت
تجار کا اعتبار ہے تو اگر مضارب کی ملانیکی عادت ہو تو ملا دے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین ثم شری
بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقد ہما الی البائع غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار
درہم کپڑے کے تہان خرید کئے اور اونکو دو ہزار درہم کو بیچا اور ان دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو وہ دو ہزار مضارب کے ہاتھ مین تلف ہوگئے
بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتہائی کا تاوان دیگا اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دیگا ھم جب کہ
مال ایک ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوسمین سے پانسو پہنچے پھر جب دو ہزار کا
غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیان مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار تلف ہوگئے قبل
ادا کئے ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتہائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنے
ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ

ملہ پس اگر مال کوفہ مین لیا حالانکہ وہ اہل بصرہ کا ہے اور کوفہ مین مسافر تھا تو اوسکو نفقہ نہین ۱۲ سعد

لہا اور چوتھائی غلام مالک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان سپرد ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہے اور تاوان اور
امانت مین منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیان المضاربت کی ہین ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نہ رہا
کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہے بسبب عدم منافی کذا فے الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وھو الفان
وخمسمائة اور راس المال یعنے وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈہائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تہا پہر ڈیڑہ ہزار
دیئے یعنے ثمن غلام سے کہ تاوان مین کذا فے شرح الوقایہ ولکن رابح للمضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع مین مضارب فقط دو
ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ہم یعنی یون نکہے کہ یہہ غلام ڈہائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار کو
واقع ہوئی تو اوس تاوان کو ملا دی جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فے شرح الوقایہ ولو بیع العبد بضعفہما باعہ بأربعة آلاف فحظہا
ثلثة آلاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار ہے اسواسطے
کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان راس المال الفان وخمسمائة اور منجملہ تین ہزار کے پانسو منفعت کے
مالک اور مضارب مین منقسم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈہائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈہائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹہرا
سو وہ دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ وہنہ
علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تہا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرابحہ
پانسو کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا
مالک کی خریداری کا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے
ایسی ہوئی جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہرچند بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے
تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثة ارباع الفداء علی
المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکہما اور اگر مضاربت کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اوس غلام نے ایک مرد کو خطا سے
مار ڈالا تو فدای غلام کی تین چوتھائیان مالک پر ہین اور چوتھائی اوسکی مضارب پر ہے دونون کی ملک کے بموجب ہم یہہ مقصود ہے کہ جب مالک نے مضارب غلام
قاتل کا دینا اولیاء مقتول کو قبول نکرین اور خون بہا دینا قبول کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تہا اور غلام فی الحال دو ہزار کا ہے تو
نصف نفع مضارب کا ٹہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثة ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربة بالفداء للتنافی
کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان
اور مضاربت مین تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم وجہ خروج یہہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام فدیہ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی
حصہ شرعیہ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے
تو یہہ اسکو جائز ہے بسبب متوہم ہونے منفعت کے اسوقت مین ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمین غلام کی قیمت ہزار ہوا اور یہان تو قیمت دو ہزار ہے تو یہان نفع
ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا وہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب
الفا اخری ثم وثم ای کلما ہلک دفع اخری الی غیر نہایة مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے
تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیگا اور دیگا اور یعنی جتنی بار ثمن تلف ہو جاوے اور
ہزار دیتا جاوے بلا حد معین وراس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر سہ بار دیا تو سہ ہزار
اور علی ہذا القیاس تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہو گی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یدہ ثانیا

بسلیتہا ہے کلہا نہ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ مستینا ہے نہ قبضہ امانت کا حاصل مقام یہہ ہے کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد
خرید کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہیں ہے مالک سے دوبارہ نہیں لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایکبار موکل سے اور
لے سکتا ہے اسواسطے کہ مدفوع قبل شرا امانت ہے اور اسکے اسمیں تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہے پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول مخصوص ہے صورت سے
جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا اگر دینے میں تو پھلا رجوع نہیں تلف ہونیکے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی
الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکر اصلا
مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سو اسنے مالک سے کہا کہ تونے مجھکو ہزار دیئے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا
قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول
مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اسکے ساتھ
یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار
حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار
راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس
المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما
اقام البینۃ تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ
فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی سے زیادت راس المال
کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بقولہ
فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلو قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربحت الفا وقال المالک ہی بضاعۃ
فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کی اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسیواسطے
مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اس نے کہا کہ یہ میرے پاس بطور مضاربت کے ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیے
ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضارب کے دعوی کا وکذا لو
قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ
التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت
ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور بینہ مقبول تو مضارب کی بینہ اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا
منکر ہے ہم بینہ اور مضارب قرض کا دعوی کیا وہ مال کا مالک ٹھیرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت
میں اس کا انکار ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر بجای مضاربت اضع یہہ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضع یہ دونوں
عدم مضاربت پر متفق ہیں واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر
مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت میں ضمان کا
انکار ہے اسواسطے کہ یا کہ مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے ولو اقاماہا فبینۃ رب المال اولی لانہا
اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ اونمیں زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہہ ہے کہ مالک کی
ہر ملک [illegible] مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک التخصیص

فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے خلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا دعوی کرے تو مضارب کا
قول مقبول ہے بسبب پکڑنے مضارب کے اصل کو یعنی اطلاق کی یہہ صورت ہو کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونون سفر کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت مین
عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہو اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعی کل نوعاً فالقول
للمالک والبینۃ للمضارب لیقیمہا علی صحۃ تصرفہ وبقی نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہوا اور
گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنی تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے ھم یہہ جواب ہو اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا
ہو تقریر سوال یہہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہین نہ نفی کیواسطے عنایہ مین جواب اسکا دیا کہ یہہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی
لایا ہی اور جب اوسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتاخرۃ والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت
بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہین تو بینہ مالک پر ھم بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت
مین دو صورتین ہین ایک یہہ کہ پہلا وقت بیان ہو دوسری یہہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصی مال
الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لایجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ
وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز مین یہہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع
ٹھیراوے جو اپنے جیسے لوگون کیواسطے ٹھیراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہے وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد
دیناً فی ترکتہ اور شرح وہبانیہ مین ہو کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اوس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھیرے گا اسکے
متروکے مین ھم اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجاے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اوسپر دین ثابت
ہوگا اوسکے متروکے مین اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنے بیان نکر دینے سے مستہلک ٹھیرا اور اگر اوسکے وارث ہلاکی مال کا دعوی کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم
کر چکا ہی تو اونکی تصدیق نہوگی کذا فی السلطانیہ اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئاً للعاشر لیکف عنہ ضمن
لانہ لیس من اسباب التجارۃ لکن صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانما یقصد بہ الاصلاح وینبغی
الحاق الوکیل بہما اور اختیار مین ہے کہ مضارب نے کچھہ مال یا بطریق رشوت کے عاشر کو دیئے پرمٹ والیکو تا وہ اوس سے باز رہی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے
کہ عاشر کا دینا تجارت کے امور سے نہین ہو لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہی ہمارے زمانہ مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہین
اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر مین وفیہا لو شری بمالہا متاعاً فقال
انا امسکہ حتی اجد ربحاً کثیراً واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعملہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس
المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب
بولا کہ مین اسکو رکھہ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر
اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متیقن ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت
دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفاً نصفہا ہبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ
الہبۃ انتہی اور بزازیہ مین ہو کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیئے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے پس تلف ہو گئی ہزار درم تو مضارب کو
حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیۃ ھم حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہی اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان
ہوگا کہ ہبہ فاسد ہی اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اوسکا مالک نہ ٹھیرا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان [illegible]

فقال اعطیتک کان ودیعة لان الاعطاء یحتمل الھبة لکن الودیعة ادنی وھو متیقن فصار کنایة اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً
ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے یہہ چیز تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایۃً ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دیدے یا یہہ کپڑا
مثلاً مجھکو دیدے سو اوس نے کہا کہ مین نے تجھکو دیئے تو یہہ ودیعت ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر
چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہہ کنایہ ٹہیرا ایجاب ودیعت کا ہم کنایہ سے یہان یہہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ یہان کنایہ سے یہہ
مراد ہے کہ جو ایک شئی اور غیر شئی دونون کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل
شیئاً فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچہہ نہ بولا تو یہہ فعل ودیعت کا ہے ذکر نامہ ہم خلاصہ
مین ہے کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھدی پہر وہ لوگ اوسکو چہوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہو جانیکے اور اگر ایک ایک آدمی
اوٹھا تو پچہلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کیواسطے بہی مخصوص ہوگیا انتھی تو یہہ ایجاب اور قبول دونون
فعلی ٹہیرے والقبول من المودع صریحاً کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت
قبول کیا او دلالة کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالة کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال
ھناک کان ایداعاً خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اوسکے رکہنے کے وقت تو یہہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے
ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکہنا حمام مین کپڑون کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانہ کے مالک اور مہتمم سے کہ کہان اپنا گہوڑا یا اونٹ باندہون
سو اوس نے کہا وہان تو یہہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہم اس صورت مین ایجاب اور قبول دونون دلالةً ہین وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق
الامانة فیتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہہ ایجاب اور قبول کا
رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق مین ہے اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب پر تمام ہوجاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے
پاس ودیعت رکہا تو غاصب تاوان سے بری ہوگیا اگرچہ غاصب اوسکو قبول نکرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب
سکوت اور رد دونون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطھا کون المال قابلاً لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق او الطیر فی الھواء لم یضمن
اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرندہ کو ہوا مین ودیعت رکہا تو تاوان لازم نہوگا یعنے اسواسطے کہ یہہ
ایداع صحیح نہین اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفاً شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیاً فاستھلکھا لم یضمن
ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا یہہ شرط ہے اوسپر نگہبانی واجب ہونیکی تو اگر ودیعت رکہی صغیر کے پاس سو اوس نے
وہ چیز تلف کر ڈالی تو اوس پر تاوان نہین اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکہی تو اوسپر تاوان آویگا اوسکے آزاد ہونیکے بعد یعنی بشرط آنکہ
بالغ ہو نیکے وھی امانة ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہے یہہ حکم ہے ودیعت
کا ساتہہ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم اداء ودیعت عند الطلب
واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک نے کسی انسان کے ناحق مارنیکو لیا او سوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی مین ہے فلا تضمن
بالھلاک الا اذا کانت الودیعة باجر اشباہ معزیاً للزیلعی جب ودیعت امانت ٹہیری تو اوسکے تلف ہوجانیسے تاوان نہین مگر جبکہ
ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ جبکہ حفظ ودیعت کا بالقصد
بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقاً سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شیء اولا لحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع
غیر المغل ضمان فتح ہلاک ودیعت سی مطلقاً ضمان نہین خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہو کوئی چیز ودیعت کے ساتہہ تلف ہو یا نہو بدلیل حدیث دار قطنی
کہ جو ودیعت قبول کرے اوس غیر خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعة

یا اوس پر تاوان کی شرط کر لینا مانند اوسکے جیسا کہ حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع ان یحفظہا
بنفسہ وبعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنیوالے کو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے جیسے اپنے مال کی اسیطرح والعیال ہم من یسکن
معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہیں جو اوسکے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جنکی عیال میں جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو اھ یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اوسکے ساتھ رہتے ہوں خواہ نان نفقہ میں شریک ہوں یا نہوں مگر زوجہ اور ولد صغیر میں
مساکنت حقیقی ضرور نہیں تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع نے ودیعت اوس اجنبی کو دی جو اوسکے ساتھ رہتا ہے تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ میں
ہی کہ مستودع کہیں گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دے گیا پھر جب اپنے گھر میں آیا تو ودیعت کو نپایا تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ
میں اوسکو نہیں کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا الی ولدہ الممیز و زوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصہ تو اگر امانتدار نے
اپنی ولد صغیر ممیز اور اپنی بیوی کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونوں کے ساتھ نہیں رہتا اور اونکو نفقہ نہیں دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ھم
یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر میں رہتے ہوں مگر وہ دونوں در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہیں اور یہی حکم
ہی غلام کا لیکن ولد میں شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل
یعتبر ایضا یعنی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دیدے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونوں معتبر ہیں عیال ہونے میں کذا فی العینی وشرطہ کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ
ضمن خلاصہ اوسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہے دفع ودیعت میں تو اگر اوسمیں سے کسیکی خیانت اوسکو پہلے سے معلوم ہوا اور پھر اوسکو ودیعت
غیر کی سپرد کر دی تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت ہلاک کی کذا فی الخلاصۃ ھم و در صورتیکہ ان پر تاوان نہیں جب کہ امانتدار کے معلوم ہوا اور جب مطلق
اوسکا حال معلوم نہو وقیدنا بمن فی عیالہ الذی ممن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال میں نہیں ہے اوسکو جائز نہیں دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض
من فی عیالہ فدفعہ ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اوسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر
اوسنے اوسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو یعنی اسطرح پر کہ اوسکی عیال میں سوای اوس شخص کے اور شخص بھی ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اوسکی عیال میں نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا ولو حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد
ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگوں سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور امام محمد سے روایت یہ ہے کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگوں سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے جیسا کہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور وہ اوسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں اور اونکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد
کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے ھم کہتا ہوں کہ یہ روایت امام محمد کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت علماؤں کے طرف
کی ہے ولکن التحفہ میں حفظ ودیعت میں عیال کو شرط نہیں کیا بلکہ یوں کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے
میں تاوان نہیں مگر جب کہ مستودع آگ کی جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی کثیر تھا اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
سو اوس حالت میں وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والوں کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہیں اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوس پر آویگا ھم حموی نے کہا بیشک ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات یا اکثر کو محیط ہو
کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن یعنی ... حرق یا غرق میں تاوان

اوسکو گھر مین کون چیز بدون اوسکے امر کے رکھی اور مانند انجملہ موت صغیر ہے بلابیان ودیعت غیر کے سوا ان مین تاوان نہین اونہین پر کہا اسنے
الطحطاوی نے عن الاشباہ ۔ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ
ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ
اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا برقول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرح مین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ
مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف
قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہی تو مستثنی نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب
اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تھے جن مین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تہا پھر جب شریک پر تاوان ثابت
ہوا تو فقط نو مسئلے باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی وستۃ محجورین
لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ
نو مسئلے اور زیادہ کئے ہین یعنے دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھہ شخص محجورین ہین اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ
حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین یا ورسفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین چھہ شخص ہم
رہگئے والمعتوہ کصبی فان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل
صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو پھر بلابیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جب کہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتھہ مین تھی بعد اوسکے بالغ
ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نہ رہی اب بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی ۔ ولو کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ
والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون بقبول
ودیعت مین کما فی الوجیز پہر دونون مرجاوین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو دونون پر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر اسکے
اور وجیز نامہ ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے انیس تک
پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ ۔ وکل امین مات والعین تحصر ۔ ودیعۃ عینا فدینا کذا یصیر
سوی متولی الوقف ثم مفاوض ۔ ومودع مال الغنم وہو المشہر ۔ اور وہ چار دن بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تہا
اور جو امانت کہ اوسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اوسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع مال کے سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی ۔ وصاحب
دار القت الریح مثل ما لو القاہ ملاکہا لیس یشعر کذا والد جد قاض وصیہم جمیعا ومحجور فوارث یسطر ۔ اور وہ صاحب خانہ
جسکے گھر مین ہوانے کچہہ ڈالدیا مانند اوس صورت کے کہ مالکان نے اپنا مال گھر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ کو اوسکی خبر نہین اسیطرح والد اور دادا اور
قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پہر لیکن اسکے وارث مرقوم ہی ہم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب اوٹہارہ مین
ہوی جنکی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا ۔ وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز
الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھہ ہم جنس ودیعت
یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے لہذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہو سکتی مگر مشقت سے
چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتھہ اور کہرے درمون کا ملانا کہوٹے درمون کے ساتھہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دیگا بسبب تلف کردینے
کے ملانے سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اوسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتھہ خواہ
پاس ہو جانا ہم

خلاف ہی یعنی اونکے نزدیک اوسکا حصہ دینا جائز ہی ولو دفع هل یضمن فی الجواب الاستحسان لا فکان هو المختار اور اگر دونون شریک
کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آویگا یا نہیں درر مین ہے کہ ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اوسپر تاوان نہین
پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ہم طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے
قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماه وحفظ کل نصفه کمرتهنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رهن ووکیلی
شراء سو اگر ودیعت رکھی ایکمرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اوسکو بانٹ لین اور ہر مرد اوسکے نصف کی حفاظت
کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات
اور موزونات ہین اور جو چیز عیبدار نہو جاوی تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہہ صورت ہیکہ انکو مثلا ہزار درم دیئے غلام کی خرید کو تو دونون ہزار کو قسمت
کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو دوسرے پر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی
ولو دفعه احدهما الی صاحبه ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف
ما لا یقسم لجواز حفظ احدهما باذن الاخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اوسمین دافع پر تاوان نہین بسبب جائز ہونے ایک شخص
کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جاوی کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع الی عیالك او احفظ فی هذا
البیت فدفعها الی من لا بد منه او حفظها فی بیت اخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویة فی الحفظ و اخرز لم یضمن اور اگر
مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت اوس شخص کو اپنی عیال مین سے دیدی جس
کے بغیر چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اوس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر
مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اوسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہین ہم
عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا ہے
اوس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر دینا ضرور نہین
تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالک کو مفید ہی ہم جیسے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلا اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے
جسکو دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قابل ہو اسطرح پر کہ اوسکی
پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھیرا کیونکہ بعضی عیال پر اعتماد ہوتا اور بعضی پر نہین ہوتا اور حفاظت
مین بیوت متفاوت ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے
اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان هلکت
بعد مفارقته وان قبلها لا ضمان اور تاوان نہین مودع کے مودع پر مثلا زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کو اوسکی تو مودع اول
یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہہ امام کا قول
ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالك هلكت عند الثاني وقال بل ردها وهلكت
عندي لم يصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوسنے مجھکو پھیر دی تھی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منه يصدق لانه امين سراجية اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے مین اوسکی تصدیق
ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنی اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان
سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی تھی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبى

القیتها او اذا غلط فدفع ثوب رجل لغیره فقطعه فکلاهما ضامن کذا در مجتبی ہی کہ جب دہوبی چوک جاوی سو ایک مرد کا کپڑا دوسری مرد کو دی
پہر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنی دہوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنی مالک جسسی چاہے تاوان سلے تو اگر دہوبی سے تاوان لیے
تو دہوبی قاطع سے پہر لیوے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نلے قواعد فقہ اسیکو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نزدیک
مذہب وعن محمد اصاب الودیعة شیء فامر المودع رجلا یعالجها فعطبت من ذلک فلربها تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج
رجع علی الاول ان لم یعلم انها لغیره والا لم یرجع انتهی اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچہہ بیماری ہوگئی سو مودع نے
ایک مرد سے کہا کہ اوسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکا مالک جسسی چاہی تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع
سے پہر لیوے اگر معالج جانتا ہو کہ وہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتهی ما فی المجتبی بخلاف مودع الغاصب
فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جسسی چاہی تاوان لے خواہ غاصب خواہ اوسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لیا تو صریح ہی اور مودع
سے اسواسطے کہ اوسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم
علی الظاہر درر خلافا لما نقله القهستانی والباقانی والبرجندی وغیرهم فتنبه اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب
سے پہر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اوس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ
در صورت علم کے رجوع نہین تو خبردار رہو اس اختلاف سے معه الف ادعی رجلان کل منهما انه له اودعه ایاه فنکل عن الحلف لهما
فهو لهما وعلیه الف اخری بینهما ایک شخص کے پاس ہزار درم ہین اور دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اوسکے ہین اوسنے اوس
شخص کے پاس ودیعت رکہی ہین یعنی دونون کے گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اوسنے دونون کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے
ہونگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہونگے اسواسطے کہ قسم نکہانا اقرار ہوا دونون دعوون کا
لہذا ایک ہزار اوسپر زیادہ لازم آئے ولو حلف لاحدهما ونکل للآخر فالالف لمن نکل له اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور
دوسری کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کو ملینگے جسکے واسطے اوسنے قسم نکہائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعها الیوم الی فلان فلم یدفعها
حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمه ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئی اور کہا کہ یہہ ہزار درم آجکے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اوسنے
اوسکو نہین پہنچایے یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو اوس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہین تھا ولو قال له احمل الی الودیعة فقال
افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وهلکت لم یضمن لان الواجب علیه التخلیة عمادیة چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اوٹہالا
ودیعت کو سو کہا اوسنے کہ مین یہہ فعل کرونگا پہر وہ نہ اوٹہالایا یہان تک کہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر
تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانیکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہین ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور
ودیعت مین تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی وقال ربها للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت وکذبه فی الدفع فلان وضاعت
الودیعة صدق المودع مع یمینه لانه امین سراجیة صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دیدی سو اوسنے کہا کہ مینے اوسکو دیدی اور فلانے
شخص نے دینے مین اوسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتہہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیة قال المودع
ابتداء لا ادری کیف ذهبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذهبت ولا ادری کیف ذهبت فالقول قوله مودع نے شروع سے کہا مین نہین جانتا
ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہین بر قول صحیح چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی
رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادری اضاعت ام لم تضع ولا ادری وضعتها او دفنتها فی داری او موضع آخر فانه یضمن
بخلاف اسکی قول مودع کے کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مینے ودیعت رکہدی یا دفن کردی اپنے گہر مین یا کسی اور جگہ

تو اسپر تاوان آویگا ہم لکھا ہے کہ سنے کہا فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو
تاوان اسپر نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اوسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اسمکان سے جسمین دفن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے **فروع** مسائل ملحقہ
شارح ہدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دہمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر
مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سوا سکے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی
ڈالنیسے ڈرا اور اوسنے مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانیسے ڈرا تو وہ عذر ہے ہم
فتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اوسکے مالکے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس مال بقدر کفایت
کے باقی رہے اور اگر سب مال لے لے تو وہ معذور رہے اور اسپر تاوان نہیں کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی
بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی البحر ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور سے ضمین نہیں ہے
خیف علی الودیعۃ الفساد دفع الامر الی الحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانیکا تو مودع یہ حال
حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نکہا یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاوے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے
کہ اگر اوس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر قاض فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ
خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لیسکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ
لا ضمان لانہ ولایۃ ہذا التصرف صیرفیۃ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے
کہ مودع کو اس قدر تصرف کی یعنی پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیۃ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تفتیش اوراق اور ورق گردانی الخ
ضرر نہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت
رکہا سو اوسنے خرمہ یعنی چھوہارے اسکے سر پر رکہا سو تلف ہوگیا تو اگر رکہنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں ہے اور اوسکی معرفت کا
طریقہ یہ ہے کہ اگر اسکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مثلاً خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال وکذا لو وضع السراج علی المنارۃ
صیرفیہ کی مصنف نے کہا اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکہے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہوجانیکے ہم منارہ سے مراد محل نور ہے وفیہا ادعی علیہ صکا وعرف
اداءہ بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء احتبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت
رکہا اور ادائے بعض حق معلوم ہوا اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہے ادائے بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم
ہیں حق محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک خالد کے پاس ودیعت رکہا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کئے اور یہ حال خالد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا
اسکا وارث پچیس درم کے وصول کو نہیں مانتا ہے تو خالد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ ... تو جب کہ
مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو تمسک ... حق نہیں لیتے وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین ...
ہو کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگوں کا ہم ظاہر اعدم برات ہے صورت میں جب کہ دین مستغرق ہوا اور وارث ...
چنانچہ وصیت میں بھی شرط ہے جب مودع وارث کو ودیعت دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للمسلم اخذ ودیعۃ العبد ... کو جائز نہیں غلام کی ودیعت
لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جب کہ ... العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر فیعطی اذا عمل جو شخص کہ غیر کے
واسطے عمل کرے ... بطور امانت کے اوسکے واسطے اجرت نہیں مگر وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت شایاں ہے جبکہ وہ دونوں عمل کریں ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے ... قاضی نے مقرر
کی اجرت ... میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المستغلات اذا لم یجعل علیہ المستحقون

مانگنے اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھیرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو یہین سے اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود وآخرها عن الوديعة لانها تمليك وان اشتركا في الامانة مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک ہے اور ایداع بھی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب سے اور مرکب موخر ہے مفرد سے ومحاسنها النيابة عن الله تعالى في اجابة المضطر لانها لا تكون الا لمحتاج كالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے سبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن يجيب المضطر اذا دعاه) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حقتعالی کا وہ نائب ہوا خوبیوار ہمین تو عاریت دینے والا متخلق ہوا تخلق فرمایا رسول نے بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اے مومنین متخلق ہو اخلاق ربانی فلذا كانت الصدقة بعشرة والقرض بثمانية عشر اسواسطے یعنی حاجت مناہی خیرات کا ایک درم دس درم کے برابر ہے تو ثواب ہوا اور قرضکا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ حسنة بعشرة امثالها اور قرضکا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرضکا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھیرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنیوالیکے طرف کچھ عود نہین کرتا اور قرضکا درم مقرض کے طرف عود کرتا ہے تو مقابل اوسکے دو درم ساقط ہوئے تو اٹھارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض نے مستقرض کو معاف کر دیے تو بیس درم کا ثواب ہوگا هي لغة مشددة وتخفف اعارة الشيء قاموس عاریت لغت عربیہ مین عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یا تشدید سے ہے اور اسکی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تمليك المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہے منافع کی تملیک کردینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکلجائے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے افاد بالتمليك لزوم الايجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کے طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہے کہ اگر مستعیر بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت کرا تو یہہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصة اور خانیہ مین ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا مگر قبول کا ہے فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اوس نے اپنا ہاتھ پہیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ لو فعلا فقط قبول کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وحكمها كونها امانة اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطها قابلية المستعار للانتفاع وخلوها عن شرط العوض لانها تصير اجارة اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونیسے اسواسطے کہ عاریت اشتراط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہے ہم قابلیت انتفاع کی قید سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا اسکے حق مین نکل گیا اور یہہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ یا پیسا کسیچیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کے واسطے عاریت لی تو یہہ قرض نہین بلکہ عاریت ہے لیکن سواے وجہ مذکور کے اوسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غاية البيان وصحح في العمادية جواز اعارة المشاع وايداعه وبيعه يعني لان جهالة العين لا تفضي للمنازعة لعدم لزومها اور تصریح کی ہے عمادیہ مین مشاع کو عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابة على المستعير وكذا نفقة العبد اما كسوته

کیا ہو کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہو اور اگر [illegible] نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہو وهذا اذا
طلب الاستعارة فلو قال المولى اخدمه واستخدمه من غير ان يستعيره فنفقته على المولى ايضا لانه وديعة یعنی غلام کا نفقہ مستعیر
پر ہوتا اس وقت ہے جب کہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی نے کہا کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہی اسواسطے کہ
یہہ ودیعت ہے نہ عاریت ہے ظاہر ایہہ اباحت انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہئے کہ یہہ ولیسی ودیعت ہی جسکے
انتفاع کو مالک نے مباح کر دیا وتصح باعرتك لانه صريح فيه اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین
صریح اور کہلا ہوا ہے واطعمتك ارضي اي غلتها لانه صريح فيها مجازا من اطلاق اسم المحل على الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی
یعنی مینے اپنی زمین تجھکو کہانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کہانے کو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہر غلہ
پیدا ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہے بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلاً زمین کیطرف
مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے ومنحتك بمعنى اعطيتك ثوبي او جاريتي هذه وحملتك على دابتي هذه اذا لم يرد به بمنحتك تا
حملتك الهبة لانه صريح فيها فيفيد العارية بلا نية والهبة بها اي مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مینے تجھکو کپڑا یا اپنی یہہ لونڈی
دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مینے تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ عاریت مین صریح ہی
تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز جسکے نیت ہبہ کی ہو یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت
نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا واخدمتك عبدي واجرتك داري شهرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ مینے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور
اپنا گہر ایک مہینہ بہر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی
عالمگیری مین عدم عاریت پر فتوی کیا ہے کذا فی الطحطاوی وداري لك مبتدأ وخبر سكنى تمييز اي بطريق السكنى اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک
سکنی یعنی میرا گہر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک اسکی خبر ہے اور سکنی تمیز ہے [illegible] بمعنی امانت یا اسم ہے بمعنی مکان صاحب درر نے کہا سکنی محکم ہے ارادۂ
نفع مین لہذا لام سے ملک مراد نہوا وداري لك عمرى مفعول مطلق اي اعمرتها لك عمرى سكنى تمييز اي جعلت سكناها لك مدة عمرك
اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی مینے اپنے گہر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف
یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدت عمر تک اسیکی طرف شارح نے تفسیر مین اشارہ کیا لیکن اس مین ایک احتمال کو
دوسرے احتمال کے ساتھ [illegible] زیلعی نے کہا داری لک کا احتمال ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور احتمال ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ
ارادۂ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادۂ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام سے ملک مراد نہوا ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء
اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پہیر لے ولو موقتة معیر کو عاریت پہیر لینے مین اختیار ہے اگرچہ عاریت کا
وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہئے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اس سے
فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع مقرر سے
تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونون کا
حکم یہہ ہے کہ تعیین مقید سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج وفيه ضرر فتبطل وتبقى العين باجر المثل كمن استعار امة لترضع ولده
وصار لا ياخذ الا ثديها فلها اجر المثل الى الفطام وتمامه في الاشباه یا کہ عاریت کو پہیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی
چیز اجرت مثل پر باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے لڑکے کو دودہ پلانے کیواسطے اور لڑکا ایسا
ہوگیا کہ کسیکی چھاتی منہ مین نہین لیتا سوائے اس لونڈی کے تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چھوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین

وفیہا مخیرا الی القنیۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لیوضع علیہ جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری رفعہا وقیل یکلف
الا اذا شرطہ وقت البیع کذا فی الکبیر قلت و بالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف
فکانہ ارتضاہ کذا فی الملتقط ۔ اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کو اور
پھر دھنیاں اسپر نصب کیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرانا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ان کا دفع کرانا جائز ہے مگر جبکہ معیر نے عدم دفع شرط
کر لیا ہو وقت بیع کے کذا فی الکبیر میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ
ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان
اسکا لازم نہیں آتا یعنی اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانتوں میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کو اگر زور سے کھینچے اور
وہ ہلاک ہو گیا یا شہر میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہو گیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا پانی پلانیکے واسطے اسکو غیر جہت میں
لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنیکے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ ملایا اسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہے
اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانیکے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح سے چرانیکی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان
ہے اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چورا لیگیا تو اگر مستعیر لیٹا ہو گا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہو گا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر کی
سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے سر کے پاس رکھی ہو یا اسکے پاس ہو اسطرح پر کہ عادت میں اسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر و شرط الضمان
باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ
جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیء لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن کرنا جائز
نہیں اسواسطے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنی مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع
ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار اند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت
دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اس صورت میں جبکہ استعمال مختلف
نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی واما المستاجر بفتح الجیم فیؤجر و یعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ رکھنا
اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما المرہون فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع
اور اعارہ جائز نہیں وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواء قبض اولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کیے ہیں جنمیں
اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اوسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال وما مالک امر تملیکہ بدون اذن وکیل مستعیر و مؤجر
زکوۃ و کذا مساقیہما و مضارب و مرتہن ایضا و قاض مؤمر سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے
وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن ہے اور قاضی مامور ہم مالک کا لفظ
مبتدا ہے اور وکیل لا یملکہ کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا
بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے
جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوسپر سوار کرنا یا دوسرے کو قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن
دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی و مستودع ضمن تبعیہم و مزید ع + اذا لم یکن من عندہ البذر یبذل
اور مستودع بفتح دال ایداع کا اور متضمن دوسرے کو بٹائی دینے کا اور جس زمین بقصد مزارعت لی ہے کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیج ڈالے تو بیج والا کو وہ زمین بطور
مزارعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہو کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشرۃ ما فی [illegible]

لیستاجر فی نزرہ ۱ + ولذٰلک آذِنَ المولیٰ لہ لیس لہ ذٰلک یہ مین کہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہوا ورجائز نہین عقد مساقات الیکو
کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت
کو اجارہ مین دے یا اسکو رہن کو سپرد ہ تلف ہوجاے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ آجر ملکہ
لنفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافاً للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین ہو سکتا کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ
دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کردے برخلاف ابو یوسف کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوا ہے اجرت کا
اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یعنی تاوان لے مستاجر سے سکت عن
المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فیضمن للمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے
اور وہبانیہ کی شرح مین ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اگر رہن رکھے تو تاوان آویگا اور مالک کو اختیار
چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ویرجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعاً
لضرر الغرور اور جبکہ مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال پھیر لے جبکہ مستاجر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اُسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر
عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ او لا ان لم یعین المعیر منتفعاً اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ
اُسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکردیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کردیا اور الکو
دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا لفظ الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور رخت کا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا
کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر مالا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وعزاہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کردیا
ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار
کی طرف نسبت کیا ہے وضمانہ ای کالمعار والموجر وہذا اعنی عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقاً خلاصہ اور عاریت کی چیز کی مثل
ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اُسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور دونون صورتون مین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل کہ
در صورت عدم نہی کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو مستعیر نے دی پھر عاریت تلف ہوگئی تو ہر طرح سے تاوان اُسپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ
وہ مختلف الاستعمال ہوتا ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقاً بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیر لہ للحمل ویرکب عملاً بالاطلاق سو جو شخص
کہ عاریت لیوے جانور کو یا جانور کو کرایہ لے مطلقاً بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیکو وایہما
فعل اولاً تعین مراداً اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہوجائیگا مراد ہونیمین ہم اسواسطے کہ مطلق ہر ایک کو شامل ہے اور تعین تقاضا ہے مستعیر اور مستاجر کو
اختیار نہی تو اگر اول سوار کی ہو اب اُسپر بوجھ لاد نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اُسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ
ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ ثم رکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور تاوان دیگا غیر مین اگر جانور ہلاک ہوجاے تو اگر عاریت کا کپڑا
غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اُسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع
انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے تقاضا کو وقت اور نوعین مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جسوقت چاہے بدلیل گذشتہ
یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قید لا بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر تقاضا معین وقت یا نوع یا دونونکی قید لگادی تو
تاوان دیگا بدتر خلاف کرنیمین نہ مانند یا بہتر خلاف مین ہم خلاف بدتر کی مثال یہ ہے کہ جانور عاریت لیا مثلاً دس من گیہون لادنیکے واسطے پھر اُسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر گیہون سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گیہون کے عوض اور گیہون اسیقدر لادے یا اپنے گیہونکے عوض غیر کے گیہون
لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہے کہ جو کے واسطے عاریت لے اور پھر اُسپر گیہون لادے وکذا التقیید فی الاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم اجارہ مین

لہ نفی ایہدہ ان کی غیر دینے ثانی کی غرض نہین ۱۲

نفع اٹھانا بانیدہ اٹھانا علی قیدگو ٹیکا عاریت کے مانند عارية الثمنين والمكيل والموزون والمعدود المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورة استهلال عينها وکہ

اشرفی اور کیلی اور وزنی اور عددی متقارب کی عاریت بلا قید کے وقت قرض ہے بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ کے یعنی عاریت مباحت ہے اذن کی الاستفاع

اور اشیاء مذکورہ مین انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کی لہذا یہان عاریت سے قرض ٹہہری معدود متقارب جیسا کہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف ابریشم

اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فيضمن المستعير هلاكها قبل الانتفاع لانه قرض حتى لو استعارها ليعاير

الميزان او يزين الدكان كان عارية تو تاوان ہے عاریت لینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانیسے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپئے اشرفیکو

عاریت لیا تا کہ اوس کو ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکہکر دوکان کی آرایش کرے تو یہہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض لیئے اسواسطے کہ انمین ہلاک عین کا

ولو اعاره قصعة ثريد فهو قرض ولو بينهما مباسطة فاباحة اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہہ قرض ہے اور اگر معیر اور مستعیر مین کشادہ چشمی اور بیتکلفی

ہو تو یہہ اباحت ہے ہم ثرید وہ کہانا ہے جو شوربے مین روٹی ترکرنیسے مرتب ہوتا ہے جب قرض ہوا تو اوسکا مثل یا اوسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت مین تاوان نہیں ونصح

عارية السهم ولا يضمن لان الرمي يجري مجرى الهلاك صيدفية اور تیر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونیسے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام

ہلاک کے ہے کذا فی الصيرفية یعنی یہہ استہلاک بالتعدی ہو مالک کی اجازت سے لہذا امین تاوان نہیں ولو اعار ارضها للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعة اور اگر

زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانیکو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونیسے وله ان يرجع متى شاء لما تقرر انها غير لازمة اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت

پہیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ويكلفه قلعهما الا اذا كان فيه مضرة بالارض فيتركان بالقيمة مقلوعين

لئلا يتلف ارضه اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختون کو کہود ڈالنے کا مگر جبکہ کہودنے مین زمین کا ضرر ہو تو کہودی عمارت اور کہودے درخت

کی قیمت پکڑ دیکر دونون چیزین قائم رکہی جاوین تاکہ اوسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب مین قیمت دیدے ولان وقت العارية رجع قبله كلفه قلعهما ضمن

المعير للمستعير ما نقص البناء والغرس بالقلع بان يقوم قائما الى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد بحرا اور اگر عاریت کی مدت ٹہرائی

ہو تو پہلے عاریت پہیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کہود ڈالی اور مستعیر کو اوتنا تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگیا کہو دینے سے اسطرح کہ مدت معینہ تک عمارت

اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاوے اور پہیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلا درخت کی قیمت کہودنیکے وقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک

قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارها ليزرعها لم تؤخذ منه قبل ان يحصد الزرع وقتها او لا فتترك

باجر المثل مراعاة للحقين اور جبکہ زمین مستعیر کو کہیتی کرنیکے واسطے عاریت دی تو اوس سے کہیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین

مستعیر کے پاس عوض اجرت مثل چہوڑ دیجائیگی دونون حقوق کی رعایت کرنیکے واسطے فلو قال المعير اعطيك البذر وتكلفك ذلك ان لم ينبت لم يجز لان بيع الزرع قبل

نباته باطل او بعد نباته فيه كلام اشار اليه بالجواز في المغني ههنا پہر اگر معیر نے کہا مستعیر کو مین تجہکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہون اگر کہیت اوگا ہو تو جائز ہو

اسواسطے کہ کہیت کی بیع قبل اوسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اوسکے جمنے کے اسمین گفتگو ہے مغنی مین اسکو جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ ہم قول مغنی یہی مختار ہے

کذا في الطحطاوي عن الغيائية ومؤنة الرد على المستعير اور عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنی نفع کے واسطے اسپر قبضہ کیا تہا اور پہیر دینا

اوسپر واجب ہے فلو كانت موقتة فامسكها بعده فهلكت ضمنها لان مؤنة الرد عليه نهاية تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکہہ

چہوڑی بعد اوس وقت کے پہر عاریت ضائع ہوگئی تو مستعیر ضامن ہوگا تاوان دے اسواسطے کہ پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر تہا کذا فی النہایہ یعنی تو پہیر دینے سے وہ متعدی ٹہرا ہم اسا

مسئلہ مین دو قول ہیں تاوان ضامن ہونا مختار ہے اور عدم ضمان کا فتوی اور مجتبی مین مذکور ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارها ليرهنها فتكون كالاجارة رهن

الخانية عاریت پہیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکہنے کے واسطے عاریت لی تو یہ عاریت اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوجاویگا

جیسے اجارہ مین ہوتا ہے کذا فی البحر وكذا الموصى له بالخدمة فمؤنة الرد عليه اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پہیر دینے کا خرچ اسپر ہے

وكذا الموجر والغاصب والمرتهن مؤنة الرد عليهم لحصول المنفعة لهم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پہیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے

البطلان فی مختصر قلت وظاہرہ انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل
ویحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتأمل عند الفتوی میں کہتا ہوں اور ظاہر کلام ولوالجیہ سے یہہ دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق ہوگی اپنی ذات کے حق میں نہ موکل کے
حق میں اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق میں ہوگی نہ موکل کے حق میں اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہو تو تامل
کرنا چاہیئے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق میں وکیل کی تصدیق
نہو گی بقرینہ ایجاب ضمان علی البیت تو افتاء بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھہ حاجت نہ رہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح نے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ
الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہیں پہیر لینا مستعیر سے یہہ اوسوقت میں متصور ہے جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول
نہ کی ہو موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کی مانند فسخ
ہو جاتی ہے معیر مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوسپر قرض ہے اور اوسکے پاس ودیعت
غیر معین تو میت کا ترکہ ان سبھوں میں تقسیم ہوگا بقدر اونکے حصوں کے ہم ودیعت غیر معین کی یہہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت
تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ میں برابر ہیں بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادای کل دیون میں کفایت نکرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب
وفی العاریۃ علی الذہاب والمجیء لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت میں جانے اور آنے
دونوں پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہونچانا بدون آنے کے نہیں ہو سکتا بخلاف اجارہ کے کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار
دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ استعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پہر اوسکو باندہ رکہا اپنے گہر میں سو وہ تلف
ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے لیا تہا جانیکے واسطے نہ باندہ رکہنے کیواسطے استقرض ثورا فاعاد علیہ الا اثرا لم یضمن لانہ عاریۃ معنی قا
بیل قرض لیا سو اوسپر کوئی شے مثلا گاڑی کی تو مستعیر تاوان نہیں دیگا اسواسطے کہ وہ عاریت ہے [illegible] اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی فیہا ثم
واذا اخرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی فسدت
بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اوسپر بنوانے کے واسطے اور جب وہ مکان سے نکلجاوے تو عمارت مالک کی ہوگی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اوسکی سکونت
اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہاں اجارہ درحقیقت اجارہ ہو گیا [illegible] مدت کے مجہول ہونے سے
ہم عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پہر جب عاریت اجارہ فاسد ٹہیری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بہی معلوم ہوتی تو بہی اجارہ فاسد ٹہرتا
بدل سے ہوا اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہیں عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹہیر گی اگر
زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تہا معیر پر پہر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹہرا اور یہی حقیقت ہے اجارہ کی اور اسلئے کہ عقود
میں معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء
الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پہر مستعیر کو ادای خراج کا عوض معلوم امر کرے استعار
کتابا فوجد بہا فیہ خطأ اصلحہ ان علم رضا صاحبہ قلت ولا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت
لی سو اوسمیں غلطی پائی تو اوسکی اصلاح کردی اگر مالک کی رضامندی جانی میں کہتا ہوں اور گنہگار نہو گا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید میں ترک اصلاح سے البتہ
گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب قرآن ہم اصلاح میں رضای مالک ہو اسواسطے کہ غیر کی ملک میں تصرف ہے ابن رہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط
مناسب بخط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب اصلاح کرے اور اگر خط مناسب نہے تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکہکر وہاں رکہدے اور محل خطا پر نشان
کردے تا مالک اوسکا مطلع ہو کر درست کرے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ وینبغی ای اصلاحہ مستفیدہ
حیث اذا ما ہو لا لایتأثم [illegible] اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں [illegible] مستعیر اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو ودنی مقصا یا کہنا اور

یہہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہیں اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
وركنها هو الايجاب والقبول کا سیعج اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحكمها ثبوت الملك للموهوب له غير لازم فله الرجوع و
الفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہی لیکن سوا ان باتوں کے
کے جو مذکور ہونگی وعدم صحة شرط الخيار فيها فلو شرطه صحت ان اختارها قبل تفرقهما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے
خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے هم بہتر یہہ ہے کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتها بخيار الشرط بقرينة التفريع
والا حاصل اوسکا یہہ ہی کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وكذا الابراء اى صح الابراء وبطل الشرط خلاصه اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کری
تو ابرا صحیح ہی اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصة هم جاہی نے کہا اسقاط للفظ کذا اصواب ہے چنانچہ منح الغفار مین اتیہ ہم والا تشبیہ غیر صحیح ہی وتعلقها اى ابطالها
بالشروط الفاسدة فهبة عبد على ان يعتقه تصح وتبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شرط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو
موہوب لہ آزاد کرے صحیح ہی اور شرط باطل ہی وتصح بايجاب كوهبت ونحلت اور ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مینے ہبہ کیا ونحلت یعنی مینے بخشا اپنی دل کی خوشی
سے بلا مطالبہ واطعمتك هذا الطعام ولو ذلك على وجه المزاح اور مینے یہہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو هم خلاصہ مین ہے
کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنیوالا نہ تہا اور
موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا بالقبول صحیح ہے انتہی اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنی متن کی دلیل سمجہا ہی اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت
نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب بطور وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف اطعمتك ارضى فانه عارية لرقبتها واطعام لغلتها بحر الا اذا قال …
کہ مینے اپنی زمین تیری کہانے کو دی اسواسطے کہ یہہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور اطعام ہی اوسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو … کما فی العبارة
مین مذکور ہو چکا او الاضافة الى ما يعبر به عن الكل كوهبت لك فرجها وجعلته لك لان اللام التمليك … الایجاب …
جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مینے تجہکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مینے تیرے واسطے کر دیا پہیرا دیا اسواسطے کہ لام تملیک کا …
هم طحطاوی … کہا یون کہنا واضح تر تہا وكذا بالاضافة یعنی اگر یہہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلته باسمك فانه ليس بهبة بخلاف اس قول کے کہ اسکو مینے
تیرے نام کے ساتہہ مشہور اور مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ نہین ہے هم یہہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین غیاثیہ سے منقول ہے کہ جو شخص نے
باغ لگایا اور کہا کہ … اپنی یعنی … بیٹے کے نام کے ساتہہ مشہور کر دیا تو یہہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین کذا فی الطحطاوی
وكذا هي لك حلال الا ان يكون قبله كلام يفيد الهبة خلاصة اور اسیطرح یہہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجہکو حلال ہے مگر ہو وقت ہبہ جب کہ اسکی
… ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصة هم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت …
مین جائز نہین کلام سوال جو ہبہ کا مفید ہو مثلا یہہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تو مجہکو یہہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا دل رغبت سے اسکے لینے پر … تو … پہلے
مجہکو کوئی چیز نہین ہبہ کی … کہا کہ تجہہ پر یہہ حلال ہے تو البتہ اب یہہ قول ہبہ ٹہیریگا واعمرتك هذا الشيء اور مینے یہہ چیز تجہکو بطور عمری دی یعنی عمر بہر تک
هم عمری یہی ہی کہ … الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کی … سو تملیک صحیح ہے اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد
شرط سے حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دی تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہی اور اسکے وارثون کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وحملتك على هذه
الدابة ناويا بالحمل الهبة كما مر اور مینے تجہکو اس جانور پر سوار کر دیا حمل سے ہبہ کی نیت کر کے چنانچہ کتاب العاریة مین مذکور ہو چکا هم حمل کا ہی معنے ہبہ اور
کا ہی جسمے عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وكسوتك هذا الثوب اور مینے تجہکو یہہ کپڑا پہنایا هم پہنانیکی تملیک عام مراد
ہوتی ہی بولتی ہین کہ فلانے نے فلانیکو کپڑا پہنایا جب کہ اوسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اسطرح نہین بولتی وداری لك هبة اور میرا گہر تیرا ہی ہبہ ہو کر هم لفظ
ہبہ منصوب ہے حال ہونیسے وضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر وعمرى تسكنها لان قوله تسكنها مشورة لا تفسير لان الفعل لا يصلح تفسيرا

كذا في الخلاصة عن الحلبي عن الينابيع ولو نهاه عن القبض لم يصح قبضه مطلقا ولو في المجلس لان الصريح اقوى من الدلالة اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع
کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ھ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو
قبض صحیح ہے مجلس میں اور بعد مجلس کے اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض تو ایجاب باعتبار دلالت کے ہے اور نہی عن القبض صریح ہے اور
حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہوا ورنہ نہیں وتتم
الهبة بالقبض الكامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ھ قبض کامل منقول میں وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار میں وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی
کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کر دینے سے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ میں قبض کامل تبعیت
کل ہوتا ہے كذا في الدرر ولو الموهوب شاغلا لملك الواهب لا مشغولا به ہبہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب فان
الاصل ان الموهوب ان مشغولا بملك الواهب منع تمامها وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو فعل مذکور ہبہ کے تمام
ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت
شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا كذا في الدرر فلو وهب جرابا فيه طعام الواهب او دارا فيها متاعه او دابة عليها سرجه وسلمها
كذلك لا تصح تو اگر تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہو اور تینوں چیزوں کو اسیطرح تسلیم کیا
تو ہبہ صحیح نہوگا ھ اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا كذا في الدرر وفي عكسه
تصح في الطعام والمتاع والسرج فقط لان كلا منها شاغل لملك الواهب لا مشغول به اور اسکے برعکس میں ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین میں فقط
اسواسطے کہ ہر ایک ان تینوں اشیا میں سے ملک واہب کا شاغل ہے نہ مشغول ھ خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف کے صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ
اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغله بغير ملك الواهب لا يمنع تمامها تا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول
ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہیں ھ منجملہ اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا مع متاع کے ساتھ جو اس گھر میں ہے
اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر میں اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی
پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں كذا في الطحطاوي كالرهن والصدقة لان القبض شرط تمامها
وتمامه في العمادية تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا
عمادیہ میں ہے ھ یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور
دونوں کا شاغل ہونا مضر نہیں تو تشبیہ راجع متن سے ہے كذا في الطحطاوي وفي الاشباه هبة المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ میں ہے
کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وكذا الدار المعارة میں کہتا ہوں اور اسیطرح عاریت کا گھر ہے ھ صورت اسکی یہ
ہے کہ ایک گھر عاریت میں انسان کو دیا پھر مستعیر یا مستعیر کے عیال نے اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے
کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے كذا في الطحطاوي والتي وهبتها لزوجها بمتاعها لان المراة ومتاعها في يد الزوج فصح التسليم
اور ہبہ مشغول اس گھر میں جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بعد ظاہر ہونے کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب دونوں خاوند کے ہاتھ میں ہیں تو تسلیم موہوب صحیح ہوگی
ھ صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمیں رہتی ہے اور اسکا اسباب اسمیں ہے اور زوج بھی اسکے ساتھ اسی گھر میں رہتا ہے تو ہبہ صحیح
اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے ساتھ زوج کے ہاتھ میں ہے اور بمقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہیں كذا في الطحطاوي وقد غيرت بيت الوهبانية
فقلت ومن وهبت للزوج دارا لها بها + متاع وهم فيها تصح المحرر ه اور متغیر یعنی بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں یوں کہتا ہوں اور جس زوجہ نے زوج کو
اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمیں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر ہے [illegible] ھ وہبانیہ کی اصل [illegible]

عله [illegible]

چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اوسکے ہاتھ ہبہ کر ڈالی **وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وھو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم**
عند عدم الاب لو فی عیالھم اور ہبہ اوس شخص کا جسکی سنے الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہو اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا
ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر اونکی عیال میں ہو اور ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکے اور باپ سے
مراد یہ ہے جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا ہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی **تتم بالعقد لو الموھوب معلوما وکان فی یدہ**
او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہی عقد ہی سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور بلا قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب
ولی کے ہاتھ میں ہو یا اوسکے مودع کے ہاتھ میں ہو اسواسطے ہبہ کو پورا ہی کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے **والاصل ان کل عقد یتولاہ**
الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اوسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول **وان وھب**
لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وھو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرھم وعند عدمھم تتم بقبض من یعولہ
اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اوسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے کوئی شخص ہے اول باپ پھر اوسکا وصی
پھر دادا پھر اوسکا وصی اگرچہ صغیر اونکی گود یعنی اونکی پرورش اور حمایت میں نہو اور اونکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہی اوس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں
صغیر ہو جیسا کہ صغیر کا چچا **وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرھما والا لا لفوات الولایۃ** اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہی اوسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض
اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا
قرابتدار محرم ہو کذا فی المنح **وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل** اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ الیسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو
ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی المنافع المحض کالبالغ حتی لو وھب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہی صغیر کے
قبض سے اگرچہ باپ اوسکا موجود ہو کذا فی المجتبے اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام
مذکور کا خرچ اوسپر لازم ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ **قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز**
والصحیح انہ یجوز انتھی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمین خلاف ہی کہ اوس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہی تو بعضوں نے
کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہی کہ قبض مذکور جائز ہے انتھی ھو **ویؤیدہ ما ذکرہ الخ** ...... عند عدمھم قول پر و**ظاھر القھستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر**
الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہی اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کیطرف
منسوب کیا ہی برخلاف اوس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہی اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کیطرف منسوب کیا ہی ھم قہستانی نے جواز قبض
من یعول الطفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہی بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہی اور فتاوی صغری
سے نقل کیا ہی کہ یہی قول مفتے بہ ہی کذا فی الطحطاوی **لکن متنہ یحتملہ لوصلی ولو بامہ والاجنبی ایضا فتامل** لیکن مصنف کا متن احتمال رکھتا ہی جواز کا بسبب وصل کرنے
ولو مع وجود ابیہ کو امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو اسمین تامل کرو یعنی جسطرح مصنف کا قول **ولو مع وجود ابیہ** موصول ہے اوس قول سے **وبقبضہ ولو ممیزا** اسیطرح
اگر اسکو **امہ والاجنبی** سے بھی موصل سمجھے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہی کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی **وصح**
ردہ لھا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اوسکا صحیح ہی کذا فی السراجیہ **وفیھا حسنات الصبی لہ ولابویہ اجر التعلیم ونحوہ** اور سراجیہ
میں ہی صغیر کی نیکیاں اوسیکے واسطے ہیں یعنی اونکا ثواب ہی اوسکا اور اوسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ھم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب
اوسکے والدین کو ہی اور قول معتمد یہ ہی صغیر ہی کو ثواب ہی چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی
الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتھی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لھما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اوس ماکول کا
کھانا مباح ہی جو اوسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہی کہ کھانا مباح نہیں انتھی ما فی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

جیسا ختنۃ الابن والدین وضعوا هدايا الحذاق بين يدي الصبي فما يصلح له كثياب الصبيان فالهدية له وإلا فإن المهدي من أقرباء الأب ومعارفه فللأب ومن معارف الأم فللأم قال هذا للصبي أو لا اگر لوگوں نے تحفے لڑکے کے وقت ختنہ کے اسکے آگے رکھے تو جو تحفہ ختنہ کے لائق ہو جیسا کہ لڑکوں کے کپڑے تو یہہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے اور اگر ایسا نہیں جیسا کہ دراہم اور دنانیر کذا فی الظہیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپ کے قرابتداروں یا اوسکے دوستوں سے ہو تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہے تو تحفہ اوسکی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہو کہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نکہا ہو ولو قال أهديت للأب أو للأم فالقول له اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اوسکا قول مقبول ہوگا وكذا إذا زفت البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے لڑکی کی شادی کے تحفوں کا کذا فی الخلاصہ وفيها اتخذ لولده أو لتلميذه ثيابا ثم أراد دفعها لغيره ليس له ذلك ما لم يبين وقت الاتخاذ أنها عارية اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دیدے تو یہہ اسکو جائز نہیں جبتک کپڑے بنانیکے وقت یوں بیان نکرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر شاید اسکے حق میں اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے برازیہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت سے تسلیم ہوا اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی المحیط وفي المنتقى ثياب البدن يملكها بلبسها بخلاف نحو ملحفة ووسادة اور منتقی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے اوسکو پہنانے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک میراث نہونگے اور یہہ مسئلہ مشہور میں مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کے یہہ بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہوگیا کذا فی المحیط وفي الخانية لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إذا لم يقصد به الإضرار وإن قصده يسوي بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى اور خانیہ میں ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں بعض اولاد کو زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ یہہ دل کا فعل ہے یعنی انمیں اختیار نہیں اور اسیطرح بعض اولاد کو زیادہ دینے میں کچھہ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو انمیں برابر دیوے یعنی بیٹی کو بیٹے کے برابر امام ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجہ میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں جیسا کہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہونیکے سبب سے کسب میں نہو اگر اسکو زیادہ دے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھیرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کروں اور یہہ بیٹا فقط اسکے واسطے چھوڑ جاؤں سو اچھا ہے اور مدد کا تو اس کو اختیار بہتر ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دیوے مانند میراث کے کذا فی المحیط ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کردے تو جائز ہے اور وہ گنہگار رہیگا حصہ یعنی ایک لڑکے کو دے اور باقیکو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ سبب موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن یہہ امر خطا ہے گناہ ہے تو نکرنا چاہیئے اور یتیمیہ میں ہے کہ یہہ ہبہ منقوض ہوگا اوسکی موت کے بعد اور سب وارث انمیں سے میراث پاوینگے کذا فی المحیط تو یہہ قول مشہور ہے کہ جبر کا قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفيها لا يجوز للأب أن يهب شيئا من مال طفله ولو بعوض لأنها تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفيها يبيع القاضي ما وهب للصغير حتى لا يرجع الواهب في هبته اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرے ولو قبض زوج الصغيرة أما البالغة فالقبض لها بعد الزفاف ما وهب لها صح قبضه ولو بحضرة الأب في الصحيح لنيابته عنه فتم قبض الأب كقبضها مميزة اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اسکا صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج کے اوسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض یعنی قبض شوہر اور باپ کا صحیح ہے اور اگر بالغہ ہو تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبله أي الزفاف لا يصح لعدم الولاية اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے ہبہ پر صحیح نہیں اسواسطے کہ ولایت نہیں وهبا دارا لواحد صح لعدم الشيوع دو شخصوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ [illegible]

دو شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ
اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے کہ محتمل القسمۃ مین ہے اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا
ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل
القسمۃ نہو جیسے بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قیدنا بالکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ
لکبیرین او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہے
یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ اور دونون کتابون
مین مجملا تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کے
طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی کے قیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا اور عدم جواز
مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے واذا تصدق
بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیرونکو
خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضا ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع
ثابت نہوا ہم زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہے خدا تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا وسلمہا
صح صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے
اور دونو کو تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگی ہم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے وہب لرجلین درہما ان صحیحا صح ایک شخص نے
دو مرد کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ متاع غیر قسمت پذیر کا ہے کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانہ مما
یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھوٹا ہو تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ وہ حکم اسباب کے
ہے معہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما ونصفہما ان استویا [illegible] ایک شخص کے پاس دو درم ہین سو اوس نے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اون درمون
سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا اور اونکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو
ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ یہ جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہبت لہما جاز مطلقا
اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریہ تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسواسطے
اگر دونون درمون کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونون مستوی ہون یا متفاوت کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بینہ وبین جارہ لجارہ وہبۃ البیت
من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواہب علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ یعنی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اوس
دیوار کا جو واہب کے گھر اور اوسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کے ہونے پر
دیوار پر اور خلط بیت گھر کی دیوار سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت طلاق کی جہت سے البتہ ہے والا اسکی صحت
نہین کلام مین فتاوی عالمگیری مین ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کردے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کردے تو ہبہ جائز ہے اسیطرح ہے ہبہ
بیت کا مع جمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہوکر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا ممر مشترک ہے یہ آمین اور دوسرے مین جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہے نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی
صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض
موہوب لہ کے واہب نے ہبہ کو نہ [illegible] موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریما [illegible]

ہو سکے کہ ادا ہی پر لیوں پر واجب ہے تو جب اُس نے دین ادا کرنیکو کہا تو گویا اجنبی سے بقصد ادا دین کے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الا نسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر باداءہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا ہے حبس اور ملازمت سے تو اُسکی ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے اُسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اُسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اُس وقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان اُسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ یمین کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر اُنکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اُس وقت میں یعنی جب قاعدہ مذکور معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دین کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل بالوکال المتفق علی بناء دار وہ او قال للاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا اشتراط رجوع کفالۃ خانیہ مع انہ لا یطالب بہما الا بحبس و لا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر لے یعنی مال دیکر ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بناء دار اور استخلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے سو اسمیں تامل کر ہم شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اُسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض واہب سے پھیر لے ہم جوہرہ میں ہے کہ رجوع بنصف عوض اُس وقت ہے جب کہ موہوب محتمل القسمۃ نہوا اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہو گا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی وعکسہ لا ما لم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر للتسلیم العوض اور بالعکس اُسکے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ ما بقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ ما بقی عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے ابتداء تو بعض میں بھی اُسیطرح اُسکی صلاحیت بقاء میں ہے کہتا ہے لیکن وہ مختار ہو گا تا عوض مسلّم رہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی بسبب استحقاق بعض عوض واہب کو خیار رہیگا قبول اور عدم قبول عوضوں بسبب سالم رہنے عوض کے ومرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط فمبادلۃ کا سیجیٔ فیوزع البدل علی المبدل نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا تو عوض مشروط کی استحقاق میں بدل کی تقسیم ہو گی مبدل پر کذا فی النہایہ کالو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ھالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہلاک ہے تو رجوع نہیں یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ھالکا وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہلاک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی النہایہ ولو عوضہ فی عدم نصف رجع بالم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طار کذا فی و اگر نصف ہبہ کا عوض دیا تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تو تنبیہ کلام کرتا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعد فلا وہم من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما مر فتدبر مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا اگر چہ گیہوں کے اور

فامنجملہ وہ موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بچہ جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی البحر والخامس خروج الھبۃ عن ملک الموہوب لہ
اور خامس جملہ موانع سے یہ کہ ہبہ کا خروج ہو موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بھبۃ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان
بقضاء او رضی لما سیجی ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول
خروج عن الملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی
سے ہو اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی
پر تصدق کرے یا اسکو بیچے ثالث ہاتھ بیچ کرے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب
نصف باقی میں رجوع کرے اسواسطے کہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں وقیدنا الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجہا
عن ملکہ من کل وجہ لتفرع علیہ بقولہ اور مصنف نے خروج میں بالکلیۃ کی قید لگائی یعنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع
کی بقول آیندہ فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذرہا او تصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے ہبہ کی ہوئی بکری قربانی کیا یا
اسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور وہ نہیں حلال کرنیسے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہے اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں اسکے رہتا ہے تو خروج عن الملک
ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ ادا ہو جاتا ہے محمد کے نزدیک اور ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع جائز
نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہے ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کی مانند متعہ اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبی
ھم لہذا [...] کہا تھا کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج ولو وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ
الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر شخص کو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف
ہے جب تک صدقہ فقیر کو نہیں پہنچا تب تک رجوع درست ہے کذا فی الحطاوی فقط لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر ہبہ موہوب کو ذبح کیا بدون
قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے فرع مسئلہ الحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لا
لغریمہ اولولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام وقال ابو یوسف یعود
لو ھبۃ کذا [...] خانیہ ایک غلام ہے جسپر دین یا جنایت خطا ہے پھر اسکے مالک نے اسکے دینی یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایات ساقط
ہوگی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں
کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اوس نے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیہ والزاء الزوجیۃ وقت الھبۃ اور زاء معجمہ سے زوجیت وقت ہبہ کی
مراد ہے فلو وہب لامراۃ ثم نکحہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأتہ لا
کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے اسکے عکس میں یعنی اگر واہب عورت ہوا اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے
اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں فرع مسئلہ الحقہ شارح کا لا تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ لانہا
للحال [...] وصی لہا بعد موتہ تصح وصیتہ لانہا تعتق بموتہ فتسلم لہا کافی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو
اور ہبہ بدل کر وصیت نہو جاویگا اسواسطے کہ مجبور کو تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کر جاوے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد
ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہو جاویگی مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرنا پایا جاویگا کذا فی الکافی ھم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے
صحیح نہوا کہ شرط ہبہ کے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجبور التصرف ہونیکے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ
نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنی قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع
نکریگا کذا فی الشمنی ھم محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہے نہ فقط قرابت اور فقط محرمیت

ھم یعنی ذبح کیا اور رجوع سکے [...] حلال ہونا [...] اور [...] قربانی [...] ذبح [...] ۱۲

ولو وهب لمحرم بلا رحم کاخیه رضاعا ولو ابن عمه ولمحرم بالمصاهرة کامهات النساء والربائب واخیه وهو عبد لاجنبی او لعبد اخیه رجع
اور اگر واہب نے ہبہ کیا اُس محرم کو جس سے قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ وہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور مادر
اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو درحالیکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ہم ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں
ہے واسطے کہ ابن عم قرابتدار ہے تو اوسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے
ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاه ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فیها اتفاقا علی الاصح لان الهبة لایهما
وتعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنابر قول صحیح کے اسواسطے
کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع فی الہبہ کا کذا فی البحر ہم غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ
صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اُسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وهب لاخیه واجنبی ما لا یقسم
فقبضاه له الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع درر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے
اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والهاء هلاک العین الموهوبۃ اور ہا رموز سے
عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اوسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقای ملک تو یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ خروج
عن الملک مثل ہی ہلاکت ہے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اُسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی
الطحطاوی عن المکی ولو ادعاه ای الهلاک صدق بلا حلف لانه ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال الواهب هی هذه العین حلف المنکر انها لیست هذه خلاصه پھر اگر واہب
کہے کہ وہ یہی ہبہ کی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواهب ان الموهوب له لیس باخیه اذا ادعی
الاخ ذلک لانه یدعی مسبب النسب لا النسب خانیه جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جب بھائی دعوی کرے بھائی ہونیکا
اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ہم یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں
تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہہ قسم درحقیقت نسب کے مسبب مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا
تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیهما او بحکم الحاکم للاختلاف فیه اور
صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز
نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم
تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ
بعد حکم حاکم موہوبہ کو نہ دے تو تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم نکرے سپرداد کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوبہ موہوب لہ کی ملک میں ہے
ثابت ہے تو اسکا تصرف اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوبہا اوسکے پاس تلف
ہوجاوے تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا
بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح وانما یمر اعادها بقضاء او رضی کان فسخا للعقد الهبة من الاصل واعادة لملکه القدیم لا هبة
للواهب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی
ملک قدیم کا نہ ہبہ واہب کے لیے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جبکہ
قبض کرچکا پھر نہ رجوع سکے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلهذا الا یشترط